اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّہ فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّہ

فتاویٰ رضویہ

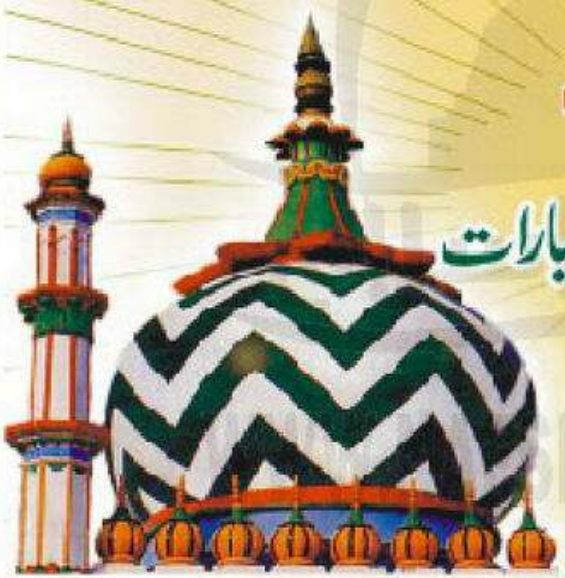

جلد 11

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ
فی
الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج وترجمۂ عربی عبارات

www.alahazratnetwork.org

جلد یازدہم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد یازدہم

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فیضانِ کرامت ——— مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرپرستی ——— مولانا صاحبزادہ محمد عبد المصطفٰے ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ——— مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت " " " " "

ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

پیش لفظ ——— " " " "

ترتیب فہرست ——— " " " "

تخریج و تصحیح ——— " " " "

کتابت ——— مولانا نذیر احمد سعیدی

پیسٹنگ ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

صفحات ——— ۴۳۶

اشاعت ——— محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / مئی ۱۹۹۷ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
  ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۷۶۵۷۷۲
- مکتبۂ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

www.alahazratnetwork.org
WWW.NAFSEISLAM.COM

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحبِ فتح القدیر
ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحبِ غنیۃ المستملی
ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحبِ رد المحتار
ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحبِ حاشیۃ الدر المختار وحاشیہ مراقی الفلاح
الدر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی
الدرر : الدرر شرح الغرر ، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز
بحر : البحر الرائق ، علامہ زین الدین ابن نجیم
ہندیہ : فتاوی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف
نہر : النہر الفائق ، سراج الدین عمر بن نجیم
فتح : فتح القدیر ، علامہ کمال الدین ابن ہمام
غنیہ : غنیۃ المستملی ، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی
حلیہ : حلیۃ المحلی ، ابن امیر الحاج

www.alahazratnetwork.org
WWW.NAFSEISLAM.COM

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل چھ رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱) عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار (۱۳۰۷ھ)
شاہدین کی موجودگی میں مرد اور عورت کے فقط ایک دوسرے کو شوہر و بیوی کہہ دینے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں۔

(۲) ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند وبنجالۃ (۱۳۱۷ھ)
ہند و بنگال میں عورت سے اجازتِ نکاح لینے کی رسم کے متعلق۔

(۳) ھبۃ النساء فی تحقق المصاھرۃ بالزناء (۱۳۱۵ھ)
ساس سے زنا کرنے والے کے بارے میں شرعی حکم کا بیان

(۴) ازالۃ العار بحجرا لکرائم عن کلاب النار (۱۳۱۵ھ)
غیر مقلد وہابی سے نکاح جائز ہے یا ممنوع، اس کا تفصیلی بیان۔

(۵) الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی الابن (۱۳۳۰ھ)
رضاعی بھائی کی اولاد کے ساتھ حرمتِ نکاح کا عمدہ اور روشن بیان

(۶) تجویز الرد عن تزویج الابعد (۱۳۱۵ھ)
ولیِ اقرب کی عدم موجودگی میں ولیِ ابعد کے نکاح کر دینے کا شرعی حکم

○

محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
مئی ۱۹۹۷ء

حافظ عبدالستار سعیدی
ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور

WWW.NAFSEISLAM.COM

فہرست مضامین

کتاب النکاح

ناچ رنگ، باجے گاجے جہاں ہوں وہاں نکاح کا حکم۔ ۱۰۹

ناچ اور اکثر باجے حرام ہیں کفر نہیں اور دیکھنے سُننے والا فاسق ہے۔ ۱۰۹

شیطان کبھی حسنات کے حیلہ سے اغوا کرتا ہے۔ ۱۰۹

امر بالمعروف ونہی عن المنکر امور اسلام سے ہیں مگر بے محل تشدد و تعصب گناہ ہے اور یہ بلا وہابیہ میں بہت زیادہ ہے۔ ۱۰۹

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے ایک حد ہے کہ اس سے تجاوز ارتکاب منکر ہے۔ ۱۱۰

زوجین سے اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ ناچ حلال ہے تو کیا حکم ہو سکے گا۔ ۱۱۰

ایک شخص دونوں طرف نکاح یعنی ایجاب وقبول کا کس حالت میں کیسے متولی ہو سکتا ہے اور کس صورت میں نہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق تمام احکام وخلافیات علمائے کرام وتصریحات ائمہ اعلام کا ایضاح تام۔ ۱۱۰

بالغہ پر ولایت اجبار نہیں۔ ۱۱۰

گواہوں کے سامنے منکوحہ کا متمیز ہونا ضروری ہے۔ ۱۱۲

اگر مجلس نکاح میں عورت نقاب ڈالے حاضر ہو تو اُس کی طرف اشارہ کافی ہے۔ ۱۱۲

بحالت غیبت زن اس کی اتنی تعریف لازم جس سے گواہ اس کی تمیز کرلیں۔ اگر صرف اُس کے نام سے تو اُس کا نام کافی ورنہ باپ کا نام، اور یہ بھی کافی نہ ہو تو دادا تک کا نام درکار۔ ۱۱۲

اگر بیان رشتہ کفایت کرے تو اسی قدر کافی۔ ۱۱۲

مکان میں اگر عورت تنہا ہو اور شاہد اس کی گفتگو سُنیں اگرچہ اُسے نہ دیکھیں نکاح ہو جائے گا۔ ۱۱۳

قاضی خاں نے کہا کہ امام خصاف علم میں بڑے

ہیں ان کی اقتدا جائز ہے۔

ولی اقرب کے ہوتے ولی ابعد بے اجازت اقرب نابالغہ سے اور بے اجازت خاص بالغہ، بالغہ سے اگر نکاح کرے گا تو ان دونوں صورتوں میں وہ فضولی ہوگا۔

جو کسی طرف سے فضولی ہو وہ نکاح کی دونوں شطروں ایجاب وقبول کا متولی نہیں ہوسکتا اگرچہ ایجاب و قبول کی عبارتیں علیحدہ علیحدہ ذکر کرے اور اگر تنہا عقد کرلے گا تو طرفین کے نزدیک نکاح باطل ہوگا کہ بعد اجازت ولی یا بالغہ بھی نافذ نہ ہوگا۔

بعد نکاح علم ہوا کہ عورت کسی عیب سے قابلِ جماع نہیں تو نکاح ہوگیا حق فسخ حاصل نہیں۔

نکاح میں خیارِ عیب نہیں۔

خلوت بمنزلہ وطی ہے اس سے بھی پورا مہر لازم ہوجاتا ہے جبکہ مانع وطی کوئی امر موجود نہ ہو۔

جو عورت و مرد ایک مکان میں بطور زن و شوہر رہتے اور زن و شو مشہور ہوں وہ زوج و زوجہ تصور کئے جائیں گے۔

○ رسالہ عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار۔

عورت کہے یہ میرا شوہر ہے، مرد کہے یہ میری بی بی ہے، کیا فقط اس سے نکاح ہوجائے گا جبکہ شاہدین کے سامنے کہیں۔

جو مرد و زن کو مثلِ زن و شو ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساطِ زن و شوئی رکھتے دیکھے اس نے

۱۱۳ اگرچہ عقد نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو اسے ان کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینا جائز اور ان پر گمانِ بد کرنا حرام ہے اور قضاءً ان کے لئے زوج و زوجہ کے تمام احکام ثابت ہوں گے۔ ۱۲۲

۱۱۴ مجرد اقرار زوجیت حقیقۃً نکاح نہیں یعنی اگر گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول نہ ہوئے ہوں تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں اگرچہ کہتا ہو کہ یہ میری زوجہ ہے۔ ۱۲۳

طلاق کے جھوٹے اقرار سے قضاءً طلاق ہوجائیگی

۱۱۴ عنداللہ نہ ہوگی۔ ۱۲۳

شوہر نے ایک طلاق دی تھی کسی نے پوچھا کہ تو نے کتنی طلاقیں دی ہیں، اس نے کہا تین، تو

۱۱۷ دیانۃً ایک ہے اور قضاءً تین۔ ۱۲۴

بیع کا جھوٹا اقرار بیع نہیں۔ ۱۲۵

۱۱۷ کسی کے لئے مال کا غلط اقرار کیا تو وہ مال مقرلہٗ کی ملک نہ ہوگا۔ ۱۲۶

حکمِ قاضی رافع خلاف ہے اور قضاء جس طرح

۱۱۸ ظاہراً نافذ ہوتی ہے یونہی باطناً بھی۔ ۱۲۷

اخبار و انشاء میں بداہۃً تباین ہے۔ ۱۲۸

۱۲۱ نکاح میں جد و ہزل برابر ہیں اگر زن و مرد بطور ہزل یا باکراہ ایجاب و قبول کریں نکاح منعقد ہوجائے گا اگرچہ دل میں ارادۂ نکاح نہ ہو۔ ۱۲۸

۱۲۱ اگر بے نیت انت طالق کہا طلاق ہوجائے گی ۱۲۸

اور اگر انت طالق سے طلاق عن الوثاق یا طلاق سابق سے خبر دینے کی نیت کی خواہ پہلے طلاق

دے چکا ہو یا نہ دی ہو، بہرحال ان صورتوں میں دیانۃً طلاق نہ ہوگی۔ ۱۲۸

کنایات محتاجِ نیت ہیں۔ ۱۲۸

تعلیل دلیلِ تعویل ہے۔ ۱۲۹

جس کی دلیل اقویٰ ہو وہ تعویل کا زیادہ مستحق ہے۔ ۱۲۹

عمل اسی پر جس پر اکثریت ہے۔ ۱۲۹

علیہ الفتویٰ اور بہ یفتی الفاظِ فتویٰ سے آگہی ہیں ۱۳۰

جس پر متون ہوں وہی عمدہ ہے اور اسی کی طرف جھکاؤ ہوتا ہے۔ ۱۳۰

اگر کوئی شخص کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے اور عورت انکار کردے پھر وہ شخص اس کو کچھ دے کر اس سے اس بات پر صلح کرلے کہ وہ اس نکاح کا اقرار کرے، اب عورت نے اقرار کیا تو یہ اقرار جائز اور مال لازم ہوگا، اگر یہ اقرار شہود کے سامنے ہوا ہو اب اگر عورت پھر انکار کرے گی تو قاضی اس کا یہ انکار نہ سنے گا۔ ۱۳۰

اگر کوئی شخص کسی بیع کا دعویٰ کرے اور مدعا علیہ قسم سے بچنے یا کچہری کی ذلت سے گریز کرنے کے سبب اقرار کرلے تو بیع قضاءً ثابت ہوجائیگی اور احکام، وجوب تسلیم ولزوم شفعہ وغیرہ جاری ہوں گے لیکن یہ مدعی کاذب وہ گھر کیا لے گا درحقیقت آگ لے گا۔ ۱۳۱

صلح اقرب عقود شرعیہ کی طرف راجح کی جاتی ہے۔ ۱۳۲

اگر کوئی مرد کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے اور عورت منکر ہو پھر وہ عورت اسے کچھ مال دے کر اس پر صلح کرے کہ وہ اس دعویٰ سے باز آجائے تو جائز ہے اور یہ مدعی کے زعم میں معنی خلع میں ہوجائے گا مگر فقہاء نے فرمایا کہ اُسے اس مال کا اخذ فیما بینہ وبین اللہ تعالےٰ حلال نہ ہوگا جبکہ وہ اپنے دعوی میں مبطل ہے۔ ۱۳۲

بعض دین پر صلح صحیح ہے اور باقی کے دعوی سے برأت بھی ہوجائے گی یعنی فقط قضاءً نہ دیانۃً اسی لئے اگر وہ موقع پائے گا تو اسے باقی کا لے لینا جائز ہوگا۔ ۱۳۲

ایسے الفاظ سے جن میں اخبار و انشاء دونوں کا احتمال ہو، بہ نیتِ انشاء نکاح صحیح ہوگا جبکہ شہود کو علم ہو کہ مقصود انشائے عقد ہے۔ ۱۳۴

الفاظ اگر اخبار کے لئے متعین ہوں تو اگرچہ عقد کی نیت ہو منعقد نہ ہوگا۔ ۱۳۴

مرد نے عورت سے کہا تو میری بی بی نہیں اور اس سے اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائے گی اور اس کے یہ معنی ٹھہریں گے کہ تو میری بی بی نہیں اس لئے کہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں۔ ۱۳۵

اگر کوئی اپنی بی بی کو کہے میں نے اس سے نکاح نہیں کیا اور اس سے نیت طلاق کی کرے تو طلاق نہ ہوگی کہ یہ کذب محض ہے جس کی تصحیح ناممکن ہے۔ ۱۳۵

امام فقیہ النفس کے مختار اور عام ائمہ کی تصحیح میں توفیق جلیل۔ ۱۳۷

شہود کا الفاظ ایجاب وقبول کے لفظی معنی سمجھنا ضرور نہیں، اتنا ضرور ہے کہ نکاح ہونا سمجھیں۔ ۱۳۸

حال اور عامل میں مقارنت ضروری ہے۔ ۱۴۰

صحتِ نکاح کیلئے ذکرِ مہر شرط نہیں کہ نکاح بے ذکرِ مہر بلکہ بشرطِ عدمِ مہر بھی نکاح ہوجاتا ہے۔

○ رسالہ ماجی الضلالہ فی انکحۃ الھند و بنجالہ۔ ۱۴۱

ہندوستان وبنگالہ میں جو طریقے رائج ہیں کہ اجازت کسی کے لئے لی جاتی ہے نکاح خواں کوئی ہوتا ہے یا سرے سے عورت شرم کے سبب اجازت دیتی ہی نہیں پاس بیٹھنے والیاں اُس کی طرف سے "ہوں" کہ دیتی ہیں وغیرہ وغیرہ اس بارے میں تفصیلی احکام۔

سکوتِ دوشیزہ سے صرف ولی اقرب کے لئے اجازت ہوتی ہے ولی ابعد کے لئے نہیں ہوسکتی۔ ۱۴۲

جب تک وکیل بالنکاح ماذون مطلق یا بصراحت دوسرے کو وکیل کردینے کا مجاز نہ ہو اور کو وکیل نہیں کرسکتا۔

بیع وشراء میں اگر وکیل کا وکیل اول کے سامنے عقد کرے تو جائز ہے اور خصومت، تقاضی، نکاح اور طلاق وغیرہ میں جائز نہیں۔ ۱۴۳

اصول کی صحیح روایت کے ہوتے ہوئے اس کے ماسوا تمام روایات ساقط ہوجاتی ہیں۔

نکاح فضولی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اسے باطل جاننا باطل ہے۔ ۱۴۵

اجازتِ نکاح جس طرح قول سے ہوتی ہے یونہی فعل اور دلالتِ حال سے بھی، اور اس کی چند مثالیں۔ ۱۴۵

بکر وثیب کا فرق صرف دربارہ سکوت ہے کہ بکر کا ثبوت اذن ہے ثیب کا نہیں۔ ۱۴۸

وکیل کا وکیل اگر وکیل اول کے سامنے پڑھادے اور وہ جائز کردے تو نکاح نافذ ہوجائیگا بخلاف طلاق وعتاق کے۔ ۱۴۹

وکیلِ نکاح معبر محض ہے حقوق نکاح مؤکل کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ ۱۵۰

ادائے زکوٰۃ کا وکیل بغیر اذنِ مؤکل دوسرے کو وکیل کرسکتا ہے۔ ۱۵۰

دین وصول کرنے کا وکیل بغیر اذن مؤکل اپنے عیال کو وکیل کرسکتا ہے۔ ۱۵۱

مؤکل اگر وکیل کے لئے ثمن کی تعیین کردے تو وہ بلا اجازت مؤکل دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے۔ ۱۵۱

شریعتِ مطہرہ رفق وتیسیر کو پسند فرماتی ہے نہ کہ تضییق وتشدید کو۔ ۱۵۱

جہاں چند روایات ہوں وہاں علماء کو ادھر جھکنا چاہئے جس میں مسلمان تنگی سے بچیں۔ ۱۵۱

نکاح کے طرقِ رائجہ میں جو دقتیں ہیں اُن کا بیان اور ان سے بچنے کے تین طریقے۔ ۱۵۲

اجازت مفسوخ ومردود کو لاحق نہیں ہوتی۔ ۱۵۳

قبل نکاح اگر کفر صریح کیا اور بے توبہ نکاح کیا

تو نکاح باطل اور اولاد ولد الزنا۔ ۱۵۳
نکاح کے بعد اگر زوجین میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہوگیا تو اس کے بعد کے جماع سے جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی۔ ۱۵۳
ایسے کلمات کفر کے صدور پر جن سے قائل کو کافر نہ کہیں، تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم ضرور ہوگا، مگر اولاد ولد زنا نہ ہوگی۔ ۱۵۳
استفہام اور عقد اقسام انشاء میں سے دو متبائن قسمیں ہیں۔ ۱۵۵
مجاز کے لئے قرینہ کی حاجت ہوتی ہے۔ ۱۵۵
زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی، اس نے کہا دی، تو کیا حکم ہوگا۔ ۱۵۵
نابالغہ کے باپ سے کہا کہ تو اپنی لڑکی میرے نکاح میں دے دے، اس نے کہا دی، تو کیا حکم ہوگا۔ ۱۵۵
مجلس منگنی میں اگر کہا تو نے اپنی بیٹی مجھے یا فلاں کو دی، اس نے کہا دی، تو منگنی ہوگی اور مجلس نکاح میں تو نکاح۔ ۱۵۹
عقد فضولی محض فضول و نامقبول نہیں بلکہ اجازت صاحب اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ ۱۶۱
ایجاب و قبول میں دیا اور کیا کہا، نکاح ہوگیا اگرچہ میں نے دیا میں نے قبول کیا نہ کہا۔ ۱۶۱
ایجاب و قبول کے لئے اتحاد مجلس ضرور ہے، ایجاب قبول غائب پر موقوف نہیں رہ سکتا بلکہ باطل ہوجائے گا۔ ۱۶۳
توکیل کسی کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنا نائب بنانا ہے۔ ۱۶۳
محض اظہار رضا توکیل نہیں۔ ۱۶۳
کوئی کسی سے کہے کاش تو میرا نکاح فلاں سے کردیتا اور وہ کردے تو یہ نکاح فضولی ہوگا۔ ۱۶۴
اگر کوئی شخص کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اسے طلاق، پھر کسی شخص سے کہا کہ کاش تو فلاں عورت سے میرا نکاح کردے۔ ۱۵۵
اس نے کردیا تو حانث نہ ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی کہ اس نے خود نکاح نہیں کیا۔ ۱۶۴
استفہام ہنگام ارادۂ تحقیق مفید معنی امر ہوتا ہے۔ ۱۶۴
کسی سے کہے میرا نکاح کردے یا عورت سے کہے تو میری بی بی ہوجا یا مجھ سے نکاح کرلے، تو یہ توکیل ہے یا ایجاب۔ ۱۶۵
وکیل بالنکاح لڑکی کے باپ سے کہے تو اپنی بیٹی فلاں کو دے دے اور وہ کہے میں نے اسے ہبہ کی، نکاح نہ ہوگا جب تک وکیل 'قبول کی میں نے' نہ کہے۔ ۱۶۶
ہر وہ عقد جس میں توکیل صحیح ہے اگر وہ فضولی کرے گا تو اجازت پر موقوف رہے گا، نافذ کردے گا تو نافذ ہوجائے گا اور رد کردے گا تو رد ہوجائے گا مگر شرا کہ یہ اجازت پر موقوف نہیں ہوتا۔ ۱۶۶

عاقدین کے کلام سے جو مقدم ہو وہ ایجاب ہے اور جو مؤخر ہو وہ قبول۔

بے اذن آقا غلام نکاح کرلے اور مولیٰ خبر پاکر طلاق کا حکم دے تو یہ حکم طلاق اس نکاح موقوف کی اجازت ہوگا۔

فضولی اگر کفو سے نکاح کر دے اور عورت خبر پاکر خاموش ہو رہے تو یہ سکوت اجازت ہوسکے گا اور اظہارِ نفرت سے رد ہوجائے گا۔

کفو یہ ہے کہ دین یا نسب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں مرد عورت سے اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح اولیائے مخطوبہ کے لئے عار ہو۔

گھر میں عورت تنہا ہو مرد شاہدوں کے سامنے کہے کہ میں نے اس گھر میں جو عورت ہے اس سے نکاح کیا، عورت کہے کہ میں نے قبول کیا، نکاح ہوگیا اگرچہ شاہد عورت کو نہ دیکھیں۔

عورت پردے میں ہو محض اس سے مجلس نہیں بدلتی۔

اگر عورت مجلسِ نکاح میں نقاب ڈالے حاضر ہو تو شاہدوں کا اُسے پہچاننا ضرور نہیں۔

قبول فوراً ضرور نہیں اگر مجلس نہ بدلے۔

نابالغ عاقل کہ کفر کرے یا کفر پر مطلع ہو کر اسے پسند کرے تو کافر مرتد ہے۔

رضا بالکفر بھی کفر ہے۔

مشرک سے استعانت نہ چاہیے خصوصاً امورِ دینیہ میں۔

نابالغ یا کافر ایجاب قبول کرائے نکاح ہوجائیگا

اور اگر وکیل ہو اور خود ایجاب یا قبول کرے جب بھی۔ ۱۷۲

۱۶۸ وکیل کا مسلم و بالغ ہونا ضروری نہیں، غیر مسلم و نابالغ سمجھدار بھی وکیل ہوسکتا ہے۔ ۱۷۲

مرتد کی وکالت جائز ہے۔ ۱۷۲

۱۶۸ اگر وقتِ توکیل وکیل مسلمان ہو پھر مرتد ہوجائے تو وکالت باطل نہ ہوگی جب تک دار الحرب میں نہ چلا جائے۔ ۱۷۲

۱۶۹ مجنون اور ناسمجھ بچہ وکیل نہیں ہوسکتا۔ ۱۷۲

بلوغ و حریت صحتِ وکالت کے لئے شرط نہیں۔ ۱۷۲

مرتد یا نابالغ اگر بزعم ولایت اپنے بیٹے بیٹی یا بہن بھائی یا کسی نابالغ نابالغہ کا نکاح پڑھائے تو کس صورت میں باطل محض ہوگا۔ ۱۶۹ ۱۷۳

مرتد سے نکاح پڑھوانے کا حکم۔ ۱۷۳

مرتد کسی کا ولی نہیں ہوسکتا اور نابالغ بھی صالح ولایت نہیں۔ ۱۷۰ ۱۷۳

۱۷۰ فضولی اگر کوئی ایسا عقد کرے جس کے لئے کوئی اجازت دہندہ نہ ہو تو وہ عقد باطل محض ہے۔ ۱۷۳

۱۷۱ باپ نے کہا مکان خرید دو تو نکاح کروں گا۔ شوہر نے کہا پہلے نکاح کر دو پھر خرید دوں گا۔ باپ نے نکاح درخصت کردی، عورت نے کوئی شرط نہ کی، ۱۷۱ مکان بھی مجہول رہا، یہ نکاح بے شرط ہوا یا معلق ۱۷۱ اور شوہر کا اقرار معلق بالشرط باطل ہے یا نہیں اور یہ نکاح بے خلل ہے یا کیسا۔ ۱۷۳

۱۷۲ ایک ہزار روپیہ اور کچھ ہدیہ دینا مہر قرار پایا اور ہدیہ نہ دیا تو مہر مثل لازم ہوگا۔ ہدیہ اگرچہ مجہول تھا

مگر جب وجود میں آگیا تو جہالت جاتی رہی۔ ۱۷۴

شرط فاسد قبل العقد مبادلاتِ مالیہ میں بھی ملحق بالعقد نہیں ہوتی۔ ۱۷۵

شرط فاسد جو عقد سے پہلے ہو اُس سے کوئی عقد فاسد نہیں ہوتا۔ ۱۷۵

شروطِ فاسدہ سے نکاح نہیں فاسد ہوتا خود وہی باطل ہوتی ہیں۔ ۱۷۵

عقود تین قسم کے ہیں۔ ۱۷۵

بیع و اجارہ و قسمت وغیرہ شروطِ فاسدہ سے فاسد ہوتے ہیں۔ ۱۷۵

ایفائے وعدہ مجبوب ہے اور پورا نہ کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ ۱۷۶

اقرار تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ۱۷۶

اصطلاحِ فقہ میں کسی حق ثابت کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں۔ ۱۷۷

وعدے کی تعلیق بالشرط جائز ہے۔ ۱۷۷

ایفائے وعدہ پر جبر نہیں یعنی قاضی مجبور نہیں کرسکتا، وہ وعدہ جو معلق ہو اس کی وفا دیانۃً لازم ہے، مگر ایک قول میں کفالت اور بیع الوفاء میں وفائے وعدہ پر جبر کرسکتا ہے۔ ۱۷۷

کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دے دیا تھا پھر اسی مکان کو کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا اب مشتری کرایہ وصول کرتا ہے مگر بائع سے وعدہ کرلیا ہے کہ جب تو ثمن مجھے واپس کرے گا تو مکان واپس کردوں گا اور کرایہ کے روپے ثمن سے مجرا دوں گا، مشتری کے پاس بائع ثمن کے روپے لایا اور کرایہ کے روپے اس میں سے مجرا کرنے کو کہتا ہے، اگر مشتری حسبِ وعدہ ایسا کرے تو بہتر ہے ورنہ اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۷۸

کسی وظیفہ مقررہ سے کچھ رقم لے کر دوسرے کے حق میں فارغ ہوجائے اور دوسرا اس سے وعدہ کرے کہ اگر میرا یہ روپیہ تو واپس کردے گا تو میں تیرا یہ وظیفہ مقررہ لوٹا دوں گا، اس سے اس پر لوٹانا واجب نہ ہوگا۔ ۱۷۸

نابالغ کا اقرار و انکار کچھ نہیں اجازت اس کے ولی کی درکار۔ ۱۷۸

بالغہ اگر آواز سے اجازت لیتے وقت روئے تو یہ ۱۸۰

نکاح کے لئے کن باتوں کی حاجت ہے۔ ۱۸۰

نکاح کے لئے قاضی کی حاجت نہیں۔ ۱۸۱

ولیِ صغیر کہے (فلاں) نے اپنی لڑکی میرے فلاں لڑکے کے نکاح میں دے دی ہے اور ولیِ صغیرہ کہے ہاں میں نے دے دی ہے، اس سے نکاح ہوگیا یا نہیں۔ ۱۸۱

درمختار کی عبارت کذا انا متزوجك وجئتك خاطبا الخ اس سے منگنی نکاح ہوسکتی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اس کا کیا مطلب۔ ۱۸۱

ہماری زبان میں صیغہ ماضی مقرون بہ لفظ خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لئے ہے، نہ امر غیر واقع کے انشاء و ایجاد کے لئے۔ ۱۸۲

وقوعِ نکاح سے خبر دینا انشاءِ عقد سے بالکل مبائن وغیر مؤثر ہے۔	نکاح باعلان ہونا اور ایجاب۔ وقبول سے پہلے خطبہ	
نکاح اثبات اور اقرار اظہار ہے۔	اور مسجد میں نکاح ہونا اور جمعہ کے دن ہونا اور نکاح خواں	۱۸۲
اظہار اقرار کے مغائر ہے۔	عالم باعمل ہونا مستحب ہے۔	۱۸۲
نکاح وتزویج یہ دو لفظ عقد نکاح میں صریح ہیں۔ رعطا وہبہ وصدقہ وغیرہ کنایہ۔	اس زمانہ جہل وفساد میں اگر اہلِ علم حاضر جلسہ نہ ہوں تو نکاح میں سخت خلل واقع ہونے کا	۱۸۲
ان الفاظ سے بھی نکاح ہوجاتا ہے جبکہ گواہ نکاح ہونا سمجھیں اور قرینہ سے یہ معلوم ہو کہ ان سے نکاح مراد ہے۔	اندیشہ ہے۔	۱۸۳
باپ سے کہا تو نے اپنی لڑکی مجھے دی، اس نے کہا دی، اگر یہ منگنی کے لئے گفتگو ہو تو منگنی ہوئی اور نکاح کے لئے تو نکاح۔	نکاح خواں کلماتِ ایجاب دولھا کے کان میں کہے کہ کوئی نہ سنے تو نکاح نہ ہوگا۔	۱۸۹
نکاح عقد ہے اور منگنی وعدہ ہے۔	نکاح دو آزاد ومکلف مردوں یا ایک آزاد و مکلف مرد اور دو آزاد مکلف عورتوں کا بطور گواہ موجود ہونا شرط ہے جو ایجاب وقبول کو بیک وقت سنیں۔	۱۸۳
عقد ووعد میں تباین ہے۔	جاہل کی نکاح خوانی قطعاً خلافِ اولیٰ ہے۔	۱۸۴
منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہتہً باطل اور اجماعاً غلط ہے۔	جاہل کی امامت خلافِ اولیٰ ہے۔	۱۸۴
ھل اعطیتنیھا مجلس عقد میں مفید عقد اور جلسۂ وعدہ میں طلب وعدہ ہے۔	جاہل کی مضاربت خلافِ اولیٰ ہے۔	۱۸۴
الفاظِ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے۔	بعد نکاح اگر شہود انکار کر جائیں تو نکاح دوبارہ کرنا لازم ہوگا یا نہیں۔	۱۸۷
نکاح خواں اور شہود کا بینا ہونا ضرور نہیں۔	شہود ابتدائے نکاح میں شرط ہیں یعنی بے ان کے منعقد نہ ہوگا، بقا میں شرط نہیں یعنی شاہدوں کا	۱۸۷
عقد کرنے والا دیندار متقی مسائلِ نکاح سے واقف ہونا چاہئے۔	بقاءِ نکاح کے لئے باقی رہنا ضروری نہیں۔	۱۸۸
فاسق بددیانت قابلِ اعتماد نہیں جب وہ خود حرام وحلال کی پروا نہیں کرتا تو اوروں کے لئے احتیاط کی کیا اُمید۔	اس شرط پر نکاح کا حکم کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا۔	۱۸۸
	ایک برس یا ایک ماہ یا تین برس تک کے لئے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا، یہ متعہ کی صورت ہے۔	۱۹۲
	نکاحِ متعہ ومؤقت اگرچہ مدت مجہولہ یا طویلہ ہو باطل ہے۔	۱۹۲

ایسی عورت سے نکاح و مہر کا حکم جس کے صرف مخرج بول ہو اور کوئی علامت مردی و زنی کی نہ ہو صرف پستان ظاہر ہوں۔ ۱۹۲

فساد خلوت عدم تاکد مہر کا باعث ہے۔ ۱۹۳

امر حسی کا عائق ہونا ہرگز منافی جواز نکاح نہیں۔ ۱۹۳

خیار عیب کو نکاح میں کچھ دخل نہیں۔ ۱۹۳

پستان ظاہر ہونے سے خنثیٰ مشکل کا عورت ہونا معلوم ہوتا اور اشکال دفع ہو جاتا ہے۔ ۱۹۳

کوئی طوائف اپنے آشنا کے ساتھ گھر میں رہے اور غیروں سے پردہ کرے تو کیا وہ ہم خانہ رہنے سے زوجہ متصور ہوگی۔ ۱۹۴

مسلمان حر عاقل بالغ عفیف پر زنا کی تہمت لگانے والا اگر چار گواہ عادل پیش نہ کرے تو اسے اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے وہ مردود الشہادۃ ہوگا۔ ۱۹۵

اگر تین گواہ معائنۂ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو ان گواہوں پر حدِ قذف لازم آتی ہے۔ ۱۹۵

عنین (نامرد) کا نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۱۹۵

عنین میں تحکیم یعنی پنچ بنا لینا جائز ہے کہ وہ حد نہیں جس کا نفاذ بغیر حاکم کے نہ ہو سکے اور نہ قود ہے نہ دیت جن کے لئے حاکم کی حاجت ہوتی ہے اور پنچ کو حسبِ شرائط بطلب زوجہ تفریق کر دینا جائز ہے۔ ۱۹۶

عنین اور اس کی زوجہ میں تفریق کی صورت۔ ۱۹۶

ایک کے نرخ پر دوسرے کا نرخ کرنا ممنوع ہے۔ ۱۹۷

عمرو نے کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی، زید نے کہا بہتر ہم کو منظور ہے آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی اس سے نکاح ہوا یا نہیں۔ ۱۹۷

کسی کی منگیتر کو پیغام نکاح دینا مکروہ اور ارتکاب شناعت ہے۔ ۱۹۷

مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول کو زبان دے کر دوسرے سے قصد تزویج مذموم و بیجا و قابل مواخذہ ہے۔ ۱۹۷

اگر کسی عذر شرعی سے منگنی کر کے دوسرے سے نکاح کر دے تو قباحت نہیں۔ ۱۹۷

ذمہ پدر لازم کہ وہ کرے جو اولاد کے حق میں بہتر ہو۔ ۱۹۹

آدمی نہ تبدل رائے سے محفوظ نہ کسی وقت بعض مصالح پر نہ اطلاع پانے سے مامون۔ ۱۹۹

جس نے کسی بات پر قسم کھائی پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر جانا تو اسے چاہئے کہ جس کو بہتر دیکھ رہا ہے وہی کام کرے اور قسم کا کفارہ دے دے۔ ۱۹۹

جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہوا سے ان میں سے اخف و اھون کو اپنانا چاہئے۔ ۲۰۰

والد ہندہ کو زید کفو سے نکاح منظور نہ تھا زید نے بغیبت والد ہندہ بسکوت و گریہ برضائے مادر و نانی نکاح ظاہر کیا، ہندہ نے صاف کہدیا کہ مجھے بے رضائے والد نہ یہ نکاح پہلے منظور تھا نہ اب ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۰۰

ہندہ اور اس کے والد کو مجبور کرنے کیلئے جواز نکاح

کے لئے اقرار ہندہ کی شہادت گزارنا اور کچہری سے رخصت کرالینا اس خیال سے کہ گھر لے جاکر نکاح کرلیں گے کیسا ہے اور گھر لے جاکر جو نکاح بالجبر ہوگا کیسا ہوگا۔ ۲۰۰

شبہہ رضاعت جہاں ہو کہ پہلے عورت کہے کہ میں نے اسے دودھ پلایا ہے اب کہے کہ نہیں پلایا ہے تو اس صورت میں فتویٰ کیا ہوگا اور تقویٰ کا کیا حکم ہوگا۔ ۲۰۰

جھوٹی گواہی اکبر کبائر اور بت پوجنے کے برابر ہے۔ ۲۰۱

جھوٹی گواہی دینے والا وہاں سے ہٹنے سے قبل مستحق نار ہوجاتا ہے۔ ۲۰۲

ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ۲۰۲

دفتر تین ہیں ایک میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا دوسرے کی اسے پروا نہیں، اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا۔ ۲۰۲

اللہ تعالیٰ کفر کو نہیں بخشے گا۔ ۲۰۲

بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر جو ظلم ہے اس کا بدلہ ضرور ہونا ہے۔ ۲۰۲

نکاح بجبر و اکراہ بھی ہوجاتا ہے مگر ایسا کرنا ظلم ہے ۲۰۲

جو عقد قابلِ فسخ ہیں جیسے بیع و اجارہ اگر یہ جبر و اکراہ سے ہوں تو فسخ کردیا جائیگا۔ ۲۰۳

ناقابلِ فسخ عقود جیسے طلاق، عتاق، نکاح، تدبیر اور استیلاد وغیرہ اگر اکراہ سے ہوں تو لازم ہیں۔ ۲۰۳

مسلمان کی لاٹھی بھی اس کی مرضی کے بغیر لینی جائز نہیں۔ ۲۰۳

مسلمان کو ایذا پہنچانا اللہ اور رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے۔ ۲۰۴

ظلم وگناہ پر اعانت کرنا ظالم کی مثل ظلم وحرام اور استحقاقِ عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ ۲۰۴

جو کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لئے چلا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔ ۲۰۴

ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوتِ رضاعت کے لئے کافی نہیں، اس سے احتیاطاً بچنا مستحب ہے۔ ۲۰۴

مکروہ تنزیہی کا ارتکاب معصیت نہیں۔ ۲۰۴

جان کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ ۲۰۵

شریعت وعقلِ سلیم کا یہ تقاضا نہیں کہ ہلکی شئ کو بچانے کے لئے ثقلِ عظیم کا ارتکاب کیا جائے۔ ۲۰۵

علماء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اجتنابِ شبہات کا زمانہ نہیں۔ ۲۰۵

جو اپنے جان و مال، دین و مذہب اور اہل وعیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ ۲۰۵

زید و ہندہ اگر گواہوں کے سامنے باہم ایجاب و قبول ایسا کریں کہ گواہوں کو مطلقاً سماعت وعلم نکاح نہ ہو اور زید نکاح سے منکر ہوجائے اور حاکمِ شرع کے روبرو شاہد بھی اپنی لاعلمی ظاہر کریں تو یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں اور حاکمِ شرع مہر دلائے گا یا نہیں۔ ۲۰۶

شبہہ نکاح سے حد ساقط اور عقد ثابت ہوجاتا ہے۔ ۲۰۷

اگر وُہ دونوں مرتد وہابی تھے مگر مجلس عقد میں اور لوگ بھی ہیں جو گواہ ہو سکتے ہیں تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ ۲۱۸

مرتد کی گواہی معتبر نہیں۔ ۲۱۹

عورت مرد اگر باہم ایجاب وقبول کرلیں اور کسی کو اطلاع نہ ہو تو یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ ۲۱۹

اگر کوئی عورت غیر مقلد بموجب شرع نکاح پڑھائے تو نکاح ہوگا یا نہیں۔ ۲۱۹

غیر مقلد اور ہندو مشرک سے نکاح پڑھوانے میں فرق۔ ۲۱۹

غیر مقلدوں پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ و تصریحاتِ فقیہہ حکم کفر لازم ہے۔ ۲۱۹

غیر مقلدین میں بہت سے کھلم کھلا ضروریاتِ دین کے منکر اور قطعاً اجماعاً کافر ہیں۔ ۲۱۹

وہابیہ کی گمراہیوں پر مطلع ہوتے ہوئے اگر کسی نے ان کو معظم ومتبرک سمجھ کر نکاح خوانی کے لئے بلایا ہے تو بعد توبہ وتجدید اسلام تجدید نکاح لازم ہے۔ ۲۲۰

ڈولڑکیاں توام کمر سے سرین تک جُڑی ہُوئی ہیں، میرزایک ہے، باقی اعضاء الگ الگ ہیں ان کا نکاح کس طرح ہوسکتا ہے۔ ۲۲۰

جو نکاح کی طرف راہ نہ پائیں وُہ بچے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے بے پڑا کردے۔ ۲۲۰

نکاح پریشان نظری وبدکاری سے رُکنے کا سبب ہے ۲۲۱

روزے شہوتِ نفسانی کو توڑنے والے ہیں۔ ۲۲۱

جسے نکاح کی طاقت ہو وُہ نکاح کرے اور جو نہ کرسکتا ہو وُہ روزہ رکھے۔ ۲۲۱

عرضِ تسعین میں روزہ سے متعلق کیا حکم ہے۔ ۲۲۱

اسّی درجہ عرض سے آگے لوگوں کا گزر کیوں نہیں ہوسکتا۔ ۲۲۱

ستر درجہ کے آگے آبادی کا پتا نہیں۔ ۲۲۱

قطب شمالی اور قطب جنوبی میں روز وشب کی مقدار اور اس کا وجہ۔ ۲۲۱

نہار تجمی وعرفی وشرعی کا فرق۔ ۲۲۱

قطبین شمالی وجنوبی میں قمر وکواکب کا طلوع کب کب کس کس طرح ہوتا ہے اور کیسے کیسے غروب اور کب تک طالع رہیں گے اور کب تک غارب۔ ۲۲۱

جو روزے کی طاقت نہ رکھے وُہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے۔ ۲۲۱

جو نہ روزہ رکھ سکے نہ فدیہ دینے پر قادر ہو وُہ کیا کرے۔ ۲۲۲

خطبۂ نکاح کھڑے ہوکر پڑھا جائے یا بیٹھ کر، کس طرح مسنون ہے ۲۲۲

خطبہ میں مطلقاً قیام افضل ہے۔ ۲۲۲

جو خطبہ سواری پر ہوتا ہے جیسے خطبہ عرفہ وہاں قیام مرکب قائمقام قیام راکب ہے۔ ۲۲۲

خطباتِ نافلہ بیٹھ کر بھی ثابت ہیں۔ ۲۲۲

خطباتِ نکاح بیٹھ کر پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ ۲۲۲

اگر زن ومرد کسی غیر زبان کے الفاظ ایجاب وقبول

بے معنے الفاظ جانے کہیں اور گواہ بھی اُن الفاظ کے معنی نہ جانیں تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ ۲۲۲
فتاوٰی قاضی خاں وظہیریہ و درمختار و ردالمحتار پر شُبہہ اور اُس کا جواب۔ ۲۲۳
مفہوم لفظ، لغوی، شرعی، عرفی، حقیقی اور مجازی کی طرف مقسوم ہوتا ہے جبکہ حکم لفظ، غرض، غایت، مقصود اور ثمرہ وغیرہ سے موسوم ہوتا ہے اور ان دونوں پر لفظ کے معنی، مضمون حتی کہ موضوع لہ کا بھی اطلاق آتا ہے اگرچہ اوّل کے بعض اقسام میں وضع نوعی ہے۔
ہزل، جد کی ضد ہے۔ ۲۲۵
ہزل لعب ہے یعنی شئے سے اس کے غیر موضوع لہ کا ارادہ کرنا۔ ۲۲۶
جدیہ ہے کہ شئے سے اس کے موضوع لہ کا ارادہ کیا جائے۔ ۲۲۶
ہزل اور مجاز میں فرق۔ ۲۲۶
عورت نے کہا زوجت نفسی منک بالف، اور مرد نے کہا قبلت۔ اور دونوں زبان عربی سے محض ناآشنا تھے مگر اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ یہ الفاظ عقدِ نکاح کے لئے کہے جاتے ہیں تو باتفاقِ علماء نکاح ہوگیا۔ ۲۲۶
اگر ناآشنایانِ عربی نے بعت و اشتریت بقصد بیع و شرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقد بیع کے ہیں تو ضرور بیع ہوجائے گی۔ ۲۲۷
بعد علم حکم بقصدِ حکم الفاظ کا تحاور دلیل مراضاۃ ہے ۲۲۷
نفیس وخسیس میں بیع بالتعاطی منعقد ہوجاتی ہے۔ ۲۲۷
فقہاء مظنہ غالبہ شئی کو قائم مقام شئی کرتے ہیں۔ ۲۲۷
غالب یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا۔ ۲۲۷
دارالاسلام میں جہل عوارض مکتسبہ میں سے ہے۔ ۲۲۸
نشہ میں طلاق ہوجاتی ہے۔ ۲۲۸
کوئی شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا ابھی دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی تو اس پر شرائع اسلامیہ کا لزوم نہیں کہ اس کے لئے جہل عذر ہے۔ ۲۲۸
آبادی میں پانی تلاش کئے بغیر تیمم کرکے نماز پڑھ لی، اگر وہاں پانی تھا تو نماز نہ ہوگی۔ ۲۲۸
غیر مدخولہ ایک طلاق سے مطلقاً نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اور لغیر عدت جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے اور اس جگہ مسئلہ سے ناواقف ہونا عذر نہیں۔ ۲۲۹
فارسی یا عربی نہ جاننے والے کو کسی نے الفاظ طلاق فارسی یا عربی میں سکھا دئے اور معنی نہ بتائے۔ اس نے یہ الفاظ لاعلمی سے عورت کے لئے کہے فوعند اللہ طلاق نہ ہوگی۔ ۲۲۹
جہل باللسان تقصیر نہیں۔ ۲۲۹
مذاق اور دل لگی میں طلاق دینے سے قضاءً اور دیانۃً ہر طرح طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ۲۳۰
اگر عورت کو مرد نے ایسے الفاظ سکھائے اور کہلوائے جس سے مہر و نفقہ عدت کے بدلے خلع ہوجائے کہ عورت مہر و نفقہ عدت کی بھی مستحق

نہ رہے اور عورت یُوں خلع کرے تو خلع صحیح نہ ہوگا۔ ۲۳۱

گواہانِ نکاح پر یہ لازم نہیں کہ وُہ ان ہی الفاظ کا اعادہ کریں جو متعاقدین سے اُنھوں نے سُنے ہوں یا یہ کہ ان کے مترادف الفاظ کریں یا ان الفاظ کا ترجمہ بیان کریں بلکہ ان کا یہ بیان کافی ہے کہ فلاں نے فلاں سے نکاح کیا۔ ۲۳۳

زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہُوئی ہو۔ ۲۳۵

عورت افعالِ خبیثہ کا ارتکاب کرے اور شوہر بقدرِ قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے۔ ۲۳۵

آیت کریمہ الزانیۃ لاینکحھا الازانٍ او مشرکٌ منسوخ الحکم ہے یا نکاح سے مراد یہاں جماع ہے۔ ۲۳۵

وقتِ نکاح لڑکی کے ولی کی بات قبول کی جائیگی یا لڑکی کی۔ ۲۳۵

نکاح میں ضروری الفاظ اور لازمی کیا کیا ہیں۔ ۲۳۵

اولیاءِ نکاح کی شرعی ترتیب۔ ۲۳۶

نکاح کا خطبہ سنّت اور کلمے پڑھانا ایک اچھی بات ہے۔ ۲۳۶

متعہ حرام ہونے کا قرآن عظیم سے ثبوت۔ ۲۳۶

رنڈی سے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۲۳۷

وہ جائز بات جس سے فتنہ و نفرت پیدا ہو اور آپس میں پھُوٹ پڑے ناجائز ہوجاتی ہے۔ ۲۳۷

بیوہ کے نکاحِ ثانی کے متعلق سوال و جواب۔ ۲۳۷

عورت گونگی ہے اور اس کے شوہر کا حال معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا اس سے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۲۳۸

جس نے متعہ کرلیا ہو وُہ حنفی رہا یا نہیں۔ ۲۳۹

فاسق معلن کی امامت ممنوع اس کے پیچھے نماز گناہ اور پھیرنی واجب ہے۔ ۲۳۹

فاسق کو امام بنانے والے گنا ہگار ہیں۔ ۲۴۰

تبدیلِ مذہب پر سُوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ ۲۴۰

روافض سے نکاح باطل ہے۔ ۲۴۱

ارتکابِ حرام سے نہ کافر ہوتا ہے نہ حنفیت سے خارج۔ ۲۴۱

جمعہ کی نماز سے پہلے نکاح جائز ہوتا ہے یا نہیں۔ ۲۴۱

اپنی کنیز شرعی سے نکاح باطل ہے۔ ۲۴۲

خواص و سیر میں کیا فرق ہے۔ ۲۴۲

دوسرے کی کنیز سے اس کی اجازت سے نکاح جائز ہے۔ ۲۴۲

شرعاً نسب باپ سے ہے وُہ شریف ہے تو بیٹا بھی شریف۔ ۲۴۲

کنیز سے جو اولاد ہو صحیح النسب اور ترکہ کی مستحق ہے۔ ۲۴۲

کچھ لے کر نکاح کردینا حرام اور وُہ روپیہ رشوت ہے۔ ۲۴۳

حیات النساء عرف رضیہ کی بجائے گواہوں نے نکاح خواں سے سعادت النساء عرف رضیہ کہا تو نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔ ۲۴۳

وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں۔ ۲۴۳

ایک شخص کی دو لڑکیاں ہیں بڑی عائشہ اور چھوٹی فاطمہ، بڑی کے نکاح میں وقتِ عقد بجائے عائشہ فاطمہ کہا

تو فاطمہ سے عقد ہو جائے گا اور اگر یہ کہا کہ میں اپنی بڑی لڑکی فاطمہ کا نکاح کرتا ہوں تو کسی سے نہ ہوگا کہ اس کی بڑی لڑکی فاطمہ نہیں اور نیت و معرفت شہود یہاں کچھ نافع نہیں۔ ۲۴۳

اہلسنت و روافض میں باہم نکاح منعقد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۴۴

اور اگر کچھ روز بعد لڑکی رافضیہ ہو جائے تو نکاح رہے گا یا نہیں۔

مرد کا ارتداد بالاجماع فسخ نکاح فی الحال ہے۔ ۲۴۴

عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا مگر مرد کو اس سے قربت ہوگئی جب تک اسلام نہ لائے۔

عورت نکاح کے تین سال بعد کہتی ہے کہ میں اپنی والدہ کے سبب مجبور تھی اب کے بعد خود مختار ہوں، شوہر نے دھوکا دیا کہ اس کے بیوی بچے نہیں ہیں، نکاح میری لاعلمی میں ہوا، کیا اس صورت میں اُسے فسخ نکاح کا دعوٰی پہنچتا ہے۔ ۲۴۵

مجبوری مانع جوازِ نکاح نہیں ہوتی۔ ۲۴۵

باپ نے بالغہ کا نکاح بے اُس سے اجازت لئے کر دیا اور رخصت بھی ہوگئی اب کیا حکم ہے۔ ۲۴۶

عورت کے چند نام ہیں، ایک وقتِ عقد لیا گیا تو نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۴۶

ایک گواہ سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۲۴۷

زید نے اپنی بھاوج سے بجبر اذنِ نکاح لینا چاہا وہ انکار کرتی رہی پھر رونا شروع کیا، رونے کو اذن ٹھہرا کر نکاح کر لیا، نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۴۷

وکیل کس طرف کا ہونا چاہئے اور شاہد کس طرف کے۔ ۲۴۷

دینار شرعی ساڑھے چار ماشے سونے کا تھا۔ ۲۴۸

سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے۔ ۲۴۸

مہر کا اقل درجہ دس درہم چاندی ہے اور اکثر کے لئے کوئی حد نہیں۔ ۲۴۸

مہرِ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا چار سو مثقال چاندی تھا۔ ۲۴۸

مہر اکثر ازواجِ مطہرات پانچ سو درہم تھا۔ ۲۴۸

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مہر میں دو روایتیں ہیں۔ ۲۴۸

ہندہ بازاری عورت ہے، زید نے بلا علم و اطلاع ہندہ قاضی کے سامنے میں اپنا ہندہ سے نکاح درج کرا دیا پھر جب مادرِ ہندہ کو اطلاع ہوئی اس نے ہندہ سے اپنا زیور کپڑا مانگا کہ تیرا نکاح ہوگیا ہے، ہندہ نے کہا تم کہتی ہو کہ نکاح ہوگیا ہے تو جو کچھ ہونا تھا ہوگیا ہندہ زید کے یہاں سے فرار ہوگئی، زید نے طلب زوجہ کا دعوٰی دائر کیا قاضی نے اس کا دعوٰی ڈگری کیا تو یہ نکاح درست ہوگیا یا نہیں۔ ۲۴۸

ہندہ بنتِ زید کو ہندہ بنتِ بکر کہا گیا نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۴۹

منگنی کے بعد دوسرے سے نکاح کا حکم۔ ۲۵۰

باپ نے کہا میں نے اپنی فلاں لڑکی کا نانہ تمہارے

فلاں بالغ سے کر دیا والدِ پسر نے قبول کیا تو نکاح ہُوا یا نہیں۔ ۲۵۲

ایک سیّد نے ایک چماری کو مسلمان کر کے نکاح کر لیا تو وہ گنہگار ہُوا یا نہیں اور اس سے ترکِ موالات اور برادری سے نکالنا کیسا ہے۔ ۲۵۳

بالغ مرد کے لئے کفاءت شرط نہیں۔ ۲۵۴

باپ نے برادر کو خط لکھا کہ میری دختر نابالغہ کا نانہ یا نکاح جہاں تمہاری مرضی ہو کر دو، اس نے اس کا نکاح کر دیا اور نابالغ کی جانب سے اُس کے ماموں نے قبول کیا اور گواہ کہتے ہیں کہ وہ خط ہم نے خود سُنا ہے اب باپ منکر ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۳

ایجاب وقبول نابالغین سے کرایا جائے تو نکاح ہو گیا یا نہیں۔ ۲۵۵

دونوں طرف سے قبولیت ہو تو نکاح کا کیا حکم ہے ۲۵۵

نکاحِ مسنون کا کیا طریقہ ہے۔ ۲۵۵

اگر ولی خطبہ مسنونہ نہ پڑھے یا ایجاب وقبول پر قادر ہو تو غیر سے ایجاب وقبول کرانا کیسا ہے۔ ۲۵۵

نکاح خواں کو اُجرت لینا دینا کیسا ہے۔ ۲۵۵

اگر اُجرت اپنے صرف میں نہ لائے کارِ خیر میں صرف کرے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۵

نوشہ کے سر پر پگڑی رکھنے کے لئے اُس کے پھوپھا یا بہنوئی آتے ہیں دُوسرا نہیں رکھ سکتا اور وُہ بے روپیہ لئے نہیں رکھتے روپیہ کم ہوتا ہے تو اصرار کرتے ہیں یہ لینا دینا شرعاً کیسا ہے اور اسے ضروری حق جاننا اور اصرار کرنا کیسا ہے۔ ۲۵۵

ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اُس کی مدت کے روز تک ہے ۲۵۵

اگر ولیمہ بخیال سنت نہ کرے بلکہ برائے نام آوری تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۶

زید پیشہ وکالت کرتا ہے اور قاضی ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۶

منکوحہ کو غیر منکوحہ ٹھہرانا اور زوجین میں تفریق کرنا کیسا ہے۔ ۲۵۷

جو وہابیہ سے ملتا جلتا ہو اس کے یہاں شادی بیاہ کا کیا حکم ہے۔ ۲۵۷

ایک شخص نے ظاہر یہ کیا کہ لہر پور کا ہے اور پھر ثابت ہُوا کہ وُہ ہرگام کا ہے اور نام میں اختلاف ہُوا، لڑکی کہتی ہے کہ میرا نکاح عبدالرحمٰن بن کلو سے ہُوا اور قاضی بھی یہی کہتا ہے مگر گواہ لعل محمد بن منوں بتاتے ہیں اور وکیل لعل محمد بن کلو اس صُورت میں نکاح کس سے ہوا۔ ۲۵۸

تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح۔ ۲۵۸

ایک شخص نے دُعائے خیر جلسۂ عام میں کہہ دی کہ میں نے اپنی لڑکی فلاں کو دی، اس سے نکاح ہُوا یا نہیں۔ ۲۵۹

خطبہ پڑھا جانا یا ذکرِ مہر شرطِ نکاح نہیں۔ ۲۵۹

نکاح بالفاظِ صریحہ میں نیت شرط نہیں۔ ۲۵۹

جب تک ولی پیش از نکاح غیر کفو کو غیر کفو جان کر بصراحت اجازت نہ دے نکاح باطل محض ہے۔ ۲۶۰

نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں یہاں تک کہ اُسی دن کے بچے کا۔ ۲۶۱

پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۲۶۱

جنین پر کسی کی ولایت نہیں۔ ۲۶۱

مناکحت جائز ہے یا نہیں۔ ۲۶۸

اگر عورت کو طلاق بائن ہو جائے مگر تین نہ ہوں تو حلالہ کی حاجت نہیں۔ ۲۶۹

زن و شوہر کی اگر ایک مکان تنہا میں یکجائی ہو چکی ہے تو کل مہر واجب الادا ہو گیا۔ ۲۶۹

عورت پر روزِ طلاق سے عدت لازم ہوتی ہے۔ ۲۶۹

ایک مکان میں زن و شوہر کی تنہائی نہیں ہوئی تھی کہ طلاق ہو گئی تو نصف مہر ساقط ہو گیا۔ ۲۶۹

غیر مدخولہ کو طلاق دی جائے تو اس پر عدت اصلاً نہیں۔ ۲۶۹

یہ کلمہ کہ "اگر ادھر کعبہ بھی ہو جائے تو سر نہ جھکاؤں گا" کلمۂ کفر ہے ایسا کہنے والے پر توبہ اور تجدید اسلام لازم ہے۔ ۲۶۹

زید نے بکر سے کہا کہ میں آپ کی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں اُس نے قبول کیا اور زیورات اور کپڑے زید نے حاضر کئے تقسیم شیرینی کے بعد عورت خاطب کے یہاں آ گئی نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۶۹

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے۔ ۲۷۰

ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ ۲۷۱

اپنے حقیقی ساڑھو کی لڑکی سے نکاح کیسا ہے۔ ۲۷۱

زید نے جمع بین الاختین کیا تو بیبیاں کیسی ہیں اور اولاد کیسی ہے، اور ترکہ پانے کی مستحق ہیں یا نہیں۔ ۲۷۱

حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا الخ کی آیہ کریمہ واحل لکم ما وراء ذلکم ناسخ ہے یا نہیں۔ ۲۷۲

حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا حدیث صحیح مشہور ہے اور وہ مخالفِ قرآن نہیں۔ ۲۷۲

حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا آیہ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے۔ ۲۷۲

حدیث کلامی لا ینسخ کلام اللہ محض بے اصل ہے۔ ۲۷۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن اور قرآن کی مثل اور عطا کیا گیا ہے۔ ۲۷۳

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حرام کیا ہوا ایسا ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا حرام کیا ہوا۔ ۲۷۳

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں اس کو لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ ۲۷۳

بحالت نابالغی لڑکی کی ماں نے جس لڑکے سے نسبت ہو چکی تھی اُس کے باپ کو بُلا کر لڑکی کو رخصت کر دیا اس نے اپنے مکان پر نکاح پڑھوا لیا اب بلوغ کے بعد ماں نے لڑکی کا دوسرا نکاح کر دیا جس سے عورت بھی راضی ہے، کون سا نکاح صحیح ہوا۔ ۲۷۴

جس نابالغ کا کوئی عصبہ ہو وہ اس کے نکاح کا ولی ہے اس کے ہوتے ہوئے ماں کو نکاح کرانے کا اختیار نہیں۔ ۲۷۴

لڑکی کے برس میں بالغ ہوتی ہے۔ ۲۷۴

بالغ اپنے نفس کا خود ولی ہے کسی ولی کا محتاج نہیں۔ ۲۷۵

بھائی کے ہوتے ہوئے نانی ولی نہیں ہوسکتی۔ ۲۷۵

نابالغ کسی کا ولی نہیں ہوسکتا۔ ۲۷۵

ایک جوان لڑکی جس کے والد نے بحالتِ نابالغی ایک نابالغ سے نکاح کر دیا تھا جس کے بلوغ کو ابھی پانچ سال اور درکار ہیں اور لڑکے کے مکان پر ایک ایسا شخص ہے جس سے اسے اپنی عصمت دری و آبروریزی کا خوف ہے اس لئے وہاں جانے سے انکار رکھتی ہے اور تفریق کے بعد دوسرا نکاح چاہتی ہے، کیا حکم ہے۔ ۲۷۵

ہندہ کا عقد بارہ برس ہوئے ہوا تھا اُس نے اذن نہ دیا تھا ساکت رہی، پاس بیٹھنے والی عورت نے کہہ دیا کہ ہندہ نے اذن دے دیا ہندہ کہتی ہے کہ میرے دل میں اُس وقت نہ انکار تھا نہ اقرار، تو کیا حکم ہے۔ ۲۷۶

وکیل کے ساتھ شاہدوں کی کچھ حاجت نہیں۔ ۲۷۷

نوشہ کا وقتِ نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیسا ہے۔ ۲۷۷

ولیمہ کا شرعی حکم کیا ہے اور اس کا تارک کیسا ہے۔ ۲۷۸

جہاں لوگ بعد نکاح ولیمہ نہیں کرتے بلکہ پہلے نکاح کے اوّل روز حسبِ رواج کھلا دیتے ہیں ان کا حکمِ شرعی کیا ہے۔ ۲۷۸

ولیمہ سننِ مستحبہ میں سے ہے اس کا تارک گنہ گار نہیں۔ ۲۷۸

بحر نے سلیم کی ماں کا دودھ پیا ہے تو سلیم سے بحر کی لڑکی کا نکاح کیسا ہے۔ ۲۷۸

اپنی لڑکی کا ہزار دو ہزار روپیہ لے کر کفو یا غیر کفو سے نکاح کر دیتے ہیں، یہ نکاح کیسا ہے اور وہ رقم کیسی۔ ۲۷۸

زید بحر کا رضاعی بھائی ہے، زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بحر کی چھوٹی بہن سے کیسا ہے۔ ۲۷۹

نابالغہ اگر سمجھ دار ہو اور بطور خود نکاح کر لے اور ولی اسے جائز رکھے تو جائز ہوگا۔ ۲۷۹

شرع میں غیر کفو کسے کہتے ہیں۔ ۲۸۰

غیر کفو شرعی سے اگر بالغہ بطور خود نکاح کر لے تو نکاح نہیں ہوگا۔ ۲۸۰

عوام کے محاورہ میں غیر کفو کسے کہتے ہیں۔ ۲۸۰

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کو برص ہے تو وہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں اور شادی کا صرفہ اُس کے والدین سے لیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۸۰

شافعی حنفی مذہب پر صحیح طور پر نکاح پڑھائے تو کچھ حرج نہیں۔ ۲۸۱

غیر مقلد کو غیر مقلد جانتے ہوئے اُسے بزرگ جان کر نکاح پڑھوائے تو تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم۔ ۲۸۱

ہندہ بالغہ نے بے رضامندی والدین بطور خود زید حنفی سے نکاح کیا ہم صحبت بھی ہوئے اب وہ نکاح سے منکر ہے اور کہتی ہے کہ میں غیر مقلد ہوں، اس نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۲۸۱

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہلِ بدعت وہوا و اہلِ نار ہیں۔ ۲۸۲

اس زمانے میں جو مذہب اربعہ (حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی) سے خارج ہے وہ بدعتی و ناری ہے۔ ۲۸۲

اگر بالغہ شافعیہ بے اذنِ ولی کسی حنفی کفو سے نکاح کرے تو نکاح لازم ہوگا۔ ۲۸۲

مہر میں حیثیت کا لحاظ ضروری ہے یا نہیں، اور حیثیت سے زائد مہر پر جو نکاح ہو وہ نکاح ہوگا یا نہیں۔ ۲۸۲

مفلس سے کتنے ہی کثیر مہر پر نکاح ہو ہو جائیگا مگر یہ ضرور ہے کہ اسے دین جانیں اور ادا کی نیت ہو۔ ۲۸۳

صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وہابیہ ملاعنہ پر شدید تازیانہ کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر بھروسا ہے۔ ۲۸۳

سیف اللہ سے وہابیوں کی گردن اُڑگئی قرآن مجید میں فرمایا کہ اللہ ورسول کے دینے پر راضی ہوں۔ ۲۸۳

فرقانِ حمید نے ارشاد کیا کہ اب ہمیں دیتے ہیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے۔ ۲۸۳

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خطبہ مہر کثیر باندھنے پر انکارِ شدید فرمایا تو ایک خاتون نے آیتِ کریمہ و اٰتیتم احدٰھن قنطارًا تلاوت کی جس پر آپ نے فورًا اپنے انکار سے رجوع فرمالیا۔ ۲۸۳

یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو ۲۸۳

حدیث میں ہے کہ وہ حشر میں زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔ ۲۸۳

اگر پسر زید نے زوجۂ عمرو کی چھاتی جبکہ وہ چار پانچ ماہ کی حاملہ تھی اور حمل بھی پہلا تھا منہ میں لے لی اس وقت دودھ ہونا معلوم نہیں تو اس لڑکے کا عمرو کی لڑکی سے نکاح ہوگا یا نہیں۔ ۲۸۴

ثبوتِ رضاعت کے لئے ضروری ہے کہ جوفِ صبی میں دودھ کا قطرہ منہ یا ناک کے راستے جانا معلوم ہو محض چھاتی دبانے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ ۲۸۴

دودھ اترنے کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں قوتِ مزاج وکثرتِ خون سے کنواری کو دودھ اتر سکتا ہے۔ ۲۸۴

ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے سوتیلے باپ نے کیا اب ہندہ بالغہ ہے کہتی ہے میں اس نکاح کو فسخ کراؤں گی، کیا حکم ہے۔ ۲۸۵

نکاح قاضی سے نہ پڑھوانا دوسرے مسلمان سے پڑھوانا کیسا ہے۔ ۲۸۶

شوہر کے بھتیجے سے بعد وفاتِ شوہر وانقضاءِ عدت نکاح جائز ہے، ۲۸۶

اس ارادہ پر نکاح کہ میں اتنی مدت بعد طلاق دیدونگا حرج نہیں ۲۸۷

بلاوجہ بے سبب طلاق دینا منع ہے۔ ۲۸۷

نکاح جس کی اجازت پر موقوف ہو اس سے ناراضگی ظاہر کرتے ہی نکاح موقوف رد ہوجائیگا۔ ۲۸۸

نکاح موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے۔ ۲۸۸

نابالغہ سے شادی اگرچہ اس کی رضا سے ہو اجازت نہیں ٹھہر سکتی۔ ۲۸۸

عورت سے بحالتِ حمل زنا، نکاح و قربت کا حکم۔ ۲۸۸

غیر مدخول بہا کو اگر ایک لفظ میں تین طلاقیں دے مغلظہ ہو جاتی ہے اور اگر متفرق لفظوں سے دے تو مغلظہ نہیں ہوتی۔ ۲۸۹

بیوہ کا نکاح عدت کے اندر سہواً ہو تو کیا حکم ہے۔ ۲۸۹

جلسۂ منگنی سے نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۲۹۰

ایجاب اگر نا متعین کے لئے ہو تو نکاح نہ ہوگا اور متعین کے لئے ہو تو صحیح ہوگا۔ ۲۹۱

جلسۂ منگنی میں اگر وہ الفاظ جو ایجاب و قبول کے لئے متعین ہیں کہے تو نکاح ہوگا اور اگر الفاظ متردد ہیں تو نہیں۔ اعتبارِ جلسہ سے منگنی ہی ہوگی۔ ۲۹۱

منگنی کے بعد لڑکی کے والد نے انکار کیا لڑکی بالغہ ہے لڑکے کا والد لڑکی کو میکے سے فرار کر کے لے گیا اور اپنے یہاں نکاح کر لیا، کیا حکم ہے۔ ۲۹۱

کسی مسلمان کو ناحق ایذا دینا اللہ و رسول کو ایذا دینے کے مترادف ہے۔ ۲۹۲

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح باطل ہے۔ ۲۹۲

زید ہندہ سے نکاح پر رضامند نہ تھا بجبر ہوں بجائے قبول کہا نکاح ہوا یا نہیں۔ ۲۹۳

زید ہندہ سے نکاح کرنے سے پہلے اس کی پھوپھی سے زنا کرتا رہا پھر ہندہ سے نکاح ہوا کیا حکم ہے ۲۹۳

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔ ۲۹۴

کسی عورت سے زنا کرنا اس کی بھتیجی یا بھانجی کو حرام نہیں کرتا نہ ان کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ ۲۹۴

پھوپھی اور بھتیجی دونوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام بلکہ بعد از طلاق ایک کی عدت میں بھی دوسری سے نکاح حرام ہے۔ ۲۹۴

صرف ایک مرد کے سامنے ایجاب و قبول کر لینے سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۲۹۴

سجاد کا نکاح عبد الغفار کی ہمشیرہ اور اُس کا سجاد کی ہمشیرہ سے ہوا زیتون ہمشیرہ عبد الغفار رخصت سے پہلے فرار ہو گئی اس لئے سجاد اپنی ہمشیرہ مولودن کو رخصت نہیں کرتا کہتا ہے کہ بوجہ فقدان شرط نکاح بدلیں و شرط شکنی باطل ہو گیا کیا یہ صحیح ہے۔ ۲۹۵

نکاح شرطِ فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔ ۲۹۵

نکاح پڑھانے کے لئے دوسرے شخص کی ضرورت نہیں، گواہوں کی موجودگی میں مرد و زن خود ہی ایجاب و قبول کر سکتے ہیں۔ ۲۹۶

عورت اگر ولی نہ رکھتی ہو مختار ہے جس سے چاہے اپنا نکاح کرے، اور اگر ولی رکھتی ہو تو کفو سے کرنے میں مختار ہے۔ ۲۹۶

قاضی کوئی شرطِ نکاح نہیں آدمی جس سے چاہے نکاح پڑھوائے۔ ۲۹۶

قاضیِ نکاح کے شرعاً کچھ اختیارات نہیں، نہ وہ اُجرت کا مستحق جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا ہو۔ ۲۹۷

نکاح خوانی کے قاضی "اسماء سمیتموھا ما انزل اللہ بھا من سلطٰن" کے قبیلہ سے ہیں۔ ۲۹۶

چچا نے نابالغہ کا نکاح کیا اب وہ بعد بلوغ کہتی ہے کہ تیرے چال چلن خراب ہیں میں نکاح توڑ دوں گی کیا حکم ہے۔ ۲۹۷

بعض تو یوں کہتے ہیں کہ بعوض مہر اتنے روپے اتنے دینار سکہ رائج الوقت سوائے نان نفقہ کے اور کوئی بجائے سوا علاوہ اور کوئی بجائے ان کے مع اور کوئی بیچ نکاح تمہارے کے آئی اور دی میں نے کہتے ہیں اور بعض صرف آئی اور بعض صرف دی کہتے ہیں، کون سی عبارت استعمال ہو، اور سوا نان نفقہ کہنے سے شوہر کے ذمہ نان نفقہ ہوا یا نہیں، یونہی علاوہ کہنے میں اور مع کہنے سے نان نفقہ مہر میں شامل ہوگا یا نہیں۔ ۲۹۷

اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر شرعاً لازم ہوگا اور مہر مثل دینا آئے گا۔ ۲۹۸

اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان ونفقہ کچھ واجب نہ ہوگا جب بھی اپنی صورت وجوب میں ضرور واجب ہوگا۔ ۲۹۸

قبل وجوب استقاط مہل ہے۔ ۲۹۸

نکاح و رخصت کے بعد اب خسر کہتا ہے کہ ایک اسٹامپ لکھو کہ میں لڑکی کو کبھی اپنے وطن نہ لیجاؤنگا ورنہ میں اب رخصت نہ کروں گا، کیا خسر ایسا کرسکتا ہے۔ ۲۹۹

عورتوں کو ضرر پہنچانے اور ان پر تنگی کرنے کی قرآن عظیم سے ممانعت۔ ۲۹۹

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرر رسانی۔ ۳۰۰

ایک عورت نے ایک شخص سے کہا کہ زمانۂ عدت میں مجھ سے نکاح کرلو ورنہ میں حرام کراؤں گی اس نے بہت سمجھایا نہ مانی مجبوراً نکاح کرلیا، کیا حکم ہے۔ ۳۰۰

خدا نے مردوں کو دو دو تین تین چار چار عورتیں حلال فرمائیں، عورت کے لئے یہی حکم کیوں نہیں ہوا۔ ۳۰۱

کافرہ سے بعد اسلام نکاح کیا وہ نابالغ سے حاملہ بھی ہے، نکاح ہوا ہے یا نہیں، زید کہتا ہے یہ نکاح نہ ہوا اور شاہدین وحاضرین محفل کا نکاح بھی ٹوٹ گیا، مجموعۂ خانی کی عبارت پیش کرتا ہے۔ ۳۰۱

بلا عذر شرعی ترک جمعہ وجماعت کی عادت موجب فسق، مسقط عدالت اور وجہ رد شہادت ہے۔ ۳۰۴

مطلب حدیث لا نکاح الا بولی وشاھدی عدل۔ ۳۰۵

نہی منافی صحت نہیں۔ ۳۰۵

خطبۂ (منگنی) ونکاح میں فرق ہے یا نہیں، اور حدیث تحرم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ کا کیا مطلب ہے اور اس سے منگنی کے نکاح ہونے پر استدلال صحیح ہے یا نہیں۔ ۳۰۵

اور کیا بنایہ کی عبارت لان الخطبۃ التزوج صحیح ہے۔ ۳۰۵

عینی کی عبارت وعنہ فی الرجل یشرب الشراب الی قولہ قال السروجی وھما قولان باطلان کا

مطلب کیا ہے ھما کا مرجع کیا ہے۔ ۳۰۵

سَرو جی کون ہیں، کیسے ہیں۔ ۳۰۶

اپنے مسلمان بھائی کی منگیتر کو پیام دینا ممنوع ہے۔ ۳۰۸

تحریم مطلق کی نفی سے حل مطلق کا اثبات نہیں ہوتا سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ کلیہ نہیں ہو سکتی۔ ۳۰۹

زید نے اپنی بالغہ لڑکی کے نکاح کا وکیل بکر کو کیا اور لکھ بھیجا کہ اکیس ہزار روپے مہر پر عمرو سے اُس کا نکاح کر دو اس نے کر دیا اور زید کو اطلاع دے دی بالغہ کو اس سب کی اطلاع تھی زید نے اُسے نکاح ہو جانے کی خبر دی تو اُس نے قبول کر لیا، کیا حکم ہے۔ ۳۰۹

اجازت لاحقہ مثل وکالت سابقہ کے ہے۔ ۳۰۹

باب المحرمات

ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دودھ پلایا آیا ہندہ کی نواسی سے زید کا نکاح ہو سکتا ہے۔ ۳۱۱

سوتیلی خوشدامن سے نکاح کا حکم۔ ۳۱۲

سوتیلی ماں لفظ اُمّھات میں داخل نہیں۔ ۳۱۲

حرمت علیکم اُمّھٰتکم کے بعد ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم اسی لئے فرمایا۔ ۳۱۲

سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی بہن حلال ہیں۔ ۳۱۲

شوہر نے طلاق نہیں دی ہے کچھ مال لے کر طلاق دینا چاہتا ہے ایسی عورت سے بے طلاق نکاح کا حکم اور کچھ لے کر طلاق دینے کا حکم۔ ۳۱۳

عورت بے اذنِ شوہر گھر سے نکلے اس سے نکاح سے نہیں نکلتی۔ ۳۱۳

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ ہے۔ ۳۱۳

فسق و فجور کے سبب بھی نکاح سے باہر نہیں ہوتی۔ ۳۱۳

زوجہ کی زندگی میں حقیقی سالی یا رشتہ کی سالی سے نکاح کا حکم۔ ۳۱۴

بھتیجی بہو یا بھانجی بہو سے نکاح جائز ہے یا نہیں ۳۱۵

سالی کی لڑکی کو اپنے لڑکے کے ساتھ نکاح کیلئے پرورش کیا اپنی بی بی اور لڑکا مر گیا اُس لڑکی سے پرورش کنندہ کا نکاح جائز ہے۔ ۳۱۵

فقط اس نیت سے کہ اس لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کر دوں گا وہ لڑکی باپ پر حرام نہیں ہوتی۔ ۳۱۵

منکوحہ کی بیٹی اس وقت شوہر پر حرام ہوتی ہے جب منکوحہ سے ہم بستر بھی ہوا ہو۔ ۳۱۶

بے طلاق ہوئے دوسرے کر اپنی منکوحہ دختر کے دوسروں سے نکاح کا حکم۔ ۳۱۶

باپ کا عورت کی بیٹی اور بیٹے کا اس عورت سے نکاح جائز ہے۔ ۳۱۶

باپ کی ساس حلال ہے جبکہ اپنی نانی نہ ہو۔ ۳۱۷

بہو کی بیٹی حلال ہے جبکہ اپنی پوتی نہ ہو۔ ۳۱۷

سالی سے نکاح یا زنا سے عورت مطلقہ نہیں ہوتی۔ ۳۱۷

نہ سالی سے زنا یا فقط نکاح کے سبب عورت سے جماع حرام ۳۱۷

سالی سے بعد نکاح یا دھوکے میں وطی کی تو جب تک عدت نہ گزرے زوجہ سے قربت جائز نہیں بعد عدت جائز ہوگی۔ ۳۱۷

عورت کا بیان ہے کہ اس کے داماد نے زبردستی پاؤں دبوا کر فاسدہ میری چارپائی پر آ کر زبردستی پاؤں دبوا

شروع کردے اور شکم پر ہاتھ پھیرا، کمر بند کھولنا چاہا، اپنا پہلے کھول لیا تھا، نہایت دشواری سے اُسے علیحدہ کیا، داماد منکر ہے، لڑکی کا نکاح رہا یا نہیں۔ ۳۱۸

منکوحہ کی ماں کے کسی حصۂ جسم کو بشہوت چھونے سے نکاح زائل نہیں ہوتا مگر منکوحہ ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے اور اُسے چھوڑ دینا واجب۔ ۳۱۹

مَس بحالتِ شہوت کا مطلب۔ ۳۱۹

مَس برہنہ جسم یا کسی باریک حائل پر ہوگا تو معتبر ہے ورنہ نہیں اگرچہ بہزار شہوت ہو۔ ۳۲۰

مَس ونظر بشہوت کے بعد حُرمت کے لئے انزال نہ ہونا بھی شرط ہے۔ ۳۲۰

تنہا ایک عورت کا بیان قابلِ سماعت نہیں نکاح یقیناً قائم ہے۔ ۳۲۳

حمل حلال کا ہو تو قبل از وضع غیر سے نکاح نہیں ہوسکتا، شوہر سے جس کا یہ حمل ہے نکاح جائز ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہ ہو۔ ۳۲۳

زنا کا حمل ہو تو زانی وغیر زانی جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، فرق اتنا ہے کہ زانی بے وضعِ حمل قربت کرسکے گا اور غیر زانی تا وضع ممنوع رہے گا ہاتھ نہ لگا سکے گا۔ ۳۲۴

زید وہندہ میں ناجائز تعلق تھا سلمٰی بنت ہندہ کو اس کے چچا نے اپنی بیٹی بتا کر زید سے نکاح کردیا مگر رخصت نہیں ہوئی ہے اب معلوم ہوا کہ سلمٰی ہندہ کی بیٹی ہے، اب اس نکاح کا کیا حکم ہے اور اس کے بعد زید ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۳۲۴

مریدہ پیر پر حرام ہے یا حلال، اور ازواجِ مطہرات حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مریدات تھیں یا نہیں۔ ۳۲۵

باتفاق علماء سب سے پہلے ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ شرفِ ارادت سے مشرف ہوئیں۔ ۳۲۶

حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سب سے افضل و اکمل مرید تھے۔ اولیاء فرماتے ہیں: تا جہاں ست نہ ہیچ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پیرے بود نہ ہیچ صدیق مریدے۔ ۳۲۶

قرآن وحدیث سے بی بی کو علمِ دین سکھانا اور اس پر عمل کی ہدایت کرنا لازم اور بڑے اجر کا کام ہے۔ ۳۲۷

نکاحِ سُنّی با دخترِ رافضی صحیح ہے یا نہیں اور اولاد مستحقِ ترکہ پدری ہے یا نہیں۔ ۳۲۸

روافض کے بعض عقائد کفریہ۔ ۳۲۸

حرامی عورت کا نکاح سُنّی مرد سے ہوگا یا نہیں اور اس کی بطنی اولاد میں کچھ نقصان واقع ہوگا یا نہیں۔ ۳۲۹

ایک شخص کا حمل ایک عورت کو رہا اور بعد معلوم ہونے حمل کے وہ عورت چاہتی ہے کہ راز فاش نہ ہو مابین حمل عقد درست ہوگا یا نہیں۔ ۳۲۹

ایسی دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جن کی ماں ایک باپ دو ہوں جائز ہے یا نہیں۔ ۳۳۰

دو بہنوں سے آگے پیچھے نکاح کیا پچھلی کا فاسد ہوگا، اس سے مفارقت واجب ہے اگر بعد دخول مفارقت کرے گا تو مہر مسمی و مہر مثل میں سے جو کم ہوگا وہ لازم ہوگا، عورت پر عدت واجب، اولاد صحیح النسب، اور اس کی عدت گزرنے تک پہلی سے وطی حرام ہوگی۔ ۳۳۰

جس کا شوہر مفقود ہو اور مرد و عورت دونوں حنفی ہوں تو عورت دوسرے نکاح کے لئے کس مدت تک انتظار کرے۔ ۳۳۱

چچی سے نکاح درست ہے۔ ۳۳۲

سوتیلے نانا کی دختر سے نکاح کا حکم۔ ۳۳۲

زید نے اپنی سالی سے زنا کا اقرار کیا پھر انکار، اس کے اقرارِ زنا پر قاضی کے سامنے شہادت گزری، اس شہادت اقرار زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں، اور ہندہ زوجۂ زید اس پر حرام ہوگی یا کیا۔ ۳۳۳

اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اس کی ماں سے قبل اس کے نکاح کے زنا کیا تھا تو کیا حکم ہے۔ ۳۳۴

شہادت اقرار اگرچہ مثبت زنا ہونے کی صلاحیت نہ رکھے مگر مثبت اقرار ہے۔ ۳۳۴

اگر دو مرد یا دو عورتیں اور ایک مقذوف بالزنا کے اقرارِ زنا پر شہادت دیں تو قاذف اور شہود پر حدِ قذف نہ لگائی جائے۔ ۳۳۴

بینہ سے جو ثابت ہو وہ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے جیسے معائنہ سے۔ ۳۳۴

اثباتِ زنا میں شہادت زنان و شہادت دو مرد ہرگز مسموع نہیں۔ ۳۳۴

اگر دو مرد کسی کے زنا پر اور دو اس کے اقرارِ زنا پر شہادت دیں تو حد نہیں لگائی جائے گی اور اگر تین مردوں نے زنا اور ایک نے اقرارِ زنا پر شہادت دی تو تین شہود پر حدِ قذف لگے گی۔ ۳۳۴

دار القضا سے باہر کا اقرار مثبت زنا نہیں ہوتا۔ ۳۳۵

اقرار بالزنا بعد رجوع مثبت زنا نہیں رہتا۔ ۳۳۵

اثباتِ مصاہرت کے لئے ثبوتِ زنا کی اصلاً حاجت نہیں مجرد اقرار زنا کافی ہے۔ ۳۳۶

اگرچہ ہزل و مذاق میں ایک بار اقرار کیا کہ اس نے ساس سے زنا کیا حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی پھر لاکھ انکار کرے مسموع نہ ہوگا۔ ۳۳۶

اگر کسی سے کہا گیا کہ تو نے اپنی بیوی کی ماں سے کیا کیا، اس نے کہا میں نے اس سے جماع کیا، تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی اگرچہ وہ کہے کہ میں نے جھوٹ کہا۔ ۳۳۶

عورت سے بشرطِ بکارت نکاح کیا اور اسے ثیب پایا۔ عورت کہتی ہے تیرے باپ نے بکارت کا ازالہ کیا ہے، اگر شوہر نے اس کی تصدیق کر دی تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ ۳۳۶

زنا بمادرِ زن پیش از نکاحِ زن اور اس کا عکس دونوں ثبوتِ حرمتِ ابدیہ میں یکساں ہیں اگرچہ ایک صورت میں حرمت سابقہ اور دوسری صورت

میں طاریہ ہے۔ ۳۳۷

مرد اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے۔ ۳۳۷

نکاح کے بعد اقرار کیا کہ قبل نکاح منکوحہ کی ماں سے زنا کیا تھا تو حرمت ثابت ہوگئی مگر عورت کے حق پر کوئی اثر نہ پڑے گا، اگر دخول کر چکا ہے تو پورا مہر مسمی واجب ہوگا ورنہ نصف۔ ۳۳۸

حجت قاصرہ من جہۃ مقبول اور من جہۃ مردود ہوتی ہے۔ ۳۳۸

جہاں تک مقر پر اقرار کا ضرر ہے ماخوذ اور جتنا دوسرے پر الزام ہے ملبوذ ہوگا۔ ۳۳۸

کسی کی کنیز سے نکاح کیا اور قبل دخول اس نے پسر شوہر کا بوسہ لیا، شوہر کہتا ہے کہ بوسہ بشہوت تھا اور مولیٰ انکار کرتا ہے تو حرمت ثابت ہوگئی اور نصف مہر دینا واجب ہوگا۔ ۳۳۸

حقیقی خالہ سوتیلی ماں کے مرنے کے بعد اُس کا شوہر اُس کی بھانجی سوتیلی لڑکی سے عقد کر سکتا ہے۔ ۳۳۸

ہندہ نے زینب کا دودھ پیا ہندہ کے بیٹے پر زینب کی دختر حرام ہے۔ ۳۳۹

کسی نے زوجہ کے دھوکے میں ہمشیرہ یا خوشدامن کا بشہوت ہاتھ پکڑا نکاح میں کچھ خلل ہوا یا نہیں اور کس صورت میں عورت اس پر حرام ہوگی۔ ۳۳۹

زید نے بکر کے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کیا پھر بے تحقیق بکر کو نامرد ٹھہرا کر خالد سے اس لڑکی کا نکاح کر دیا اس نکاح اور اولاد کا کیا حکم ہے۔ ۳۳۹

لیلیٰ و سلمیٰ رضاعی بہنیں ہیں زید نے لیلیٰ سے نکاح کیا ہے زید کے پسر عمرو کا نکاح سلمیٰ سے جائز ہے۔ ۳۴۰

زید کے نکاح میں حرہ تھی پھر کنیز سے نکاح کیا، یہ نکاح کیسا ہوا، اور کنیز کا مہر ذمۂ زید ہوگا تو کس قدر، اور کنیز اور اولادِ کنیز ترکۂ زید پائیں گے یا نہیں۔ ۳۴۰

لونڈی پر حرہ کا نکاح جائز ہے مگر اس کا عکس ناجائز ہے۔ ۳۴۰

اجماعاً نکاحِ فاسد و باطل میں توارث جاری نہیں ہوتا۔ ۳۴۱

نکاحِ فاسد میں بعد وطی مہر مسمی و مہر مثل میں سے اقل لازم ہوگا۔ ۳۴۱

جو اولاد نکاح فاسد میں وقت وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب اور مستحق ارث ہے۔ ۳۴۱

اگر عورت کا بوسۂ رخسار بنظرِ شہوت لیا عورت کی ساری اولاد اس پر حرام ابدی ہوگئی۔ ۳۴۲

ناواقفانہ اگر نکاح کر لیں تو طرفین پر واجب کہ فسخ کر دیں اور شوہر فسخ پر راضی نہ ہو تو عورت خود فسخ کر سکتی ہے۔ ۳۴۲

بوسۂ لب خواہی نخواہی بنظرِ شہوت ٹھہرے گا لاکھ ادعا کرے کہ میں نے بشہوت نہ لیا تھا قبول نہ ہوگا اور امام محمد بن الہمام کے نزدیک بوسۂ رخسار بھی ایسا ہی ہے۔ ۳۴۲

ایک شخص نے ایک عورت اور اس کی بیٹی سے زنا کیا، اب زنا سے توبہ کر کے اس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۳

اُستاذ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۲

شاگرد عورت سے استاد کا نکاح کیسا ہے۔ ۳۴۳

بھتیجے کا نکاح چچا کی بیوی سے جائز ہے یا نہیں جبکہ وہ محارم میں سے نہ ہو۔ ۳۴۳

مسئلہ زن مفقود۔ ۳۴۴

روافض کے اقسام و احکام اور اُن کے بعض عقائد کفریہ کا ذکر۔ ۳۴۵

جمع کرنا درمیان عورت اور اس کی بھتیجی کی بیٹی کے حلال ہے یا حرام۔ ۳۴۶

ایسی دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے جن میں سے جس کسی کو مرد فرض کریں تو دوسری سے اس کا نکاح ناجائز ہو۔ ۳۴۶

زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ہندہ سے حسن و حسین پیدا ہوئے پھر بعد ہندہ حفصہ سے نکاح کیا حفصہ نے اپنی بیٹی زبیدہ کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دُودھ پلایا تو بکر کا نکاح زاہدہ بنت حسن سے جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۷

بھتیجی اگرچہ سوتیلی ہو چچا پر حرام قطعی ہے۔ ۳۴۸

حُرمتِ متعہ کا بیان از احادیث و قرآن۔ ۳۴۹

اللہ تعالیٰ نے تا قیامِ قیامت متعہ حرام فرمادیا۔ ۳۵۰

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے روز متعہ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمادیا۔ ۳۵۰

متعہ ابتدائے اسلام میں تھا پھر قرآن میں اس کی حرمت نازل ہونے سے یہ حرام ہوگیا۔ ۳۵۰

غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ صحابہ نے متعہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی حرمت کو بیان فرمایا۔ ۳۵۰

چھوٹی بھاوج سے نکاح کا حکم۔ ۳۵۱

○ رسالہ ھبۃ النساء فی تحقق المصاھرۃ بالزناء (زنا سے حُرمتِ مصاہرہ کے ثبوت کا بیان) ۳۵۳

ساس سے زنا کرے تو بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہے اگرچہ بیوی کو اس کا علم نہ ہو۔ ۳۵۴

وربائبکم التی فی حجورکم الآیۃ کی تفسیر۔ ۳۵۴

زنِ مدخولہ کی بیٹی کی حُرمت قرآن سے ثابت ہے۔ ۳۵۴

آیت قرآنی میں وصف التی فی حجورکم بالاجماع شرطِ حُرمت نہیں۔ ۳۵۴

وصف نسائکم یعنی مدخولات کا زوجہ ہونا بھی بالاتفاق شرطِ حُرمت نہیں۔ ۳۵۴

ماں بیٹی دونوں اگر ایک شخص کی شرعی کنیزیں ہوں تو انھیں جماع میں جمع کرنا حرام ہے۔ ۳۵۴

کنیزیں "نسائکم" میں اور ان کی بیٹیاں "ربائبکم" میں داخل نہیں۔ ۳۵۴

کسی عورت سے نکاح اس کی دختر کی تحریم کیلئے نہ تو علت ہے اور نہ ہی جزءِ علت۔ ۳۵۴

ماں سے صحبت دختر کے لئے علتِ تحریم ہے اور یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت ہے۔ ۳۵۴

آیت کریمہ "وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم" کی تفسیر۔ ۳۵۴

"وامھات نسائکم" سے کیا مراد ہے۔ ۳۵۵

"ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء" میں نکاح کا کیا معنی ہے۔ ۳۵۵

تخصیص کی دلیل پیش کرنا مدعی تخصیص کے ذمہ ہے۔ ۳۵۵

دخول حرام طور پر بھی تو موطوئہ کی دختر کے لئے موجب تحریم ہو جاتا ہے۔ ۳۵۵

وہ صورتیں جن میں ایسی عورت سے دخول کیا جو اس کیلئے حلال نہیں مگر اس دخول سے موطوئہ کی دختر حرام ہو گئی۔ ۳۵۵

تحریم دختر کے لئے نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے۔ ۳۵۵

نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف۔ ۳۵۶

امر فرج میں شرعاً احتیاط واجب ہے۔ ۳۵۶

اصل فرج میں حرمت ہے جب تک حل ثابت نہ ہو حرمت ہی پر حکم ہوگا۔ ۳۵۶

مصاہرت مصاہرت میں فرق نہیں۔ ۳۵۶

حدیث "لا یحرم الحرام الحلال" سخت ضعیف و ناقابل احتجاج و ساقط ہے۔ ۳۵۶

بقول امام احمد ارشاد رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مذاہب ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے۔ ۳۵۷

عثمان بن عبدالرحمٰن وقاصی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا متروک ضعیف اور جھوٹا ہے۔ ۳۵۷

حدیث مذکورہ بالا کی سند کا بیان۔ ۳۵۷

عثمان وقاصی ثقات سے موضوع خبریں روایت کرتا ہے۔ ۳۵۸

اسحاق بن ابی فروہ متکلم فیہ اور متروک ہے۔ ۳۵۸

امام یحیٰی بن معین نے فرمایا: فروی کذاب ہے۔ ۳۵۹

اسحاق بن ابی فروہ دو ہیں۔ ۳۵۹

اوّل اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر و تلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ سے ہے، یہی متروک ہے اور اسی کو امام بخاری نے ترکوہ فرمایا۔ ۳۵۹

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اسحاق بن ابی فروہ سے روایت حلال نہیں۔ ۳۵۹

اسحاق بن ابی فروہ مذکور کا سن وصال ۱۳۶ھ یا ۱۴۴ھ ہے۔ ۳۶۰

دوم اسحاق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ امام بخاری کے استاذ ہیں، ۲۲۶ھ میں وصال فرمایا یہ ہرگز متروک نہیں۔ ۳۶۱

اسحاق بن محمد بن اسمٰعیل کو اگرچہ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور ابوحاتم وغیرہ نے صدوق کہا، البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں ہیں۔ ۳۶۱

اسحاق مذکور کے بارے میں امام نسائی نے کہا: ثقہ نہیں۔ دارقطنی نے کہا: ضعیف ہیں۔ اور امام ابوداؤد نے کہا: سخت ضعیف ہیں۔ ۳۶۱

اسحاق مذکور کے شیخ عبداللہ کے بارے میں یحیٰی بن سعید قطان نے فرمایا کہ حافظہ کی رو سے ضعیف ہیں۔ اور امام نسائی نے کہا: قوی نہیں ہیں۔ ۳۶۲

اگر اس حدیث کے ضعف سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو بھی یہ اپنے ظاہر پر یقیناً صحیح نہیں۔ ۳۶۲

قلیل پانی یا گلاب میں شراب یا پیشاب ڈال دیں تو وہ پانی اور گلاب حرام ہو جائیں گے۔ ۳۶۳

متعدد مثالیں جہاں حرام شئ حلال کو حرام کر دیتی ہے۔ ۳۶۳

لاجرم حدیث مذکور میں تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ ۳۶۳

اگر کوئی طاہر شئ جو کہ حرام ہو کسی حلال میں اس طرح مل جائے کہ تمیز ناممکن ہو تو وہ حلال خود حرام نہیں ہو جاتا بلکہ اپنی حلت پر قائم رہتا ہے۔ ۳۶۳

حلال و حرام کے مخلوط کا تناول اس لئے ناجائز ہے کہ بوجہ اختلاط اس کا تناول تناولِ حرام سے خالی نہیں ہو سکتا۔ ۳۶۴

اس حدیث ضعیف میں بھی ہمارے مذہب کے مخالفین کے لئے اصلاً حجت نہیں۔ ۳۶۴

ہمارے مذہب کی مؤید چند احادیث۔ ۳۶۴

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جائز نہیں کہ تو بیٹی کی اس شئ پر مطلع ہو جس چیز پر اس کی ماں کی مطلع تھا۔ ۳۶۴

حدیث میں ہے جو شخص کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہے۔ ۳۶۴

جو شخص کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج کو دیکھے وہ ملعون ہے۔ ۳۶۴

عورت اور اس کی دختر کی فرج کو دیکھنے والے پر روز قیامت اللہ تعالٰی نظرِ رحمت نہ کرے۔ ۳۶۴

ساس سے زنا کرنے والے پر عورت اور ساس دونوں حرام ہو جاتی ہیں۔ ۳۶۵

حرمتِ مصاہرہ کی صورت میں مرد و زن کو جدا ہو جانا فرض ہے مگر خود بخود نکاح زائل نہیں ہوتا جب تک شوہر متارکہ نہ کرے، اور بعد متارکہ عدت نہ گزر جائے عورت کسی دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ ۳۶۵

حرمتِ مصاہرہ کے بعد متارکہ سے قبل اگر شوہر وطی کرے تو حرام ہے مگر زنا نہیں اور اس وطی سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح النسب ہوگی کیونکہ نکاح باقی ہے۔ ۳۶۵

طلاق اور متارکہ میں فرق۔ ۳۶۵

حرمتِ مصاہرہ اور حرمتِ رضاعت سے نکاح مرتفع نہیں بلکہ فاسد ہو جاتا ہے۔ ۳۶۵

حرمتِ مصاہرہ کے باوجود تفریق سے قبل اگر شوہر نے وطی کی تو اس پر حد لازم نہ ہوگی۔ ۳۶۵

حرمتِ مصاہرہ کے باوجود اگر خاوند نے نہ چھوڑا اور وطی کرتا رہا تو پیدا ہونے والی اولاد ماں اور باپ دونوں کی وارث بنے گی تاہم زن و شو آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ ۳۶۶

اولادِ زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے۔ ۳۶۶

دربارۂ مرتد و مرتدہ حکم شرعی یہی ہے کہ ان کا نکاح نہ کسی مسلم و مسلمہ سے ہو سکتا ہے نہ کافر و کافرہ سے نہ مرتد و مرتدہ ان کے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے غرض تمام جہان میں کسی سے نہیں ہو سکتا۔ ۳۶۷

www.alahazratnetwork.org

شیعہ وغیرہ بدمذہبوں سے شادی کرنا کیسا ہے۔ ۳۶۷

زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے جو خواہی نخواہی انس و محبت و الفت پیدا کرتا ہے۔ ۳۶۸

بدمذہب سے دوستی و محبت ناجائز ہے، اس سے دین کو نقصان پہنچتا ہے۔ ۳۶۸

آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ ۳۶۸

آدمی اپنے خالص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ ۳۶۸

بدمذہب عورت سے نکاح میں یہ خیال کہ ہم اس کو سُنّی کرلیں گے محض حماقت ہے۔ ۳۶۸

محبت میں آدمی اندھا بہرا ہوجاتا ہے۔ ۳۶۸

دل پلٹتے اور خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ ۳۶۹

بدمذہب کو اپنی بیٹی دینا تو سخت زہر در زہر ہے۔ ۳۶۹

عورتوں کو شوہروں سے بے پناہ محبت ہوتی ہے۔ ۳۶۹

عورتیں زیادہ نرم دل ہوتی ہیں۔ ۳۶۹

عورتیں ناقصات العقل والدین ہیں۔ ۳۷۰

اگر کسی نے اپنی رضاعی ساس یا رضاعی سالی سے زنا کیا عمداً یا سہواً، تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں۔ ۳۷۰

زوجہ کی رضاعی ماں، نانی، دادی سے وطی بلکہ دواعی وطی بھی جبکہ از قبیل شہوت دانستہ یا شبہہ یا جبر و اکراہ سے، جس طرح بھی ہوں عورت کو شوہر پر حرام ابدی کردیتے ہیں۔ ۳۷۱

○ رسالہ ازالۃ العار بحجر الکوائم عن کلاب النار (معزز خواتین کو جہنم کے کتوں (بدمذہبوں) کے نکاح میں نہ دے کر شرمندگی سے بچانا) ۳۷۲

سنیہ حنفیہ کا نکاح غیر مقلد وہابی سے کرنا ممنوع و ناجائز اور گناہ ہے۔ ۳۷۳

غیر مقلدین زماں کے بہت عقائد کفریہ و ضلالیہ ہیں۔ ۳۷۳

غیر مقلدوں کا گمراہ و بدمذہب ہونا بروجہ احسن ثابت ہے۔ ۳۷۳

بدمذہبوں سے کھانا پینا اور بیاہ شادی کرنا ممنوع ہے۔ ۳۷۳

بدعتیوں سے انس اور دوستی کرنے والا ایمان کے نور اور حلاوت سے محروم ہوجاتا ہے۔ ۳۷۴

جو اس زمانے میں ان چاروں مذہبوں سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔ ۳۷۴

اگر غیر مقلد عقیدۂ کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل اور زنا ہے۔ ۳۷۴

مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلاً صحیح نہیں۔ ۳۷۴

غیر مقلد عقیدۂ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تب بھی اس سے نکاح بحکم آیت و حدیث منع ہے۔ ۳۷۴

فتوٰی علماء پٹنہ ۳۷۴

فتوٰی علماء بہار ۳۷۵

فتوٰی علماء بدایوں ۳۷۶

فی الواقع سنیہ حنفیہ خاتون کا نکاح غیر مقلد وہابی سے یا تو شرعاً محض باطل و زنا ہے یا ممنوع و گناہ۔ ۳۷۷

وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقائد کفریہ قطعیہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض و زنا صرف ہے۔ ۳۷۷

عقائد کفریہ قطعیہ کی چند مثالیں۔ ۳۷۷

مدعیانِ اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے۔ ۳۷۷

مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت و مرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی سے نہیں ہو سکتا۔ ۳۷۷

کبرائے وہابیہ اور مجتہدین روافض کو پیشوا و امام یا مسلمان سمجھنے والا کافر ہے۔ ۳۷۸

جس طرح ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے اسی طرح ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ ۳۷۸

ضروریات دین کے منکر کے کفر و عذاب میں شک کرنے والا باجماعِ علماء کافر ہے۔ ۳۷۸

طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں کفریات لزومیہ بکثرت ہیں۔ ۳۷۸

عقائد وہابیہ کے شافی و وافی بیان پر مشتمل دو رسالوں کا نام۔ ۳۷۸

تقلیدِ ائمہ کو شرک اور مقلدوں کو مشرک کہنا غیر مقلدوں کا مشہور و معروف عقیدۂ ضلالت ہے۔ ۳۷۸

معاملات انبیاء و اولیاء سے متعلق ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر ممنوع و مکروہ بلکہ مباحات و مستحبات پر جابجا حکمِ شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے۔ ۳۷۸

وہابیوں کا خلاصۂ اعتقادیہ ہے کہ جو وہابی نہ ہو مشرک ہے۔ ۳۷۸

وہابیوں کے مذہب پر صرف مسئلہ تقلید میں گیارہ سو برس کے ائمہ دین، علماء کاملین اور اولیاء عارفین سب مشرک قرار پاتے ہیں۔ ۳۷۸

تقلید شخصی کی سخت شدید تاکید فرمانے اور اس کے خلاف کو منکر و شنیع و باطل قرار دینے والے ائمہ کے نام۔ ۳۷۸

جمہور ائمہ کرام و فقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد و مفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو کافر اعتقاد کرے وہ خود کافر ہے۔ ۳۷۹

حدیث میں ہے کہ جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔ ۳۸۰

جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا قول اسی پر پلٹ آئے گا۔ ۳۸۰

حدیث و فقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم آتا ہے۔ ۳۸۰

علامہ شامی نے وہابیوں کو خوارج میں داخل فرمایا۔ ۳۸۰

خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بناء پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔ ۳۸۰

وہابی ملحد و بے دین ہیں کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ ۳۸۰

وہابیہ کے مذہب نامہذب پر نہ صرف امت مرحومہ بلکہ انبیاء کرام و ملائکہ عظام و خود حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی کہ خود رب العزۃ جل وعلا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں۔ ۳۸۱

خود کفریات بکنا یا کفریات پر راضی ہونا یا انہیں برا نہ جاننا یا ان کے لئے معنی صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے۔ ۳۸۱

جو وہابی کسی ضروریِ دین کا منکر نہ ہو اور نہ ہی کسی ضروریِ دین کے منکر کو مسلمان کہتا ہو تو اس کو برائے احتیاط کافر نہ کہیں گے، اور یہی احتیاط جو مانع تکفیر ہے مانع نکاح بھی ہے۔ ۳۸۲

یہ کون سی شرع ہے کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجئے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی۔ ۳۸۲

احکامِ فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ احتمالاتِ غیر واقعیہ کا۔ ۳۸۲

بدمذہب کسی سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ ۳۸۳

اس شبہہ کا جواب کہ جب اہلِ کتاب سے مناکحت جائز ہے تو غیر مقلد سے کیوں جائز نہیں۔ ۳۸۴

اہلِ کتاب سے مناکحت کے کیا معنی ہیں۔ ۳۸۴

عورت کا مرد پر قیاس کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ۳۸۴

شرع مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا، وجہِ فرق کیا ہے۔ ۳۸۴

عورت کے لئے کفاءتِ مرد بالاجماع ملحوظ ہے اور مرد بالغ کے حق میں کفاءتِ زن کا کچھ اعتبار نہیں۔ ۳۸۵

دناءتِ فراش وجہ غیظ مستفرش نہیں ہوتی۔ ۳۸۵

عرف فقہ میں جواز دو معنی پر مستعمل ہے ایک بمعنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف ہے، دوسرا بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج ہے۔ ۳۸۵

اذانِ جمعہ کے وقت بیع صحیح ہوگی اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔ ۳۸۵

صحت تو حل کو لازم ہے مگر حل صحت کو لازم نہیں۔ ۳۸۵

افیون و حشیش کی بیع کا حکم۔ ۳۸۶

جواز کے یہ دونوں اطلاق (بمعنی صحت و حلت) تو شائع و ذائع ہیں اور ان کے سوا کچھ اور اطلاق بھی ہیں۔ ۳۸۶

جواز کا اطلاق کبھی نفاذ کے معنی پر بھی ہوتا ہے ۳۸۶ (حاشیہ)

نفاذ اخص من وجہ ہے حل اور صحت سے یعنی کبھی نفاذ ہوگا حل اور صحت نہیں ہوں گے اور کبھی حل و صحت ہوں گے نفاذ نہ ہوگا۔ ۳۸۷ (حاشیہ)

جواز کبھی لزوم کے معنی کے لئے آتا ہے۔ ۳۸۷

لزوم اور صحت و نفاذ میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے۔ ۳۸۸

لزوم اور حل میں نسبت عموم و خصوص من وجہ کی ہے۔ ۳۸۸

آیہ کریمہ واحل لکم ماوراء ذالکم میں حل بمعنی عدم حرمت وطی ہے جو گناہ کے منافی نہیں۔ ۳۸۸

جواز بمعنی صحت، عدم جواز بمعنی ممانعت و اثم کے منافی نہیں۔ ۳۸۹

رستغفنی امام معتمد ہیں قول و فعل میں اگر روز قیامت ان کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہوئی تو ہم ان کا دامن پکڑیں گے کہ ہم نے ان کے ارشاد پر عمل کیا۔ ۳۸۹

بدمذہبوں سے سنیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر دلائل۔ ۳۹۰

دلیل اول ۳۹۰

اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر

ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ ۳۹۰
اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہو سکے۔ ۳۹۰
دلیل دوم ۳۹۰
قرآن گواہ ہے کہ زن وشوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت والفت ورافت پیدا کرتا ہے اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی۔ ۳۹۱
بدمذہب کی محبت سم قاتل ہے۔ ۳۹۱
بدمذہبوں سے دوستی کرنے والا بحکم قرآن انہی میں سے ہے۔ ۳۹۱
آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ ۳۹۱
دلیل سوم۔ ۳۹۱
اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ۳۹۱
بدمذہبی ہلاک حقیقی ہے۔ ۳۹۱
صحبت خصوصاً بد کا اثر پڑجانا احادیث وتجارب صحیحہ سے ثابت ہے اس کے لئے پانچ مؤیدات۔ ۳۹۲
پہلا مؤید پانچ حدیثیں۔ ۳۹۲
اچھے اور برے ہمنشین کی تمثیل وکہاوت۔ ۳۹۲
گمراہوں سے دور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ ۳۹۲
مصاحب پر مصاحب کو قیاس کرو۔ ۳۹۲
برے ہمنشین سے دور بھاگ کہ تو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا۔ ۳۹۳
ایک ہمنشین جس قدر دوسرے پر دلالت کرتا ہے اس قدر کوئی اور شے دوسری شے پر دلالت نہیں کرتی۔ ۳۹۳
دوسرا مؤید: شوہر کا عورت پر حاکم ہونا۔ ۳۹۳
تیسرا مؤید: عورت میں مادۂ قبول وانفعال کی کثرت۔ ۳۹۳
چوتھا مؤید: عورتوں کا ناقصات العقل والدین ہونا۔ ۳۹۳
پانچواں مؤید: عورت کے دل میں شوہر کی محبت۔ ۳۹۳
حدیث میں ہے کہ محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ ۳۹۳
آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر دوستی کیا کرو۔ ۳۹۴
دل پلٹتے اور خیال بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ۳۹۴
قلب کو قلب کہتے ہی اسی لئے ہیں کہ وہ متقلب ہوتا ہے۔ ۳۹۴
شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے اس کے مقدمہ اور داعی کو بھی حرام بتاتی ہے۔ ۳۹۴
مقولہ مسلمہ ہے کہ مقدمۃ الحرام حرام۔ ۳۹۴
جس طرح زنا حرام ہو زنا کے پاس جانا بھی حرام ہوا۔ ۳۹۵
داعی کے لئے مقضی بالدوام ہونا ضرور نہیں۔ ۳۹۵
دلیل چہارم۔ ۳۹۵
مرد عورتوں پر حاکم ومسلط ہیں۔ ۳۹۵
عورت پر سب سے بڑھ کر حق اس کے شوہر کا ہے۔ ۳۹۵

اگر غیر خدا کو سجدہ روا ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ ۳۹۵

بدمذہب کی تعظیم حرام ہے۔ ۳۹۶

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھا دینے میں مدد کی۔ ۳۹۶

فاسق شرعاً واجب الاہانۃ ہے اور اس کی تعظیم ناجائز ہے۔ ۳۹۶

دلیل پنجم۔ ۳۹۷

منافق کو سردار کہہ کر مت پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو بے شک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا ہے۔ ۳۹۷

دلیل ششم۔ ۳۹۸

جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی۔ ۳۹۹

اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کتا قے کرکے اسے پھر کھا لیتا ہے۔ ۳۹۹

بدمذہب کتا ہے بلکہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ ۳۹۹

بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ ۳۹۹

بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔ ۴۰۰

دلیل ہفتم۔ ۴۰۰

کون سی کتابیہ سے نکاح جائز ہے۔ ۴۰۰

کتابیہ سے بے ضرورت نکاح مکروہ ہے۔ ۴۰۰

کتابیہ حربیہ سے نکاح عند التحقیق ممنوع و گناہ ہے۔ ۴۰۰

مرد اور عورت میں کئی وجوہ سے فرق۔ ۴۰۲

وہابیوں کو نہ خوفِ خدا ہے نہ خلق سے حیا۔ ۴۰۳

سنت وہابیت سے صاف مباین ہے لہٰذا سُنّی وہابی کا اجتماع ناممکن ہے۔ ۴۰۳

کسی وہابی کا سُنّی ہونا ایسے ہی محال ہے جیسے رات کا دن ہونا یا نصرانی کا مومن ہونا۔ ۴۰۳

مشتبہ الحال منکر وہابیت کو پرکھنے کا طریقہ۔ ۴۰۴

جنتی سنت کے آٹھ باب جو ہادی حق و صواب ہیں ۴۰۵

زید سُنّی اور ہندہ شیعہ ہے ان کا نکاح ہوگیا ہے انہیں شرعاً ہمبستری جائز ہے یا نہیں، نیز اولاد کا کیا حکم ہوگا۔ ۴۰۵

زید نے حقیقی بہن کی لڑکی کی لڑکی سے بحکم ایک عالم کے نکاح کیا، یہ نکاح کیسا ہے اور اس عالم کا کیا حکم ہے۔ ۴۰۶

زید نے اپنی بی بی کی زندگی میں اس کی خواہر حقیقی سے نکاح کیا اور دوسری سے نکاح کے بعد قبل خلوتِ صحیحہ یا بعد خلوت پہلی کو طلاق دے دی، ان دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے۔ ۴۱۰

ساس سے زنا کے باعث جبکہ منکوحہ حرام ابدی ہوجائے تو اُسی سے پردہ بھی فرض ہوجاتا ہے یا وہ مثل محارم ہوجاتی ہے کہ دیکھنا چھونا تنہا مکان میں رہنا جائز ہے۔ ۴۱۰

مسئلہ زنِ مفقود۔ ۴۱۲

سید سید، شیخ شیخ، پٹھان پٹھان ان قوموں میں بڑے بھائی کی لڑکی اور چھوٹے بھائی کا لڑکا ہو تو نکاح

جائز ہے یا نہیں۔ ۴۱۳

زید و عمر و حقیقی چچا زاد بھائی ہیں ایک کا دوسرے کی دختر سے نکاح کیسا ہے اور غیر حقیقی میں کیا حکم ہے۔ ۴۱۳

آپس میں بھائی اور بہنوں سوائے نسبی اور رضاعی کے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۴۱۳

غیر حقیقی دادا کی دختر سے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۴۱۳

پھوپھی خالہ بہن اسی طرح جتنی عورات عورت کے محارم ہیں اُن کی زندگی میں اُن کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام ہے مگر وہ عورت کے محارم نہیں ہو جاتے ان سے پردہ کا وہی حکم ہے جو اجنبی سے۔ ۴۱۴

شرعاً پھوپھا، خالو، بہنوئی اور جیٹھ، دیور اور چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں کے بیٹوں اور راہ چلتے اجنبی سب کا ایک حکم ہے بلکہ ان سے زیادہ احتیاط لازم۔ ۴۱۵

سُنّی کو اپنی دختر رافضی تبرائی قاذفِ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں، اور باوجود ناجائز جاننے کے بھی ایسا کرے تو کیا حکم ہے۔ ۴۱۵

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قاذف کافر ملعون ہے جو اسے کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ ۴۱۶

جو شخص اپنی دختر یا خواہر کا نکاح قاذف یا مرتد سے کرے وہ دیوث ہے۔ ۴۱۶

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین شخصوں پر نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا: ماں باپ کا نافرمان، مردوں سے مشابہت رکھنے والی عورت اور دیوث۔ ۴۱۶

تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے: دیوث، مردانی وضع کی عورت اور شرابی۔ ۴۱۶

زید نے جمع بین الاختین کیا باوجود منع کرنے کے نہ مانا اس پر مسلمانوں نے اس سے اجتناب کیا بعض نے اُس کا ساتھ دیا تو شرعاً یہ اجتناب حق ہے یا نہیں اور زید اور اس کے ہمراہیوں کے ساتھ کھانے پینے، سلام کلام کا کیا حکم ہے، اور زید پر کون سی عورت حلال ہے۔ ۴۱۷

سُنّی کو اپنی دختر رافضی کے نکاح میں دینا کیسا ہے، اور سُنّی باوجود ناجائز جاننے کے دے تو کیا حکم ہے۔ ۴۱۷

زمانۂ سلف سے اس وقت سُنّی اور رافضی کے درمیان قرابت کا کیا باعث، آیا اُس وقت میں علماء نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی یا اُس وقت کے شیعہ اور اب کے روافض میں کچھ فرق ہے۔ ۴۱۷

فاسق معلن سے ابتداء بالسلام مکروہ ہے یونہی بوڑھا مذاقی، کذاب، لاغی، گالیاں بکنے والا، اجنبی عورتوں کو گھورنے اور تاک جھانک کرنے والا، گانے والا اور کبوتر باز وغیرہ۔ ۴۱۸

مرتکبِ حرام کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے والا بھی اسی کی مثل ہے۔ ۴۱۹

گناہ کی نحوست فاعل کے غیر پر بھی ہوتی ہے۔ ۴۱۹

غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا کفر ہے۔ ۴۲۰

جو قرآن عظیم کو ناقص مانے کافر ہے۔ ۴۲۰

آج کل کے رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی

مشکل ہے جیسا کوّوں میں سپید رنگ والا۔ ۴۲۰

رافضیوں کے ساتھ مناکحت حرام قطعی اور زنائے خالص ہے۔ ۴۲۰

جو اپنی بہن یا بیٹی رافضیوں کو دے وہ دیوث ہے۔ ۴۲۰

حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرا فقہاء کرام کے نزدیک مطلقاً کفر ہے۔ ۴۲۰

گمراہ و بددین کو بیٹی دینا شرعاً گناہ و ممنوع ہے۔ ۴۲۰

پہلے دور اور موجودہ دور کے رافضیوں میں فرق۔ ۴۲۱

عورت نے بعد طلاق عدت گزرنے سے پہلے دوسرے سے عقد کر لیا اب شوہر ثانی سے ناراض ہے وہ اور اس کے ورثا کہتے ہیں کہ نکاح عدت کے اندر ہوا تھا اس لئے جائز نہ ہوا اب شخص ثالث سے اس کے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۱

عدت کے اندر جو نکاح بوجہ عدم علم عدت ہو اس کا فسخ مرد و عورت دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے سامنے کر سکتا ہے۔ ۴۲۲

متارکہ اور فسخ میں کوئی فرق نہیں یہی حق ہے، علامہ مقدسی نے اسی پر جزم فرمایا۔ ۴۲۲

کیا زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے۔ ۴۲۲

مسئلہ جمع بین الاختین۔ ۴۲۲

بعد انتقال زوجہ اس کی بھانجی بھتیجی سے فوراً نکاح جائز ہے۔ ۴۲۳

زید لڑکی کا نکاح کر کے باہر چلا گیا، داماد اور لڑکی اور اپنی بی بی کو مکان پر چھوڑ گیا، چھ ماہ بعد واپس آیا تو عورت کو حاملہ پایا، بعد تحقیق معلوم ہوا کہ داماد سے حاملہ ہے، تو لڑکی داماد کے نکاح میں رہی یا نہیں، طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں، مہر لازم ہے یا نہیں، اور زوجہ بعد وضع حمل زید کی رہی یا نہیں، اور داماد کے نکاح میں اس کی زوجہ آسکتی ہے یا نہیں۔ ۴۲۳

سوتیلے باپ کے بھائی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۴۲۴

زید سے اس کے خسر و خوشدامن کسی سبب ناراض ہوئے زوجہ زید کو بلایا زید کے ماں باپ نے کہا جب ناراضی دور ہو جائے گی بھیج دیں گے زوجہ زید مکان بکر پر کسی تقریب میں گئی وہاں سے خسر زید کے آدمی زبردستی اسے لے گئے اب بلانے سے کہتے ہیں کہ زید نے طلاق دے دی ہے دوسری جگہ نکاح کر دینا چاہتے ہیں اس نکاح اور شوہر ثانی سے ولی کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۵

جو کسی کی عورت کو اس سے بگاڑ دے بحکم حدیث وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گروہ سے نہیں۔ ۴۲۵

عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرا دینا اشد و اخبث ظلم ہے۔ ۴۲۶

جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر گنی گئی ہے۔ ۴۲۶

جھوٹے گواہ کے قدم اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس پر عذاب جہنم واجب کر دے گا۔ ۴۲۶

زید ایک مسجد کا امام ہے اُس نے جمع بین الاختین کیا، اعتراض پر کہا یہ امام شافعی کے یہاں جائز ہے، اُسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۶

زید کی دو زوجہ تھیں، زوجۂ اولیٰ سے عمرو اور ثانیہ سے بکر خالد ولید، عمرو کا بیٹا سعید سعید کی دختر لیلیٰ، لیلیٰ کی دختر سلمیٰ یہ سلمیٰ عمرو کے سوتیلے بھائیوں پر حرام ہے یا حلال۔ ۴۲۷

عدت کے اندر عورت زنا سے حاملہ ہوئی، اب زانی بعد مرورِ ایامِ عدت نکاح چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں، اور وطی قبل وضع کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۹

دو حقیقی یا تایا یا چچازاد بھائیوں کی اولاد کا آپس میں نکاح درست ہے یا نہیں، حلال ہے تو جو اسے نہ مانے اور کہے کہ گو یہ مسئلہ شرع کا ہے لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے، ہماری برادری میں باپ دادا سے کبھی ایسا نہیں ہوا، ایسے لوگوں سے میل جول اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم، اگر اُن کی مخالفت میں ماں باپ ناراض ہوں تو والدین کی اطاعت کرے یا شرع کی۔ ۴۳۰

حضرت امام عبداللہ محض رضی اللہ تعالیٰ عنہ دُنیا میں پہلے شخص تھے جن کے ماں باپ دونوں فاطمی ہیں اسی لئے آپ کو محض کہا جاتا ہے، آپ کے وصال کے بعد آپ کی قبر پر ایک سال تک آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیمہ بنائے رکھا۔ ۴۳۱

مزارات پر قبہ بنانے کا ثبوت۔ ۴۳۱

السبت مصدر ہے اور اس کا معنی ہے تعظیم السبت ۴۳۲

ظالموں کی طرف میل مت کرو ورنہ تمھیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔ ۴۳۳

فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے۔ ۴۳۳

ایذاءِ والدین اشد کبائر ہے۔ ۴۳۴

جو دو بلاؤں میں مبتلا ہوا سے چاہئے کہ ان میں سے ہلکی کو اختیار کرے۔ ۴۳۴

حکمِ شرع کو باطل اور مسئلۂ کفار کو صحیح ماننے والے صریح کفار و مرتدین ہیں ان سے میل جول حرام ہے۔ ۴۳۴

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی طاعت نہیں۔ ۴۳۴

مرتدین سے میل جول کے بارے میں والدین کی اطاعت ناجائز ہے۔ ۴۳۴

جو کسی امرِ کفار کو اچھا جانے فقہاء اس کی تکفیر کرتے ہیں یہاں تک اگر یوں کہے کہ وقتِ طعام ترکِ کلام مجوسیوں کی اچھی بات ہے یا ترکِ مجامعت بحالتِ حیض مجوسیوں کی اچھی رسم ہے تو کافر ہو جائے۔ ۴۳۵

اگر کوئی کسی کو کہے کہ حکمِ شرع یوں ہے وہ جواب میں کہے کہ میں تو اپنی رسم کے مطابق کام کرتا ہوں شرع سے نہیں، تو بعض علماء کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔ ۴۳۵

حقیقی بھانجہ کی بیٹی سے نکاح کا کیا حکم۔ ۴۳۵

مسئلہ نکاح زن رافضیہ با سُنّی۔ ۴۳۶

سوتیلی خالہ سے نکاح کا حکم۔ ۴۳۷

ساس یا سالی سے صحبت کرے تو کیا عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اس کی عدت ہے یا نہیں۔ ۴۳۷

ایسی دو عورتوں کا ایک وقت میں نکاح میں لانا کہ ایک کو مرد قرار دیں تو صورت محرمات میں آجائیں درست ہے یا نہیں۔ ۴۳۷

ساس نے اپنی نابالغہ لڑکی کے مرجانے کے بعد اُس کے شوہر سے نکاح کیا، کیا حکم ہے۔ ۴۳۸

سوتیلے بیٹے کی بی بی سے نکاح کا حکم۔ ۴۳۸

سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے۔ ۴۳۹

ایک شخص عدت میں نکاح پڑھوا دیتا ہے اور یہ تو بصن کو صرف جماع سے بچنے پر حمل کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ ۴۳۹

رنڈی سے نکاح کیسا ہے، جائز ہے تو بعد توبہ یا بے توبہ۔ ۴۴۱

آیۃ کریمۃ "الزانیۃ لاینکحھا الازان اومشرک" میں چار تاویلیں ماثور ہیں۔ ۴۴۱

قبل متارکہ وتفریق بین المحارم غیر مدخولہ سے دوسرے کا نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۴۴۳

قاضیِ شرع کون ہے، یہاں کون حقِ فسخ وتفریق رکھتا ہے۔ ۴۴۳

متارکہ یا تفریق ثانیہ ضرور ہے اور ناکح متارکہ نہیں کرتا تو کیا کیا جائے۔ ۴۴۴

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم نائب شرع ہے بشرطیکہ وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ نہ ہو۔ ۴۴۴

نکاح اگر فاسد واقع ہُوا ہو تو تنہا عورت حقِ فسخ رکھتی ہے۔ ۴۴۴

ہندہ نے زید سے ناجائز تعلق رکھا پھر اپنی بیوہ دختر کا نکاح بے رضامندیِ دختر بجبر زید سے کر دیا بے طلاق اب اس کا نکاح دوسرے سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۴۴۵

ثبوتِ حرمتِ مصاہرت کے لئے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے۔ ۴۴۵

وجود الشہوۃ من احدھما یکفی کے معنی۔ ۴۴۶

حرمتِ مصاہرۃ کے لئے دونوں کا مشتہی ومشتہاۃ ہونا ضروری ہے وجود شہوت وقتِ مس وغیرہ ایک سے کافی ہے۔ ۴۴۶

بھتیجی، بھانجی، بھتیجے، بھانجے کی لڑکی سے نکاح کیسا ہے۔ ۴۴۶

سُنّی نے رافضیہ سے بطور شیعہ صیغہ پڑھایا بطریق اہلسنت نکاح نہ ہُوا دونوں اپنے مذہب پر قائم رہے اولاد کیسی ہُوئی۔ ۴۴۷

روافض کی تکفیر بوجہ ان کے عقائد ملعونہ مثل رجعت اموات بدنیا واجب ہے۔ ۴۴۷

حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے۔ ۴۴۸

بورے آدمی کا نکاح کس طرح کیا جائے۔ ۴۴۸

مسئلہ زن مفقود الخبر۔ ۴۴۸

تحقیق الفرق بین المتارکۃ والفسخ۔ ۴۴۹

چچا کی نواسی سے نکاح کا حکم۔ ۴۵۱

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کا حکم۔ ۴۵۱

خسر نے بہو سے زنا کیا بیٹے کا نکاح رہا یا نہیں، بہو دعویٰ زنا کرے خسر منکر ہو تو کیا حکم ہوگا، اور دونوں اقرار کرتے ہوں تو کیا اور اگر شہادت سے ثابت ہو تو کیا، اور شہادت کیسی ہو۔ ۴۵۲

محض عورت کا بیان حرمتِ مصاہرت کے لئے کوئی چیز نہیں جب تک شوہر تصدیق نہ کرے، ۴۵۲

اپنے فعل پر خود اپنی شہادت مقبول نہیں۔ ۴۵۳

پردادا کی پرنواسی، دادا کی بھانجی کی بیٹی، چچیری چچی سے نکاح کا حکم۔ ۴۵۳

خوشدامن سے وطی کرنے والے کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے۔ ۴۵۴

زوجہ کی خالہ سے زوجہ کے ہوتے ہوئے نکاح کا حکم۔ ۴۵۴

علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام ہے۔ ۴۵۴

جس عورت سے نکاح کیا تھا اس کی دختر شوہر اول سے نکاح کا حکم۔ ۴۵۴

زوجہ کو طلاق دے اور عدت گزر جائے تو اس کی علاتی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔ ۴۵۵

مسئلہ نکاح در عدت۔ ۴۵۵

زوجہ کی خالہ کو نکاح میں لانا حرام ہے فوراً چھوڑ دے، اور جب تک عدت نہ گزرے زوجہ کو ہاتھ لگانا بھی حرام ہے۔ ۴۵۶

بھانجی سے نکاح حرام ہے۔ ۴۵۷

تبرائی رافضی کے ساتھ نکاح باطل محض ہے۔ ۴۵۷

زید کی ساس کہتی ہے اُس نے مجھ سے زنا کیا، دو گواہوں نے زنا کرتے دیکھا، زید یہ کہہ کر فرار کرگیا کہ میری عورت غیر مدخولہ مجھ پر حرام ہے جس کو چاہے دے دے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے۔ ۴۵۸

فقیر نے بیبیا کا دودھ حقیقتاً کے ساتھ پیا پھر بیبیا کے فہیمن ہوئی فقیرے کا نکاح فہیمن سے کیسا ہے ۴۶۰

فہیمن بے طلاق کسی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔

زوجہ کے مرنے کے بعد اس کی خالہ یا پھوپھی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۰

بہو سے بعد طلاق یا موتِ پسر نکاح کیسا ہے۔ ۴۶۱

حکم نکاح با دختر دختر برادرِ خود۔ ۴۶۱

زید کی نواسی زوجۂ اولیٰ سے اور لڑکا زوجۂ ثانیہ سے ہے ان کا عقد ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۴۶۲

بکر نے زید کی بی بی کا پہلی اولاد پر دودھ پیا، تین اولادوں کے بعد زید کی جو لڑکی ہوئی اس لڑکی کا بکر کے نکاح کا حکم۔ ۴۶۳

سالی سے زنا حرام ہے مگر وہ عورت کو حرام نہیں کرتی۔ ۴۶۳

زید نے ہندہ نابالغہ سے نکاح وجماع کیا پھر طلاق دے دی، ہندہ نے پھر عمرو سے نکاح کیا، عمرو سے اس کے لڑکی ہوئی، یہ لڑکی زید پر حرام ہے یا نہیں۔ ۴۶۴

ماں سے محض نکاح بیٹی کو حرام کرتا ہے یا نہیں، یونہی بیٹی سے ماں کو دونوں میں وطی شرطِ حرمت ہے یا نہیں اور بلوغ شرط ہے یا نہیں۔ ۴۶۴

ممانی اور چچی سے نکاح جائز ہے۔	۴۶۴
نسبی رشتوں سے چار قسم کی عورتیں حرام ہیں۔	۴۶۴
عورت نے دعویٰ کیا کہ تیرے باپ نے مجھ سے زنا کیا، اس پر شوہر نے طلاق دے دی، تین مہینے ہو گئے، اب عورت کہتی ہے تم نے مجھ پر تہمت رکھی تھی اس لئے یہ غلط بات کہی۔ آیا عورت سے پھر نکاح کر سکتا ہے۔	۴۶۵
آوارہ عورتیں جو بے پردہ رہتی کھلے بندوں چلتی پھرتی ہیں، جن سے زنا بھی ثابت ہوا حمل گرائے گئے ہوں یا طوائف کا نکاح بے استبراء رحم جائز ہے یا نہیں۔	۴۶۶
خسر نے بہو سے زنا کیا، بہو کو اقرار ہے، خسر نہ اقرار کرتا ہے نہ انکار، جب یہ کہا جاتا ہے کہ تو نے بہت سخت گناہ کیا تو کہتا ہے خطا ہوئی، کیا کریں کیا حکم ہے، عورت مہر لے سکتی ہے یا نہیں۔	۴۶۶
خسر نے بہو سے زنا کیا تو کیا وہ شوہر کے پاس رہ سکتی ہے۔	۴۶۷
رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن سے ناجائز۔	۴۶۷
لڑکا اور اس کا باپ شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سنی ہیں اور ہمیں شیعہ جانتے ہو تو اطمینان کے لئے ہمیں سنی کر لو۔ ان کے ہم وطن شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سنی ہیں، یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاؤ کرتے دیکھا اور بعض مسلمان شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکے شیعہ نہیں ہیں اور ان کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے، کیا حکم ہے۔	۴۶۸
دو شخصوں نے کہا کہ لڑکے کا باپ اور لڑکی کی ماں ناجائز تعلقات رکھتے ہیں، لڑکی کے باپ نے قرآن شریف اٹھانے کو کہا، انکار کیا اور چلے گئے، ثبوت نہ ہوا، کیا حکم ہے۔	۴۶۸
مولانا صاحب سے پوچھا، نکاح پڑھانے آئیں گے۔ کہا: میں نہیں آؤں گا تو کون آئے گا۔ وقت نکاح نہیں آئے اور کہا: جو کوئی ان کا نکاح پڑھائے گا اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی۔	۴۶۸
یہی سوال انداز بدل کر۔	۴۶۹
زید کی سسرال کے رشتہ کے ماموں کے لڑکے اور زید کی لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۴۶۹
اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بیٹی کی بیٹی سے نکاح کے بارے میں بعض بنگالیوں کے فتوے کا رد۔	۴۷۰
بھائی کی رضاعی نواسی سے نکاح جہالت، گمراہی اور شریعت پر افترا ہے۔	۴۷۷
بھائی کی نواسی سے نکاح ایسا ہی ہے جیسے اپنی بہن سے، چاہے نواسی نسبی ہو یا رضاعی، اور یہ نکاح قرآن، حدیث اور اجماع کی رو سے حرام قطعی ہے۔ اس کی نسبت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا کسی امام المسلمین کی طرف کرنا خطائے محض ہے۔	۴۷۷
بھائی کی رضاعی نواسی سے جواز نکاح کا فتویٰ دینے والے عالم نہیں بلکہ جاہلوں سے ہزار درجہ بدتر ہیں۔	۴۷۷
جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر زمین و آسمان کے	۴۷۷

www.alahazratnetwork.org

فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۴۷۷

حدیث میں ہے لوگ جاہلوں کو رہنما بنا کر ان سے سوال کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ۴۷۷

جس مرد کی طرف دودھ منسوب ہے وہ رضیع کا باپ، اس کی اولاد رضیع کے بہن بھائی، اس کے بھائی رضیع کے چچے اور اس کی بہنیں رضیع کی پھوپھیاں ہوں گی جبکہ رضیع کی اولاد اس مرد کی اولاد ہوگی۔ ۴۷۸

فرقہ ظاہریہ مخالف ائمہ اربعہ و تمام مجتہدین ہے ان کے امام داؤد ظاہری کو اہل سنت سے جاننا جہل و سفاہت ہے وہ ہرگز اہلسنت نہیں۔ ۴۷۹

فرقہ ظاہریہ کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں، نہ ان میں سے کسی کی تقلید جائز، ظاہریہ منسلوب العقل ہیں کہ قیاس جلی کے منکر ہیں۔ ۴۸۰

نقل مذہب غیر میں بارہا لغزش ہو جاتی ہے۔ ۴۸۲

دارالحرب میں حربیہ سے زنا کی تحلیل کو امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا محض باطل ہے۔ ۴۸۲

حلتِ غراب کی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف کرنا باطل ہے۔ ۴۸۲

امام مالک کی طرف حلتِ متعہ کی نسبت کرنا صحیح نہیں، امام مالک متعہ کرنے والے پر حدِ زنا نافذ کرتے ہیں۔ ۴۸۲

حنفیہ و دیگر ائمہ کے نزدیک متعہ حرام ہے مگر وہ اس پر حدِ زنا نافذ نہیں کرتے۔ ۴۸۲

ابن علیہ ایک محدث ہیں مجتہد نہیں ہیں۔ ۴۸۳

خلافِ متفرد اجماع میں قادح نہیں۔ ۴۸۳

ظاہریہ مبتدع ہیں اجماع میں ان کے خلاف کا کچھ اعتبار نہیں کہ مبتدع امت دعوت ہیں لہٰذا اجابت نہیں۔ ۴۸۳

ان اللہ حرم من الرضاع من حرم من النسب حدیث مشہور اور صدرِ اسلام سے اس وقت تک علماء میں متلقی بالقبول ہے۔ ۴۸۳

سنتِ مشہورہ کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوتا۔ ۴۸۴

جو حکم کتاب و سنت مشہورہ اور اجماع کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔ ۴۸۴

قول ضعیف و مرجوع پر حکم و فتویٰ جہل و خرقِ اجماع ہے۔ ۴۸۴

مقلد کو اپنے امام کے خلاف حکم جائز نہیں۔ ۴۸۵

قاضی مجتہد، مجتہد فیہ میں اپنی رائے کے خلاف اگر حکم کرے گا تو نافذ نہ ہوگا۔ ۴۸۵

⊙ الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن (رضاعی بھائی کی اولاد کے ساتھ حرمتِ نکاح کا عمدہ اور روشن بیان) ۴۸۷

کسی کم علم نے اولادِ رضیع اور اولادِ مرضعہ کے درمیان جوازِ نکاح کا فتویٰ لکھ دیا جو بذریعہ مولوی اکرام الدین صاحب امام و خطیب مسجد وزیر خاں اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی تک پہنچا تو آپ نے اس غلط فتوے کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ ۴۸۷

غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین نے ایک بابی خیال

مولوی کے غلط فتوٰی پر مہرِ تصدیق لگا دی اور اعلٰحضرت کی طرف سے گرفت پر اس سے رجوع کیا دُوسرا فتوٰی اس پہلے کے رَد میں لکھا اور عذرِ گناہ بدتر از گناہ پیش کیا۔ ۴۸۹

آتش جہنّم پر جرأت غیر مقلدی کے لئے لازم بیّن ہے۔ جو فتوٰی پر زیادہ جرأت کرتا ہے وہ آگ پر زیادہ جرأت کرتا ہے۔ ۴۹۰

اللہ تعالٰے ائمہ کے مقابلے کا مزہ چکھاتا ہے۔ ۴۹۰

کلکتہ کے مولوی لطف الرحمٰن بردوانی نے محارم سے نکاح کے جواز کے بارے میں جہان بھر کے علماء کو مخاطب کرتے ہُوئے ایک طویل عربی سوال چھپوایا جس کے جواب میں اعلٰحضرت نے دلائل ونصوص پر مشتمل ایک رسالہ "نقد البیان لحرمۃ ابنۃ اخی اللبان" تحریر فرمایا۔ ۴۹۰

رضیع ومرضعہ کی اولادوں کے درمیان نکاح کے حرام ہونے پر تیرہ نصوص۔ ۴۹۱

جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔ ۴۹۱

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور پُر نور کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ ۴۹۱

رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔ ۴۹۲

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں کیونکہ دونوں کو ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ ۴۹۲

نکاحوں کے بارے میں دُودھ اور نسب کی حرمت ایک سی ہے۔ ۴۹۲

رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے۔ ۴۹۳

رضیع کی بیوی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے۔ ۴۹۳

رضیع کی بیٹیاں اور نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہیں۔ ۴۹۳

دُودھ کا چچا بھی چچا ہے ان سے پردہ کی حاجت نہیں۔ ۴۹۳

رضاعی چچا کی تفسیر۔ ۴۹۳

ماں کے رضاعی بیٹے کی بیٹی، بھتیجی اور محرم ہے۔ ۴۹۳

اولادِ رضیع جس طرح مرضعہ کی پوتا پوتی، نواسا نواسی باجماعِ قطعی ہے یونہی باجماع ائمہ اربعہ وجملہ فقہا وہ شوہرِ مرضعہ کے بھی پوتے اور نواسے ہیں۔ ۴۹۴

دُودھ کے رشتوں کا قاعدہ کلیہ یہ کہ اس سے چار قسم کی عورتیں حرام ہوتی ہیں۔ ۴۹۴

رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں نسبی بھانجی اور نسبی بھتیجی کی طرح حرام قطعی ہیں۔ ۴۹۶

اخوت رشتہ متکررہ ہے کہ دونوں طرف سے یکساں قائم ہوتا ہے۔ ۴۹۶

یہ محال ہے کہ زید تو عمرو کا بھائی ہو اور عمرو زید کا بھائی نہ ہو۔ ۴۹۷

شرح وقایہ کے شعر "از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند، واز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع" پر بحث۔ شعر مذکور کا مطلب بیان کرنے میں صاحب عمدۃ الرعایہ کی شدید غلطی۔ ۴۹۷ ۴۹۸

مصنف کی طرف سے شعر مذکور کی تفصیلی شرح۔	۴۹۹	کرسکتا ہے۔	۵۰۶
اصل علت حرمت جزئیت ہے۔	۴۹۹	سالی کی دختر سے اپنے بیٹے کا نکاح کیا تو سالی	
جزئیت نسب میں ظاہر اور رضاعت میں شرعاً		سے اپنا نکاح جائز ہے یا نہیں۔	۵۰۶
معتبر ہے۔	۴۹۹	زید کے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کے ہاتھ میں	
زوجیت کا مرجع بھی جانب جزئیت ہے۔	۴۹۹	اپنا ذکر منتشر بے حجاب کسی کپڑے وغیرہ کے دیدیا	
دو شخصوں میں علاقۂ جزئیت کی دو صورتیں ہیں۔	۴۹۹	کئی بار بوسہ لیا، دو بار دخول کی کوشش کی مگر	
علاقہ جزئیت سے حرمت میں چار صورتیں ہیں۔	۵۰۰	دخول نہ کرسکا، ایک بار ہندہ کوشش کرکے نکل	
جانب شیر خوارہ سے دو علاقے ثابت و باعث		گئی ایک بار کسی کے آواز کے سبب علیحدہ	
حرمت ہیں: زوجیت و فرعیت۔	۵۰۰	ہوگیا، ہندہ کو شہوت کبھی نہ تھی۔ کیا حکم ہے۔	۵۰۶
شیردہ کی جانب سے پانچ اور شیر خوارہ کی جانب		مرزائی کی نابالغہ دختر سے عقد جائز ہے یا نہیں	
سے دو صورتیں، اور ہر صورت میں "خویش شوند"		مرزائی مرگیا ہے، دختر اپنے مذہب سے بالکل	
کے معنی کی تفصیل۔	۵۰۰	ناواقف ہے۔	۵۰۰
فتوائے خلاف کا پانچ وجوہ سے رد۔	۵۰۱	مرزائی مرتد ہیں	۵۰۸
تقریظات و تائیداتِ علماءِ کرام۔	۵۰۳	مرتد مرد ہو یا عورت اس کا جہان بھر میں	
لڑکے نے سنا کہ باپ نے اس کی بی بی سے زنا کیا		کسی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔	۵۰۸
اس پر غصہ میں بی بی کو مارا اور طلاق دے دی		عقل و تمیز کے بعد نابالغ کا ارتداد و اسلام	
زوجہ نے مہر کی نالش کردی ڈگری ہوگئی، وکیل زوج		صحیح ہے۔	۵۰۸
کہتا ہے طلاق غصہ میں دی اس لئے نہیں ہوئی اور وکیل		مرتد لوگ بہت بچپن میں اپنی اولاد کو عقائد کفریہ	
زوجہ کہتا ہے ہوگئی، کون سچا ہے۔	۵۰۵	سکھاتے ہیں۔	۵۰۸
زید اپنی ممانی جمیلہ سے مذاق کرتا بشہوت اس کا		بدمذہبوں سے قرابت قریبہ رکھنا یا رہا منجر بہ	
کبھی بوسہ بھی لیا تھا اب زید کا باپ جمیلہ کی		فتنہ و فساد مذہب ہوتا ہے۔	۵۰۸
لڑکی صغری سے اپنا نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا		غیر مقلدوں سے نکاح اور تعلقات کا حکم۔	۵۰۸
حکم ہے۔	۵۰۵	غیر مقلدوں سے میل جول حرام اور ان سے مناکحت	
ممانی اور بھاوج سے مذاق کا حکم۔	۵۰۶	ناجائز ہے۔	۵۰۸
ایک بہن کا لڑکا دوسری کی دختر کی دختر سے نکاح		وہابیت ارتداد ہے اور مرتد کا نکاح کسی سے	

بھی جائز نہیں۔ ۵۰۹

ایک بیوہ حاملہ کا کہنا ہے کہ یہ حمل اس کے داماد کا ہے اب منکوحۂ داماد کا کیا حکم ہے۔ ۵۰۹

زوجۂ زید کئی سال سے لاپتہ ہے اب اس کی حقیقی بہن سے زید نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۰۹

حکم عدتِ مفقودہ۔ ۵۱۰

فقہ میں ظنِ غالب یقین سے ملحق ہے۔ ۵۱۰

ایک بھائی کا پوتا دوسرے بھائی کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۱۰

زید نے زینب کا دودھ ہندہ کے ساتھ پیا زینب کی تیسری لڑکی سے زید کے نکاح کا حکم۔ ۵۱۰

دو حقیقی بہنوں میں ایک سے باپ اور دوسری سے بیٹے کا نکاح ہو سکتا ہے۔ ۵۱۰

مسلمان مرد یا عورت کے بدھ جین ہندو دہریہ وغیرہ سے نکاح کا حکم۔ ۵۱۰

مسلمان مرد کافرہ کتابیہ سے نکاح کر سکتا ہے۔ ۵۱۱

کتابیوں کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے۔ ۵۱۱

بہو کے ساتھ زنا سے طلاق نہیں ہوتی بہو بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے اور کس صورت میں ثبوت حرمت نہیں۔ ۵۱۲

زنا و دواعی زنا نیت زنا میں فرق ہو گیا نہیں۔ ۵۱۳

تحری دلائل شرعیہ میں سے ہے۔ ۵۱۳

قول فاسق کے صدق پر اگر تحری واقع ہو تو وہ معتبر ہے۔ ۵۱۳

جرمانہ لینا حرام ہے اور حرام شئے مسجد میں صرف کرنا حرام ہے۔ ۵۱۴

دیوبندیوں سے فتوی پوچھنا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ ۵۱۴

دیوبندیوں کو مولانا یا نور اللہ مرقدہ کہنا حرام ہے۔ ۵۱۴

دیوبندیوں کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہے۔ ۵۱۴

قادیانی کو مجدد، مہدی، مسیح موعود، پیغمبر ماننے والے کا حکم۔ ۵۱۴

ایسے کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ اُس کی ہم مذہب عورت سے درست ہے یا نہیں۔ درست نہیں تو بے طلاق و عدت وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ ۵۱۴

جزئیت کا قاعدہ کلیہ۔ ۵۱۶

بری بھاوج سے نکاح کا حکم اور جن عورتوں سے نکاح حرام ہے وہ کون کون ہیں۔ ۵۱۷

حرمت کے اسباب متعدد ہیں جن میں سے بارہ ۱۲ کا اجمالی ذکر۔ ۵۱۷

جس عورت کا سوتے میں لڑکی نے ایک بار یا دو بار دودھ پی لیا اس کے بھائی سے لڑکی کے نکاح کا حکم، اور نکاح کے بعد معلوم ہوا تو کیا حکم ہے۔ ۵۱۸

سوتیلے چچا سے نکاح کا حکم۔ ۵۱۹

بحالت نابالغی عورت کے سکھانے سے عورت کے ساتھ جس نے صحبت کی اب اُس عورت کی لڑکی سے اُس کے نکاح کا حکم۔ ۵۱۹

حرمتِ مصاہرت کے لئے کم از کم مراہقت درکار ہے ۵۲۰

پسر و دختر کے لئے اقل عمر مراہقت کا بیان۔ ۵۲۰

www.alahazratnetwork.org

باب الولی

نابالغہ یتیمہ کی کفیل صرف ماں ہے چچا چالیس سال سے بے تعلق ہے، ایسی حالت میں ماں اور چچا دونوں کی بے اجازت اور ان کی عدم موجودگی میں جو نکاح ہُوا کیسا ہے۔ ۵۲۱

جب دادا یا جوان بھائی نہ ہو تو چچا ولی ہے، چچا کے سامنے ماں کو اختیار نہیں۔ ۵۲۱

باپ سے جُدا ہونا ولایت شرعیہ کو ساقط نہیں کرتا۔ ۵۲۱

گناہ مسقط ولایت نہیں۔ ۵۲۱

فسق مانع ولایت نہیں۔ ۵۲۲

نکاح فضولی اجازتِ ولی پر موقوف ہوتا ہے جائز کر دے جائز ہو جاتا ہے رد کر دے باطل۔ ۵۲۲

باپ دادا کے سوا اور ولی اگر غیر کفو سے نکاح کر دے یا مہر میں کمی فاحش کر دے تو نکاح صحیح نہیں۔ ۵۲۲

کفو ہونے میں کن امور کا اعتبار ہے۔ ۵۲۳

جو مہر معجل اور نفقہ سے عاجز ہو وہ قابلِ جماع عورت کا کفو نہیں۔ ۵۲۳

باپ نابالغہ کے نکاح کی اجازت اپنے جوان بیٹے کو دے کر سات آٹھ کوس پر چلا گیا نکاح و رخصت ہو گئی باپ آیا چوتھی کی رخصت اس کے سامنے ہُوئی سات آٹھ برس برابر آتی جاتی رہی اب کہتا ہے کہ میں راضی نہیں اس صورت میں نکاح کا حکم اور یہ کہ باپ یا صغیرہ کو بعد بلوغ حقِ فسخ ہے یا نہیں۔ ۵۲۴

باپ اور دادا کا کیا ہُوا نکاح لازم ہو جاتا ہے اگرچہ مہر میں غبن فاحش اور غیر کفو میں ہو۔ ۵۲۴

لیلیٰ نابالغہ کا باپ بکر اس کے نکاح کی عمر و کفو کے ساتھ کرنے کی اجازت اپنے جوان بیٹے خالد کو دے کر بیس کوس چلا گیا خالد نے زید کے ساتھ کر دی بھی برادری ہی کا ہے لیلیٰ کا نکاح جلدی کر کے کر دیا، باپ آیا خبرِ نکاح سُن کر ناراض ہوا، دختر کو پھر سسرال نہ جانے دیا، اب سات برس سے لیلیٰ بالغہ ہے اُس نے بالغہ ہوتے ہی اُس نکاح سے انکار کر دیا، کیا حکم ہے۔ ۵۲۴

نکاح فضولی بے اجازت نافذ نہیں ہوتا۔ ۵۲۶

ولی اقرب اگر غائب بغیبت منقطعہ ہو تو حقِ ولایت ولی ابعد کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ۵۲۷

غیبت منقطعہ میں دو قول اصح ہیں ارجح اور اکثر مشائخ کا مختار للفتوی احسن و اشبہ بالفقہ یہ کہ اگر ولی یا اس کی رائے کا انتظار کیا جائے تو کفو خاطب فوت ہو جائے گا۔ ۵۲۷

نابالغ و نابالغہ کا نکاح جو اُن کے اولیا کریں کیسا ہے اور بعد بلوغ وہ اسے فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ ۵۲۸

باپ کا کیا ہُوا نکاح لازم ہے یعنی اولاد کو فسخ کا اختیار نہیں ہوتا۔ ۵۲۸

ہندہ بالغہ بیوہ ایسے شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے جس سے نکاح پر اس کے والدین راضی نہیں اگر کرے گی تو نکاح ہو گا یا نہیں۔ ۵۲۹

ماموں نے نابالغہ ہمشیرزادی کا نکاح اپنے

لڑکے سے کیا، کوئی اور ولی نہیں، دختر بعد بلوغ جبکہ بلوغ کو کچھ زمانہ گزر جائے اور اُسے نکاح کا پہلے سے علم ہو نکاح سے انکار کرے تو کیا حکم ہے۔ ۵۳۰

عورت کو شوہر سے بگاڑنے والے پر وعید شدید۔ ۵۳۱

نابالغہ کا باپ گوالیار میں تھا، ماں مرچکی ہے، نانا بے مشورہ والد نابالغہ اُس کا نکاح ایک رافضی سے چاہتا ہے، باپ کو اطلاع ہوئی تو وہ ناراض ہوا اور ممانعت کی ایسی صورت میں اگر نکاح ہو تو کیا حکم ہے۔ ۵۳۲

فاسق نہ صالحہ کا کفو ہے نہ فاسقہ بنت صالح کا۔ ۵۳۳

ہندہ بالغہ باکرہ کا نکاح اُس کے ولی نے اپنی اجازت سے زید کے ساتھ کر دیا، ہندہ کو اس کا علم تھا، ہندہ نے اپنی زبان سے اجازت نہ دی نہ انکار کیا، یہ نکاح کیسا ہوا۔ ۵۳۳

بالغہ سے پیش از نکاح اذن لینا مسنون ہے۔ ۵۳۴

زن دوشیزہ کا سکوت بھی اذن ہے جبکہ ولی اقرب یا اس کا وکیل فرستادہ اُس سے ایسے سے نکاح کا اذن لے جسے عورت پہچانتی ہو۔ ۵۳۴

نکاح فضولی قولاً یا فعلاً رد کر دینے سے رد ہو جاتا ہے اور اجازت قولی یا فعلی یا سکوتی سے جائز۔ ۵۳۵

رد قولی، رد فعلی، اجازت قولی، فعلی، سکوتی کی تعریف اور مثالیں۔ ۵۳۵

بے اذن لئے نکاح کر دینا خلاف سنت ہے گناہ نہیں۔ ۵۳۸

نابالغہ کا نکاح بولایت مادر جبکہ چچا وغیرہ موجود ہوں کیسا ہے اور بعد بلوغ لڑکی ناراض بھی ہے۔ ۵۳۸

جدی مردوں میں سے اگر کوئی موجود ہو تو ماں کو ولایت نکاح نہیں ہوتی۔ ۵۳۹

جدی مردوں میں جو در باب وراثت مقدم ہو وہی ولی نکاح ہوتا ہے۔ ۵۳۹

ولی نکاح عصبہ بنفسہ ہوتا ہے مطابق ترتیب وراثت وجب۔ ۵۳۹

عصبہ بنفسہ نہ ہو تو ماں کو ولایت نکاح حاصل ہوتی ہے۔ ۵۳۹

ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد نکاح پڑھا دے تو وہ اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۵۴۰

طوائف نے توبہ کر کے ایک مسلمان سے نکاح کر لیا تا کہ کہتی ہے کہ میں ولی ہوں بے میری اجازت نکاح جائز نہیں۔ ۵۴۱

مردار، خون اور حر کی بیع باطل محض ہے کہ محل بیع ہی نہیں کیونکہ مال نہیں۔ ۵۴۲

عقد باطل سے ملک تصرف حاصل نہیں ہوتی۔ ۵۴۲

حرہ مکلفہ کا نکاح بغیر ولی کے نافذ ہو جاتا ہے۔ ۵۴۲

نابالغہ کا باجازت والد نکاح ہوا بعد بلوغ نابالغہ ناپسند کرتی ہے کیا حکم ہے۔ ۵۴۲

وہ صورت جس میں باپ کا کیا ہوا نکاح نابالغہ بھی صحیح نہیں۔ ۵۴۳

زید نے اپنی نابالغہ دختر کا عقد عمرو سے کر دیا پھر عمرو فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا، ہندہ بالغہ ہو کر اس تزویج کو ناجائز رکھتی ہے کیا حکم ہے۔ ۵۴۴

اعتبارِ کفاءت وقتِ عقد ہے، بعد عقد اگر زائل بھی ہو جائے تو مفسد نہیں۔ ۵۴۴

استیذان از بالغہ نکاح کے لئے ضرور ہے۔ ۵۴۵

نابالغہ کا باپ مفقود الخبر ہے، بھائی بالغ ہے نکاح اُس بھائی اور ماں نے کیا، ہُوا یا نہیں۔ ۵۴۵

نابالغہ کا نکاح ماں نے باوجود انکار نابالغہ و حیاتِ والد کر دیا، ہُوا یا نہیں۔ ۵۴۵

غیبت منقطعہ کے لئے مفقود الخبر ہونا ضرور نہیں بلکہ اگر معلوم ہو کہ ولی فلاں جگہ ہے اُس کے آنے یا اس کی رائے سے اطلاع پانے میں کفو حاضر فوت ہوگا، یہ بھی غیبت منقطعہ ہے۔ ۵۴۶

پرورش کرنے والے کی عدم موجودگی میں اس کی بی بی نے ہندہ کا نکاح کر دیا، وُہ آیا تو راضی نہ ہُوا، کیا حکم ہے۔ ۵۴۷

جس کا کوئی ولی نسبی نہ ہو اُس کا ولی قاضیِ شرع ہے، نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ جہاں قاضیِ شرع نہ ہو جیسے اکثر دیارِ ہندوستان وہاں اعلم علمائے اہل ہر بلد صاحبِ فتویٰ فقیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۵۴۹

ہمشیر اور نانی نانا ہوں تو ولایتِ نکاح کسے حاصل ہوگی۔ ۵۵۰

نانی کے آگے نانا کو ولایتِ نکاح نہیں۔ ۵۵۱

مرتد کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعویٰ اسلام رکھتا ہو۔ ۵۵۱

ماموں نے ماں کے مشورہ سے بحالتِ عدم موجودگیِ والد اور چچا اور برادر اور دادا نکاح کر دیا لڑکی نے بعد بلوغ منظور نہ کیا تو وُہ نکاح رہا یا نہیں۔ ۵۵۲

عورت کے نامنظور کرنے سے فسخ نہ ہوگا، فسخ کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کے یہاں دعویٰ کرے قاضی فسخ کرے۔ ۵۵۲

خالاؤں نے چچا کی غیبت میں اپنے لڑکوں سے نابالغہ لڑکیوں کا عقد کر لیا، کیا حکم ہے۔ ۵۵۳

درجات بعض اولیا کی تفصیل خالہ سگے چچا سے ولایت میں چھتیسویں درجہ میں ہے۔ ۵۵۳

ماں نے لڑکی کا نکاح باپ کی عدم موجودگی میں زید سے کر دیا جس سے وُہ راضی تو تھا مگر یہ کہتا تھا کہ جب تک نوکر نہ ہو نہ کرنا، کیا حکم ہے۔ ۵۵۴

نابالغ کے والدین غنی ہوں تو وُہ بھی غنی مانا جائیگا۔ ۵۵۶

شوہر اگر خود محض نادار ہو تو وُہ اپنے ماں باپ کے غنی سے کفو ٹھہرے گا اگرچہ بالغ ہو جبکہ اس کے مصارف کا اس کے ماں باپ تحمل کرتے ہوں۔ ۵۵۶

اگر بالغہ بے اذنِ ولی کفو سے مہر مثل سے کم پر نکاح کرے تو ولی کو حق اعتراض ہے یا شوہر مہر مثل پُورا کرے یا قاضی تفریق کر دے۔ ۵۵۷

چچا بولایت خود ایسی حالت میں کہ لڑکی نانی کے پاس ہو اپنے پسر نابالغ سے اُس کا نکاح کر دے تو یہ نکاح درست ہوگا۔ ۵۵۷

جو غائب بالغیبت منقطعہ ہو وُہ اُس وقت تک ولی نہیں رہتا یہی صحیح ہے۔ ۵۵۸

چچا نے بھتیجی کا عقد ماں سے چھپا کر ایک بیمار سے کر دیا تو کیا حکم ہے۔ ۵۵۹

زید نابالغ کا نکاح باجازت اس کی پھوپھی کے محمودہ بالغہ سے ہوا، زید نکاح کے چار ماہ بعد مرگیا، یہ نکاح ہُوا یا نہیں، مہر واجب الادا ہے یا نہیں، ہے تو کس قدر۔ ۵۵۹

لڑکا احتلام و انزال اور لڑکی احتلام و حیض و حمل سے بالغ ہوتی ہے۔ ۵۶۰

لڑکا کم از کم بارہ برس کی عمر میں بالغ ہوسکتا ہے اور لڑکی کم از کم نو برس کی عمر میں جبکہ دونوں زیادہ سے زیادہ پندرہ برس میں ۵۶۰

مہر کا لزوم وطی، خلوتِ صحیحہ یا احد الزوجین کی موت سے ہوتا ہے۔ ۵۶۱

نکاحِ موقوف میں اجازت سے قبل موت واقع ہوجائے تو باطل ہوجاتا ہے۔ ۵۶۱

سکوتِ ولی اجازت نہیں اگرچہ جلسۂ نکاح میں موجود ہو جبکہ کوئی ایسا فعل نہ کیا ہو جو اجازت پر دال ہو۔ ۵۶۱

نابالغ کا بالغہ سے نکاح موقوف ہوا اور وہ اس بالغہ سے جبراً وطی کرے تو مہر مثل لازم ہوگا اور اگر عورت کی رضا سے وطی کرے تو کچھ لازم نہ ہوگا۔ ۵۶۲

نکاحِ موقوف قبل از اجازت وطی کو حلال نہیں کرتا بلکہ نظر کو بھی تاہم جبراً وطی کی تو مہر مثل لازم ورنہ کچھ نہیں۔ ۵۶۲

شبہہ دافعِ حد ہے۔ ۵۶۲

بچے پر حد نہیں۔ ۵۶۲

مامُوں نے نابالغہ کا نکاح بولایت خود کر دیا اب بعد بلوغ لڑکی نامنظور کرتی ہے اور جس وقت بالغ ہُوئی دو چار آدمیوں کو بُلا کر اظہار کیا کہ میں اب بالغہ ہُوئی اس نکاح کو فسخ کیا، دین مہر بھی معاف کرے دیتی ہے، شوہر صفائی نہیں کرتا اور فسخ کی خبر قاضی کو کرنا قاضی کو تفریق کرنا چاہیے اور اس سلطنت میں قضایا نہیں الخ ۵۶۳

زوج کی عدم موجودگی میں قاضی تفریق نہیں کرسکتا بلکہ بوقتِ تفریق اس کی حاضری ضروری ہے۔ ۵۶۳

باقی کورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں شرعی دارالقضا نہیں لہذا ان حکام کے فسخ کئے نکاح فسخ نہ ہوگا۔ ۵۶۳

مسلمان پنچ شوہر کی موجودگی میں تفریق کرسکتا ہے ۵۶۴

حدود، قصاص اور عاقلہ پر دیت کے علاوہ تمام معاملات میں پنچ کا فیصلہ مثل فیصلۂ قاضی ہے ۵۶۴

ریاستِ اسلامی میں جو مسلمان قاضی ایسا ہو جو خاص اس شہر کے لئے نہ ہو نہ کسی مذہب خاص پر قضا کے لئے مقید ہو تو وہ بھی تفریق کرسکتا ہے اگر مدعی اور مدعا علیہ وہاں کے نہ ہوں۔ ۵۶۴

زید و ہند نابالغوں کا نکاح بولایت پدران ہوا زید نابینا ہوگیا، ہندہ کا باپ مرگیا، ہندہ

کی ماں اور چچا رخصت سے انکار کرتے ہیں، کیا حکم ہے۔ ۵۶۴

جب دادا پردادا کی اولاد سے کوئی عاقل بالغ مرد نہ ہو تو ولایت ماں کو ہے، ماں کے ہوتے ہُوئے پھوپھی کوئی چیز نہیں، پھوپھی کا کیا ہوا نکاح اس صورت میں ماں کی اجازت پر موقوف تھا ماں نے رَد کر دیا رَد ہو گیا۔ ۵۶۵

پدرِ محمودہ کو حامد کے ساتھ نکاح کرنا منظور نہ تھا، مادر محمودہ اور تمام خاندان نے بغیبت پدر محمودہ کہ بارہ تیرہ کوس پر تھا منعقد کیا، محمودہ بالغہ ہے قبل از وقت نکاح اُس کی ایک ہم عمر کو اُس کی مرضی معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ محمودہ نے کہا مجھے بدل منظور ہے وقتِ نکاح وکیل وگواہ اذن لینے محمودہ کے پاس جا کر واپس آئے، پھر معلوم ہُوا کہ اُنھوں نے صرف مادر محمودہ سے رضامندی حاصل کی ہے، پھر گئے، محمودہ نماز میں مشغول تھی بعد فراغ اس سے پُوچھا وُہ خاموش رہی، مادرِ محمودہ نے کہا ہاں منظور ہے، دوبارہ پھر محمودہ سے کہا، وُہ سرنگوں ہو گئی، پھر پُوچھا تو وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر اور زیادہ جھکی، پھر پوچھا محمودہ کی وہی حالت سکوت وخاموشی رہی، وکیل و گواہ لوٹے اور نکاح ہو گیا، شب میں محمودہ کا والد آگیا اور شور وغل برپا کیا، صبح کو کہا کہ مادرِ محمودہ یہ کہتی ہے کہ محمودہ کو یہ نکاح منظور نہ تھا اور وقتِ استیذان محمودہ نماز پڑھ رہی تھی مادرِ محمودہ نے کہا کہ محمودہ نے کہا تھا کہ مجھ کو منظور ہے والدِ محمودہ یہی کہتا رہا کہ بوجہ مشغولیِ نماز نکاح نہ ہُوا، پھر باپ نے چاہا کہ علیحدگی ہو جائے، محمودہ نے ایک رقعہ اپنے والد کو لکھا کہ لفظِ طلاق ہرگز درمیان میں نہ آنے پائے۔ ایسی صورت میں یہ نکاح ہُوا یا نہیں۔ ۵۶۶

ہندہ نابالغہ جس کا کوئی ولی سوائے ماں کے نہیں اُس کا نکاح باجازت نابالغہ برضامندیِ والدہ خالد نابالغ سے ہُوا، قبول نابالغ سے کرایا گیا، پھر ہندہ نے خالد کے یہاں جانا نہ چاہا، پیش کار کی تنبیہ سے رخصت ہُوئی، چار برس وہیں رہی، اب پھر ناراضی ظاہر کرتی ہے، اور دُوسری جگہ نکاح چاہتی ہے ہمبستری نہیں ہُوئی، کیا حکم ہے۔ ۵۷۰

زید نے ہندہ باکرہ کا نکاح بغیبت والد ہندہ جو بارہ کوس پر تھا برضامندی مادر و نانی و بسکوتِ گریہ ہندہ اپنے ساتھ ہونا ظاہر کیا اب کہتا ہے کہ ہندہ نے بصراحت خود قبول کیا وکیل وگواہان نے حسبِ بیان زید شہادت دی، ہندہ کہتی ہے کہ میں نے ہرگز منظور نہ کیا تھا نہ اب ہے، کیا حکم ہے۔ ۵۷۱

استیذان اجنبی بلکہ ولی بعید پر سکوت اذن نہیں۔ ۵۷۲

محلِ خفا میں تناقض مقبول وعفو ہے۔ ۵۷۳

اگر کوئی شخص کہے یہ میری رضیعہ ہے، پھر خطا کا اعتراف کرے تو سچا مانا جائے گا اور اسے اس کے ساتھ نکاح جائز ہوگا جبکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے۔ ۵۷۴

رد واجازت نکاح موقوف میں اختلافِ زوجین ہو تو اگر شہادت عادلہ کافیہ سے زوج کا قول ثابت ہو تو وہ ورنہ قسم کے ساتھ عورت کا قول معتبر ہوگا۔ ۵۷۴

باپ کی نارضگی صحت و نفاذ نکاح میں خلل انداز نہیں جبکہ عورت حرہ عاقلہ بالغہ ہو اور زوج کفو ہو۔ ۵۷۸

باپ نے لڑکی کا چار سال کی عمر میں نکاح کر دیا، بعد بلوغ لڑکی کو پسند و قبول نہیں اس کا مفصل جواب۔ ۵۷۸

نابالغ کا نکاح اگر باپ کر دے تو مطلقاً لازم ہو جاتا ہے مگر دو صورتوں میں باپ کا کیا ہوا نکاح بھی جائز نہیں ہوتا۔ ۵۷۹

دار الاسلام میں وطی حد یا عقر سے خالی نہیں ہوتی۔ ۵۸۱

چچا نے نابالغہ بھتیجی کا نکاح کر دیا بلوغ پر لڑکی کہتی ہے کہ میرا نکاح اس شخص کے ساتھ نہیں اور نہ کروں گی، نکاح یوں فسخ ہو گیا یا نہیں۔ ۵۸۱

ماں نے نابالغہ کا نکاح حقیقی تایا زاد بھائی کے ہوتے خود کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے۔ ۵۸۳

○ رسالہ تجویز الرد عن تزویج الابعد (ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کے نکاح کر دینے کا شرعی حکم) ۵۸۵

پانچ سوالوں کا جواب۔ ۵۸۵

سوال اول۔ ۵۸۵

ولی ابعد بغیبت ولی اقرب اگر نکاح کر دے تو ولی اقرب اُسے فسخ کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۸۵

سوال دوم۔ ۵۸۶

غیبت کی تفاسیر سے کون سی تفسیر معتمد علیہ ہے۔ ۵۸۶

سوال سوم۔ ۵۹۰

ولی ابعد سے کون مراد ہے عصبہ یا مطلق وارث، گو ذوی الارحام سے ہو اگر عصبہ مراد ہے تو مؤطا ے امام محمد کی حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کہ اُنھوں نے اپنی بھتیجی بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہم کا نکاح عبد اللہ ابن زبیر سے کر دیا، اس کا کیا جواب ہے، پھوپھی تو ذوی الارحام سے ہے۔ ۵۹۰

سوال چہارم۔ ۵۹۲

ولی ابعد نے اگر غیر برادری میں نکاح کر دیا تو کیا حکم ہوگا۔ ۵۹۲

ولی اقرب کے غائب ہونے کی کل بہتر صورتیں اور ان کے حکم کا ضابطہ۔ ۵۹۳

فضولی نے جو عقد کیا اگر کوئی ایسا ہے جو اسے جائز کر سکے تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگا ورنہ باطل ہوگا۔ ۵۹۳

بحالت غیبت منقطعہ ولی اقرب ولی وہ ہوگا جو مرتبہ میں اس کے بعد ہو بحالت غیبت غائب ولی نہیں وہ اگر پردیس میں نکاح کر دے گا نہ ہوگا۔ ۵۹۴

باپ دادا سفر میں تھے دوسرے ولی نے نکاح کر دیا واپسی پر انھیں حق اعتراض ہونا چاہیے۔ ۵۹۶

سوال پنجم۔ ۵۹۷

زید سو کوس سے زائد سفر پر گیا ہے زید نے اپنی والدہ کو لکھا کہ میری دختر کا نکاح بے میری اجازت کے

نہ کرنا میں واپس آکر اپنے برادر زادے سے کروں گا مگر والدہ نے بے دریافت کئے زید اور اس کے پھوپھی زاد بھائی خالد کے جو موجود تھا نکاح کر دیا زید بعد واپسی یا خالد نابالغہ کا نکاح فسخ کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۹۷

ابن عمۃ الاب ذوی الارحام سے ہے اور دادی ان پر بالاتفاق مقدم۔

ماں دادی پر مقدم ہے۔ ۵۹۷

ولی ابعد کو بحالت غیبت اقرب کب اختیارِ تزویج ہوتا ہے۔ ۵۹۸

احراز کفو شرع میں سخت مہم و مہتم بالشان ہے۔ ۵۹۸

نابالغ پر تشریع ولایت تزویج کی حکمت۔ ۵۹۸

ابعد کے لئے حصولِ ولایت کی تین شرطیں۔ ۶۰۰

مذہب معتمد پر غیبت منقطعہ میں سفر در کنار شہر سے باہر ہونا بھی شرط نہیں۔ ۶۰۲

ولی اقرب غائب بغیبت منقطعہ تھا اس لئے ولی ابعد نے نکاح کیا تو وہ نافذ ہو گیا، اب اگر ولی اقرب واپس آئے تو اسے رد نہیں کر سکتا اگرچہ اس کے واپس آنے پر ولایت اس کی جانب عود کر آتی ہے۔ ۶۰۶

تنبیہ نفیس از مصنف۔ ۶۰۷

زید نے اپنی دختر نابالغہ کی منگنی عمرو سے کر دی زید مر گیا لڑکی تیرہ برس کی ہوئی مگر علامتِ بلوغ کوئی ظاہر نہ تھی زید کے باپ نے لڑکی کی عدم موجودگی میں بخیالِ بلوغ اس کا عقد بکر سے کر دیا کوئی نشانی بلوغ کی ابھی ظاہر نہیں، کیا حکم ہے۔ ۶۰۹

باپ نے نابالغہ کا نکاح اپنے ہم قوم سے کیا، شوہر نے رخصت چاہی تو انکار کیا، نالش ہوئی تو جواب دیا کہ داماد نامرد ہے ہجڑوں میں گانا بجاتا ہے اگر ڈاکٹر اُسے مرد بتائیں تو عذر نہیں، ابھی فوجداری میں مقدمہ دائر تھا کہ لڑکی کے باپ نے دیوانی میں دعویٰ فسخ نکاح کر دیا کہ وہ نامرد ہے ہجڑوں کے افعال سے حالت شرمناک کرتی ہے میری برابری کا نہ رہا۔ اگر یہ الزام ثابت ہوں تو کیا نکاح فسخ کیا جا سکے گا۔ ۶۱۰

کفاءۃ کا اعتبار وقت عقد ہے اس وقت کفو تھا بعد میں فاسق و فاجر ہو گیا تو نکاح فسخ نہیں کر سکتا۔ ۶۱۰

عنین سے تفریق کے لئے عورت بالغہ کا دعویٰ ضرور ہے قاضی اس کی طلب پر تفریق کرے گا، اگر صغیرہ ہو گی تو اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے وہ بالغہ ہو کر عنین یا مجبوب سے راضی ہو۔ ۶۱۱

عورت نے شوہر کو عنین پایا تو قاضی شوہر کو ایک سال قمری کی مہلت (بغرض علاج) دے گا۔ ۶۱۲

قاضی کی تفریق سے عورت بائنہ ہو جاتی ہے۔ ۶۱۲

ماموں نے بالغہ کا نکاح جس کے اور اولیا موجود نہیں بے استیذان بالغہ کر دیا، کیا حکم ہے۔ ۶۱۲

سوتیلے باپ نے بے اذن بالغہ اور بے مشورہ والدہ بالغہ کا نکاح کر دیا، کیسا ہے۔ ۶۱۲

بالغہ کے بھائی کے ہوتے چچا نے بالغہ سے

استیذان کیا اُس کی خاموشی کو اذن قرار دے کر
اُس کا نکاح کر دیا، زوجین میں خلوتِ صحیحہ بھی ہُوئی،
یہ نکاح کیسا ہوا۔ ۶۱۳

حقیقی چچا نے بخیال نفع معاش براہ چالاکی بے علم
و رضامندی مادر و عم علاتی ہندہ ہندہ کا عقد اپنے
بیٹے سے کرلیا، ہندہ بالغہ ہے، اس کی عمر زائد از
چودہ سال ہے، اس نے خبر نکاح سُن کر نامنظور
کیا، کیا حکم ہے۔ ۶۱۴

ہنگامِ نکاح خوانی مہر پر حجت ہُوئی، زید مجلس سے
اُٹھ گیا، عمرو نے بحالتِ غصہ مؤذن سے کہا تم میری
لڑکی کا نکاح بکر سے کر دو بکر مجلس نکاح میں موجود
تھا، مؤذن نے صرف تین کلمے پڑھا کر ایجاب و قبول
کرا دیا کوئی وکیل و گواہ نہیں ہوا نہ مہر کی تعداد بکر
کو بتائی یہ کہا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا
لڑکی بالغ ہے اس سے اجازت نہ لی گئی، کیا
حکم ہے۔ ۶۱۸

لڑکی کا علاتی بھائی ماں اور ماموں کے مقابل ولی
جائز ہے یا نہیں بے اجازت برادر علاتی ماں اور
ماموں بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کر دیں، تو
کیا حکم ہے۔ ۶۱۹

باپ دختر کی منگنی کر کے فوت ہو گیا بغیبت والدہ
دختر چند اشخاص نے بجبر اُس دختر بالغہ کو ایک گھر میں
کر دیا، ماں نے دعوٰی دائر کیا جواب دعوٰی ہوا کہ
متوفی کے بھائی نے جو دوسرے باپ سے ہے
بے اجازت دختر و والدہ دختر نکاح کر دیا کیا حکم ہے ۶۲۰

ہندہ ماں نے رضیہ کا بحالت نابالغی حامد سے عقد
کر دیا رخصت نہ کی تھی چار سال بعد اب رضیہ بالغہ
ہوئی اس عرصہ میں خالد نے دوسری عورت کو رکھ لیا
خالد کی وضع و اطوار چال چلن رضیہ اور ہندہ کو ناگوار
ہیں کمال نفرت ہے خالد سے تعلق نہیں چاہتی
انکار کرتی ہے اور خلع چاہتی ہے، رضیہ کیا کرے
جو خالد سے قطع تعلق ہو، اور یہ عقد عقدِ فضولی قرار
پائے گا یا نہیں۔ ۶۲۱

نابالغ نے نکاح کیا یا کچھ بیچا یا خریدا اجازتِ ولی پر
موقوف رہے گا اگر قبل اجازت ولی بالغ ہو گیا تو
خود اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا۔ ۶۲۲

ایک شخص نے کسی کو سفر سے لکھا کہ میری نابالغہ
لڑکی کی منگنی فلاں نابالغ لڑکے سے کرنا، اس نے
بعد منگنی خود ولی بن کر نکاح بھی کر دیا والد خبر سُن کر
خوش ہوا انکار نہ کیا، کیا حکم ہے۔ ۶۲۳

ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاتا۔ ۶۲۴

ہندہ بیوہ نے اپنا عقد ایک شریف اپنے خاندانی
سے کرلیا، عمرو بکر خالد نے اس پر اُسے اور اس کی
ماں کو برادری سے نکال دیا ایذا دی، کیا حکم ہے۔ ۶۲۴

ناحق ایذاءِ مسلم حرام کہ بحکم حدیث وُہ ایذاءِ رسول ہے
اور ایذاءِ رسول ایذاءِ اللہ ہے جل جلالہٗ وصلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم۔ ۶۲۵

لڑکی دس سال کی ہے ماں نانی چچا میں کس کو اُس
کے نکاح کا اختیار ہے ایک بھائی بھی دوازدہ ۱۲
سالہ ہے۔ ۶۲۵

خالد نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح رحیم بخش بالغ سے کر دیا اب بوجہ فساد دختر بالغہ چاہتی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے، کیا شرعاً یہ ممکن ہے۔ ۶۲۵

ہندہ بکر بالغہ ہے اس سے قبل نکاحِ زید برادر علاتی یا کسی نے صراحۃً استمزاج نہیں لیا اور نہ بعد نکاح صراحۃً اسے خبر دی گو اُسے خارجی طریقہ سے سب باتیں معلوم تھیں اور تمام رسمیں اُس نے کیں کسی وقت اظہار نارضامندی نہ ہُوا اور نہ اب تک ظاہر کرتی ہے بلکہ خوش معلوم ہوتی ہے، کیا حکم ہے۔ ۶۲۶

ولی نے بالغہ کا نکاح کر دیا اور باکرہ کو ولی کے قاصد یا کسی اور عادل نے نکاح کی خبر دی وہ سن کر خاموش رہی تو یہ سکوت اذن ہے۔ ۶۲۷

بکر نے اپنے لڑکے خالد کی نسبت سعیدہ دختر زید سے چاہی، زید کو منظور نہ ہُوئی، بکر نے ہندہ زوجۂ زید کو برہم کر دیا، ہندہ نے اس قدر فساد مچایا کہ زید نے مجبوری بخوف حکام ضلع بخیال اس کے کہ رفع جملہ فساد ہو جائے گا منظور کر لیا اور سعیدہ سے بے اذن لئے اس کا نکاح حامد سے کر دیا، خالد و سعیدہ سے آج تک ملاقات نہ ہُوئی، بعد نکاح خالد لندن چلا گیا، وہاں فسق و فجور میں مبتلا ہوا، وہ کسی قسم کی خبر گیری سعیدہ کی نہیں کرتا، نہ وہاں سے آتا ہے، نہ اس کا باپ بکر اس کے خرچہ کی کفالت کرتا ہے، ایسی صورت میں سعیدہ مجاز ہے یا نہیں کہ اپنے باپ کے کئے نکاح کو جو بخوشی نہیں بلکہ بمجبوری و بخوف حکام و بامید رفع خرخشہ کیا تھا اور رفع خرخشہ ہوا بھی نہیں تو بڑے خالد کا کب تک انتظار کیا جائے گا۔ ۶۲۷

ولی اگر بحالت جبر و اکراہ نکاح کر دے ہو جائیگا۔ ۶۲۸

عورتوں سے بحکم قرآن نیک برتاؤ کرنا لازم۔ ۶۲۹

عورتوں کو مقدور بھر وہاں رکھو جہاں خود رہو۔ ۶۲۹

عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو۔ ۶۲۹

عورت کو معلقہ کرنا بحکم قرآن ممنوع ہے۔ ۶۲۹

بحکم حدیث اسلام ضرر و ضرار سے پاک ہے۔ ۶۲۹

ہندہ نابالغہ کا باپ مرگیا، ماں نے اس کی سوتیلی بہن کو جس نے اسے بچپن سے اولاد کی طرح پالا تھا اس کے نکاح کی اجازت دے دی، سوتیلی بہن نے نکاح کر دیا، وقتِ نکاح ہندہ کے چچا اور بھائی موجود نہ تھے مگر انھیں علم تھا، کیا حکم ہے۔ ۶۲۹

لڑکی کے باپ نے لڑکے کو دہلی سے بھوپال برائے عقد بلایا، برات پہنچی، تاریخ عقد مقرر ہُوئی، لڑکی ماموں کے یہاں تھی، باپ لینے گیا، عین وقت پر ماموں نے بھیجنے سے انکار کر دیا، باپ شرم سے زہر کھا کر مر گیا، اس کی تحریری اجازت موجود ہے، لڑکی نابالغہ ہے اُس کا چچا عقد پر رضامند ہے، کیا چچا کی محض اجازت سے بے اطلاع دختر نکاح ہو سکتا ہے۔ ۶۳۰

بیوہ نے جس سے نکاح کیا اس کے دو لڑکے زوجۂ اولیٰ سے ہیں، ایک دختر اس سے ہُوئی۔ شوہر ثانی کے انتقال کے بعد بیوہ نے تیسرا خاوند کیا اور شوہر سوم نے اُس دختر نابالغہ کا نکاح ایک نابالغ

سے کر دیا۔ ابتداء قرار داد نسبت میں شوہر دوم کے دونوں لڑکوں کا بھی مشورہ تھا مگر وقت نکاح یہ دونوں نہ تھے، اب یہ دونوں اس نکاح سے رضامند ہیں، کیا حکم ہے۔ ۶۳۳

زید پدر ہندہ نابالغہ کو بکر نے فریب دیا کہ خالد اس کا ہم قوم ہے زید نے خالد سے عقد کر دیا رخصت ہوئی تو معلوم ہوا کہ خالد ولد الحرام ذلیل قوم ہے صغیرہ اسے اپنا شوہر نہیں جانتی نہ اس کے پاس آئی گئی معاہدۂ نکاح جو مرتب ہوا تھا بوقتِ بلوغ اس نے فسخ کر دیا کیا حکم ہے۔ ۶۳۴

کسی کو صالح جان کر کہ یہ شہ کی چیز نہیں استعمال کرتا اس سے اپنی بیٹی کا عقد کر دیا پھر معلوم ہوا کہ وہ عادی ہے لڑکی نے بعد بلوغ کہہ دیا کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں، کیا حکم ہے۔ ۶۳۴

اپنی بیٹی کسی کے نکاح میں اُسے حر اصلی جان کر دی اور وہ تھا آزاد شدہ، تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہوگا۔ ۶۳۵

عدم کفاءۃ بوجہ فسق و غیر فسق میں کوئی فرق نہیں ۶۳۵

فرقت عورت کی طرف سے ہو تو فسخ، مرد کی طرف سے ہو تو طلاق ہے اور قضاء سب کے لئے شرط ہے۔ ۶۳۵

فسخ بوجہ عدم کفاءۃ قاضی ہی کے یہاں ہو سکتا ہے۔ ۶۳۶

لڑکیاں بعد موت والدہ اپنے نانا کے زیر پرورش رہ کر بالغہ ہوئیں والد اپنے وطن میں ہے لڑکیوں کی کسی قسم کی امداد نہیں کرتا، نانا شادیوں کا انتظام کرتا ہے تو والد مانع ہوتا ہے اور خود بوجہ صرف نہیں کرتا، کیا نانا ولی ہو کر نکاح کر سکتا ہے۔ ۶۳۶

نابالغہ کا باپ فوت ہو گیا اس کے شرعی وارث موجود ہیں مگر ولی بننے سے انکار کرتے ہیں نابالغہ کی ماں جس نے عقد ثانی کر لیا ہے وہ یا اس کا شوہر ثانی ولی بن سکتے ہیں یا نہیں۔ ۶۳۷

زید کے ہندہ سے ایک دختر ہوئی پھر زید نے ہندہ کو طلاق دے دی دختر ہندہ کے پاس رہی ہندہ نے بکر سے نکاح کر لیا جب دختر تقریباً ۹ سال کی ہوئی تو بکر و ہندہ نے اس کا نکاح کر دیا جس سے نکاح کیا وہ اسلام سے بالکل ناواقف ہے نہ روزہ رکھتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے اب دختر پندرہ سال کی ہے نماز روزے کی پابند پڑھی لکھی ہے وہ اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی ولی اصلی زندہ ہے اس نے اجازتِ نکاح نہیں دی، کیا حکم ہے۔ ۶۳۷

لڑکی ۱۳، ۱۴ سالہ ہے اس کا باپ نہ تو کھانا پکڑا دیتا ہے نہ لے جاتا ہے بہت کچھ اسے کئی دفعہ سمجھایا مگر کوئی خیال نہ کیا، ماموں نے کہا یا تو تم لڑکی کی شادی کرو نہیں کرتے تو لاد عوٰی ہو جاؤ جواب نہ دیا ماموں نے جب چاہا کہ شادی کر دیجائے تو اس شخص نے اپنے خسر کو نوٹس دیا کہ تم لڑکی کی شادی نہ کرنا ورنہ ہم دعوٰی کریں گے، کیا حکم ہے۔ ۶۳۸

ہندہ بیوہ کا عمرو سے ناجائز تعلق ہوا، ہندہ کے

چچا بکر نے یہ خبر پاکر بزور اپنے لڑکے زید سے
بے رضامندیِ ہندہ ہندہ کا نکاح کر دیا، وکیل
نے ہندہ سے اجازت چاہی، بخوفِ جان ہندہ
نے اذن دیا، دو چار ماہ بعد موقع پاکر عمرو کے
یہاں بھاگ آئی، ہندہ نے حلفاً بیان کیا کہ مجھے
ہرگز ہرگز منظور نہ تھا بکر وغیرہ کے جبر سے جو دھمکی
ہلاکت کی تھی اقبال کیا پھر مجھے اور زید کو لوگوں نے
ایک مکان میں بند کر دیا خلوتِ صحیحہ بھی بجبر ہوئی،
کیا ایسا نکاح جائز ہے، طلاق کی حاجت
ہوگی یا نہیں۔ ۶۴۱

ولی جو مہر باندھے نابالغ بعد بلوغ اُس مہر سے
راضی نہ ہو انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔ ۶۴۲

زید مرگیا اس کا ایک بھائی جو ملکیت و وراثت سے
علیحدہ ہے کسی قسم کا کوئی تعلق مرحوم سے نہیں رکھتا
تھا زید کی لڑکی جو قریب بلوغ ہے اُس کی شادی
ہونے والی ہے لڑکی کی سوتیلی ماں جس نے اس کی
پرورش کی ہے شادی کر رہی ہے اُس نے زید
کے بھائی سے شادی کے متعلق مدد چاہی اس نے
کہا کہ میں اس شادی میں شریک نہ ہوں گا نہ مجھے
کوئی واسطہ، جہاں چاہیں کریں۔ لڑکی کے دو سوتیلے
بھائی جن کی عمر سولہ سال ہے موجود ہیں، کیا
حکم ہے۔ ۶۴۴

ماں باپ مرگئے نانی نے پرورش کیا آٹھ نو سال
کی عمر میں نانی نے لڑکی کا نکاح نواسے کے ساتھ
کر دیا۔ دختر کے حقیقی بھائی موقع پر موجود نہ تھے
ہندہ کو جب پہلی بار حیض ہوا وہ مع اپنی نانی کے
اپنے محلہ کے ایک گھر میں آئی اور دو مرد تین عورتوں
کے سامنے کہا جس کے ساتھ میری نانی نے میری شادی
کی تھی میں اُس سے رضامند نہیں ہوں اُس کے
ساتھ اپنی عمر بسر نہیں کر سکتی، یہ نکاح رہا یا
نہیں، ہندہ نے دوسرا عقد کر لیا، کیا
حکم ہے۔ ۶۴۵

بعد وفاتِ پدر ماں نے نابالغہ کا کہیں ناتا کر دیا
لڑکی کو کسی قدر زیور اور کپڑا چڑھایا گیا، ناتے والے
اپنے زعم میں اسے نکاح سمجھتے ہیں دو تین سال
بعد منگنی والوں نے شادی کا تقاضا کیا، ماں نے
انکار کر دیا، انھوں نے ناتا توڑ دیا اور چڑھاوا
واپس لے لیا، لڑکی کی ماں کے مرنے کے بعد
کہتے ہیں ہم نے ناتا نہیں توڑا، کیا بحکم ولھما
الخیار فی غیر الاب و الجد لڑکی کو حقِ فسخ ہے، ۶۴۶
جہاں قاضی نہ ہو کیا وہاں اعلم علمائے اہل بلد
سے فسخ کرا لیا جائے۔ ۶۴۷

لڑکی چودہ سال کی ہے، باپ نے اس کی ماں
کو خط لکھا کہ جس طرح چاہو کر دو تمھیں اختیار ہے
کیا باپ کی عدم موجودگی میں ماں نکاح کر سکتی ہے۔ ۶۴۸

زید نے اپنی پہلی بی بی کے بچوں کو عاق کر دیا،
تیسری بی بی سے دختر ہے، اس کی بکر سے
نسبت کر کے فوت ہو گیا، لڑکی دس سال کی
تھی ماں نے بولایتِ خود بکر سے شادی کر دی،
پہلی بی بی کا عاق لڑکا کہتا ہے میں ولی ہوں،

دوسری جگہ شادی کرنا چاہتا ہے، کیا حکم ہے۔ ۶۴۸
عاق کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں، نہ اس سے ولایت زائل ہو۔ ۶۴۹
بیوہ نے اپنی بالغہ لڑکی کا خود عقد اپنے بھانجے سے کر دیا۔ لڑکی کا بیان ہے کہ میرے سامنے عقد سے پہلے چند بار میری ہمشیرہ نے عزیز الحسن سے میرے نکاح ہونے کا ذکر کیا، میں نے قطعی انکار کیا، میرے انکار کی خبر عزیز الحسن اور میری ماں بہنوں وغیرہ سب کو ہوئی، اب بوقتِ نکاح جب مجھ سے اذن لیا گیا میں بوجہ شرم باآواز بلند مجمع میں انکار نہ کر سکی، مگر انکاری سر ہلایا اور اوں ہُونھ کہا جو انکار تھا میری بہنوں ماں اور خالہ نے غل شور مچا دیا کہ ہو گیا ہو گیا میں نہ رضامند تھی نہ اب ہوں، کیا حکم ہے۔ ۶۴۹
حقیقی چچا نے بولایتِ خود ہندہ کو نابالغہ جانتے ہوئے بعدم موجودگی ہندہ و مادر ہندہ زید نابالغ سے نکاح کر دیا، پانچ سال بعد زید بالغ ہو کر رخصت کرانا چاہتا ہے، مادر ہندہ کا دعویٰ ہے کہ وقتِ نکاح ہندہ بالغہ تھی اس لئے رخصت نہیں کرتی، مادر ہندہ کے بیان کی تصدیق کر لی گئی کیا حکم ہے۔ ۶۵۰
نانا نے اپنی نواسی ہندہ نابالغہ دختر زید کا عقد اپنے خاندانی لڑکے بکر سے بے اطلاع زید کیا جائز ہوا یا نہیں، اس عقد کو کون اور کتنے عرصے تک فسخ کر سکتا ہے۔ ۶۵۱

ہندہ اگر بالغہ ہو تو جبکہ وہ اپنے شوہر کے گھر رہی اور اس کے ہمراہ اپنے والد کے گھر آئی اور بکر چند سے مقیم رہا اس صورت میں یہ عقد درست ہُوا یا نہیں (۳) ہندہ درصورتیکہ نابالغہ ہو جبکہ زید کے ملنے والوں نے اس سے پُوچھا کہ تم یہاں رہے اور تمہاری بے اجازت وہاں نکاح ہو گیا، یہ کیونکر ہوا، تو زید نے کہا کہ ہم اجازت دے آئے تھے کہ آپ عقد کر دیں اور ہمیں صرف اطلاع کر دیں، اس صورت میں اجازت صحیح ہُوئی یا نہیں (۴) بکر زید کے یہاں تنہا آیا اور قیام کیا زید اُسے اکثر مجالس اور بازار میں ہمراہ لے گیا، دریافت پر کہا میرا داماد ہے، جب بکر ملازمت پر چلا گیا تو خط کتابت بھی رہی پھر جب وہ مفقود الخبر ہو گیا تو زید نے کہا ہمیں بکر کے ساتھ عقد منظور نہ تھا ہو گیا تھا تو جبراً قہراً منظور کیا، ان سب واقعات سے عقد صحیح ہو گیا یا نہیں۔ زید ع۳ کے مضمون سے منکر ہو اور ع۴ کا انکار نہ کرتا ہو ع۱ کو تسلیم کرتا ہو پھر بھی چار پانچ سال کے بعد نکاح فسخ کر کے ہندہ کا دوسرا عقد کر دیا، کیا حکم ہے۔ زید کے ساتھ ربط ضبط میل جول رکھنا گناہ ہے یا نہیں، اگر ہندہ رخصت ہو کر بکر کے یہاں نہ گئی ہو نہ اُس کے ساتھ بکر زید کے یہاں آیا ہو لیکن بکر خود زید کے مکان پر آیا قیام کیا ہو زید نے اپنے ملنے والوں سے کہا ہو کہ یہ داماد ہے سب کو دکھلایا ہو تو کیا حکم ہے۔ ۶۵۱

زید نے نابالغہ کا عقد نابالغ سے کر دیا نابالغ کے باپ نے یہ شرط کر لی تھی کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تب میں اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کروں گا ورنہ نہیں، زید نے اقرار کیا کہ وہ بالغہ ہے نابالغہ اب نوٹس دیتی ہے کہ میں بالغہ ہوگئی، والدین کے نکاح کے فسخ کا مجھے حق ہے، کیا حکم ہے۔ ۶۵۳

زید شدتِ مرض میں تھا اُس کے بھائی نے اس کی نابالغہ دختر کے عقد کی اپنے لڑکے کے ساتھ اجازت لے لی زید تین دن بعد مرگیا، لڑکا کفو نہیں کہ ذلیل عورت سے ہے، نکاح ہُوا یا نہیں۔ ۶۵۴

زید متقی صوفی عالم خوش حال متورع عالم کا بیٹا زاہد عزلت گزیں درویش کا پوتا ہے، زینب دختر زید بہت نیک اور سیدھی اور ممنوعات سے بہت محترز ہے زید نے اس کی شادی نہ کی تھی کسی عالم متقی کی تلاش میں تھا عمرو جو کسی طرح زید و زینب کا کفو نہیں، آیا، اور اس نے اسے دھوکا دیا کہ میں عالم ہُوں اتنا اتنا مالدار ہوں، ایسا ہُوں، ویسا ہوں۔ اور زینب سے نکاح کر لیا، بعد علم حقیقت حال زید و زینب اُس سے سخت متنفر ہیں، نہ زینب جانا چاہتی ہے نہ زید بھیجنا چاہتا ہے، عمرو مالاً و دیاناً زینب کا ہرگز کفو نہیں، اور درمختار میں ہے: یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوٰی صورتِ مستفسرہ میں خلوت ہوئی ہو یا نہ ہُوئی ہو عبارت مذکورہ کے موجب بطلانِ نکاح کا حکم ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو زینب اور اس کے اولیاء کو حقِ فسخ حاصل ہے یا نہیں۔ ۶۵۵

فاسق اگرچہ غیر معلن ہو صالحہ یا بنتِ صلحاء کا کفو نہیں ہو سکتا۔ ۶۵۸

فقیر محتاج جو ذی حرفہ نہ ہو وہ فقیرہ کا کفو بھی نہیں۔ ۶۵۸

مطلقہ بطور خود بلا رضائے ولی اگر کفو سے بغیر حلالہ نکاح و ہم بستری کرے حلالہ نہ ہوگا کہ یہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔ ۶۵۹

یونہی اگر ولی نے بھی اجازت دے دی ہو مگر ولی کو پیش از نکاح اس کا غیر کفو ہونا معلوم نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا۔ ۶۵۹

غیر کفو کے ساتھ نکاح کی ولی سے اجازت طلب کی وہ ساکت رہا، عورت نے کر لیا، نکاح نہ ہوا، اگرچہ بعد کو ولی بصراحت اجازت دے دے۔ ۶۶۰

لڑکے لڑکی کا بحالت نابالغی نکاح ہوا تھا اب لڑکا یا اس کے وارث لڑکی کی خبر کسی قسم کی نہیں رکھتے۔ لڑکی تین طرح کے علم سے واقف ہے اور لڑکا نرا جاہل۔ لڑکی اب کہتی ہے ہم اول شوہر کو طلاق دے کر نکاحِ ثانی کریں گے، کیا ارشاد ہے۔ ۶۶۰

ہندہ نابالغہ کا باپ زید ہزار میل پر تھا ماں اور

چچا بکر نے ہندہ کے باپ کی تحریری اجازت حاصل کر کے مفتیِ شہر کو بتا کر خود نکاح خالد سے کر دیا، جب زید مکان آیا تو خالد نے اُس کی دعوت کی زید نے جلسۂ دعوت میں نکاح کی رضامندی ظاہر کی، مہینوں رسوم دامادی و خسروی خالد کے ساتھ رکھے، اب زید خط سے انکار کرتا ہے، کیا حکم ہے۔ ۶۶۱

زید نے بھتیجی کا نکاح نابالغی میں کر دیا جس وقت وہ بالغ ہوئی اُسی وقت اُس نکاح اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کیا، نکاح باقی رہا یا نہیں، دوسری جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں، مہر لازم ہوا یا نہیں۔ ۶۶۲

بیوہ کے ایک دختر شوہر اول سے مفقی شوہر ثانی نے بصد سختی و تشدد و ہزار زجر و توبیخ بیوہ سے اپنے لڑکے کے ساتھ اس کی چھ سالہ دختر کے عقد کا اذن لے کر جبریہ نکاح کر دیا لڑکی کا چچازاد چچا اور چچازاد بھائی وقتِ عقد موجود نہ تھے اُنھیں اطلاع نہ ہوئی لڑکی بعد بلوغ جب اظہار ہوا فوراً پکار اُٹھی کہ مجھے اُس شوہر کے یہاں جانا منظور نہیں ہرگز نہ جاؤں گی، منٹ بھر بھی پورا نہ ہونے دیا کیا حکم ہے۔ ۶۶۲

درمختار میں ہے وللولی الاعتراض فی غیر الکفو مالم تلد لئلا یضیع الولد۔ طحطاوی، ابوالمکارم و بنایہ و حاشیۂ شلبی و ہندیہ میں بعد ولادت بھی بر بنائے ظاہر الروایہ ولی کو اعتراض کا حق بتایا اور امام حسن کی روایت مفتی بہا پر ابتداء ہی سے بطلانِ نکاح کا حکم ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ولادت حق اولیاء کی مسقط نہیں، کیا ثبوت تفریق کا دعوی صحیح ہوگا و ان ولدت۔ ۶۶۳

بعض مولوی کہتے ہیں علویات کا نکاح مع تراضی اولیاء بے تراضی باطل کہنا شیعہ کا مذہب ہے بنایہ کی اس عبارت سے مستند ہیں وفی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان ان قولان باطلان سے کون سے دو قول مراد ہیں۔ ۶۶۴

مقدمہ ہوئے ہوئے اولاد پیدا ہو گئی اور چند روز ہیں مر گئی تو اب بھی حق اعتراض للاولیاء ہے یا نہیں۔ ۶۶۴

ایک شخص فوت ہوا، بی بی اور دو نابالغ لڑکیاں اور باپ کو چھوڑا، دختران کا ولی کون ہوگا۔ ۶۶۶

سوتیلی خالہ سے ایک شخص نے نکاح کیا وہ لڑکی دو سال سے اس کے والدین نے روبرو گواہوں کے دوسرے لڑکے کو دی ہے مگر رخصت کے وقت جو نکاح ثانی ہوتا ہے وہ باقی تھا کیا حکم ہے۔ ۶۶۷

کنواری لڑکی بے رضائے والدین غیر شخص کو اپنے نکاح کا ولی بنا سکتی ہے یا نہیں۔ ۶۶۷

قاضی جسے علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین زندہ ہیں وہ والدین کے بے پوچھے کسی غیر شخص کو ولی مقرر کر کے لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں،

اگر نہیں تو ایسے قاضی کے لئے کیا حکم ہے۔ ۶۶۷
لڑکی بوجہ شرم وحجاب ساکت رہے عزیز وقریب عورتیں جو اس کے گرد ہوں وہ کہدیں ہاں لڑکی کو منظور ہے، تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں اور اس کا اقرار سکوتی قائم مقام ایجاب وقبول ہوگا یا نہیں۔ ۶۶۷
لڑکی بالغہ یتیم ہے ماں نے اس کا نکاح کیا چچا تائے اس کے نکاح میں موجود نہ تھے، کیا حکم ہے۔ ۶۶۸
یتیمة بلغت من عمرها خمسة عشر سنین زوجتها امها برضاها لکن لم یحضروا مجلس النکاح اولیاؤها وما استشیروا فی هذا الباب هل جاز النکاح۔ ۶۶۹
بالغہ کے ماں بھائیوں نے میراثی سے کہا کہ فلاں قبیلہ میں رشتہ کراؤ کسی دوسری جگہ نہ کرنا میراثی رشوت لے کر دوسری جگہ کر آیا، معلوم ہونے پر انکار کرا بھیجا اور بھائی خود بھی جا کر منع کر آئے، مگر وہ لوگ نہ مانے، میراثی نے اپنی طرف سے دن مقرر کر کے برات منگائی، اس میں رؤسا بھی تھے، لڑکی کی ماں اور بھائی برابر انکار کرتے رہے۔ رؤسا نے گرد ونواح کے اور رؤسا جمع کر کے زور ڈالا، بھائیوں کو ایک مقدمۂ جعلسازی میں پھانس دیا وہ عاجز آ کر بولے نکاح ٹھہرا دو، جب بالغہ سے اذن لینے گئے اس نے انکار کر دیا، لڑکی کو جبراً خاموش کر دیا اور بہلی میں بٹھا لے گئے، اس وقت بھی لڑکی نے کہا میرا نکاح ہی نہیں ہے، اب تک انکار پر مصر ہے، کیا حکم ہے۔ ۶۷۰
بالغہ شیعہ لڑکی نے بے اجازت والدین سنی سے نکاح کیا، اس کے والدین نکاح فسخ کرانا چاہتے ہیں کہتے ہیں کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس لئے ہمیں اختیارِ فسخ حاصل ہے، نیز نکاح کفو سے نہیں ہوا اس لئے بھی۔ وکیل نکاح نکاح کا تو مقر ہے مگر کہتا ہے کہ لڑکی کے ایجاب وقبول کی آواز نہیں سنی، گواہ آواز سننا بھی بیان کرتے ہیں لڑکی نے گواہان کے سامنے نکاح سے پہلے اقرار کیا میں سنت جماعت حنفی مذہب اختیار کر چکی ہوں، کیا حکم ہے۔ ۶۷۱
بالغہ لڑکی کا نکاح اس کا باپ رافضی سے کرنا چاہتا ہے، منع کرنے پر کہتا ہے جائز ہے، کیا لڑکی اس صورت میں نانا کو مل سکتی ہے کہ وہ کسی سنی سے نکاح کر دے۔ ۶۷۲
ماں نے حقیقی چچا کی عدم موجودگی میں نابالغہ کا چچیرے چچا کی اجازت سے نکاح کر دیا، چچا ناراض ہے صرف عقد ہوا ہے اگر ناجائز ہوا تو دوسرے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۶۷۴
بالغہ ہندہ بنت زید نے بے اجازتِ زید کفو سے نکاح کر لیا، زید ناخوش ہو کر بکر کے مکان سے ہندہ کو حیلہ کر کے لے آیا ایک سال بعد عمرو سے ہندہ کا نکاح کر دیا، دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ عمرو سے جو اولاد ہو اس کا کیا حکم

ہے، زید کے لئے کیا حکم ہے، زید امام ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ۶۷۴

بالغہ ایسے شخص سے جو اس کی ذات کا خوش حال پڑھا لکھا جوان تھا نکاح پر راضی تھی زید بالغہ کا باپ اُس سے راضی نہ تھا بالغہ جس سے راضی نہ تھی زبردستی اُس کے ساتھ اُس کا نکاح کرا دیا اور زبردستی چند آدمی پکڑ کر اس کے یہاں پہنچا آئے یہ نکاح درست ہوا یا نہیں، زید کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ۶۷۵

بالغہ کا نکاح والدین نے ایک شخص کے ساتھ کیا ماموں اذن لینے گیا لڑکی خاموش رہی، دوبارہ اصرار کرنے پر جواب نہ دیا، ماموں نے طمانچہ مارا لڑکی رونے لگی ماموں نے باہر آکر نکاح پڑھوا دیا کیا حکم ہے لڑکی جانے پر رضامند نہیں ہے۔ ۶۷۶

بالغہ نے بے اجازت ولی اپنا عقد کفو سے کر لیا جائز ہوا یا نہیں ولی فسخ کر کے بے طلاق یا خلع کسی مالدار سے جبراً کر دے تو وبال کس پر ہوگا اور یہ فعل کیسا ہوگا۔ ۶۷۷

کیا رواج عرف عام قانون شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہوسکتا ہے۔ ۶۷۷

ولی کا جھوٹا حلف ہندہ کے مقابلہ میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول ۶۷۷

باپ نے اپنی بارہ برس کی لڑکی کے عقد کا ایک نابالغ سے وعدہ کیا اور برادری کے لوگوں کے سامنے مٹھائی اور کپڑا لڑکی کے واسطے لڑکے سے لے لیا اور اقرار کیا کہ فلاں تاریخ نکاح کر دونگا پھر بیمار ہو کر مکان چلا گیا، بیٹی بی بی کو چھوڑ گیا جس کا بار لڑکا اٹھاتا رہا، چھ مہینے ہو گئے خط بھیجے جواب نہ آیا، جانے زندہ ہے یا مر گیا، ماں پہلے راضی نہ تھی مگر جب لڑکے نے کہا کہ تم نکاح نہیں کرتیں تو میں نے جواب تک صرف کیا وہ دے دو، اس پر راضی ہوئی، لڑکی اپنا بھلا بُرا جانتی ہے وہ بھی راضی ہے، کیا حکم ہے۔ ۶۷۸

رفیق بیگم کا نکاح بعد موتِ والد چچا نے اپنے پسر سے کر دیا، نابالغہ نے بالغ ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ اُس نکاح کو نامنظور کر کے فسخ کر دیا، ذریعۂ فونس شوہر نابالغ اور اس کے باپ کو اطلاع کر دی فونس واپس آیا رفیق بیگم نے دیوانی میں نالش دائر کر دی، ہنوز فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ رفیق بیگم فوت ہو گئی، ایسی صورت میں وہ نکاح برقرار متصور ہوگا اور شوہر کو تہ کر پہنچے گا یا نہیں۔ ۶۷۹

شخصے بمیانِ حیاتِ پدر خود بلا رضامندی وے نکاح خواہر صغیرہ بمعاوضہ بازو بجائے کردہ پدرش بعد خبر یافتن انکار کرد، بعد چند مدت راضی شد بازو معاوضہ را در نکاح پسر خود گرفت باز انکار کرد آیا از انکار اول نکاح باطل شد یا نہ۔ ۶۸۰

نابالغہ جس کے باپ دادا کی شاخ میں کوئی نہ تھا صرف اس کی ایک بڑھیا ماں ہے برادری والے بلا رضامندی بڑھیا کی لڑکی کی شادی کرنے لگے، نکاح کے وقت بڑھیا دوسری کوٹھڑی میں روتی رہی، تو کیا یہ نکاح صحیح ہوا۔ ۶۸۱

زید کسی وجہ سے اپنا نکاح پڑھانے نہ جائے اپنے پیر بھائی کو اپنا ولی بنالے تو ولی نکاح پڑھا کر لاسکتا ہے یا نہیں۔ ۶۸۳

کتنی عمر میں لڑکی کا نکاح جائز اور کتنی عمر میں ناجائز، سنِ بلوغ بحکمِ شرعی کتنی عمر میں ہوتا ہے، کتنی عمر میں نکاح جائز ہوتا ہے جبکہ اس کا کوئی حقیقی وکیل مطلق نہ ہو۔ ۶۸۳

جو اپنی بیوی سے چودہ سال سے جدا ہو عورت تین ماہ کی حاملہ ہو اسی حمل سے لڑکی پیدا ہو لڑکی ۱۴ سال تک ماں کے پاس رہی ہو باپ نے کسی قسم کی امداد نہ دی ہو لڑکی بالغ ہوگئی ہو لڑکی نے اپنی خوشی اور والدہ کی اجازت سے نکاح کرلیا ہو باپ موجود نہ ہو نکاح ہم قوم سے کیا ہو، اس نکاح کا کیا حکم ہوگا۔ ۶۸۳

ماموں نے نابالغہ کا خود نکاح کردیا اس کے علاتی بھائیوں کو جب خبر ہوئی تو انھوں نے سوتیلی بہن کو شوہر کے مکان سے بلالیا اب یہ چاہتے ہیں کہ کسی معزز سے اس کا نکاح کریں، کیا حکم ہے۔ ۶۸۴

ہندہ نانا کے زیرِ پرورش ہے، باپ محض بے تعلق ہے، ایسی حالت میں نانا عقد کردے تو جائز ہوگا یا نہیں، لڑکی تیرہ سال کی ہے، ۶۸۵

بلوغ کی کیا کیا شرائط اور نشانیاں ہیں۔ ۶۸۵

زید نے اپنی بیماری میں لڑکی کو اس کے ماموں کے سپرد کیا لڑکی پندرہ برس کی تھی، باپ مرگیا، دادا موجود ہے، لڑکی کے دادا نے کچھ دن بعد کہیں کفو سے نکاح کردیا، جب لڑکی نے سنا تو کہا ہمیں منظور نہیں، نکاح جائز رہا یا نہیں۔ ۶۸۶

باب الکفائۃ

ہندہ بالغہ شریف زادی کا عمرو چچا ولی شرعی ہے مادرِ ہندہ نے غیبت عمرو میں باذن ہندہ بے اطلاع عمرو اس کا نکاح زید کم قوم غیر کفو سے کردیا جب عمرو مطلع ہوا اس خیال سے کہ نکاح تو ہو ہی گیا مصلحتاً منظور کرلیا اور ہندہ کی رخصت کردی برضائے ہندہ وطی بھی ہوئی اب میکے آکر تادائے مہر معجل شوہر کے جانا یا اُسے اپنے نفس پر قدرت دینا نہیں چاہتی، کیا حکم ہے، ہندہ ناشزہ ہے یا نہیں، اسے زید کے یہاں نہ جانے اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔ ۶۸۸

زید نے غیر شہر سے آکر اپنے آپ کو سُنّی اور سید ظاہر کیا عمرو شیخ انصاری نے اپنی دختر لیلیٰ جو بارہ تیرہ سال کی ہے بیان زید سے دھوکا کھاکر اُسے بیاہ دی لڑکی اور اُس کا باپ سب اہلسنت ہیں رخصت نہ ہونے پائی تھی کہ زید چلا گیا اور خبر نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا، اب دریافت ہُوا تو وہ رافضی نکلا اور شراب خوری قمار بازی علاوہ، لیلیٰ اور اُس کا باپ سخت ناراض ہے، لیلیٰ جس کی عمر چودہ پندرہ سال ہے اب دوسری جگہ اپنا عقد کرنا چاہتی ہے، کیا حکم ہے۔ ۶۹۰

قرآن مجید میں جو ایک لفظ، ایک حرف اور ایک

نقطے کی کمی بیشی کا قائل ہے یقیناً کافر مرتد ہے۔ ۶۹۱
غیرِ نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ ۶۹۱
قطعی کافر کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے ۶۹۱
زنِ بازاری کا لڑکا جب بالغ ہُوا تو اس نے اسلام قبول کیا پہلے سے جو مسلمان ہے اُسے اپنی صغیرہ کا نکاح اُس کے ساتھ کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ ۶۹۷
زید نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح عمرو سے کیا۔ وقت نکاح عمرو پر رافضی ہونے کا شُبہ ہوا تھا اس لئے اُس سے دریافت کیا اُس نے انکار کیا اور اپنے آپ کو سُنّی بتایا اور اپنے سُنّی ہونے کا اطمینان دلایا باذنِ ہندہ نکاح ہوگیا، رخصت کے بعد محرم میں عمرو کا رافضی ہونا ظاہر ہُوا جب سے زید نے لینے کو روک لیا، کیا حکم ہے۔ ۶۹۷
فاسقِ اعتقادی فاسقِ عملی سے بدتر ہے۔ ۶۹۸
بھتیجی کا نکاح اپنے سالے سے کر دیا وہ جملہ منہیات شراب خوری، جُوئے بازی، زنا کاری، چوری کا مرتکب ہے، سوزاک آتشک میں مبتلا ہے، خوشدامن وغیرہ صالحین سے ہیں انھیں اس سے بہت ذلت و عار ہُوئی، یہ نکاح جائز ہُوا یا نہیں۔ ۷۰۰
سیّد زادی کا نکاح چچا نے بعمر ۱۱ سال بے اطلاع اُس کے والد کے پٹھان سے کر دیا، کیا حکم ہے۔ ۷۰۱
زید نے ولیہ ہندہ سیّد زادی کو دھوکا دے کر اپنی قوم اپنا اور اپنے باپ کا نام چھپا کر نیز اپنی ماں کا کنیز غیر شرعی ہونا اپنے آپ کو شیخ یا سید ڈھائی بسوہ کا مالک بتا کر ہندہ سے نکاح کر لیا معلوم ہونے پر ہندہ نارضامند ہے فسخ چاہتی ہے کیا حکم ہے۔ ۷۰۲
پٹھان کے لڑکے اور سیّد کی لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۷۰۴
ہندہ کا بکر نابالغ سے نکاح ہُوا جب وہ سنِ تمیز کو پہنچا تو مردی سے خارج اور بھرا ہی ہیز رقص رقص کرتا، والدۂ ہندہ اس سے عار پا کر رخصت سے منکر ہے، دختر بھی شوہر کو پسند نہیں کرتی، کیا حکم ہے۔ ۷۰۴
عمرو نے ہندہ کے وارثوں کو دھوکا دیا کہ زید اجنبی جو اُس کے مکان پر مقیم تھا اسے سیّد بتایا اور ہندہ کا اس سے نکاح کرا دیا، پھر معلوم ہوا کہ نو رباف ہے، ہندہ کے ورثا کو اس سے بہت عار ہے لہٰذا نکاح فسخ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۷۱۰
العالم العجمی کفوٌ للسید دامرلا۔ ۷۱۲
دیندار متدین عجمی عالم سیدہ کا کفو ہے، ۷۱۲
فضلِ نسب سے فضلِ علم زائد ہے۔ ۷۱۲
عجمی عالم عربی جاہل کا کفو ہے کیونکہ شرفِ علم اقوی اور بلند و بالا ہے۔ ۷۱۲
عالم فقیر جاہل غنی کا کفو ہے۔ ۷۱۲
غیر قرشی عالم جاہل قرشی و علوی کا کفو ہے۔ ۷۱۲
عالمِ دین عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہے، ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو برس کی راہ ہے۔ ۷۱۳
دین دار متدین عالم ہی درحقیقت عالم ہے، ۷۱۳

www.alahazratnetwork.org

گمراہ پڑھا لکھا جاہلوں سے بدتر ہے کہ جہل مرکب سخت بُری بلا ہے اور اس میں مبتلا ہونے والا دونوں جہانوں میں سخت ذلیل وحقیر ہوتا ہے۔ ۷۱۴

بدمذہب اہلِ جہنم کے کُتے ہیں۔ ۷۱۵

بدمذہب تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ ۷۱۵

جولاہے اور کھال پکانے والے اور موچی اور نائی اور انکے مثل ذلیل پیشہ ور جو اپنے ذلیل پیشوں کے ساتھ معروف ہوں اگرچہ عالم ہوں جب بھی شرفاء کے کفو نہیں ہوسکتے۔ ۷۱۶

ہمارے بلاد میں سیدانیاں پٹھان یا مغل عالم سے عار نہیں کرتیں، ہاں ذلیل پیشے والے وہ اگر عالم ہوں جب بھی عار زائل نہیں ہوتی۔ ۷۱۶

اگر ذلیل پیشہ وروں سے کوئی عالم ہو اور وہ اپنے پیشہ کو اتنی مدت سے چھوڑ چکا ہو کہ لوگ اُسے بھول گئے ہوں اور قلوب میں اُس شخص کی وقعت اور نگاہوں میں عظمت ہوگئی ہو اب اُس سے شرفاء کی بیٹیوں کو عار نہ ہو تو یہ بھی کفو ہوسکے گا۔ ۷۱۶

سیدانیوں سے پٹھان یا مغل وغیرہ غیر سید کے نکاح کا حکم۔ ۷۱۷

ایک شخص کہتا ہے کہ سید یعنی آلِ نبی کی دختر ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے، کسی نے کہا اگر جاروب کش مسلمان ہو جائے اُسے بھی، جواب دیا کچھ مضائقہ نہیں، کیا حکم ہے۔ ۷۱۷

ہندہ نے نابالغہ دختر کا نکاح خالد غیر کفو سے لاعلمی میں کردیا، بعد بلوغ زوجہ وعلم غیر کفو ہونے زوج کے زوجین میں نااتفاقی ہے اور ہندہ بھی ناراض ہے، دختر مفارقت چاہتی خالد طلاق نہیں دیتا۔ کیا حکم ہے۔ ۷۱۸

زید ٹھاکر تھا مسلمان ہوکر نکاح چاہتا ہے، بعد اسلام کس قوم میں شمار ہوگا، کس قوم کی لڑکی کے ساتھ وہ نکاح کرسکتا ہے، شرعاً کس قوم پر استحقاق ہے، زید کی اب کی اولاد ماں کی قوم پر ہوگی یا باپ کی ذات پر، رذالت اور شرافت شرعاً قوم پر منحصر ہے یا نہیں۔ ۷۱۹

جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اس کی ولاء اسی کے لئے ہے۔ ۷۲۱

ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتۂ نسب کے۔ ۷۲۱

ہندہ منکوحہ خالد کو زید نے رکھ لیا، زید کے ہندہ سے کئی اولادیں ہوئیں، زید لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے، لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں، کیا حکم ہے۔ ۷۲۳

حدیث "ولد الزنا شر الثلثۃ" کا مطلب۔ ۷۲۴

حدیث "فرخ الزنا لا یدخل الجنۃ" کا مطلب۔ ۷۲۵

زید صدیقی متقی ہے اس نے عمرو کے کہنے سے کہ خالد تیرا کفو ہے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ کردیا، بعد نکاح معلوم ہوا کہ خالد کے یہاں ہمیشہ سے پیشہ حرامکاری جاری ہے اُس کے خاندان کے اکثر لوگ زناکاری کراتے اور ایسی ہی ان کی اولاد ہے مگر اب خالد نے لوگوں کے کہنے سننے سے اپنی بہنوں کا نکاح کردیا، کیا نابالغہ کا نکاح خالد سے جائز ولازم ہوا، زید کو حقِ فسخ ہے یا نہیں۔ ۷۲۶

زید حرامی مگر مسلمان دیندار ہے، اس کی اولاد سے حلالی اپنی اولاد کا عقد کر سکتے ہیں یا نہیں۔ ۷۲۸

نکاح میں کفاءۃ معتبر اور کفاءۃ کا مدار عرف پر ہے۔ ۷۲۸

ایک شخص نے ایک یتیمہ نابالغہ سیّد زادی پالی، بحالتِ نابالغی پٹھان سے اُس کا عقد کر دیا، نابالغہ کے بھائی کو اطلاع بھی نہ دی لڑکی بالغہ ہے اور زوج مفقود الخبر ہو گیا، وُہ اپنا دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ ۷۲۸

زید نے منکوحہ کو طلاق دی اور اس کی نابالغہ دختر مطلقہ کے پاس رہی، زید سفر کر گیا اور متنبہ کر گیا کہ خبردار اس کا نکاح میری رائے کے خلاف نہ ہو۔ ماں نے زید کے خلافِ رائے غیر کفو سے نکاح کر دیا، جائز ہُوا یا ناجائز۔ ۷۲۹

سیّدہ سے غیر سیّد نے نکاح کیا اس پر لوگ اُسے کافر کہتے ہیں، کافر کہنے والوں کا کیا حکم ہے ۷۳۰

سیّدہ بالغہ باکرہ یا ثیبہ یا مطلقہ اگر غیر سید سے نکاح کرے تو جائز ہو گا یا نہیں۔ ۷۳۰

غیر سیّد نے سیّدہ سے نکاح کیا، اولاد سیّد ہو گی یا نہیں۔ ۷۳۰

سیّدہ سے نکاح کرنے والے کو کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہیئے۔ ۷۳۰

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی سیّدہ ام کلثوم کہ بطنِ پاک حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیں۔ ۷۳۰

لڑکی بالغہ ہو گئی، کفو ملتا نہیں، غیر کفو ملتے ہیں کم حیثیت یا لڑکی کے باپ سے زائد حیثیت رکھنے والے، مگر ذات کے اچھے نہیں، اُن میں سے کس سے نکاح کیا جائے یا کفو کا انتظار کیا جائے۔ ۷۳۰

فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفاءۃ نہیں۔ ۷۳۱

باپ شریف ہو اور ماں طوائف جو توبہ کر کے اس کے باپ کے نکاح میں آئی ہو تو اس سے اولاد کے نسب پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ۷۳۱

ہندہ کو یہ یقین دلا کر کہ محمود نجیب الطرفین تیرا کفو ہے ہندہ کا اس سے نکاح کرا دیا، بعد کو ثابت ہوا کہ وُہ کفو نہیں، ہندہ اور اس کے عزیز عار سمجھتے ہیں، ہندہ کا باپ بھی ناراض ہے، یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یا نکاح فسخ ہی مانا جائے۔ ۷۳۱

قریش بعض ان کے کفو ہیں بعض کے۔ ۷۳۲

نابالغہ کا عقد بے اجازت اس کے والد کے کسی غیر کفو سے اس کی ماں کر دے، تو کیا حکم ہے اور اگر ماں کو بھی دھوکا دیا گیا ہو کہ اپنے آپ کو کسی نے شریف بتایا ہو اور وُہ ہو نہایت نیچ ذات، اس صورت میں نکاح فسخ ہوتا ہے یا نہیں، بے طلاق والدین دوسرے شریف النسب سے نکاح کر سکتے ہیں۔ ۷۳۲

ایک اسی طرح کا اور سوال اور اس کا جواب۔ ۷۳۳

محمد یحییٰ فوت ہُوا انھوں نے اپنے باپ شاہ عبدالکریم اور بھائی محمد زکریا اور دختر مسماۃ محمودہ بی بی از زوجۂ اولیٰ و دختر راضیہ بی بی از ثانیہ وغیرہ ورثا چھوڑے، شاہ عبدالکریم صاحب بولایتِ خود محمودہ کا نکاح مولوی محمد یحییٰ کے نانہالی رشتہ دار

کے فرزند سے کر کے انتقال کر گئے وقتِ انتقال حافظ محمد زکریا وغیرہ کو بُلا کر وصیت کی کہ راضیہ جس کی عمر ڈیڑھ سال ہے اس کا عقد تمھارے بیٹے عبدالسلام کے ساتھ بولایت جائز اپنے کئے دیتا ہوں ماں اور نانا دوسری جگہ غیر کفو سے اب اُس کا عقد کیا چاہتے ہیں کیا حکم ہے۔

۷۳۴

Nafse Islam
www.alahazratnetwork.org
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

فہرست ضمنی مسائل

تیمّم

آبادی میں پانی تلاش کئے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی اگر وہاں پانی تھا تو نماز نہ ہوگی۔ ۲۲۸

امامت

جاہل کی امامت خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۹۰

فاسق معلن کی امامت ممنوع، اس کے پیچھے نماز گناہ اور پھیرنی واجب ہے۔ ۲۳۹

فاسق کو امام بنانے والے گنا ہگار ہیں۔ ۲۴۰

معتدہ کا نکاح پڑھانے والے کو امام بنانا جائز نہیں۔ ۲۶۶

زید ایک مسجد کا امام ہے اس نے جمع بین الاختین کیا، اعتراض پر کہا یہ امام شافعی کے یہاں جائز ہے، اُسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ۴۲۶

فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے ۴۳۳

بالغہ ہندہ بنت زید نے بے اجازتِ زید کفو سے نکاح کر لیا، زید ناخوش ہو کر بکر کے مکان سے ہندہ کو حیلہ کر کے لے آیا ایک سال بعد عمرو سے ہندہ کا نکاح کر دیا، دوسرا نکاح صحیح ہُوا یا نہیں، عمرو سے جو اولاد ہو اس کا کیا حکم ہے، زید کے لئے کیا حکم ہے، زید امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۶۷۴

بالغہ ایسے شخص سے جو اس کی ذات کا خوشحال پڑھا لکھا جوان تھا نکاح پر راضی تھی زید بالغہ کا باپ اس سے راضی نہ تھا، بالغہ جس سے راضی نہ تھی زبردستی اس کے ساتھ اس کا نکاح کرا دیا اور زبردستی چند آدمی پکڑ کر اس کے یہاں پہنچا آئے، یہ نکاح درست ہُوا یا نہیں، زید کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ۶۷۵

جنائز

مزارات پر قبہ بنانے کا ثبوت۔ ۴۳۱

خطبہ

خطبۂ نکاح کھڑے ہو کر پڑھا جائے یا بیٹھ کر، کس طرح مسنون ہے۔ ۲۲۲
خطبہ میں مطلقاً قیام افضل ہے۔ ۲۲۲
جو خطبہ سواری پر ہوتا ہے جیسے خطبۂ عرفہ وہاں قیام مرکب قائم مقام قیام راکب ہے۔ ۲۲۲
خطباتِ نافلہ بیٹھ کر پڑھنا بھی ثابت ہیں۔ ۲۲۲
خطباتِ نکاح بیٹھ کر پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ ۲۲۲

روزہ

روزے شہوتِ نفسانی کو توڑنے والے ہیں۔ ۲۲۱
جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے اور جو نہ کر سکتا ہو وہ روزہ رکھے۔ ۲۲۱
عرضِ تسعین میں روزہ سے متعلق کیا حکم ہے۔ ۲۲۱

مہر

خلوت بمنزلۂ وطی ہے اس سے بھی پورا مہر لازم ہو جاتا ہے جبکہ مانع وطی کوئی امر موجود نہ ہو ۱۱۷
صحتِ نکاح کے لئے ذکرِ مہر شرط نہیں کہ نکاح بے ذکرِ مہر بلکہ بشرطِ عدمِ مہر بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ ۱۴۰
ایک ہزار روپیہ اور کچھ ہدیہ دینا مہر قرار پایا اور ہدیہ نہ دیا تو مہر مثل لازم ہوگا۔ ۱۷۴
فسادِ خلوت عدمِ تاکدِ مہر کا باعث ہے۔ ۱۹۳
مہر کا اقل درجہ دس درہم چاندی ہے اور اکثر کے لئے کوئی حد نہیں۔ ۲۴۸
زن و شوہر کی اگر ایک مکان تنہا میں یکجائی ہو چکی ہے تو کل مہر واجب الادا ہو گیا۔ ۲۶۹
ایک مکان میں زن و شوہر کی تنہائی نہیں ہوئی تھی کہ طلاق ہو گئی تو نصف مہر ساقط ہو گیا۔ ۲۶۹
نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کو برص ہے تو وہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں۔ ۲۸۰
مہر میں حیثیت کا لحاظ ضروری ہے یا نہیں۔ ۲۸۲
مفلس سے کتنے ہی کثیر مہر پر نکاح ہو جائیگا مگر یہ ضرور ہے کہ اسے دین جانیں اور ادا کی نیت ہو۔ ۲۸۳
اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر شرعاً لازم ہوگا اور مہرِ مثل دینا آئے گا۔ ۲۹۸
نکاح کے بعد اقرار کیا کہ قبل نکاح منکوحہ کی ماں سے زنا کیا تھا تو حرمت ثابت ہو گئی مگر عورت کے حق پر کوئی اثر نہ پڑے گا، اگر دخول کر چکا ہے تو پورا مہر مسمی واجب ہوگا ورنہ نصف۔ ۳۳۸
نکاح فاسد میں بعد وطی مہر مسمی و مہر مثل میں سے اقل لازم ہوگا۔ ۳۴۱
مہر کا لزوم وطی، خلوتِ صحیحہ یا احد الزوجین

کی موت سے ہوتا ہے۔ ۵۶۱

نابالغ کا بالغہ سے نکاح موقوف ہو اور وہ اس بالغہ سے جبراً وطی کرے تو مہر مثل لازم ہوگا، اور اگر عورت کی رضا سے وطی کرے تو کچھ لازم نہ ہوگا۔ ۵۶۲

نکاح موقوف قبل از اجازت وطی کو حلال نہیں کرتا بلکہ نظر کو بھی تاہم جبراً وطی کی تو مہر مثل لازم ورنہ کچھ نہیں۔ ۵۶۲

ہنگام نکاح خوانی مہر پر حجت ہوئی، زید مجلس سے اٹھ گیا، عمرو نے بحالت غصہ مؤذن سے کہا تم میری لڑکی کا نکاح بکر سے کر دو، بکر مجلس نکاح میں موجود تھا، مؤذن نے صرف تین کلمے پڑھا کر ایجاب وقبول کرا دیا، کوئی وکیل وگواہ نہیں نہ مہر کی تعداد بکر کو بتائی، یہ کہا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا، لڑکی بالغ ہے اس سے اجازت نہ لی گئی، کیا حکم ہے۔ ۶۱۸

ولی جو مہر باندھے نابالغ بعد بلوغ اُس مہر سے راضی نہ ہو، انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔ ۶۴۲

ہندہ بالغہ شریف زادی کا عمرو چچا ولی شرعی ہے مادر ہندہ نے غیبت عمرو میں باذن ہندہ بے اطلاع عمرو اس کا نکاح زید کم قوم غیر کفو سے کر دیا جب عمرو مطلع ہوا اس خیال سے کہ نکاح تو ہو ہی گیا مصلحتاً منظور کر لیا اور ہندہ کی رخصت کر دی برضائے ہندہ وطی بھی ہوئی اب میکے آکر تادائے مہر معجل شوہر کے جانا یا اُسے اپنے نفس پر قدرت دینا نہیں چاہتی، کیا حکم ہے، ہندہ ناشزہ ہے یا نہیں، اسے زید کے یہاں نہ جانے اپنے نفس کو روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔ ۶۸۸

ولیمہ

ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اس کی مدت کے روز تک ہے ۲۵۵

اگر ولیمہ بخیال سنت نہ کرے بلکہ برائے نام آوری، تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۶

ولیمہ کا شرعی حکم کیا ہے اور اس کا تارک کیسا ہے۔ ۲۷۸

جہاں لوگ بعد نکاح ولیمہ نہیں کرتے بلکہ پہلے نکاح کے اول روز حسب رواج کھلا دیتے ہیں ان کا حکم شرعی کیا ہے۔ ۲۷۸

ولیمہ سنن مستحبہ میں ہے اس کا تارک گنہگار نہیں۔ ۲۷۸

رضاعت

شبہہ رضاعت جہاں ہو کہ پہلے عورت کہے کہ میں نے اسے دودھ پلایا ہے اب کہے کہ نہیں پلایا ہے تو اس صورت میں فتویٰ کیا ہوگا اور تقویٰ کا کیا حکم ہوگا۔ ۲۰۰

ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوت رضاعت کے لئے کافی نہیں، اس سے احتیاطاً بچنا مستحب ہے۔ ۲۰۴

بکر نے سلیم کی ماں کا دودھ پیا ہے تو سلیم سے بکر کی لڑکی کا نکاح کیسا ہے۔ ۲۷۸

زید بکر کا رضاعی بھائی ہے، زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے کیسا ہے۔ ۲۷۹

اگر پسرِ زید نے زوجۂ عمرو کی چھاتی جبکہ وہ چار پانچ ماہ کی حاملہ تھی اور حمل بھی پہلا تھا منہ میں لے لی اس وقت دُودھ ہونا معلوم نہیں تو اس لڑکے کا عمرو کی لڑکی سے نکاح ہو گا یا نہیں۔ ۲۸۴

ثبوتِ رضاعت کے لئے ضروری ہے کہ جوفِ صبی میں دُودھ کا قطرہ مُنہ یا ناک کے راستے جانا معلوم ہو محض چھاتی دبانے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ ۲۸۴

دُودھ اُترنے کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں قوتِ مزاج و کثرتِ خون سے کنواری کو دُودھ اُتر سکتا ہے۔ ۲۸۴

ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دُودھ پلایا، آیا ہندہ کی نواسی سے زید کا نکاح ہو سکتا ہے۔ ۳۱۱

ہندہ نے زینب کا دُودھ پیا، ہندہ کے بیٹے پر زینب کی دختر حرام ہے۔ ۳۳۹

لیلیٰ و سلمیٰ رضاعی بہنیں ہیں، زید نے لیلیٰ سے نکاح کیا ہے، زید کے پسر عمرو کا نکاح سلمیٰ سے جائز ہے۔ ۳۴۰

زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ہندہ سے حسن و حسین پیدا ہوئے پھر بعد ہندہ حفصہ سے نکاح کیا، حفصہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دُودھ پلایا تو بکر کا نکاح زاہدہ بنت حسن سے جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۷

کیا زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے۔ ۴۲۲

فقیرے نے بیبا کا دُودھ حفیظن کے ساتھ پیا پھر بیبا کے فہیمن ہوئی، فقیرے کا نکاح فہیمن سے کیسا ہے۔ ۴۶۰

بکر نے زید کی بی بی کا پہلی اولاد پر دُودھ پیا، تین اولادوں کے بعد زید کی جو لڑکی ہوئی اس لڑکی سے بکر کے نکاح کا حکم۔ ۴۶۳

اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بیٹی کی بیٹی سے نکاح کے بارے میں بعض بنگالیوں کے فتوے کا رد۔ ۴۷۰

بھائی کی رضاعی نواسی سے نکاح جہالت، گمراہی اور شریعت پر افترا ہے۔ ۴۷۷

جس مرد کی طرف دُودھ منسوب ہے وہ رضیع کا باپ، اس کی اولاد رضیع کے بہن بھائی، اس کے بھائی رضیع کے چچے اور اس کی بہنیں رضیع کی پھوپھیاں ہوں گی جبکہ رضیع کی اولاد اس مرد کی اولاد ہوگی۔ ۴۷۸

رضیع و مرضعہ کی اولادوں کے درمیان نکاح کے حرام ہونے پر تیرہ نصوص۔ ۴۹۱

رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔ ۴۹۲

رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے۔ ۴۹۳

رضیع کی بیوی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے۔ ۴۹۳

رضیع کی بیٹیاں اور نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہیں۔ ۴۹۳

دُودھ کا چچا بھی چچا ہے ان سے پردہ کی

حاجت نہیں۔ ۴۹۳
رضاعی چچا کی تفسیر۔ ۴۹۳
ماں کے رضاعی بیٹے کی بیٹی، بھتیجی اور محرم ہے۔ ۴۹۳
اولادِ رضیع جس طرح مرضعہ کی پوتا پوتی، نواسا نواسی باجماعِ قطعی ہے یونہی باجماعِ ائمہ اربعہ جملہ فقہاء وہ شوہر مرضعہ کے بھی پوتے اور نواسے ہیں۔ ۴۹۴
دودھ کے رشتوں کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس سے چار قسم کی عورتیں حرام ہوتی ہیں۔ ۴۹۴
زید نے زینب کا دودھ ہندہ کے ساتھ پیا زینب کی تیسری لڑکی سے زید سے نکاح کا حکم۔ ۵۱۰

عشرۃ النساء

عورتوں سے بحکم قرآن نیک برتاؤ کرنا لازم۔ ۶۲۹
عورتوں کو مقدور بھر وہاں رکھو جہاں خود رہو۔ ۶۲۹
عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو۔ ۶۲۹
عورت کو معلقہ کرنا بحکم قرآن ممنوع ہے۔ ۶۲۹

طلاق

طلاق کے جھوٹے اقرار سے قضاءً طلاق ہوجائے گی عنداللہ نہ ہوگی۔ ۱۲۳
شوہر نے ایک طلاق دی تھی کسی نے پوچھا کہ تو نے کتنی طلاقیں دی ہیں، اس نے کہا تین، تو دیانۃً ایک ہے اور قضاءً تین۔ ۱۲۴
اگر بے نیت انت طالق کہا طلاق ہوجائے گی۔ ۱۲۸
اور اگر انت طالق سے طلاق عن الوثاق یا طلاق سابق سے خبر دینے کی نیت کی خواہ پہلے طلاق دے چکا ہو یا نہ دی ہو، بہرحال ان صورتوں میں دیانۃً طلاق نہ ہوگی۔ ۱۲۸
مرد نے عورت سے کہا تو میری بی بی نہیں اور اس سے اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائیگی اور اس کے یہ معنی ٹھہریں گے کہ تو میری بی بی نہیں اس لئے کہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں۔ ۱۳۵
اگر کوئی اپنی بی بی کو کہے میں نے اس سے نکاح نہیں کیا اور اس سے نیت طلاق کی کرے تو طلاق نہ ہوگی کہ یہ کذب محض ہے جس کی تصحیح ناممکن ہے۔ ۱۳۵
اگر کوئی شخص کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اسے طلاق، پھر کسی شخص سے کہا کہ کاش تو فلاں عورت سے میرا نکاح کردے اس نے کردیا تو حانث نہ ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی کہ اس نے خود نکاح نہیں کیا۔ ۱۰۶۴
اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ تین چار ماہ بعد طلاق دے دوں گا تو طلاق دینا لازم نہیں۔ ۲۱۳
نشہ میں طلاق ہوجاتی ہے۔ ۲۲۸
فارسی یا عربی نہ جاننے والے کو کسی نے الفاظِ طلاق فارسی یا عربی میں سکھا دئے اور معنے نہ بتائے، اس نے یہ الفاظ لاعلمی سے عورت کے لئے کہے تو عنداللہ طلاق نہ ہوگی۔ ۲۲۹

www.sirat-e-mustaqeem.net
WWW.NAFSEISLAM.COM

مذاق اور دل لگی میں طلاق دینے سے قضاءً اور دیانۃً ہر طرح طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ۲۳۰
بلاوجہ بے سبب طلاق دینا منع ہے۔ ۲۸۷
غیر مدخول بہا کو اگر ایک لفظ میں تین طلاقیں دے مغلظہ ہوجاتی ہے، اور اگر متفرق لفظوں سے دے تو مغلظہ نہیں ہوتی۔ ۲۸۹
شوہر نے طلاق نہیں دی ہے کچھ مال لے کر طلاق دینا چاہتا ہے ایسی عورت سے بے طلاق نکاح کا حکم اور کچھ لے کر طلاق دینے کا حکم۔ ۳۱۳
عورت بے اذنِ شوہر گھر سے نکلے اس سے نکاح سے نہیں نکلتی۔ ۳۱۳
سالی سے نکاح یا زنا سے عورت مطلقہ نہیں ہوتی۔ ۳۱۶
لڑکے نے سُنا کہ باپ نے اس کی بی بی سے زنا کیا اس پر غصہ میں بی بی کو مارا اور طلاق دے دی زوجہ نے مہر کی نالش کر دی ڈگری ہوگئی، وکیلِ زوج کہتا ہے طلاق غصہ میں دی اس لئے نہیں ہُوئی اور وکیلِ زوجہ کہتا ہے ہوگئی، کون سچا ہے۔ ۵۰۵
لڑکے لڑکی کا بحالتِ نابالغی نکاح ہُوا تھا اب لڑکا یا اس کے وارث لڑکی کی خبر کسی قسم کی نہیں رکھتے۔ لڑکی تین طرح کے علم سے واقف ہے اور لڑکا نرا جاہل۔ لڑکی اب کہتی ہے ہم اول شوہر کو طلاق دے کر نکاحِ ثانی کریں گے، کیا ارشاد ہے۔ ۶۶۰

خُلع

اگر عورت کو مرد نے ایسے الفاظ سکھائے اور کہلوائے جس سے مہر و نفقہ عدت کے بدلے خُلع ہو جائے کہ عورت مہر و نفقہ عدت کی بھی مستحق نہ رہے اور عورت یُوں خلع کرے تو خلع صحیح نہ ہوگا۔ ۲۳۱
ہندہ ماں نے رضیہ کا بحالتِ نابالغی حامد سے عقد کر دیا رخصت نہ کی تھی چار سال بعد اب رضیہ بالغ ہُوئی، اس عرصہ میں خالد نے دوسری عورت کو رکھ لیا، خالد کی وضع و اطوار چال چلن رضیہ اور ہندہ کو ناگوار ہیں کمال نفرت ہے خالد سے تعلق نہیں چاہتی انکار کرتی ہے اور خلع چاہتی ہے، رضیہ کیا کرے جو خالد سے قطع تعلق رہے، اور یہ عقد عقدِ فضولی قرار پائے گا یا نہیں۔ ۶۲۱

عِنّین

عنین (نامرد) کا نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۱۹۵
عنین میں تحکیم یعنی پنچ بنا لینا جائز ہے۔ ۱۹۶
عنین اور اس کی زوجہ میں تفریق کی صورت۔ ۱۹۶
باپ نے نابالغہ کا نکاح اپنے ہم قوم سے کیا، شوہر نے رخصت چاہی تو انکار کیا، نالش ہُوئی تو جواب دیا کہ داماد نامرد ہے ہیجڑوں میں گانا بجانا ہے، اگر ڈاکٹر اسے مرد بتائیں تو عذر نہیں، ابھی فوجداری میں مقدمہ دائر تھا کہ لڑکی کے باپ نے دیوانی میں دعویٰ فسخِ نکاح کر دیا کہ وُہ نامرد ہے ہیجڑوں کے افعال سے حالت شرمناک کر لی ہے میری برابری کا نہ رہا

www.alahazratnetwork.org

اگر یہ الزام ثابت ہوں تو کیا نکاح فسخ کیا جاسکے گا۔ ۶۱۰

عنین سے تفریق کے لئے عورت بالغہ کا دعویٰ ضرور ہے قاضی اس کی طلب پر تفریق کرے گا ، اگر صغیرہ ہوگی تو اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے وہ بالغہ ہو کر عنین یا مجبوب سے راضی ہو۔ ۶۱۱

عورت نے شوہر کو عنین پایا تو قاضی شوہر کو ایک سال قمری کی مہلت (بغرضِ علاج) دے گا۔ ۶۱۲

مفقود

جس کا شوہر مفقود ہو اور مرد و عورت دونوں حنفی ہوں تو عورت دوسرے نکاح کے لئے کس مدت تک انتظار کرے۔ ۳۳۱

مسئلہ زنِ مفقود۔ ۳۴۴

مسئلہ زن مفقود الخبر۔ ۴۱۲ و ۴۴۸

عدّت

عورت پر روزِ طلاق سے عدت لازم ہوتی ہے۔ ۲۶۹

غیر مدخولہ کو طلاق دی جائے تو اس پر عدت اصلاً نہیں۔ ۲۶۹

نسب

شرعاً نسب باپ سے ہے وہ شریف ہے تو بیٹا بھی شریف۔ ۲۴۲

جو اولاد نکاحِ فاسد میں وقتِ وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب اور مستحق ارث ہے۔ ۳۴۱

حرمتِ مصاہرہ کے بعد متارکہ سے قبل اگر شوہر وطی کرے تو حرام ہے مگر زنا نہیں، اور اس وطی سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح النسب ہوگی کیونکہ نکاح باقی ہے۔ ۳۶۵

سُنّی نے رافضیہ سے بطور شیعہ صیغہ پڑھایا بطریق اہلسنت نکاح نہ ہوا دونوں اپنے مذہب پر قائم رہے اولاد کیسی ہوئی۔ ۴۴۷

ہندہ منکوحہ خالد کو زید نے رکھ لیا، زید کے ہندہ سے کئی اولادیں ہوئیں، زید لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے، لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں، کیا حکم ہے۔ ۷۲۲

غیر سیّد نے سیّدہ سے نکاح کرلیا ، اولاد سیّد ہوگی یا نہیں۔ ۷۳۰

باپ شریف ہو اور ماں طوائف جو توبہ کرکے اس کے باپ کے نکاح میں آئی ہو تو اس سے اولاد کے نسب پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ۷۳۱

نفقہ

اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نانِ نفقہ کچھ واجب نہ ہوگا جب بھی اپنی صورتِ وجوب میں ضرور واجب ہوگا۔ ۲۹۸

فدیہ

جو روزے کی طاقت نہ رکھے وہ ہر روزے

کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے۔ ۲۲۱
جو نہ روزہ رکھ سکے نہ فدیہ دینے پر قادر ہو وہ کیا کرے ۲۲۲

خُنثیٰ

ایسی عورت سے نکاح و مہر کا حکم جس کے صرف مخرج بول ہو اور کوئی علامت مردی و زنی کی نہ ہو صرف پستان ظاہر ہوں۔ ۱۹۲
پستان ظاہر ہونے سے خنثیٰ مشکل کا عورت ہونا معلوم ہوتا اور اشکال دفع ہو جاتا ہے۔ ۱۹۳

جنین

جنین پر کسی کی ولایت نہیں۔ ۲۶۱

ولاء

جو شخص جن کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اس کی ولاء اسی کے لئے ہے۔ ۷۲۰
ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتۂ نسب کے۔ ۷۲۰

اکراہ

ایفائے وعدہ پر جبر نہیں یعنی قاضی مجبور نہیں کر سکتا، وہ وعدہ جو معلق ہو اس کی وفا دیانۃً لازم ہے مگر ایک قول میں کفالت اور بیع الوفاء میں وفائے وعدہ پر جبر کر سکتا ہے۔ ۱۷۷
نکاح بجبر و اکراہ بھی ہو جاتا ہے مگر ایسا کرنا ظلم ہے۔ ۲۰۲
جو عقد قابلِ فسخ ہیں جیسے بیع و اجارہ اگر یہ جبر و اکراہ سے ہوں تو فسخ کر دیا جائے گا۔ ۲۰۳
ناقابل فسخ عقود جیسے طلاق، عتاق، نکاح، تدبیر اور استیلاء وغیرہ اگر اکراہ سے ہوں تو لازم ہیں۔ ۲۰۳
ولی اگر بحالتِ جبر و اکراہ نکاح کر دے ہو جائیگا۔ ۶۲۸

تفسیر

آیۃ کریمہ الزانیۃ والزانی لاینکحھا الا زانٍ او مشرک منسوخ الحکم ہے یا نکاح سے مراد یہاں جماع ہے۔ ۲۳۵
حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا آیہ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے۔ ۲۷۲
سوتیلی ماں لفظ امہات میں داخل نہیں۔ ۳۱۲
حرمت علیکم امھٰتکم کے بعد ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم اسی لئے فرمایا۔ ۳۱۲
وربائبکم التی فی حجورکم الآیۃ کی تفسیر ۳۵۴
آیت قرآنی میں وصف التی فی حجورکم بالاجماع شرطِ حرمت نہیں۔ ۳۵۴
وصف نسائکم یعنی مدخولات کا زوجہ ہونا بھی بالاتفاق شرطِ حرمت نہیں۔ ۳۵۴
کنیزیں نسائکم میں اور ان کی بیٹیاں ربائبکم میں داخل نہیں۔ ۳۵۴
آیت کریمہ وحلائل ابنائکم الذین من

www.alahazratnetwork.org
WWW.NAFSEISLAM.COM

اصلابکم کی تفسیر۔ ۳۵۴

وامہات نسائکم سے کیا مراد ہے۔ ۳۵۵

ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء میں نکاح کا کیا معنی ہے۔ ۳۵۵

آیہ کریمہ واحل لکم ماوراء ذالکم میں حل بمعنی عدم حرمت وطی ہے جو گناہ کے منافی نہیں۔ ۳۸۸

آیۂ کریمہ الزانیۃ لا ینکحھا الا زانٍ او مشرک میں چار تاویلیں ماثور ہیں۔ ۴۴۱

فوائدِ حدیثیہ

حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا الخ کی آیہ کریمہ واحل لکم ماوراء ذالکم ناسخ ہے یا نہیں۔ ۲۷۲

حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا حدیث صحیح مشہور ہے اور وہ مخالفِ قرآن نہیں۔ ۲۷۲

حدیث کلامی لا ینسخ کلام اللہ محض بے اصل ہے۔ ۲۷۳

مطلب حدیث لا نکاح الا بولی و شاہدی عدل۔ ۳۰۵

خطبہ (منگنی) و نکاح میں فرق ہے یا نہیں، اور حدیث تحرم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ کا کیا مطلب ہے اور اس سے منگنی کے نکاح ہونے پر استدلال صحیح ہے یا نہیں۔ ۳۰۵

حدیث لا یحرم الحرام الحلال سخت ضعیف و ناقابلِ احتجاج و ساقط ہے۔ بقول امام احمد نہ ارشادِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نہ اثرِ ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے۔ ۳۵۷

حدیث مذکورہ بالا کی سند کا بیان۔ ۳۵۷

اگر اس حدیث کے ضعف سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو بھی یہ اپنے ظاہر پر یقیناً صحیح نہیں۔ ۳۶۳

لاجرم حدیث مذکور میں تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ ۳۶۳

اس حدیث ضعیف میں بھی ہمارے مذہب کے مخالفین کے لئے اصلاً حجت نہیں۔ ۳۶۴

ہمارے مذہب کی مؤید چند احادیث۔ ۳۶۴

ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب حدیث مشہور اور صدرِ اسلام سے اس وقت تک علماء میں متلقی بالقبول ہے۔ ۴۸۳

ولی ابعد سے کون مراد ہے عصبہ یا مطلق وارث، گو ذوی الارحام ہو، اگر عصبہ مراد ہے تو مؤطائے امام محمد کی حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہ انھوں نے اپنی بھتیجی بنتِ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا نکاح عبداللہ ابن زبیر سے کر دیا، اس کا

کیا جواب ہے، پھوپھی تو ذوی الارحام سے ہے۔ ۵۹۰
حدیث ولد الزنا شر الثلثۃ کا مطلب۔ ۷۲۳
حدیث فرخ الزنا لا یدخل الجنۃ کا مطلب ۷۲۴

اسماءُ الرجال

عثمان بن عبد الرحمان وقاصی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا متروک، ضعیف اور جھوٹا ہے۔ ۳۵۷
عثمان وقاصی ثقات سے موضوع خبریں روایت کرتا ہے۔ ۳۵۸
اسحاق بن ابی فروہ متکلم فیہ اور متروک ہے۔ ۳۵۸
امام یحیٰی بن معین نے فرمایا: فروی کذاب ہے ۳۵۹
اسحاق بن ابی فروہ دو ہیں۔ ۳۵۹
اول اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر و تلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ سے ہے، یہی متروک ہے اور اسی کو امام بخاری نے متروکہ فرمایا۔ ۳۵۹
امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اسحاق بن ابی فروہ سے روایت حلال نہیں۔ ۳۵۹
اسحاق بن ابی فروہ مذکور کا سنِ وصال ۱۳۶ھ یا ۱۴۴ھ ہے۔ ۳۶۰
دوم اسحاق بن محمد اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ امام بخاری کے استاد ہیں ۲۲۶ھ میں وصال فرمایا، یہ ہرگز متروک نہیں۔ ۳۶۱
اسحاق بن محمد بن اسمٰعیل کو اگرچہ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور ابو حاتم وغیرہ نے صدوق کہا، البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں ہیں۔ ۳۶۱
اسحاق مذکور کے بارے میں امام نسائی نے کہا: ثقہ نہیں۔ دارقطنی نے کہا: ضعیف ہیں۔
اور امام ابوداؤد نے کہا: سخت ضعیف ہیں۔ ۳۶۱
اسحاق مذکور کے شیخ عبداللہ کے بارے میں یحیٰی بن سعید قطان نے فرمایا کہ حافظہ کی رُو سے ضعیف ہیں۔ اور امام نسائی نے کہا: قوی نہیں ہیں ۳۶۲
ابن علیہ ایک محدث ہیں مجتہد نہیں ہیں۔ ۴۸۳

فوائدِ اصولیہ

کنایات محتاجِ نیت ہیں۔ ۱۲۸
تعلیل دلیل تعویل ہے۔ ۱۲۹
جس کی دلیل اقوی ہو وہ تعویل کا زیادہ مستحق ہے۔ ۱۲۹
اصول کی صحیح روایت کے ہوتے ہوئے اس کے ماسوا تمام روایات ساقط ہو جاتی ہیں۔ ۱۴۵
شرط فاسد قبل العقد مبادلاتِ مالیہ میں بھی ملحق بالعقد نہیں ہوتی۔ ۱۷۵
شرط فاسد جو عقد سے پہلے ہو اس سے کوئی عقد فاسد نہیں ہوتا۔ ۱۷۵
اقرار تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ۱۷۶
وقوعِ نکاح سے خبر دینا انشاءِ عقد سے بالکل مبائن وغیر مؤثر ہے۔ ۱۸۲
نکاح اثبات اور اقرار اظہار ہے۔ ۱۸۲

اظہار اقرار کے مغائر ہے۔ ۱۸۲

عقل و نقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے کہ سوال جواب میں معاد ہوتا ہے۔ ۲۱۱

شروطِ فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ خود شروطِ فاسدہ باطل ہو جاتی ہیں۔ ۲۱۳

ہزل، جد کی ضد ہے۔ ۲۲۶

ہزل لعب ہے یعنی شئے سے اس کے غیر موضوع لہٗ کا ارادہ کرنا۔ ۲۲۶

بعد علم حکم بقصد الفاظ کا تجاور دلیل مراضاۃ ہے۔ ۲۲۷

دار الاسلام میں جہل عوارض مکتسبہ میں سے ہے۔ ۲۲۸

کوئی شخص دار الحرب میں مسلمان ہوا ابھی دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی تو اس پر شرائع اسلام کا لزوم نہیں کہ اس کے لئے جہل عذر ہے۔ ۲۲۸

قبل وجوب اسقاط محل ہے۔ ۲۹۸

نہی منافی صحت نہیں۔ ۳۰۵

تحریم مطلق کی نفی سے حل مطلق کا اثبات نہیں ہوتا۔ ۳۰۹

اجازت لاحقہ مثل وکالت سابقہ کے ہے۔ ۳۰۹

حجت قاصرہ من جہۃ مقبول ہے من جہۃ مردود ہوتی ہے ۳۳۸

تخصیص کی دلیل پیش کرنا مدعیِ تخصیص کے ذمہ ہے۔ ۳۵۵

دخول حرام طور پر بھی تو موطوءہ کی دختر کے لئے موجبِ تحریم ہو جاتا ہے۔ ۳۵۵

اگر کوئی طاہر شئی جو کہ حرام ہو کسی حلال میں اس طرح مل جائے کہ تمیز ناممکن ہو تو وہ حلال خود حرام نہیں ہو جاتا بلکہ اپنی حلت پر قائم رہتا ہے۔ ۳۶۳

حلال و حرام کے مخلوط کا تناول اس لئے ناجائز ہے کہ بوجہ اختلاط اس کا تناول، تناولِ حرام سے خالی نہیں ہو سکتا۔ ۳۶۳

عورت کا مرد پر قیاس کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ۳۸۴

شرع مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا، وجہ فرق کیا ہے۔ ۳۸۴

عورت کے لئے کفاءتِ مرد بالاجماع ملحوظ ہے اور مرد بالغ کے حق میں کفاءتِ زن کا کچھ اعتبار نہیں۔ ۳۸۵

دناءتِ فراش وجہ غیظ مستفرش نہیں ہوتی۔ ۳۸۵

صحت توصل کو لازم ہے مگر حل صحت کو لازم نہیں۔ ۳۸۵

جواز بمعنی صحت، عدم جواز بمعنی ممانعت واثم کے منافی نہیں۔ ۳۸۹

شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے اس کے مقدمہ اور داعی کو بھی حرام بتاتی ہے۔ ۳۹۴

مقولہ مسلمہ ہے کہ مقدمۃ الحرام حرام۔ ۳۹۴

داعی کے لئے مفضی بالدوام ہونا ضرور نہیں۔ ۳۹۵

جو دو بلاؤں میں مبتلا ہوا سے چاہیے کہ ان میں سے ہلکی کو اختیار کرے۔ ۴۳۴

خلافِ متفرد اجماع میں قادح نہیں۔ ۴۸۳

ظاہریہ مبتدع ہیں اجماع میں ان کے خلاف کا کچھ اعتبار نہیں کہ مبتدع اُمت دعوت ہیں اُمتِ اجابت نہیں۔ ۴۸۳

سنتِ مشہورہ کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوتا۔ ۴۸۴

جو حکم کتاب و سنتِ مشہورہ اور اجماع کے خلاف ہو

وُہ مردود ہے۔ ۴۸۴

جو نسب سے حرام ہے وُہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔ ۴۹۱

اخوت رشتہ متکررہ ہے کہ دونوں طرف سے یکساں قائم ہوتا ہے۔ ۴۹۶

اصل علتِ حرمت جُزئیت ہے۔ ۴۹۹

جزئیت نسب میں ظاہر اور رضاعت میں شرعاً معتبر ہے۔ ۴۹۹

زوجیت کا مرجح بھی جانب جزئیت ہے۔ ۴۹۹

دو شخصوں میں علاقۂ جزئیت کی دو صورتیں ہیں۔ ۴۹۹

علاقۂ جزئیت سے حرمت میں چار صورتیں ہیں۔ ۵۰۰

تحری دلائل شرعیہ میں سے ہے۔ ۵۱۳

قولِ فاسق کے صدق پر اگر تحری واقع ہو تو وہ معتبر ہے۔ ۵۱۳

گناہ مسقطِ ولایت نہیں۔ ۵۲۱

فسق مانع ولایت نہیں۔ ۵۲۲

ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاتا ہے۔ ۶۲۴

فاسق اعتقادی فاسق عملی سے بدتر ہے۔ ۶۹۸

فضلِ نسب سے فضلِ علم زائد ہے۔ ۷۱۲

شرفِ علم اقوٰی اور بلند و بالا ہے۔ ۷۱۲

فوائدِ فقہیہ

بالغہ پر ولایت اجبار نہیں۔ ۱۱۰

نکاحِ فضولی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اسے باطل جاننا باطل ہے۔ ۱۴۵

اجازتِ نکاح جس طرح قول سے ہوتی ہے یونہی فعل اور دلالتِ حال سے بھی، اور اس کی چند مثالیں۔ ۱۴۵

بکر و ثیب کا فرق صرف در پارہ سکوت ہے کہ بکر کا سکوت اذن ہے ثیب کا نہیں۔ ۱۴۸

اجازت مفسوخ و مردود کو لاحق نہیں ہوتی۔ ۱۵۳

عقدِ فضولی محض فضول اور نامقبول نہیں بلکہ اجازتِ صاحبِ اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ ۱۶۱

عاقدین کے کلام سے جو مقدم ہو وہ ایجاب ہے اور جو مؤخر ہو وہ قبول۔ ۱۶۸

شروطِ فاسدہ سے نکاح نہیں فاسد ہوتا خود وہی باطل ہوتی ہیں۔ ۱۷۵

بیع و اجارہ و قسمت وغیرہ شروطِ فاسدہ سے فاسد ہوتے ہیں۔ ۱۷۵

وعدے کی تعلیق بالشرط جائز ہے۔ ۱۷۷

نابالغ کا اقرار و انکار کچھ نہیں اجازت اس کے ولی کی درکار۔ ۱۸۰

بالغہ اگر آواز سے اجازت لیتے وقت روئے تو یہ رد ہے۔ ۱۸۰

نکاح و تزویج یہ دو لفظ عقدِ نکاح میں صریح ہیں اور عطاء و ہبہ و صدقہ وغیرہ کنایہ۔ ۱۸۳

نکاح عقد ہے اور منگنی وعدہ ہے۔ ۱۸۴

نکاح خواں اور شہود کا بینا ہونا ضرور نہیں۔ ۱۸۸

شہود ابتدائے نکاح میں شرط ہیں یعنی بے ان کے منعقد نہ ہوگا، بقا میں شرط نہیں یعنی شاہدوں کا

بقاءِ نکاح کے لئے باقی رہنا ضروری نہیں۔ ۱۹۱

مکروہ تنزیہی کا ارتکاب معصیت نہیں ہے۔ ۲۰۴

جان کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ ۲۰۵

شریعت و عقلِ سلیم کا یہ تقاضا نہیں کہ ہلکی شئی کو بچانے کے لئے ثقلِ عظیم کا ارتکاب کیا جائے۔ ۲۰۵

عقود میں معانی کا اعتبار ہے یہاں تک کہ نکاح میں بھی۔ ۲۱۳

جدیہ ہے کہ شئی سے اس کے موضوع لہٗ کا ارادہ کیا جائے۔ ۲۲۶

ہزل اور مجاز میں فرق۔ ۲۲۶

جہل باللسان تقصیر نہیں۔ ۲۲۹

مرد کا ارتداد بالاجماع فسخ نکاح فی الحال ہے۔ ۲۴۴

عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہوگئی جب تک اسلام نہ لائے۔ ۲۴۵

مجبوری مانع جواز نکاح نہیں ہوتی۔ ۲۴۵

تفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد شرع کا ادراک اور احوالِ بلاد و عباد پر نظر رکن اعظم تفقہ ہے۔ ۲۶۳

لڑکی کے برس میں بالغ ہوتی ہے۔ ۲۷۴

شرع میں غیر کفو کسے کہتے ہیں۔ ۲۸۰

عوام کے محاورہ میں غیر کفو کسے کہتے ہیں۔ ۲۸۰

نکاح شرطِ فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔ ۲۹۵

قاضی کوئی شرطِ نکاح نہیں آدمی جس سے چاہے نکاح پڑھوائے۔ ۲۹۶

قاضی نکاح کے شرعاً کچھ اختیارات نہیں، نہ وہ اُجرت کا مستحق جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا ہو۔ ۲۹۷

نکاح خوانی کے قاضی "اسماء سمیتموھا ما انزل اللہ بھا من سلطٰن" کے قبیلہ سے ہیں۔ ۲۹۷

خدا نے مردوں کو دو دو تین تین چار چار عورتیں حلال فرمائیں، عورت کے لئے یہی حکم کیوں نہیں ہوا۔ ۳۰۱

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ۳۱۳

کسی عورت سے نکاح اس کی دختر کی تحریم کیلئے نہ تو علت ہے اور نہ ہی جزءِ علت۔ ۳۵۴

ماں سے صحبت دختر کے لئے علتِ تحریم ہے اور یہ قطعاً مزیہ میں بھی ثابت ہے۔ ۳۵۴

وہ صورتیں جن میں ایسی عورت سے دخول کیا جو اس کے لئے حلال نہیں مگر اس دخول سے موطوءہ کی دختر حرام ہوگئی۔ ۳۵۵

تحریم دختر کے لئے نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے ۳۵۵

نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف۔ ۳۵۶

امر فرج میں شرعاً احتیاط واجب ہے۔ ۳۵۶

اصل فرج میں حرمت ہے جب تک حل ثابت نہ ہو حرمت ہی پر حکم ہوگا۔ ۳۵۶

مصاہرت مصاہرت میں فرق نہیں۔ ۳۵۶

طلاق اور متارکہ میں فرق۔ ۳۶۵

حرمتِ مصاہرہ اور حرمت رضاعت سے نکاح

مرتفع نہیں بلکہ فاسد ہوجاتا ہے۔ ۳۶۵

احکامِ فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ احتمالاتِ غیر واقعیہ کا۔ ۳۸۲

بدمذہب کسی سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہوسکتا۔ ۳۸۳

اس شبہہ کا جواب کہ جب اہلِ کتاب سے مناکحت جائز ہے تو غیر مقلد سے کیوں جائز نہیں۔ ۳۸۴

اہلِ کتاب سے مناکحت کے کیا معنی ہیں۔ ۳۸۴

متارکہ اور فسخ میں کوئی فرق نہیں یہی حق ہے، علامہ مقدسی نے اسی پر جزم فرمایا۔ ۴۲۲

مسئلہ جمع بین الاختین۔ ۴۲۲

ثبوتِ حرمتِ مصاہرت کے لئے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے۔ ۴۴۵

وجود الشہوۃ من احدھما یکفی کے معنی۔ ۴۴۶

حرمتِ مصاہرت کے لئے دونوں کا مشتہی و مشتہاۃ ہونا ضروری ہے وجودِ شہوت وقتِ مس وغیرہ ایک سے کافی ہے۔ ۴۴۶

تحقیق الفرق بین المتارکہ والفسخ۔ ۴۴۹

فقہ میں ظنِ غالب یقین سے ملحق ہے۔ ۵۱۰

جزئیت کا قاعدہ کلیہ۔ ۵۱۶

حرمت کے اسباب متعدد ہیں جن میں سے بارہ کا اجمالی ذکر۔ ۵۱۷

حرمتِ مصاہرت کے لئے کم از کم مراہقت درکار ہے۔ ۵۲۰

نکاحِ فضولی بے اجازت نافذ نہیں ہوتا۔ ۵۲۶

ولی اقرب اگر غائب بغیبت منقطعہ ہو تو حق ولایت ولی ابعد کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ ۵۲۷

غیبت منقطعہ میں دو قول اصح ہیں ارجح اور اکثر مشائخ کا مختار للفتوی احسن واشبہ بالفقہ یہ کہ اگر ولی یا اس کی رائے کا انتظار کیا جائے تو کفو خاطب فوت ہوجائے گا۔ ۵۲۷

فاسق نہ صالحہ کا کفو ہے نہ فاسقہ بنت صالح کا۔ ۵۳۳

ردِ قولی، ردِ فعلی، اجازتِ قولی، فعلی، سکوتی کی تعریف اور مثالیں۔ ۵۳۵

اعتبارِ کفاءت وقتِ عقد ہے، بعد عقد اگر زائل بھی ہوجائے تو مفسد نہیں۔ ۵۴۴

لڑکا کا احتلام و انزال اور لڑکی احتلام و حیض و حمل سے بالغ ہوتی ہے۔ ۵۶۰

لڑکا کم از کم بارہ برس کی عمر میں بالغ ہوسکتا ہے اور لڑکی کم از کم نو برس کی عمر میں جبکہ دونوں زیادہ سے زیادہ پندرہ برس میں۔ ۵۶۰

استیذان اجنبی بلکہ ولی بعید پر سکوت اذن نہیں۔ ۵۷۲

غیبت کی تفاسیر سے کون سی تفسیر معتمد علیہ ہے ۵۸۶

ابن عمۃ الاب ذوی الارحام سے ہے اور دادی ان پر بالاتفاق مقدم۔ ۵۹۷

مال دادی پر مقدم ہے۔ ۵۹۷

احراز کفو شرع میں سخت مہم ومہتم بالشان ہے۔ ۵۹۸

نابالغ پر تشریعِ ولایت تزویج کی حکمت۔ ۵۹۸

ابعد کے لئے حصولِ ولایت کی تین شرطیں۔ ۶۰۰

www.alahazratnetwork.org

کفاءۃ کا اعتبار وقت عقد ہے اس وقت کفو تھا بعد میں فاسق و فاجر ہوگیا تو نکاح فسخ نہیں کرسکتا۔ ۶۱۰

عاق کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں، نہ اس سے ولایت زائل ہو۔ ۶۴۹

فقیر محتاج جو ذی حرفہ نہ ہو وہ فقیر کا کفو بھی نہیں ۶۵۸

مطلقہ بطورِ خود بلا رضائے ولی اگر کفو سے بغیر حلالہ نکاح و ہم بستری کرے حلالہ نہ ہوگا کہ یہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔ ۶۵۹

کتنی عمر میں لڑکی کا نکاح جائز اور کتنی عمر میں ناجائز، سنِ بلوغ بحکمِ شرعی کتنی عمر میں ہوتا ہے۔ ۶۸۳

کتنی عمر میں نکاح جائز ہوتا ہے جبکہ اس کا کوئی حقیقی وکیل مطلق نہ ہو۔ ۶۸۳

بلوغ کی کیا کیا شرائط اور نشانیاں ہیں۔ ۶۸۵

دین دار متدین عجمی عالم سیدہ کا کفو ہے۔ ۷۱۲

عجمی عالم عربی جاہل کا کفو ہے۔ ۷۱۲

عالم فقیر جاہل غنی کا کفو ہے۔ ۷۱۲

غیر قرشی عالم جاہل قرشی و علوی کا کفو ہے۔ ۷۱۲

فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفاءۃ نہیں۔ ۷۳۱

افتاء ورسم المفتی

عمل اسی پر ہے جس پر اکثریت ہے۔ ۱۲۹

علیہ الفتویٰ اور بہ یفتی الفاظ فتویٰ سے آکد ہیں۔ ۱۳۰

جس پر متون ہوں وہی عمدہ ہے اور اسی کی طرف جھکاؤ ہوتا ہے۔ ۱۳۰

شریعت مطہرہ رفق و تیسیر کو پسند فرماتی ہے نہ کہ تضییق و تشدید کو۔ ۱۵۱

جہاں چند روایات ہوں وہاں علماء کو ادھر جھکنا چاہئے جس میں مسلمان تنگی سے بچیں۔ ۱۵۱

منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہتہً باطل اور اجماعاً غلط ہے۔ ۱۸۴

ھل اعطیتنیھا مجلس عقد میں مفید عقد اور جلسۂ وعدہ میں طلبِ وعدہ ہے۔ ۱۸۷

الفاظ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے۔ ۱۸۷

علماء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اجتنابِ شبہات کا زمانہ نہیں۔ ۲۰۵

محتمل کو منطوق ٹھہرانا سوءِ ظن ہے۔ ۲۰۸

بے حصولِ ظن حکم ضرورت نہیں۔ ۲۰۸

تصادق مرد و زن مثبت نکاح ہے اگر جھوٹ کہا تو زنا اور اولاد ولد الزنا۔ ۲۱۳

فقہاء مظنہ غالبہ شئی کو قائم مقام شئی کرتے ہیں۔ ۲۲۷

غالب یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا۔ ۲۲۷

جسے اہلِ زمانہ کی پہچان نہیں وہ جاہل ہے۔ ۲۶۳

عرفِ فقہ میں جواز دو معنوں میں مستعمل ہے ایک بمعنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف ہے، دوسرا بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج ہے۔ ۳۸۵

زید نے حقیقی بہن کی لڑکی سے بحکم ایک

عالم کے نکاح کیا، یہ نکاح کیسا ہے اور اس عالم کا کیا حکم ہے۔ ۴۰۶

بھائی کی رضاعی نواسی سے جواز نکاح کا فتویٰ دینے والے عالم نہیں بلکہ جاہلوں سے ہزار درجہ بدتر ہیں۔ ۴۷۷

جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۴۷۷

حدیث میں ہے لوگ جاہلوں کو رہنما بنا کر ان سے سوال کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ۴۷۷

نقل مذہب غیر میں بارہا لغزش ہوجاتی ہے۔ ۴۸۲

قول ضعیف و مرجوع پر حکم و فتویٰ جہل و خرق اجماع ہے۔ ۴۸۴

مقلد کو اپنے امام کے خلاف حکم جائز نہیں۔ ۴۸۵

جو فتویٰ پر زیادہ جرأت کرتا ہے وہ آگ پر زیادہ جرأت کرتا ہے۔ ۴۹۰

دیوبندیوں سے فتویٰ پوچھنا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ ۵۱۴

محل خفاء میں تناقض مقبول و عفو ہے۔ ۵۷۴

ولی اقرب کے غائب ہونے کی کل بہتر صورتیں اور ان کے حکم کا ضابطہ۔ ۵۹۳

مذہب معتمد پر غیبت منقطعہ میں سفر درکنار شہر سے باہر ہونا بھی شرط نہیں۔ ۶۰۲

عدم کفاءۃ بوجہ فسق و غیر فسق میں کوئی فرق نہیں ۶۳۵

فرقت عورت کی طرف سے ہو تو فسخ، مرد کی طرف سے ہو تو طلاق ہے اور قضاء سب کے لئے شرط ہے۔ ۶۳۵

فاسق اگرچہ غیر معلن ہو صالحہ یا بنت صلحاء کا کفو نہیں ہوسکتا۔ ۶۵۸

کیا رواج عرف عام قانون شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہوسکتا ہے۔ ۶۷۷

جولاہے، کھال پکانے والے، موچی، نائی اور ان کے مثل ذلیل پیشہ ور جو اپنے ذلیل پیشوں کے ساتھ معروف ہوں، اگر یہ عالم ہوں جب بھی شرفاء کے کفو نہیں ہوسکتے۔ ۷۱۵

ہمارے بلاد میں سیدانیاں پٹھان یا مغل عالم سے عار نہیں کرتیں، ہاں ذلیل پیشے والے وہ اگر عالم ہوں جب بھی عار زائل نہیں ہوتی۔ ۷۱۵

اگر ذلیل پیشہ وروں سے کوئی عالم ہو اور وہ اپنے پیشہ کو اتنی مدت سے چھوڑ چکا ہو کہ لوگ اسے بھول گئے ہوں اور قلوب میں اس شخص کی وقعت اور نگاہوں میں عظمت ہوگئی ہو اب اس سے شرفاء کی بیٹیوں کو عار نہ ہو تو یہ بھی کفو ہوسکے گا۔ ۷۱۵

سیدانیوں سے پٹھان یا مغل وغیرہ غیر سید کے نکاح کا حکم۔ ۷۱۶

رذالت اور شرافت شرعاً قوم پر منحصر ہے یا نہیں۔ ۷۱۸

نکاح میں کفاءۃ معتبر اور کفاءۃ کا دارومدار عرف پر ہے۔ ۷۲۸

قریش بعض ان کے کفو ہیں بعض کے۔ ۷۳۲

عقائد وکلام

قبل نکاح اگر کفر صریح کیا اور بعد توبہ نکاح کیا تو نکاح باطل اور اولاد ولد الزنا۔ ۱۵۳

نکاح کے بعد اگر زوجین میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہوگیا تو اس کے بعد کے جماع سے جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی۔ ۱۵۳

ایسے کلماتِ کفر کے صدور پر جن سے قائل کو کافر نہ کہیں، تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کا حکم ضرور ہوگا، مگر اولاد ولدِ زنا نہ ہوگی۔ ۱۵۳

نابالغ عاقل کہ کفر کرے یا کفر پر مطلع ہو کر اسے پسند کرے تو کافر مرتد ہے۔ ۱۷۱

رضا بالکفر بھی کفر ہے۔ ۱۷۱

مشرک سے استعانت نہ چاہئے خصوصاً امورِ دینیہ میں۔ ۱۷۲

اللہ تعالٰی کفر کو نہیں بخشے گا۔ ۲۰۲

تعظیماً جمع کا لفظ خدا کی شان میں بولنا جائز ہے یا نہیں، جیسے اللہ جل شانہ یوں فرماتے ہیں۔ ۲۰۷

تجدید ایمان خیر محض ہے۔ ۲۰۸

وہابیہ کی گمراہیوں پر مطلع ہوتے ہوئے اگر کسی نے ان کو معظم و متبرک سمجھ کر نکاح خوانی کے لیے بلایا ہے تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدیدِ نکاح لازم ہے۔ ۲۲۰

ارتکابِ حرام سے نہ کافر ہوتا ہے نہ حنفیت سے خارج۔ ۲۴۱

اہلسنت و روافض میں باہم نکاح منعقد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۴۴

اور اگر کچھ روز بعد لڑکی رافضیہ ہو جائے تو نکاح رہے گا یا نہیں۔ ۲۴۴

دورانِ عدت نکاح کو حلال جان کر پڑھانے والا اسلام سے خارج اور اس کا اپنا نکاح بھی گیا۔ ۲۶۶

معتدہ کے نکاح میں دانستہ شریک ہونے والے نے اگر اس نکاح کو حرام جانا تو گنہگار ہے، اور اگر حلال جانا تو اسلام سے خارج ہوگیا۔ ۲۶۶

یہ کلمہ کہ "ادھر کعبہ بھی ہو جائے تو سر نہ جھکاؤں گا" کلمۂ کفر ہے ایسا کہنے والے پر توبہ اور تجدید اسلام لازم ہے۔ ۲۶۹

غیر مقلد کو غیر مقلد جانتے ہوئے اُسے بزرگ جان کر نکاح پڑھوائے تو تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح لازم۔ ۲۸۱

صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا وہابیہ ملاعنہ پر شدید تازیانہ کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بھروسا ہے۔ ۲۸۳

سیف اللہ سے وہابیوں کی گردن اُڑ گئی قرآن مجید میں فرمایا کہ اللہ و رسول کے دینے پر راضی ہوں۔ ۲۸۳

فرقانِ حمید نے ارشاد کیا کہ اب ہمیں دیتے ہیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے۔ ۲۸۳

اللہ تعالٰی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔ ۲۹۴

روافض کے بعض عقائد کفریہ۔ ۳۲۸

روافض کے اقسام واحکام اور ان کے بعض عقاید کفریہ کا ذکر۔ ۳۴۵

محبت میں آدمی اندھا اور بہرا ہوجاتا ہے۔ ۳۶۸

دل پلٹتے اور خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ ۳۶۹

بدمذہب کو اپنی بیٹی دینا تو سخت قہر اور زہر قاتل ہے۔ ۳۶۹

بدعتیوں سے انس اور دوستی کرنے والا ایمان کے نور اور حلاوت سے محروم ہوجاتا ہے۔ ۳۷۴

جو اس زمانے میں ان چاروں مذہبوں سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔ ۳۷۴

اگر غیر مقلد عقیدہ کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل اور زنا ہے۔ ۳۷۴

مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلاً صحیح نہیں۔ ۳۷۴

غیر مقلد عقیدۂ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تب بھی اس سے نکاح بحکم آیت وحدیث منع ہے۔ ۳۷۴

عقائد کفریہ کی چند مثالیں۔ ۳۷۷

مدعیانِ اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے۔ ۳۷۷

کبرائے وہابیہ اور مجتہدین روافض کو پیشوا و امام یا مسلمان سمجھنے والا کافر ہے۔ ۳۷۸

جس طرح ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے اسی طرح ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ ۳۷۸

ضروریاتِ دین کے منکر کے کفر و عذاب میں شک کرنے والا باجماعِ علماء کافر ہے۔ ۳۷۸

طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں کفریات لزومیہ بکثرت ہیں۔ ۳۷۸

جمہور ائمہ کرام وفقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد ومفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو کافر اعتقاد کرے وہ خود کافر ہے۔ ۳۷۹

حدیث میں ہے کہ جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔ ۳۸۰

جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا قول اسی پر پلٹ آئے گا۔ ۳۸۰

حدیث وفقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم آتا ہے۔ ۳۸۰

خود کفریات بکنا یا کفریات پر راضی ہونا انھیں برا نہ جاننا یا ان کے لئے معنی صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے۔ ۳۸۱

جو وہابی کسی ضروریِ دین کا منکر نہ ہو اور نہ ضروریِ دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہو تو اس کو برائے احتیاط کافر نہ کہیں گے، اور یہی احتیاط جو مانع تکفیر ہے مانع نکاح بھی ہے۔ ۳۸۲

یہ کون سی شرع ہے کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجئے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی۔ ۳۸۲

بدمذہب کی محبت سمِّ قاتل ہے۔ ۳۹۱

بدمذہبی ہلاک حقیقی ہے۔ ۳۹۱

بدمذہب کی تعظیم حرام ہے۔ ۳۹۶

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھا دینے میں مدد کی۔ ۳۹۶

فاسق شرعاً واجب الاہانۃ ہے اور اس کی تعظیم ناجائز ہے۔ ۳۹۶

منافق کو سردار کہہ کر مت پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا ہے۔ ۳۹۷

بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ ۳۹۹

بدمذہب کتا ہے بلکہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ ۳۹۹

بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔ ۴۰۰

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قاذف کافر ملعون ہے جو اسے کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ ۴۱۶

جو شخص اپنی دختر یا خواہر کا نکاح قاذف یا مرتد سے کرے وہ دیوث ہے۔ ۴۱۶

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین شخصوں پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا: ماں باپ کا نافرمان، مردوں سے مشابہت رکھنے والی عورت اور دیوث۔ ۴۱۶

تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے: دیوث، مردانی وضع کی عورت اور شرابی۔ ۴۱۶

غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا کفر ہے۔ ۴۲۰

جو قرآن عظیم کو ناقص مانے کافر ہے۔ ۴۲۰

حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرا فقہاء کرام کے نزدیک مطلقاً کفر ہے۔ ۴۲۰

حکم شرع کو باطل اور مسئلۂ کفار کو صحیح ماننے والے صریح کفار و مرتد ہیں ان سے میل جول حرام ہے ۴۳۴

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی طاعت نہیں۔ ۴۳۴

مرتدین سے میل جول کے بارے میں والدین کی اطاعت ناجائز ہے۔ ۴۳۴

جو کسی امر کفار کو اچھا جانے فقہاء اس کی تکفیر کرتے ہیں یہاں تک کہ اگر یوں کہے کہ وقت طعام ترک کلام مجوسیوں کی اچھی بات ہے یا ترک مجامعت بحالت حیض مجوسیوں کی اچھی رسم ہے تو کافر ہو جائے۔ ۴۳۵

اگر کوئی کسی کو کہے حکم شرع یوں ہے، وہ جواب میں کہے کہ میں تو اپنی رسم کے مطابق کام کرتا ہوں شرع سے نہیں، تو بعض علماء کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔ ۴۳۵

فرقہ ظاہریہ مخالف ائمہ اربعہ و تمام مجتہدین ہے ان کے امام داؤد ظاہری کو اہل سنت سے جاننا جہل و سفاہت ہے وہ ہرگز اہلسنت نہیں۔ ۴۷۹

فرقہ ظاہریہ کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں، نہ ان میں سے کسی کی تقلید جائز ہے ظاہریہ مسلوب العقل ہیں کہ قیاس جلی کے منکر ہیں۔ ۴۸۰

عقل و تمیز کے بعد نابالغ کا ارتداد و اسلام صحیح ہے۔ ۵۰۸

مرتد لوگ بہت بچپن میں اپنی اولاد کو عقائد کفریہ سکھاتے ہیں۔ ۵۰۸

غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ ۶۹۱

قطعی کافر کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ ۶۹۱

ایک شخص کہتا ہے کہ سید یعنی آل نبی کی دختر ہر ایک کے

پہنچ سکتی ہے، کسی نے کہا اگر جاروب کش مسلمان ہو جائے اسے بھی، جواب دیا کچھ مضائقہ نہیں، کیا حکم ہے۔ ۱۶ ۷

سیّدہ سے نکاح کرنے والے کو کافر کہنے والوں کو تجدیدِ اسلام چاہیے۔ ۳۰ ۷

ردِّ بدمذہباں

نکاح میں وکیل یا شاہد غیر مقلد وہابی ہے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ ۲۱۸

غیر مقلدوں کی ضلالت کا حدِ کفر تک پہنچا ہوا نہ ہونا نادر ہے۔ ۲۱۸

جب سے طائفہ رشیدیہ پیدا ہوا مقلد وہابیوں کا حال بھی کٹر اسمٰعیلیوں جیسا ہوگیا۔ ۲۱۸

اگر کوئی عورت غیر مقلد بموجب شرع نکاح پڑھائے تو نکاح ہوگا یا نہیں۔ ۲۱۹

غیر مقلد اور ہندو مشرک سے نکاح پڑھوانے میں فرق۔ ۲۱۹

غیر مقلدوں پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ تصریحاتِ فقہیہ حکم کفر لازم ہے۔ ۲۱۹

غیر مقلدین میں بہت سے کھلم کھلا ضروریاتِ دین کے منکر اور قطعاً اجماعاً کافر ہیں۔ ۲۱۹

روافض سے نکاح باطل ہے۔ ۲۴۱

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہلِ بدعت و ہوا و اہلِ نار ہیں۔ ۲۸۲

اس زمانے میں جو مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی) سے خارج ہے وہ بدعتی و ناری ہے۔ ۲۸۲

غیر مقلدینِ زماں کے بہت عقائد کفریہ و ضلالیہ ہیں۔ ۳۷۳

غیر مقلدوں کا گمراہ و بدمذہب ہونا بروجہ احسن ثابت ہے۔ ۳۷۳

بدمذہبوں سے کھانا پینا اور شادی بیاہ کرنا ممنوع ہے۔ ۳۷۳

فی الواقع سنیہ حنفیہ خاتون کا نکاح غیر مقلد وہابی سے یا تو شرعاً محض باطل و زنا ہے یا ممنوع و گناہ۔ ۳۷۷

وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقائد کفریہ قطعیہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض و زنا صرف ہے۔ ۳۷۷

عقائد وہابیہ کے شافی ووافی بیان پر مشتمل دو رسالوں کا نام۔ ۳۷۸

تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدوں کو مشرک کہنا غیر مقلدوں کا مشہور و معروف عقیدۂ ضلالت ہے۔ ۳۷۸

معاملات انبیاء و اولیاء سے متعلق ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر ممنوع و مکروہ بلکہ مباحات و مستحبات پر جا بجا حکمِ شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے۔ ۳۷۸

وہابیوں کا خلاصۂ اعتقاد یہ ہے کہ جو وہابی نہ ہو مشرک ہے۔ ۳۷۸

وہابیوں کے مذہب پر صرف مسئلۂ تقلید میں

گیارہ سو برس کے ائمہ دین، علماء کاملین اور اولیاء عارفین سب مشرک قرار پاتے ہیں۔ ۳۷۸

علامہ شامی نے وہابیوں کو خوارج میں داخل فرمایا۔ ۳۸۰

خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔ ۳۸۰

وہابی ملحد و بے دین ہیں کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ ۳۸۰

وہابیہ کے مذہب نامہذب پر نہ صرف امت مرحومہ بلکہ انبیاء کرام و ملائکہ عظام و خود حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی کہ خود رب العزت جل وعلا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں۔ ۳۸۱

بدمذہبوں سے سُنّیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر دلائل۔ ۳۹۰

جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی۔ ۳۹۹

وہابیوں کو نہ خوفِ خدا ہے نہ خلق سے حیا۔ ۴۰۳

سنت وہابیت سے صاف مباین ہے لہذا سُنّی و وہابی کا اجتماع ناممکن ہے۔ ۴۰۳

کسی وہابی کا سُنّی ہونا ایسے ہی محال ہے جیسے رات کا دن ہونا یا نصرانی کا مومن ہونا۔ ۴۰۳

مشتبہ الحال منکر وہابیت کو پرکھنے کا طریقہ۔ ۴۰۴

سُنّی کو اپنی دختر رافضی کے نکاح میں دینا کیسا ہے، اور سُنّی باوجود ناجائز جاننے کے دے تو کیا حکم ہے۔ ۴۱۷

زمانۂ سلف سے اس وقت سُنّی اور رافضی کے درمیان قرابت کا کیا باعث، آیا اس وقت میں علماء نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی یا اس وقت کے شیعہ اور اب کے روافض میں کچھ فرق ہے۔ ۴۱۷

کفریاتِ روافض۔ ۴۲۰

آج کل رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کوّوں میں سپید رنگ والا۔ ۴۲۰

رافضیوں کے ساتھ مناکحت حرام قطعی اور زنائے خالص ہے۔ ۴۲۰

جو اپنی بہن یا بیٹی رافضیوں کو دے وہ دیوث ہے۔ ۴۲۰

پہلے دور اور موجودہ دور کے رافضیوں میں فرق۔ ۴۲۱

روافض کی تکفیر بوجہ ان کے عقائد ملعونہ مثل رجعت اموات بدنیا واجب ہے۔ ۴۴۷

گرفتن جہنم پر جرأت غیر مقلدی کے لئے لازم ہے۔ ۴۹۰

مرزائی مرتد ہیں۔ ۵۰۸

مرتد مرد ہو یا عورت اس کا جہاں بھر میں کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۵۰۸

بدمذہبوں سے قرابت قریبہ رکھنا بارہا منجر بہ فتنہ و فساد مذہب ہوتا ہے۔ ۵۰۸

غیر مقلدوں سے نکاح اور تعلقات کا حکم۔ ۵۰۸

غیر مقلدوں سے میل جول حرام اور ان سے مناکحت ناجائز ہے۔ ۵۰۸

وہابیت ارتداد ہے اور مرتد کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں۔ ۵۰۹

دیوبندیوں کو مولانا یا نور اللہ مرقدہٗ کہنا حرام ہے ۵۱۴

دیوبندیوں کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے

کفر میں شک کرنے والا کافر ہے۔ ۵۱۴

قادیانی کو مجدد، مہدی، مسیح موعود، پیغمبر ماننے والے کا حکم۔ ۵۱۴

زید نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح عمرو سے کیا۔ وقتِ نکاح عمرو پر رافضی ہونے کا شبہہ ہُوا تھا اس لئے اس سے دریافت کیا اس نے انکار کیا اور اپنے آپ کو سُنّی بتایا اور اپنے سُنّی ہونے کا اطمینان دلایا، باذنِ ہندہ نکاح ہوگیا، رخصت کے بعد محرم میں عمرو کا رافضی ہونا ظاہر ہوا، جب سے زید نے لیلیٰ کو روک لیا، کیا حکم ہے۔ ۶۹۷

بدمذہب اہلِ جہنم کے کُتّے ہیں۔ ۷۱۴

بدمذہب تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ ۷۱۴

سِیَر

مرتد یا نابالغ اگر بزعمِ ولایت اپنے بیٹے بیٹی یا بہن بھائی یا کسی نابالغ نابالغہ کا نکاح پڑھائے تو کس صورت میں باطل محض ہوگا۔ ۱۷۳

دربارۂ مرتد و مرتدہ حکم شرعی یہی ہے کہ ان کا نکاح نہ کسی مسلم و مسلمہ سے ہوسکتا ہے نہ کافر و کافرہ سے، نہ مرتد و مرتدہ ان کے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے، غرض تمام جہان میں کسی سے نہیں ہوسکتا۔ ۲۶۷

مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت و مرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی سے نہیں ہوسکتا۔ ۳۷۷

کتابیہ حربیہ سے نکاح عند التحقیق ممنوع و گناہ ہے ۴۰۰

دارالحرب میں حربیہ سے زنا کی تحلیل کو امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا محض باطل ہے۔ ۴۸۲

مرتد کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعویٰ اسلام رکھتا ہو۔ ۵۵۱

قرآن مجید میں جو ایک لفظ، ایک حرف اور ایک نقطے کی کمی بیشی کا قائل ہے یقیناً کافر مرتد ہے۔ ۶۹۱

بیُوع

بیع کا جھوٹا اقرار بیع نہیں۔ ۱۲۵

ایک کے نرخ پر دوسرے کا نرخ کرنا ممنوع ہے ۱۹۷

اگر ناآشنایانِ عربی نے بعت و اشتریت بقصد بیع و شرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقد بیع کے ہیں تو ضرور بیع ہوجائے گی۔ ۲۲۷

نفیس و خسیس میں بیع بالتعاطی منعقد ہوجاتی ہے۔ ۲۲۷

اذانِ جمعہ کے وقت بیع صحیح ہوگی اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔ ۳۸۵

افیون و حشیش کی بیع کا حکم۔ ۳۸۶

مردار، خون اور حر کی بیع باطل محض ہے کہ محل بیع ہی نہیں کیونکہ مال نہیں۔ ۵۴۲

نابالغ نے نکاح کیا یا کچھ بیچا یا خریدا اجازتِ ولی پر موقوف رہے گا اور قبل اجازت ولی بالغ

ہوگیا تو خود اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ ۶۲۲

خیار

نکاح میں خیار عیب نہیں۔ ۱۱۷
خیار عیب کو نکاح میں کچھ دخل نہیں۔ ۱۹۳

دعوٰی

اگر کوئی شخص کسی بیع کا دعوٰی کرے اور مدعا علیہ قسم سے بچنے یا کچہری کی ذلت سے گریز کرنے کے سبب اقرار کرلے تو بیع قضاءً ثابت ہو جائیگی اور احکام، وجوب تسلیم ولزوم شفعہ وغیرہ جاری ہوں گے، لیکن یہ مدعی کاذب وہ گھر کیا لے گا درحقیقت آگ لے گا۔ ۲۳۱
عورت نکاح کے تین سال بعد کہتی ہے کہ میں اپنی والدہ کے سبب مجبور تھی اب کے بعد خود مختار ہوں، شوہر نے دھوکا دیا کہ اس کے بیوی بچے نہیں ہیں، نکاح میری لاعلمی میں ہوا، کیا اس صورت میں اسے فسخ نکاح کا دعوٰی پہنچتا ہے۔ ۲۴۵
باپ دختر کی منگنی کرکے فوت ہوگیا، بغیبت والدہ دختر چند اشخاص نے بجبر اس دختر بالغہ کو ایک گھر میں کردیا، ماں نے دعوٰی دائر کیا جواب دعوٰی ہوا کہ متوفی کے بھائی نے جو دوسرے باپ سے ہے بے اجازت دختر و والدہ دختر نکاح کردیا کیا حکم ہے۔ ۶۲۰

شہادت

شہود کا الفاظ ایجاب وقبول کے لفظی معنی سمجھنا ضرور نہیں، اتنا ضرور ہے کہ نکاح ہونا سمجھیں۔ ۱۳۸
جھوٹی گواہی اکبر کبائر اور بت پوجنے کے برابر ہے ۲۰۱
جھوٹی گواہی دینے والا وہاں سے ہٹنے سے قبل مستحق نار ہوجاتا ہے۔ ۲۰۲
صرف عورتوں کی شہادت سے نکاح نہیں ہوسکتا، یونہی غلاموں اور بچوں کی شہادت سے۔ ۲۱۶
مرتد کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ ۲۱۹
شہادت اقرار اگرچہ مثبت زنا ہونے کی صلاحیت نہ رکھے مگر مثبت اقرار ہے۔ ۳۳۴
بینہ سے جو ثابت ہو وہ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے جیسے معائنہ سے۔ ۳۳۴
اثبات زنا میں شہادت زناں وشہادت دو مرد ہرگز مسموع نہیں۔ ۳۳۴
لڑکا اور اس کا باپ شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سنی ہیں اور ہمیں شیعہ جانتے ہو تو اطمینان کے لئے ہمیں سُنّی کرلو۔ ان کے ہم وطن شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سُنّی ہیں یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاؤ کرتے دیکھا اور بعض مسلمان شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکے شیعہ نہیں ہیں اور ان کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے، کیا حکم ہے۔ ۴۶۸

دو شخصوں نے کہا کہ لڑکے کا باپ اور لڑکی کی ماں ناجائز تعلقات رکھتے ہیں، لڑکی کے باپ نے قرآن شریف اٹھانے کو کہا، انکار کیا اور چلے گئے ثبوت نہ ہوا، کیا حکم ہے۔ ۴۶۸

قضاء

حکم قاضی رافع خلاف ہے اور قضاء جس طرح ظاہراً نافذ ہوتی ہے یونہی باطناً بھی۔ ۱۲۷

قاضی شرع کون ہے، یہاں کون حق فسخ و تفریق رکھتا ہے۔ ۴۴۳

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم نائب شرع ہے بشرطیکہ وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ نہ ہو۔ ۴۴۴

قاضی مجتہد، مجتہد فیہ میں اپنی رائے کے خلاف اگر حکم کرے گا تو نافذ نہ ہوگا۔ ۴۸۵

جس کا کوئی ولی نسبًا نہ ہو اس کا ولی قاضی شرع ہے، نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

جہاں قاضی شرع نہ ہو جیسے اکثر دیار ہندوستان وہاں اعلم علمائے اہل ہر بلد صاحب فتوٰی فقیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۵۴۹

زوج کی عدم موجودگی میں قاضی تفریق نہیں کرسکتا بلکہ بوقت تفریق اس کی حاضری ضروری ہے۔ ۵۶۳

ہائیکورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں شرعی دارالقضاء نہیں لہذا ان حکام کے فسخ کئے نکاح فسخ نہ ہوگا۔ ۵۶۳

مسلمان پنچ شوہر کی موجودگی میں تفریق کرسکتا ہے ۵۶۴

حدود، قصاص اور عاقلہ پر دیت کے علاوہ تمام معاملات میں پنچ کا فیصلہ مثل فیصلہ قاضی ہے۔ ۵۶۴

ریاستِ اسلامی میں جو مسلمان قاضی ایسا ہو جو خاص اس شہر کے لئے نہ ہو، نہ کسی مذہب خاص پر قضاء کے لئے مقید ہو تو وہ بھی تفریق کرسکتا ہے اگر مدعی اور مدعا علیہ وہاں کے نہ ہوں۔ ۵۶۴

فسخ بوجہ عدم کفاءۃ قاضی ہی کے یہاں ہوسکتا ہے ۶۳۶

جہاں قاضی نہ ہو وہاں اعلم علماء اہل بلد سے فسخ نکاح کرالیا جائے ۶۴۷

قاضی جسے علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین زندہ ہیں وہ والدین کے بے پوچھے کسی غیر شخص کو ولی مقرر کرکے لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو ایسے قاضی کے لئے کیا حکم ہے۔ ۶۶۷

اقرار

مجرد اقرار زوجیت حقیقتاً نکاح نہیں یعنی اگر گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول نہ ہوئے ہوں تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں اگرچہ کہتا ہو کہ یہ میری زوجہ ہے۔ ۱۲۳

کسی کے لئے مال کا غلط اقرار کیا تو وہ مال مقرلہٗ کی ملک نہ ہوگا۔ ۱۲۶

اگر کوئی شخص کسی عورت پر نکاح کا دعوٰی کرے اور عورت انکار کردے پھر وہ شخص اس کو کچھ دے کر اس سے اس بات پر صلح کرلے کہ وہ اس نکاح کا اقرار کرے اب عورت نے اقرار کرلیا تو یہ اقرار جائز اور مال لازم ہوگا۔ اگر یہ اقرار شہود

کے سامنے ہوا ہو اب اگر عورت پھر انکار کرے گی تو قاضی اس کا یہ انکار نہ سُنے گا۔ ۱۳۰

اصطلاحِ فقہ میں کسی کا حق ثابت کرنے کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں۔ ۱۷۷

زید نے اپنی سالی سے زنا کا اقرار کیا پھر انکار، اُس کے اقرارِ زنا پر قاضی کے سامنے شہادت گزری، اس شہادت اقرارِ زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں، اور ہندہ زوجۂ زید اس پر حرام ہوگی یا کیا۔ ۳۲۳

اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اس کی ماں سے قبل اس کے نکاح کے زنا کیا تھا، تو کیا حکم ہے۔ ۳۳۴

دارالقضاء سے باہر کا اقرار مثبت زنا نہیں ہوتا۔ ۳۳۵

اقرار بالزنا بعد رجوع مثبت زنا نہیں رہتا۔ ۳۳۵

اثباتِ مصاہرت کے لئے ثبوت زنا کی اصلاً حاجت نہیں مجرد اقرار زنا کافی ہے۔ ۳۳۶

اگرچہ ہزل و مذاق میں ایک بار اقرار کیا کہ اس نے ساس سے زنا کیا حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی، پھر لاکھ انکار کرے مسموع نہ ہوگا۔ ۳۳۶

اگر کسی سے کہا گیا کہ تُو نے اپنی بیوی کی ماں سے کیا کیا، اس نے کہا میں نے اس سے جماع کیا تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی اگرچہ وہ کہے کہ میں نے جھوٹ کہا ۳۳۶

مرد اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے۔ ۳۳۷

جہاں تک مقرر اقرار کا ضرر ہے ماخوذ اور جتنا دوسرے پر الزام ہے منبوذ ہوگا۔ ۳۳۸

اگر کوئی شخص کہے یہ میری رضیعہ ہے، پھر خطار کا اعتراف کرے تو سچا مانا جائے گا اور اسے اس کے ساتھ نکاح جائز ہوگا جب کہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے۔ ۵۷۴

صُلح

صلح اقرب عقودِ شرعیہ کی طرف راجع کی جاتی ہے۔ ۱۳۲

اگر کوئی مرد کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے اور عورت منکر ہو پھر وہ عورت اسے کچھ مال دے کر اس پر صُلح کرے کہ وہ اس دعویٰ سے باز آجائے تو جائز ہے اور یہ مدعی کے زعم میں معنی خلع میں ہوجائے گا مگر فقہائے فرمایا کہ اسے اس مال کا اخذ فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ حلال نہ ہوگا جبکہ وہ اپنے دعوی میں مبطل ہے۔ ۱۳۲

بعض دین پر صلح صحیح ہے اور باقی کے دعوی سے برأت بھی ہوجائے گی یعنی فقط قضاءً نہ دیانۃً، اسی لئے اگر وہ موقع پائے گا تو اسے باقی کا لے لینا جائز ہوگا۔ ۱۳۲

کسی وظیفہ مقررہ سے کچھ رقم لے کر دوسرے کے حق میں فارغ ہوجائے اور دوسرا اس سے وعدہ کرے کہ اگر میرا یہ روپیہ تو واپس کردے گا تو میں تیرا یہ وظیفہ مقررہ لوٹا دوں گا اس سے اس پر لوٹانا واجب نہ ہوگا۔ ۱۷۸

اجارہ

کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دے دیا تھا پھر اُسی

مکان کو کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا اب مشتری کرایہ وصول کرتا ہے مگر بائع سے وعدہ کرلیا ہے کہ جب تو ثمن مجھے واپس کرے گا تو مکان واپس کردوں گا اور کرایہ کے روپے ثمن سے مجرا دونگا مشتری کے پاس بائع ثمن کے روپے لایا اور کرایہ کے روپے اس سے مجرا کرنے کو کہتا ہے، اگر مشتری حسبِ وعدہ ایسا کرے تو بہتر ہے ورنہ اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۴۸

نکاح خواں کو اُجرت لینا دینا کیسا ہے۔ ۲۵۵

اگر اُجرت اپنے صرف میں نہ لائے کارِ خیر میں صرف کرے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۵

فوشہ کے سر پر پگڑی رکھنے کے لئے اس کے پھوپھا یا بہنوئی آتے ہیں دُوسرا نہیں رکھ سکتا، اور وہ بے روپیہ لئے نہیں رکھتے، روپیہ کم ہوتا ہے تو اصرار کرتے ہیں، یہ لینا دینا شرعاً کیسا ہے، اور اسے ضروری حق جاننا اور اصرار کرنا کیسا ہے۔ ۲۵۵

وکالت

جب تک وکیل بالنکاح ماذون مطلق یا بصراحت دوسرے کو وکیل کر دینے کا مجاز نہ ہو اور کو وکیل نہیں کر سکتا۔ ۱۴۳

بیع وشرا میں اگر وکیل کا وکیل، اول کے سامنے عقد کرے تو جائز ہے، اور خصومت، تقاضی، نکاح اور طلاق وغیرہ میں جائز نہیں۔ ۱۴۳

وکیل کا وکیل اگر وکیل اول کے سامنے پڑھا دے اور وُہ جائز کر دے تو نکاح نافذ ہو جائے گا بخلاف طلاق وعتاق کے۔ ۱۴۹

وکیل نکاح معبر محض ہے حقوق نکاح مؤکل کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ ۱۵۰

ادائے زکوٰۃ کا وکیل بغیر اذن مؤکل دوسرے کو وکیل کر سکتا ہے۔ ۱۵۰

دین وصول کرنے کا وکیل بغیر اذن مؤکل اپنے عیال کو وکیل کر سکتا ہے۔ ۱۵۱

مؤکل اگر وکیل کے لئے ثمن کی تعیین کر دے تو وُہ بلا اجازت مؤکل دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے۔ ۱۵۱

توکیل کسی کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنا نائب بنانا ہے۔ ۱۶۳

محض اظہارِ رضا توکیل نہیں۔ ۱۶۳

وکیل کا مسلم و بالغ ہونا ضروری نہیں، غیر مسلم و نابالغ سمجھدار بھی وکیل ہو سکتا ہے۔ ۱۷۲

مرتد کی وکالت جائز ہے۔ ۱۷۲

اگر وقتِ توکیل وکیل مسلمان ہو پھر مرتد ہو جائے تو وکالت باطل نہ ہوگی جب تک دار الحرب میں نہ چلا جائے۔ ۱۷۲

مجنون اور ناسمجھ بچہ وکیل نہیں ہو سکتا۔ ۱۷۲

بلوغ وحریت صحتِ وکالت کے لئے شرط نہیں۔ ۱۷۲

توکیل مجرد ایجاب سے تمام ہو جاتی ہے قبول پر موقوف نہیں ہوتی اگرچہ رد کر دینے سے رد ہو جاتی ہے۔ ۲۱۰

مرتد کو وکیل بنانا جائز ہے۔ ۲۱۸

وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں۔ ۲۴۳

حدود و تعزیر

مسلمان حر عاقل بالغ عفیف پر زنا کی تہمت لگانے والا اگر چار گواہ عادل پیش نہ کرے تو اُسے اسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے مردود الشہادۃ ہوگا ۱۹۵
اگر تین گواہ معائنۂ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو ان گواہوں پر حدِ قذف لازم آتی ہے۔ ۱۹۵
شبہہ نکاح سے حد ساقط اور عقد ثابت ہو جاتا ہے ۲۰۷
اگر دو مرد یا دو عورتیں اور ایک مقذوف بالزنا کے اقرارِ زنا پر شہادت دیں تو قاذف اور شہود پر حدِ قذف نہ لگائی جائے۔ ۳۳۴
اگر دو مرد کسی کے زنا پر اور دو اس کے اقرارِ زنا پر شہادت دیں تو حد نہیں لگائی جائے گی۔ ۳۳۴
تین مردوں نے زنا اور ایک نے اقرارِ زنا پر شہادت دی تو تین شہود پر حدِ قذف لگے گی۔ ۳۳۵
حرمتِ مصاہرہ کے باوجود تفریق سے قبل اگر شوہر نے وطی کی تو اس پر حد لازم نہ ہوگی۔ ۳۶۵
امام مالک کی طرف حلتِ متعہ کی نسبت کرنا صحیح نہیں، امام مالک متعہ کرنے والے پر حدِ زنا نافذ کرتے ہیں۔ ۴۸۲
حنفیہ و دیگر ائمہ کے نزدیک متعہ حرام ہے مگر وہ اس پر حدِ زنا نافذ نہیں کرتے۔ ۴۸۲
جرمانہ لینا حرام ہے، اور حرام شئی مسجد میں صرف کرنا حرام ہے۔ ۵۱۴
شبہہ دافع حد ہے۔ ۵۶۲
بچے پر حد نہیں۔ ۵۶۲
دار الاسلام میں وطی حد یا عقر سے خالی نہیں ہوتی۔ ۵۸۱

قسم

جس نے کسی بات پر قسم کھائی پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر جانا تو اسے چاہئے کہ جس کو بہتر دیکھ رہا ہے وہی کام کرے اور قسم کا کفارہ دے دے۔ ۱۹۹
ولی کا جھوٹا حلف ہندہ کے مقابلے میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول۔ ۶۷۷

اخلاق

صحبت خصوصاً بد کا اثر پڑجانا احادیث و تجارب صحیحہ سے ثابت ہے اس کے لئے پانچ مؤیدات۔ ۳۹۲
اچھے اور بُرے ہمنشین کی تمثیل و کہاوت۔ ۳۹۲
گمراہوں سے دُور بھاگو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وُہ تمھیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ ۳۹۲
مصاحب پر مصاحب کو قیاس کرو۔ ۳۹۲
بُرے ہمنشین سے دُور بھاگ کہ تُو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا۔ ۳۹۳
ایک ہمنشین جس قدر دوسرے پر دلالت کرتا ہے اس قدر کوئی اور شئی دوسری شئی پر دلالت نہیں کرتی۔ ۳۹۳
حدیث میں ہے کہ محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ ۳۹۳

آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر دوستی کیا کرو۔ ۳۹۴
ظالموں کی طرف میل مت کرو ورنہ تمھیں جہنم کی آگ چھوئیگی ۴۳۳

فضائل ومناقب

قاضی خاں نے کہا کہ امام خصاف علم میں بڑے ہیں ان کی اقتدا جائز ہے۔ ۱۱۳
جو اپنے مال وجان، دین ومذہب اور اہل و عیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ ۲۰۵
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی مثل اور عطا کیا گیا ہے ۲۷۳
نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا حرام کیا ہُوا ایسا ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا حرام کیا ہُوا۔ ۲۷۳
مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں اس کو لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ ۲۷۳
باتفاق علماء سب سے پہلے اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ شرفِ ارادت سے مشرف ہُوئیں۔ ۳۲۶
حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے افضل و اکمل مرید تھے۔ اولیاء فرماتے ہیں:
تا جہان ست نہ ہمچو مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پیرے بود نہ ہمچو صدیق مریدے۔ ۳۲۶
رستغفنی امام معتمد ہیں قول وفعل میں، اگر روزِ قیامت ان کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہُوئی تو ہم ان کا دامن پکڑیں گے کہ ہم نے ان کے ارشاد پر عمل کیا۔ ۳۸۹
جنّت سنّت کے آٹھ باب جو ہادی حق و صواب ہیں۔ ۴۰۵
اللہ تعالےٰ ائمہ کے مقابلے کا مزہ چکھاتا ہے۔ ۴۹۰
عالمِ دین عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہے، ہر دو درجوں کے درمیان پانچسو برس کی راہ ہے۔ ۷۱۳
دیندار متدین عالم ہی درحقیقت عالم ہے۔ ۷۱۳

حقوق العباد

ذمّہ پدر لازم کہ وُہ کرے جو اولاد کے حق میں بہتر ہو۔ ۱۹۹
بندوں کا آپس میں ایک دُوسرے پر جو ظلم ہے اس کا بدلہ ضرور ہونا ہے۔ ۲۰۲
مسلمان کی لاٹھی بھی اس کی مرضی کے بغیر لینی جائز نہیں۔ ۲۰۳
عورتوں کو ضرر پہنچانے اور ان پر تنگی کرنے کی قرآن عظیم سے ممانعت۔ ۲۹۹
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرر رسانی۔ ۳۰۰
مرد عورتوں پر حاکم ومسلط ہیں۔ ۳۹۵
عورت پر سب سے بڑھ کر حق اس کے شوہر کا ہے۔ ۳۹۵
اگر غیرِ خدا کو سجدہ روا ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ وُہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ ۳۹۵

ایذاءِ والدین اشد کبائر ہے۔ ۴۳۴

ناحق ایذاءِ مسلم حرام کہ بحکم حدیث وہ ایذاءِ رسول ہے اور ایذاءِ رسول ایذاءِ اللہ ہے جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۶۲۵

حظر و اباحت

ناچ رنگ، باجے گاجے جہاں ہوں وہاں نکاح کا حکم۔ ۱۰۹

ناچ اور اکثر باجے حرام ہیں کفر نہیں اور دیکھنے سننے والا فاسق ہے۔ ۱۰۹

امر بالمعروف و نہی عن المنکر امورِ اسلام سے ہیں مگر بے محل تشدد و تعصب گناہ ہے اور یہ بلاد ہابیہ میں بہت زیادہ ہے۔ ۱۰۹

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے ایک حد ہے کہ اس سے تجاوز ارتکابِ منکر ہے۔ ۱۱۰

زوجین سے اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ ناچ حلال ہے تو کیا حکم ہو سکے گا۔ ۱۱۰

مرتد سے نکاح پڑھوانے کا حکم۔ ۱۷۳

ایفائے وعدہ محبوب ہے اور پورا نہ کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ ۱۷۶

عقد کرنے والا دیندار متقی مسائلِ نکاح سے واقف ہونا چاہئے۔ ۱۸۸

فاسق بددیانت قابلِ اعتماد نہیں جب وہ خود حرام و حلال کی پروا نہیں کرتا تو اوروں کے لئے احتیاط کی کیا امید۔ ۱۸۸

نکاح با علان ہونا اور ایجاب و قبول سے پہلے خطبہ اور مسجد میں نکاح ہونا اور جمعہ کے دن ہونا ۱۸۸

اور نکاح خواں عالم باعمل ہونا مستحب ہے۔ ۱۹۰

جاہل کی نکاح خوانی قطعاً خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۹۰

جاہل کی مضاربت خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۹۰

کسی کی منگیتر کو پیغامِ نکاح دینا مکروہ اور ارتکابِ شناعت ہے۔ ۱۹۷

مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول کو زبان دے کر دوسرے سے قصدِ تزویج ۱۹۷

مذموم و بیجا و قابلِ مواخذہ ہے۔ ۱۹۷

اگر کسی عذرِ شرعی سے منگنی کر کے دوسرے سے نکاح کر دے تو قباحت نہیں۔ ۱۹۷

جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہوا سے ان میں سے اخف و اہون کو اپنانا چاہئے۔ ۲۰۰

فوشہ سے کہنا "تم نے قبول کی" چاہئے یا نہیں۔ ۲۰۷

عاقدین بالغین کو قبل از عقد کلمے اور صفتِ ایمان مجمل و مفصل پڑھانا ضرور ہے یا نہیں۔ ۲۰۷

عاقدین بالغ ہیں لیکن کا ولی چار ماہ کی مہلت چاہتا ہے اگر مہلت دی جائے تو یہ گناہ ہے یا نہیں۔ ۲۰۸

نکاح میں اور نماز میں اور نماز جنازہ میں سہل انگاری نہ کرنی چاہئے۔ ۲۰۹

مرتد سے میل جول حرام ہے۔ ۲۱۸

زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ

تائب نہ ہوئی ہو۔ ۲۳۵

عورت افعالِ خبیثہ کا ارتکاب کرے اور شوہر بقدرِ قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے۔ ۲۳۵

نکاح کا خطبہ سنت اور کلمے پڑھانا ایک اچھی بات ہے۔ ۲۳۶

متعہ حرام ہونے کا قرآن عظیم سے ثبوت۔ ۲۳۶

رنڈی سے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ۲۳۷

وہ جائز بات جس سے فتنہ و نفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے ناجائز ہو جاتی ہے۔ ۲۳۷

جس نے متعہ کر لیا ہو وہ حنفی رہا یا نہیں۔ ۲۳۹

جمعہ کی نماز سے پہلے نکاح جائز ہوتا ہے یا نہیں۔ ۲۴۱

اپنی کنیز شرعی سے نکاح باطل ہے۔ ۲۴۲

دوسرے کی کنیز سے اس کی اجازت سے نکاح جائز ہے۔ ۲۴۲

کچھ لے کر نکاح کر دینا حرام اور وہ روپیہ رشوت ہے۔ ۲۴۳

منگنی کے بعد دوسرے سے نکاح کا حکم۔ ۲۵۰

ایک سید نے ایک چماری کو مسلمان کر کے نکاح کر لیا تو وہ گنہگار ہوا یا نہیں، اور اس سے ترکِ موالات اور برادری سے نکالنا کیسا ہے۔ ۲۵۳

زید پیشۂ وکالت کرتا ہے اور قاضی ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۵۶

منکوحہ کو غیر منکوحہ ٹھہرانا اور زوجین میں تفریق کرنا کبیرہ ہے۔ ۲۵۷

جو وہابیہ سے ملتا جلتا ہو اس کے یہاں شادی بیاہ کا کیا حکم ہے۔ ۲۵۷

تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح۔ ۲۵۸

نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں یہاں تک کہ اسی دن کے بچے کا۔ ۲۶۱

پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۲۶۱

باہر پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کیسا ہے۔ ۲۶۵

محرم اور صفر میں نکاح منع ہے یا نہیں۔ ۲۶۵

عدت کے اندر نکاح باطل و حرام ہے۔ ۲۶۶

عدت کے اندر نکاح پڑھانے والے نے اگر حرام جان کر پڑھایا تو سخت گنہگار اور زنا کا دلال ہے مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا۔ ۲۶۶

عدت کے اندر نکاح کرنے والے مرد و زن پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں ورنہ برادری والے ان دونوں کو قطعاً برادری سے خارج کر دیں ان سے بول چال، نشست و برخاست سب یکلخت ترک کر دیں۔ ۲۶۷

احد الفریقین سنی المذہب جبکہ دوسرا شیعہ اما میہ طریق رکھتا ہے ان کے درمیان شرعاً مناکحت جائز ہے یا نہیں۔ ۲۶۸

زید نے جمع بین الاختین کیا تو بیبیاں کیسی ہیں اور اولاد کیسی ہے اور ترکہ پانے کی مستحق ہیں یا نہیں۔ ۲۷۱

نوشہ کا وقت نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیسا ہے۔ ۲۷۷

اپنی لڑکی کا ہزار دو ہزار روپیہ لے کر کفو یا غیر کفو سے نکاح کر دیتے ہیں، یہ نکاح کیسا ہے اور وہ رقم کیسی۔ ۲۷۸

شافعی حنفی مذہب پر صحیح طور پر نکاح پڑھائے تو کچھ حرج نہیں۔ ۲۸۱

نکاح قاضی سے نہ پڑھوانا دوسرے مسلمان سے پڑھوانا کیسا ہے۔ ۲۸۶

نکاح موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے۔ ۲۸۸

عورت سے بحالتِ عمل زنا، نکاح و قربت کا حکم۔ ۲۸۸

جیٹھ سے نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۲۹۰

بلا عذرِ شرعی ترکِ جمعہ و جماعت کی عادت موجبِ فسق، مسقطِ عدالت اور موجبِ ردِّ شہادت ہے۔ ۳۰۴

قرآن و حدیث سے بی بی کو علمِ دین سکھانا اور اس پر عمل کی ہدایت کرنا لازم اور بڑے اجر کا کام ہے۔ ۳۲۷

حرامی عورت کا نکاح سُنّی مرد سے ہوگا یا نہیں، اور اس کی بطنی اولاد میں کچھ نقصان واقع ہوگا یا نہیں ۳۲۹

بوسۂ لب خواہی نخواہی بنظرِ شہوت ٹھہرے گا لاکھ ادعا کرے کہ میں نے بشہوت نہ لیا تھا قبول نہ ہوگا اور امام محمد بن الہمام کے نزدیک بوسۂ رخسار بھی ایسا ہی ہے۔ ۳۴۲

استاد کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۳

شاگرد عورت سے استاد کا نکاح کیسا ہے۔ ۳۴۳

حرمتِ متعہ کا بیان از احادیث و قرآن۔ ۳۴۹

اللہ تعالٰی نے تا قیامِ قیامت متعہ کو حرام فرما دیا۔ ۳۵۰

شیعہ وغیرہ بدمذہبوں سے شادی کرنا کیسا ہے ۳۶۷

بدمذہب سے دوستی و محبت ناجائز ہے اس سے دین کو نقصان پہنچتا ہے۔ ۳۶۸

آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ ۳۶۸

آدمی اپنے خالص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ ۳۶۸

بدمذہب عورت سے نکاح میں یہ خیال کہ ہم اس کو سُنّی کر لیں گے محض حماقت ہے۔ ۳۶۸

سُنّیہ حنفیہ کا نکاح غیر مقلد وہابی سے کرنا ممنوع ناجائز اور گناہ ہے۔ ۳۷۳

اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ ۳۹۰

اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہو سکے۔ ۳۹۰

کون سی کتابیہ سے نکاح جائز ہے۔ ۴۰۰

کتابیہ سے بے ضرورت نکاح مکروہ ہے۔ ۴۰۰

سُنّی کو اپنی دختر رافضی تبرائی قاذفِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں، اور باوجود ناجائز جاننے کے بھی ایسا کرے تو کیا حکم ہے۔ ۴۱۵

فاسق معلن سے ابتداءً بالسلام مکروہ ہے، یونہی بوڑھا مذاقی، کذاب، لاغی، گالیاں بکنے والا، اجنبی عورتوں کو گھورنے اور تاک جھانک کرنے والا، گانے والا اور کبوتر باز وغیرہ۔ ۴۱۸

مرتکبِ حرام کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے والا بھی اسی کی مثل ہے۔ ۴۱۹
گمراہ و بددین کو بیٹی دینا شرعاً گناہ و ممنوع ہے۔ ۴۲۰
مسئلہ نکاح زن رافضیہ با سُنّی۔ ۴۳۶
تبرائی رافضی کے ساتھ نکاح باطل محض ہے۔ ۴۵۷
آوارہ عورتیں جو بے پردہ رہتی کھلے بندوں چلتی پھرتی ہیں جن سے زنا بھی ثابت ہوا حمل گرائے گئے ہوں یا طوائف کا نکاح بے استبرائے رحم جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۶
حلتِ غراب کی نسبت امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف کرنا باطل ہے۔ ۴۸۲
عمامی اور بھاوج سے مذاق کا حکم۔ ۵۰۶
مرزائی کی نابالغہ دختر سے عقد جائز ہے یا نہیں مرزائی مرگیا ہے، دختر اپنے مذہب سے بالکل ناواقف ہے۔ ۵۰۷
مسلمان مرد یا عورت کے بدھ جین ہندو دہریہ وغیرہ سے نکاح کا حکم۔ ۵۱۰
مسلمان مرد کافر کتابیہ سے نکاح کرسکتا ہے۔ ۵۱۱
کتابیوں کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے۔ ۵۱۱
بحکم حدیث اسلام ضرر و ضرار سے پاک ہے۔ ۶۲۹
زید حرامی مگر مسلمان دیندار ہے، اس کی اولاد سے حلالی اپنی اولاد کا عقد کرسکتے ہیں یا نہیں۔ ۷۲۸
سیّدہ سے غیر سیّد نے نکاح کیا اس پر لوگ اسے کافر کہتے ہیں، کافر کہنے والوں کا کیا حکم ہے۔ ۷۳۰

ترغیب و ترہیب

ظالموں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے۔ ۲۰۲
دو فرقتین ہیں، ایک میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا، دوسرے کی اسے پروا نہیں، اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا۔ ۲۰۲
مسلمان کو ایذاء پہنچانا اللہ اور رسول جل و علا وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایذاء دینا ہے۔ ۲۰۴
ظلم و گناہ پر اعانت کرنا ظالم کی مثل ظلم و حرام اور استحقاق عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ ۲۰۴
جو کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لئے چلا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔ ۲۰۴
نکاح پریشان نظری و بدکاری سے رُکنے کا سبب ہے۔ ۲۲۱
تبدیلِ مذہب پر سُوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ ۲۴۰
جھوٹ اور بے اصل بات قائم کرکے شریعت کو تکلیف دینی سخت بیہودگی ہے۔ ۲۶۱
یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو، حدیث میں ہے کہ وہ حشر میں زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔ ۲۸۳
کسی مسلمان کو ناحق تکلیف دینا اللہ و رسول کو ایذاء دینے کے مترادف ہے۔ ۲۹۲
جو شخص کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج کو دیکھے وہ ملعون ہے۔ ۳۶۴

عورت اور اس کی دختر کی فرج کو دیکھنے والے پر روزِ قیامت اللہ تعالےٰ نظرِ رحمت نہ کرے۔ ۴۶۴

بدمذہبوں سے دوستی کرنے والا بحکمِ قرآن انہی میں سے ہے۔ ۳۹۱

آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔

گناہ کی نحوست فاعل کے غیر پر بھی ہوتی ہے۔ ۴۱۹

جو کسی کی عورت کو اس کے خاوند سے بگاڑ دے بحکمِ حدیث وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے گروہ سے نہیں۔ ۴۲۵

عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرا دینا اشد و اخبث ظلم ہے۔ ۴۲۶

جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر گنی گئی ہے۔ ۴۲۶

جھوٹے گواہ کے قدم اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس پر عذابِ جہنم واجب کر دے گا۔ ۴۲۶

عورت کو شوہر سے بگاڑنے والے پر وعیدِ شدید۔ ۵۳۱

گمراہ پڑھا لکھا جاہلوں سے بدتر ہے کہ جہل مرکب سخت بری بلا ہے اور اس میں مبتلا ہونے والا دونوں جہانوں میں سخت ذلیل و حقیر ہوتا ہے۔ ۷۱۳

ہبہ

اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے اسے پھر کھا لیتا ہے۔ ۳۹۹

فرائض

کنیز سے جو اولاد ہو صحیح النسب اور ترکہ کی مستحق ہے ۲۴۲

نکاحِ سُنّی با دخترِ رافضی صحیح ہے یا نہیں، اور اولاد مستحقِ ترکہ پدری ہے یا نہیں۔ ۳۲۸

اجانب کا نکاحِ فاسد و باطل میں توارث جاری نہیں ہوتا۔ ۳۴۱

حرمتِ مصاہرہ کے باوجود اگر خاوند نے نہ چھوڑا اور وطی کرتا رہا تو پیدا ہونے والی اولاد ماں اور باپ دونوں کی وارث بنے گی تاہم ان شوائب میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ ۳۶۶

اولاد زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے۔ ۳۶۶

حساب

دینارِ شرعی ساڑھے چار ماشے سونے کا تھا۔ ۲۴۸

مہر حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا چار سو مثقال چاندی تھا جو یہاں کے حساب سے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوتا ہے۔ ۲۴۸

مہر اکثر ازواجِ مطہرات پانچ سو درہم تھا جو یہاں کے ایک سو چالیس روپے بھر ہوتا ہے۔ ۲۴۸

منطق

مسالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ کلیہ نہیں ہو سکتی۔ ۳۰۹

نفاذ اخص من وجہ ہے حل اور صحت سے یعنی کبھی نفاذ ہوگا حل اور صحت نہیں ہوں گے، اور کبھی حل و صحت ہوں گے نفاذ نہ ہوگا (حاشیہ) ۳۸۷

لزوم اور صحت و نفاذ میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے۔ (حاشیہ) ۳۸۸

لزوم اور حل میں نسبت عموم و خصوص من وجہ کی ہے۔ (حاشیہ) ۳۸۸

بلاغت

مجاز کے لئے قرینہ کی حاجت ہوتی ہے۔ ۱۵۵
استفہام ہنگام ارادۂ تحقیق مفید معنیٰ امر ہوتا ہے۔ ۱۶۴

لغت

ہماری زبان میں صیغہ ماضی مقرون بہ لفظ خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لئے ہے، نہ امر غیر واقع کے انشاء و ایجاد کے لئے۔ ۱۸۲
جواز کہ یہ دونوں اطلاق (بمعنی صحت وحلت) تو شائع و ذائع ہیں اور ان کے سوا کچھ اور اطلاقات بھی ہیں۔ ۳۸۶
جواز کا اطلاق کبھی نفاذ کے معنیٰ پر بھی ہوتا ہے (حاشیہ) ۳۸۶
جواز کبھی لزوم کے معنیٰ کے لئے آتا ہے۔ ۳۸۷
قلب کو قلب کہتے ہی اسی لئے ہیں کہ وہ متقلب ہوتا ہے۔ ۳۹۴
السبت مصدر ہے اور اس کا معنیٰ ہے تعظیم السبت۔ ۴۳۳

نحو

حال اور عامل میں مقارنت ضروری ہے۔ ۱۴۰

ہیئت

اسّی درجہ عرض سے آگے لوگوں کا گزر کیوں نہیں ہو سکتا۔ ۲۲۱
ستر درجہ کے آگے آبادی کا پتا نہیں۔ ۲۲۱
قطب شمالی اور قطب جنوبی میں روز و شب کی مقدار اور اس کی وجہ۔ ۲۲۱
نہار تنجیمی وعرفی وشرعی کا فرق۔ ۲۲۱
قطبین شمالی وجنوبی میں قمر و کواکب کا طلوع کب کب کس کس طرح ہوتا ہے اور کیسے کیسے غروب، اور کب تک طالع رہیں گے اور کب تک غارب۔ ۲۲۱

تاریخ و تذکرہ

سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے۔ ۲۴۸
مہر حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا چار سو مثقال چاندی تھا۔ ۲۴۸
مہر اکثر ازواج مطہرات پانچ سو درہم تھا۔ ۲۴۸
حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر میں دو روایتیں ہیں۔ ۲۴۸
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ میں مہر کثیر باندھنے پر انکار شدید فرمایا تو ایک خاتون نے آیۂ کریمہ و اٰتیتم احدٰھن قنطارا تلاوت کی جس پر آپ نے فوراً اپنے انکار سے رجوع فرمالیا۔ ۲۸۳
سروجی کون ہیں، کیسے ہیں۔ ۳۰۶
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے روز متعہ اور گدھے کے گوشت سے

منع فرمادیا۔ ۳۵۰
متعہ ابتدائے اسلام میں تھا پھر قرآن میں اس کی حرمت نازل ہونے سے یہ حرام ہوگیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ صحابہ نے متعہ کیا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی حرمت کو بیان فرمایا۔ ۳۵۰
تقلید شخصی کی سخت شدید تاکید فرمانے اور اس کے خلاف کو منکر و شنیع و باطل قرار دینے والے ائمہ کے نام۔ ۳۷۸
حضرت امام عبداللہ محض رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا میں پہلے شخص تھے جن کے ماں باپ دونوں فاطمی ہیں اسی لئے آپ کو محض کہا جاتا ہے، آپ کے وصال کے بعد آپ کی قبر پر ایک سال تک آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیمہ بنائے رکھا۔ ۴۳۱
غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین نے ایک وہابی خیال مولوی کے غلط فتویٰ پر مہر تصدیق لگا دی اور اعلیٰحضرت کی طرف سے گرفت پر اس سے رجوع کیا، دوسرا فتویٰ اس پہلے کے رد میں لکھا اور عذر گناہ بدتر از گناہ پیش کیا۔ ۴۸۹
کلکتہ کے مولوی لطف الرحمٰن بردوانی نے محارم سے نکاح کے بارے میں جہاں بھر کے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے ایک طویل عربی سوال چھپوایا جس کے جواب میں اعلیٰحضرت نے دلائل و نصوص پر مشتمل ایک رسالہ "نقد البیان لحرمۃ ابنۃ اخی اللبنان" تحریر فرمایا۔ ۴۹۰
حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پُرنور کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ ۴۹۱
حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں کیونکہ دونوں کو ثویبہ نے دودھ پلایا۔ ۴۹۲
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کہ بطن پاک حضرت بتول زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیں۔ ۷۳۰

مصرفات

شیطان کبھی حسنات کے صلہ سے اغوا کرتا ہے ۱۰۹
اخبار و انشاء میں بداہۃً تباین ہے۔ ۱۲۸
استفہام اور عقد اقسام انشاء میں سے دو تباین قسمیں ہیں۔ ۱۵۵
عقد وعدہ میں تباین ہے۔ ۱۸۴
آدمی نہ تبدل رائے سے محفوظ نہ کسی وقت بعض مصالح پر اطلاع پانے سے مامون۔ ۱۹۹
مفہوم لفظ لغوی، شرعی، عرفی، حقیقی اور مجازی کی طرف مقسوم ہوتا ہے جبکہ حکم لفظ غرض، غایت، مقصود اور ثمرہ وغیرہ سے موسوم ہوتا ہے اور ان دونوں پر لفظ کے معنیٰ، مضمون، حتیٰ کہ موضوع لہٗ کا بھی

اطلاق آتا ہے اگرچہ اوّل کے بعض اقسام میں وضع نوعی ہے۔ ۲۲۵

خواص وکنیز میں کیا فرق ہے۔ ۲۴۲

عینی کی عبارت وعنہ فی الرجل یشرب الشراب الیٰ قولہ قال السروجی وھما قولان باطلان کا مطلب کیا ہے ھما کا مرجع کیا ہے۔ ۳۰۵

مُردہ پیر پر حرام ہے یا حلال، اور ازواجِ مطہرات حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مریدات تھیں یا نہیں۔ ۳۲۵

متعدد مثالیں جہاں حرام شے حلال کو حرام کردیتی ہے۔ ۳۶۳

زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے جو خواہی نخواہی انس محبت والفت پیدا کرتا ہے۔ ۳۶۸

عورتوں کو شوہروں سے بے پناہ محبت ہوتی ہے۔ ۳۶۹

عورتیں زیادہ نرم دل ہوتی ہیں۔ ۳۶۹

عورتیں ناقصات العقل والدین ہیں۔ ۳۷۰

دل پلٹتے اور خیال بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ۳۹۴

مرد اور عورت میں کئی وجوہ سے فرق۔ ۴۰۲

شرح وقایہ کے شعر "ازجانب شیر دہ ہمہ خویش شوند واز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع" پر بحث۔ ۴۹۷

شعر مذکور کا مطلب بیان کرنے میں صاحبِ عمدۃ الرعایہ کی شدید غلطی۔ ۴۹۸

پسر و دختر کے لئے اقل عمر مراہقت کا بیان۔ ۵۲۰

www.alahazratnetwork.org
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابُ النّکاح

(نکاح کا بیان)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ جس شادی میں رقص اور باجا وغیرہ ممنوعاتِ شرعیہ ہوں وہاں نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس میں شک نہیں کہ یہ ناچ اور اکثر باجے شرعاً حرام وممنوع ہیں اور ان کے دیکھنے سُننے کا مرتکب فاسق وگنہ گار، مگر کفر نہیں کہ نکاح ہی نہ ہو۔ شرعِ مطہر میں نکاح صرف اس سے ہوجاتا ہے کہ مرد و زن ایجاب وقبول کریں اور دو گواہ سُنتے سمجھتے ہوں، باقی اس جلسہ کا کسی ممنوعِ شرعی پر مشتمل نہ ہونا شرط نہیں۔ شیطان کے طرقِ اغوا سے ایک بدتر طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی کو حسنات کے حیلہ سے ہلاک کرتا ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر عمدہ تمغائے مسلمانی ہے۔ اس نیک کام میں بہت لوگ حدودِ خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد وتعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ ان جاہلوں کے گناہ سے بدرجہا زائد ہوجاتا ہے جن کے لیے یہ ناصح مشفق بنے تھے، اور یہ بلاحضراتِ وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر، شرک، بدعتِ ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں اور مطلق پاس ولحاظ اسلام ومسلمین دل میں نہیں لاتے۔ اسی طرح یہ قائل بھی اوروں کو ناچ گانے سے روکتا تھا اور خود اس سے اشد گناہ یعنی شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا معہذا اُس پر لازم کہ اہلِ ہند اکثر عوام مسلمین مرد وزن کو معاذ اللہ زانی وزانیہ اور ان کی اولاد کو ولد الزنا ٹھہرائے حالانکہ حق سبحٰنہ و تعالٰی فرماتا ہے:

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ[1] — اللہ تعالٰی تمہیں دوبارہ کبھی اس طرح کرنے سے منع فرماتا ہے بشرطیکہ تم مومن ہو۔ (ت)

غرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بھی ایک حد مقرر ہے کہ اس سے تجاوز آدمی کو خود ترک معروف وارتکاب منکر میں مبتلا کردیتا ہے،

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ[2] — جس نے حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ (ت)

ہاں اگر دولھا دلہن میں سے کسی کا یہ عقیدہ ومذہب ہو کہ رنڈیوں کا یہ ناچ حلال ومباح ہے تو وہاں اس حکم کی گنجائش ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲ از شہر کہنہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماقولھم رضی اللہ عنہم اجمعین اس صورت میں کہ شخص واحد کا متولی ہونا دونوں طرفوں نکاح کا جبکہ وہ اصیل ایک طرف سے ہو اور ولی دوسری طرف سے ہو ساتھ ایسے ایجاب کے کہ قائم مقام قبول ہے، جیسے ابن العم نے سامنے گواہوں کے کہا زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی (جیسے چچا زاد کہے کہ میں نے اپنی چچازاد فلاں لڑکی کا اپنے ساتھ نکاح کیا) جائز ونافذ ہے یا نہیں، اور یہ جواز ونفاذ باجماع علمائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالٰی کے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اگر بنتِ عم نابالغہ ہے اور اس ابنِ عم سے اقرب اس کا کوئی ولی حاضر نہیں، یا بالغہ ہے اور ابنِ عم نے خاص اپنے ساتھ نکاح کرنے کا اس سے اذن لیا ہے عام ازیں کہ اس کے لیے اور ولی اقرب ہو یا نہ ہو فان ھذہ وکالۃ ولا ولایۃ مجبرۃ علی البالغۃ (تو یہ وکالت ہے بالغہ پر جبری ولایت نہیں ہے) تو ائمہ ثلثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک یہ شخص کہ ایک جانب سے اصیل دوسری طرف سے ولی یا وکیل ہے طرفین نکاح کا متولی ہوسکتا ہے خلافا للامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی (امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ت) ہدایہ میں ہے:

يجوز لابن العم ان يزوج بنت عمه من نفسه[3] — چچازاد کو جائز ہے کہ وہ چچازاد لڑکی کا اپنے ساتھ نکاح کرلے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲۴/۱۷
[2] القرآن ۶۵/۱
[3] الھدایۃ فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۳۰۲

فتح القدیر میں ہے: الصغیرۃ بغیر اذنھا والبالغۃ باذنھا[1] (صغیرہ کا نکاح بغیر اجازت اور بالغہ کا اجازت سے کرے۔ت) ہدایہ میں ہے:

وقال زفر رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز، واذا اذنت المرأۃ للرجل ان یزوجھا من نفسہ فعقد بحضرۃ شاھدین جاز وقال زفر والشافعی رحمھما اللہ تعالٰی لایجوز اھ[2]

امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ جائز نہیں، اور جب کسی عورت نے کسی مرد کو اپنے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی تو اس مرد نے اگر دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے نکاح کرلیا تو جائز ہے، اور امام زفر اور شافعی رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا ناجائز ہے اھ (ت)

اقول[3] وبہ ظھران ما فی ردالمحتار من نفاذ خمس صور بالاتفاق وھی التی لافضولی فیھا من جانب فانما اراد الاتفاق من ائمتنا الثلثۃ لاجمیع الائمۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم اجمعین۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اس سے واضح ہوا کہ ان پانچ صورتوں کے بارے میں جن میں کسی جانب سے خود نکاح کرنے والا فضولی نہ بنتے، ردالمحتار کا "بالاتفاق" کہنا اس سے ان کی مراد صرف امام ابوحنیفہ، امام یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا اتفاق ہے تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالٰی کا اتفاق مراد نہیں ہے۔ (ت)

پس ان صورتوں میں اس کی تنہا عبارت قائم مقام عبارتین ایجاب وقبول ہوجائے گی اور عبارت دیگر کی حاجت نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے:

اذا تولی طرفیہ فقولہ زوجت یتضمن الشطرین ولا یحتاج الی القبول[4]

جب یہ شخص نکاح کی دونوں طرفوں کا ولی ہو تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے نکاح کرلیا، ایجاب وقبول دونوں طرفوں کو شامل ہوگا اور اب قبول کہنے کی ضرورت نہیں، نکاح کرلیا یا نکاح کردیا کہے، دونوں طرح جائز ہے۔ (ت)

عام ازیں کہ یہ شخص وہ لفظ ادا کرے جس میں خود اصیل ہے مثلاً تزوجت یا وہ جس میں ولی یا وکیل ہے جیسے زوجت۔ خلافا للامام شیخ الامام بکر خواھر زادہ فی الثانی (امام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ کا دوسرے یعنی "نکاح کردیا" کہنے میں خلاف ہے۔ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/۱۹۶
[2] الھدایہ " " " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۳۰۲
[3] " " " " " " " "

فتح القدیر میں ہے:

قال شیخ الاسلام خواھر زادہ ھذا اذا ذکر لفظا ھو اصیل فیہ اما اذا ذکر لفظا ھو نائب فیہ فلا یکفی، فان قال تزوجت فلانۃ کفی و ان قال زوجتھا من نفسی لا یکفی لانہ نائب فیہ وعبارۃ الھدایۃ وھی ما ذکرناہ انفا صریحۃ فی نفی ھذا الاشتراط وصرح بنفیہ فی التجنیس ایضا، فی علامۃ غریب الروایۃ والفتاوی الصغری[1] الخ۔

شیخ الاسلام خواہرزادہ نے کہا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہوگا جب وہ اپنے اصیل ہونے کو تعبیر کرے یعنی "میں نے نکاح کیا" کہے، لیکن اگر اس نے نائب ہونے کو تعبیر کیا اور "نکاح کردیا" کہا تو یہ کافی نہیں، پس اگر اس نے "فلاں عورت سے نکاح کرلیا" کہا، تو کافی ہے اور اگر یوں کہا کہ "میں نے فلاں عورت کا اپنے ساتھ نکاح کردیا" تو کافی نہ ہوگا کیونکہ اس کہنے میں وہ نائب ہے۔ اور ہدایہ کی وہ عبارت جو ابھی ہم نے ذکر کی ہے وہ اس بات کی نفی میں صریح ہے اور تجنیس میں بھی اس کی نفی پر تصریح، غریب الروایۃ اور فتاوی صغری کے حوالے سے کی ہے الخ (ت)

قلت[2] وعلی ھذا اعول فی الدر وغیرہ من المعتبرات و افاد البحر وغیرہ ضعف خلافہ۔

قلت (میں کہتا ہوں۔ت) کہ درّ وغیرہ معتبر کتب میں اسی کو معتمد علیہ قرار دیا ہے، اور بحر وغیرہ نے اس کے خلاف کو ضعیف ظاہر کیا ہے (ت)

البتہ شہود کے سامنے منکوحہ کا متمیز ہوجانا ضرور ہے،

حتی لو کانت حاضرۃ متنقبۃ کفت الاشارۃ و ان کان الاحوط کشف الوجہ۔

حتی کہ اگر وہ عورت نقاب پہنے مجلس میں حاضر ہو تو نکاح میں اس کی طرف اشارہ کافی ہے اگرچہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وہ چہرہ کھلا رکھے (ت)

پس اگر بحالتِ غیبت صرف بنتِ عمی یا فلانۃ یا بنت عمی فلانۃ یا ان کے مثل جس لفظ سے شہود اسے متمیز کرلیں تو اسی قدر کافی، ورنہ ذکرِ اب وجد یعنی فلانہ بنتِ فلاں بن فلاں کہنا ضروری ہے۔

خلافا للامام الخصاف و منتقی الامام الحاکم الشھید و الامام شمس الائمۃ السرخسی۔

امام خصاف نے اور منتقی میں امام حاکم شہید اور امام شمس الائمہ سرخسی نے اس کے خلاف قول کیا ہے (ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/۱۹۷

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر لابد من تمییز المنکوحة عند الشاهدین لتنتفی الجهالة، فان کانت حاضرة متنقبة کفی الاشارة الیها والاحتیاط کشف وجهها فان لم یروا شخصها وسمعوا کلامها من البیت ان کانت وحدها فیه جاز ولو معها اخری فلا لعدم زوال الجهالة وان کانت غائبة ولم یسمعوا کلامها بان عقد لها وکیلها فان کان الشهود یعرفونها کفی ذکر اسمها اذا علموا انه ارادها وان لم یعرفوها لابد من ذکر اسمها واسم ابیها وجدها وجوز الخصاف النکاح مطلقا حتی لو وکلته فقال بحضرتهما تزوجت نفسی من موکلتی او من امرأة جعلت امرها بیدی فانه یصح عنده قال قاضی خان والخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء به وذکر الحاکم الشهید فی المنتقی کما قال الخصاف اھ قلت وفی التاترخانیة

بحر میں ہے کہ گواہوں کے نزدیک منکوحہ کا ممتاز ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کی جہالت ولاعلمی نہ رہے، پس اگر مجلس میں نقاب پہن کر حاضر ہو تو نکاح میں اس کی طرف اشارہ کافی ہے اگرچہ چہرہ کھلا رکھنے میں احتیاط ہے، اگر مجلس والے اس عورت کی شخصیت کو نہ دیکھ پائیں اور کمرے میں سے اس کی آواز سن رہے ہوں اگر وہ کمرے میں اکیلی ہو تو نکاح جائز ہے اور اگر اس کے ساتھ کمرے میں کوئی اور عورت بھی ہو تو جائز نہیں، کیونکہ لاعلمی باقی ہے۔ اور اگر وہ عورت مجلس میں موجود نہیں اور اس کی آواز بھی سنی نہیں جاسکتی اس کی طرف سے اس کا نکاح وکیل کر رہا ہو تو اگر گواہ اس عورت کو جانتے ہیں تو نکاح میں عورت کا نام ذکر کردینا کافی ہے جبکہ گواہوں کو علم ہو کہ وکیل کی مراد وہی عورت ہے، اور اگر گواہ اس کو نہ پہچانتے ہوں تو عورت، اس کے والد اور دادا کا نام ذکر کرنا ضروری ہے، اور امام خصاف نے نام ذکر کیے بغیر بھی جائز کہا ہے مثلاً ایک عورت نے نکاح کرنے والے کو گواہوں کے سامنے اپنا وکیل بنایا ہو تو اس سے نکاح کرنے والا یوں کہہ دے کہ میں نے ان گواہوں کی موجودگی میں اپنی مؤکلہ کا نکاح اپنے ساتھ کر دیا یا یوں کہہ دے کہ جس عورت نے مجھے اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے میں نے اس کا نکاح اپنے ساتھ کر دیا، تو اس طرح بھی امام خصاف کے قول پر نکاح صحیح ہوگا۔ امام قاضی خاں نے فرمایا کہ خصاف کا علم میں بڑا مقام ہے اس کی بات پر

عن المضمرات ان الاول هو الصحیح وعلیه الفتوی وکذا قال فی البحر فی فصل الوکیل والفضولی ان المختار فی المذهب خلاف ما قاله الخصاف وان کان الخصاف کبیرا[1] ھ ما فی رد المحتار ملخصا۔

عمل جائز ہے۔ اور حاکم شہید نے بھی منتقی میں خصاف جیسا قول کیا ہے اھ قلت اور تتارخانیہ میں مضمرات کے حوالے سے ہے کہ پہلا قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ بحر میں فضولی اور وکیل کی فصل میں یونہی اس کو مذہب میں مختار قرار دیا ہے جو کہ خصاف کے قول کے خلاف ہے اگرچہ خصاف کا بڑا علمی مقام ہے یہاں ردالمحتار کی عبارت کا خلاصہ ختم ہوا۔

اقول[2] وما عزا فی البحر للامام قاضیخان فانما نقله قاضیخان عن الامام شمس الائمة السرخسی اما هو بنفسه فقد قدم عدم الصحة و معلوم انه انما یقدم ما یعتمده۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بحر میں جو کچھ امام قاضی خان کی طرف منسوب کیا اس کو قاضی خان نے امام شمس الائمہ سرخسی سے نقل کیا ہے لیکن خود ان کا موقف عدم صحت ہے جس کو انھوں نے پہلے ذکر کیا ہے اور یہ بات معلوم شدہ ہے کہ وہ اپنے معتمدہ علیہ کو پہلے ذکر کرتے ہیں۔ (ت)

اور اگر بنتِ عم نابالغہ کے لیے ولی اقرب موجود ہے ای غیر غائب بغیبة منقطعة (یعنی لمبے سفر پر غائب نہ ہو۔ ت) یا بالغہ سے خاص اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا اذن نہ لیا اگرچہ اس نے مطلق تزویج کا اذن دیا ہو، تو ان صورتوں میں یہ ابن العم ایک جانب سے فضولی ہوگا اور جو کسی طرف سے فضولی ہو اُس کے لیے تولی شطری النکاح جائز نہیں اگرچہ ایجاب وقبول دو عبارتوں جداگانہ میں کرے ھو الحق الصواب خلافا لما فهم من بعض الکتب (یہ حق اور صحیح ہے بعض کتب سے جو سمجھا گیا ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ ت) یہاں تک کہ تنہا اس کا عقد کر لینا امام اعظم وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک باطل محض ہے کہ اس کے بعد اجازتِ ولی یا بالغہ سے بھی نافذ نہ ہوگا،

خلافا للامام الثانی حیث جعله من الموقوف فان اجازه من له الاجازة جاز والا لا۔

امام ثانی (یعنی امام یوسف) نے اس کے خلاف اس نکاح کو موقوف قرار دیا ہے کہ اگر صاحبِ اجازت اس کو جائز قرار دے تو جائز ہوگا ورنہ نہیں (ت)

تنویر الابصار و دُرمختار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۲

یتولی طرفی النکاح واحد لیس بفضولی و لو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح[1] ملخصا اھ

جو شخص دونوں جانب سے نکاح کا ولی ہو وہ کسی جانب سے بھی فضولی نہ قرار پائے گا اگرچہ وہ ایجاب وقبول دو کلاموں سے ادا کرے، یہ راجح قول ہے ملخصاً اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذا کان فضولیا منھما او من احدھما و من الآخر اصیلا او وکیلا او ولیا ففی ھذہ الاربع لا یتوقف بل یبطل عندھما خلافا للثانی حیث قال یتوقف علی قبول الغائب کما یتوقف اتفاقا لو قبل عنہ فضولی آخر قولہ وان تکلم بکلامین خلافا لما فی حواشی الھدایۃ وشرح الکافی من انہ لو تکلم بکلامین یتوقف اتفاقا وردہ فی الفتح بان الحق خلافہ ولا وجود لھذا القید فی کلام اصحاب المذھب[2] اھ مختصرا۔

اگر کوئی شخص دونوں جانب سے فضولی ہو یا ایک جانب سے فضولی اور دوسری جانب سے اصیل ہو یا وکیل یا ولی ہو تو ان چاروں صورتوں میں نکاح موقوف نہ ہوگا بلکہ امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک باطل ہوگا، امام یوسف اس کے خلاف ہیں ان کے نزدیک یہ موقوف ہوگا جس طرح ایک فضولی کی طرف سے ایجاب کو دوسرا فضولی قبول کرلے تو بالاتفاق موقوف ہوتا ہے، قولہ (اس کا قول) کہ اگرچہ دو کلاموں سے ایجاب وقبول کرے، یہ خلاف ہے اس کے جو ہدایہ کے بعض حواشی اور کافی کی شرح میں ہے کہ اگر دو کلاموں سے اس نے ادا کیا تو بالاتفاق نکاح موقوف ہوگا، فتح میں رد کردیا گیا ہے کیونکہ حق اس کے خلاف ہے اور اس قید کا اصحابِ مذہب میں کوئی وجود نہیں ہے اھ مختصراً (ت)

تنویر میں ہے:

لابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ من نفسہ[3]

چچازاد کو جائز ہے کہ وہ اپنی چچازاد نابالغہ کا خود اپنے ساتھ نکاح کرلے (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۶

[2] ردالمحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۶

شامی میں ہے:

ولا یخفی ان المراد حیث لا ولی اقرب منه[1]

اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے زیادہ قریب کوئی اور ولی نہ ہو۔ (ت)

شرح علائی میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته[2] اھ

اگر بعید ولی نے اقرب کی موجودگی کے باوجود نابالغہ کا نکاح کیا تو یہ اقرب ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اھ (ت)

اقول فافاد ان الابعد عند حضور الاقرب فضولی فاذا تولی الشطرین بطل۔

اقول اس کلام کا مفاد یہ ہے کہ اقرب کی موجودگی میں بعید ولی، فضولی قرار پائے گا، لہذا اگر بعید اس صورت میں دونوں جانب سے ولی بن کر نکاح کرے تو نکاح باطل ہوگا (ت)

اسی میں ہے:

فلو کبیرة فلابد من الاستیذان (قبل العقد اھ ش) حتی لو تزوجها بلا استیذان فسکتت او افصحت بالرضی لا یجوز عندهما (لانه تولی طرفی النکاح وهو فضولی من جانبها فلم یتوقف عندهما بل بطل اھ ش) وقال ابو یوسف یجوز[3] اھ مزید امن حاشیة الشامی۔

اگر لڑکی بالغہ ہو تو اس سے اجازت لینا ضروری ہے (قبل از نکاح اھ ش) حتی کہ اگر فضولی نے اس سے خود نکاح بغیر اجازت کر لیا اور لڑکی خاموش رہی یا نکاح کے بعد اس نے رضامندی ظاہر کی تو امام اعظم اور امام محمد کے قول پر نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ بالغہ کی موجودگی میں خود اس کی طرف سے فضولی ہے لہذا دونوں اماموں کے نزدیک یہ نکاح موقوف نہ ہوگا بلکہ باطل ہوگا اھ ش، اور امام ابو یوسف کے قول پر جائز ہے، اضافی عبارت حاشیہ شامی کی ہے۔ (ت)

---

[1] رد المحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲۷

[2] درمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴

[3] درمختار باب الکفاءۃ " ۱/ ۱۹۶

رد المحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲۷

فتح القدیر میں ہے،

وکلته ان یزوجها مطلقا فانه لو زوجها من نفسه لا یجوز[1]

اگر بالغہ نے کسی کو کہا کہ میرا نکاح کر دے اور کوئی تخصیص نہ کی اس صورت میں اگر اس شخص نے اس کا نکاح خود اپنے ساتھ کرلیا تو جائز نہ ہوگا۔ (ت)

الحمدللہ حکم مسئلہ مفصل و منقح ہوگیا اور سوال کی صورت کلیہ یعنی تولی الواحد طرفی النکاح اور الفاظ جزئیہ یعنی زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی (نکاح کی دونوں جانب سے ایک ہی شخص کا ولی بننا اور جزئی کے الفاظ کہ میں نے چچازاد کا نکاح اپنے ساتھ کرلیا) دونوں کے متعلق تمام احکام وخلافیات علمائے کرام وتصحیحات ائمہ وغیرہا، ضروریات متعلقہ مقام سب نے وضوح تام وانجلائے تمام پایا اسی قدر بس ہے اور زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳ علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین بیچ اس مقدمہ کے کیا فرماتے ہیں ایک عورت ہے کہ اس کے علامت سوائے مخرج بول کے اور نہیں ہے اور نکاح اس کا زید سے ہوگیا ہے، بعد نکاح ہونے کے یہ حال معلوم ہوا، اب اُس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں وُہ نکاح صحیح اور نصف مہر ذمۂ زید لازم،

فی فتاوی الامام قاضی خان خیار العیب وھو حق الفسخ بسبب العیب عندنا لا یثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب[2] ما وفی الدر المختار الخلوۃ بلا مانع کالوطی فی تاکد المھر انتھی[3] مختصرا و ملخصا، واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی قاضی خان میں ہے خیارِ عیب جو کہ عیب کی وجہ سے حق فسخ کا نام ہے، ہمارے نزدیک یہ نکاح میں ثابت نہیں ہوتا، لہذا کسی عیب کی بنا پر عورت کا نکاح رَد نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے کہ نکاح کے بعد خلوت وطی کی طرح مہر کو لازم کردیتی ہے بشرطیکہ خلوت کے دوران کوئی مانع نہ ہو، اھ، مختصرا و ملخصا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتح القدیر — فصل فی الوکالۃ بالنکاح — المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر — ۳/۱۹۷

[2] فتاوٰی قاضیخان — فصل فی الخیارات التی تتعلق بالنکاح — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۸۷

[3] درمختار — باب المھر — مجتبائی دہلی — ۱/۹۹-۹۸

مسئلہ ۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ انیس ۱۹ بیس ۲۰ برس ایک مکان میں بے تکلف بطور زن و شوہر رہتے اور زید لباس اور جملہ امورِ خانہ داری میں اُسے مثل زنانِ برادری رکھتا، خاندان میں آمد و رفت اس کی بتقریب شادی و غمی رہتی، اور زوجۂ زید مشہور تھی، اور زید مرد پارسا تھا، اس کی وضع پر گمانِ بدکاری نہیں نہیں ہوتا۔ آیا یہ مرد و زن زوج و زوجہ تصور کیے جائیں گے؟ اور جو لوگ جلسۂ نکاح میں موجود نہ تھے مگر اس حال سے واقف ہیں اُن کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مسئولہ میں وہ مرد و زن زوج و زوجہ تصور کیے جائیں گے یہاں تک کہ جو اشخاص اس حال سے واقف ہیں ان کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دے سکتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

وکذلک لو رأی انسانا جلس مجلس القضاء یدخل علیہ الخصوم حل لہ ان یشھد علی کونہ قاضیا وکذا اذا رأی رجلا و امرأۃ یسکنان بیتا ینبسط کل واحد منھما الی الاٰخر انبساط الازواج[1] وفی الخلاصۃ واما النکاح اذا رأی رجلا یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح[2] وفی فتاوی قاضیخان ولو رأی رجلا وامرأۃ یسکنان فی منزل و ینبسط کل واحد منھما علی صاحبہ کما یکون بین الازواج حل لہ ان یشھد علی نکاحھما[3]۔

اور ایسے ہی اگر کسی نے ایک شخص کو مجلس قضاء پر دیکھا اور اس کے ہاں فیصلے کے لیے مختلف فریقوں کا آنا جانا دیکھا تو اس کو جائز ہے کہ وہ اس شخص کے قاضی ہونے کی گواہی دے، اور ایسے ہی اگر کسی مرد و عورت کو ایک گھر میں شوہر بیوی کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرتے دیکھا۔ اور خلاصہ میں ہے کہ نکاح کے ثبوت میں اگر کسی نے ایک شخص کو ایک عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا اور لوگوں سے بھی سُنا کہ یہ مرد و عورت آپس میں خاوند بیوی ہیں تو دیکھنے سننے والے کو جائز ہے کہ وہ اس عورت کے اس مرد کی بیوی ہونے کی شہادت دے اگرچہ اس نے ان کے نکاح کی مجلس نہ دیکھی ہو۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ اگر کسی نے مرد و عورت کو ایک مکان میں رہتے دیکھا اور ان کو آپس میں میاں بیوی کی طرح بے تکلف پایا تو اس کے لیے ان دونوں کے نکاح کی شہادت دینا جائز ہے۔ (ت)

---

[1] ہدایہ — کتاب الشہادۃ — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۳/۱۵۸
[2] خلاصۃ الفتاوٰی — " الفصل الاول — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۴/۵۲
[3] فتاوٰی قاضی خان — فصل فی الشہادۃ علی النکاح — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۸۵

اور گواہ اگر انھیں زوج زوجہ بیان کریں اور کہیں ہم جلسۂ نکاح میں نہ تھے لیکن یہ امر مشہور ہے تو ان کی گواہی شرعًا مقبول ہے اور نکاح ثابت ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے:

بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیران یقولا شھدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذٰلک ولکنہ اشتھر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوھبانیۃ وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بلکہ عزمیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ گواہ تفسیر کرتے ہوئے کہیں کہ ہم نے لوگوں سے سُنا ہے۔ لیکن اگر یوں بھی کہہ دیا کہ ہم نے نکاح ہوتے نہیں دیکھا لیکن ہمارے ہاں لوگوں میں مشہور ہے کہ (دونوں میاں بیوی ہیں) تو تمام صورتوں میں شہادت درست ہوگی۔ اس قول کو شارح وہبانیہ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

www.alahazratnetwork.org
WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۳

رسالہ

عُبَابُ الْاَنْوَارِ اَنَّ لَا نِکَاحَ بِمُجَرَّدِ الْاِقْرَارِ

۱۳۰۷ھ

(محض اقرار کی بنیاد پر نکاح نہ ہونے کے بیان میں انوار کی موج)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مسئلہ از پنجاب فیروزپور صدر بازار مسجد جامع مرسلہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

از فقیر محمد فضل الرحمان بخدمت حضرت فیض درجت مظہر علوم دینی ومصدر فیوض دنیوی جناب مولانا بالفضل والکمال اولنا جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی دام فیضہ القوی السلام علیکم!

سوال (۱) زید نے ہندہ سے جو اپنے فعلِ شنیع قبیح سے تائب ہوئی، غیر ضلع میں جاکر نکاح کیا تاکہ کوئی مخل اور مانع اس کارِ خیر کا نہ ہو، اہلِ ضلع نے جب ان سے استفسار کیا کہ تمہارا نکاح ہوا ہے؟ تو انھوں نے یہ پاسخ دیا کہ اس قدر مہر پر ہمارا نکاح ہوا ہے، آیا یہ صورت نکاح صحیح ہے؟

(۲) اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ میری بی بی ہے اور ہندہ نے بیان کیا کہ میرا خاوند ہے یہ قیل وقال محضر شہود میں بیان کی گئی، کیا ان الفاظ سے انعقادِ نکاح ہوجاتا ہے؟ اس صورت میں ذکرِ مہر نہیں آیا، بعد توفیق وتطبیق روایات کے جواب مزین بمہر ودستخط فرماکر مرحمت عطا فرمایا جائے تاکہ آئندہ کسی جاہل کو مجالِ مقال باقی نہ رہے والسلام مع الاکرام۔

الجواب

لك الحمد رب الارباب صل علی الحبیب الاواب مع الآل والاصحاب و اهدنا الحق والصواب آمین الٰہنا الوھاب۔

تمام کو پالنے والے اے رب! تیرے لیے ہی تمام حمد ہے، سب سے زیادہ رجوع فرمانے والے محبوب پر رحمت نچھاور فرما اور اس پر مع اس کے آل و اصحاب سلامتی نازل فرما اور ہماری حق و صواب پر رہنمائی فرما، آمین اے عطا کرنے والے ہمارے اللہ تعالٰی! (ت)

کرم فرمایا السلام علیکم و رحمۃ اللہ واقعی یہ مسئلہ قابلِ امعان انظار و اعمال افکار ہے،

فاقول وباللہ التوفیق و بہ الوصول الی اوج التحقیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے اور تحقیق کی بلندی تک پہنچنا اسی کی مدد سے ہے۔ ت) اس میں شک نہیں کہ حکمِ قضا میں نکاح تصادق مرد و زن سے ثابت ہوجاتا ہے یعنی جب وُہ دونوں اقرار کریں کہ ہم زوج و زوجہ ہیں یا باہم ہمارا نکاح ہوگیا ہے یا اور الفاظ جو اس معنی کو مؤدی ہوں تو بلاشُبہ انھیں زوج و زوجہ جانیں گے اور قضاءً تمام احکامِ زوجیت ثابت ہوں گے بلکہ عندالناس اس سے بھی کمتر امر ثبوت نکاح کو کافی ہے، جب مرد و زن کو دیکھے مثل زن و شو ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساطِ زن و شوئی رکھتے ہیں تو ان پر بدگمانی حرام، اور اُن کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز، اگرچہ عقدِ نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو،

نص علیہ فی الھدایۃ و الھندیۃ وغیرھما وفی قرۃ العیون عن الدرر ویشھد من رأی رجلا و امرأۃ بینھما انبساط الازواج انھا عرسہ[1]

ہدایہ، ہندیہ وغیرہما اور قرۃ العیون میں درر سے ان سب کتب میں ہے کہ جس نے مرد و عورت کو خاوند بیوی کی طرح بے تکلف معاملات کرتے دیکھا اس کو جائز ہے کہ مرد کے لیے اس عورت کے بیوی ہونے کی شہادت دے۔ (ت)

اسی طرح تسامع بھی سامعین کے نزدیک اثباتِ نکاح کو بس ہوتا ہے یعنی جب ان کا زوج و زوجہ ہونا لوگوں میں مشہور ہو تو انھیں یہی سمجھا جائے گا اور زوجیت پر شہادت روا ہوگی اگرچہ خود اُن کی زبان سے اقرار نہ سُنا ہو،

کما فی الدر المختار و عامۃ الاسفار و

جیسا کہ درمختار اور عام کتب میں اور

---

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات مصطفی البابی مصر ۱/۷۱

فی قرۃ العیون عن العمادیۃ کذا تجوز الشہادۃ بالشہرۃ والتسامع فی النکاح حتی لو رأی رجلا یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشہد انہا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح[1]

قرۃ العیون میں عمادیہ سے منقول کہ نکاح کے معاملہ میں شہرت کی بنا پر بغیر تحقیق شہادت جائز ہے حتی کہ ایک شخص کو ایک عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا اور لوگوں سے معلوم ہُوا کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی ہے، تو اس کو جائز ہے کہ وُہ اس عورت کے بارے میں اس شخص کی بیوی ہونے کی شہادت دے اگرچہ اس نے ان کا نکاح نہ دیکھا ہو۔ (ت)

تو ان کا باہم تصادق بدرجۂ اولٰی مثبت نکاح،

فی الشامیۃ عن ابی السعود عن العلامۃ الحانوتی صرحوا بان النکاح یثبت بالتصادق والمراد منہ ان القاضی یثبتہ بہ ویحکم بہ[2] اھ ملخصا۔

فتاوٰی شامی میں ہے ابی سعود کی علامہ حانوتی سے روایت ہے کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ مرد و عورت کی آپس میں خاوند بیوی ہونے کی تصدیق سے نکاح ثابت ہوجائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ قاضی اس نکاح کو ثابت قرار دے گا اور اس کو نافذ رکھے گا اھ ملخصاً (ت)

پس ایسی صُورت میں واجب ہے کہ انہیں زوج و زوجہ ہی تصوّر کیا جائے جو خواہی نخواہی ان کی تکذیب کرے گا اور بدگمانی کے ساتھ پیش آئے گا مرتکب حرام قطعی ہوگا بایں ہمہ حکم قضا اور ہے اور امر دیانت اور چیز، اگر وُہ اپنے اظہار و اخبار میں حقیقۃً سچتے ہوں یعنی واقع میں اُن کے باہم نکاح ہولیا ہے تو عنداللہ بھی زوج و زوجہ ہیں ورنہ مجرد ان الفاظ سے جبکہ بطور اخبار بیان میں آئے ہوں نکاح منعقد نہ ہوگا وُہ بدستور اجنبی و اجنبیہ ہیں گے، نکاح جن امور و افعال کو ثابت و حلال کرتا ہے دیانۃً ان کے لیے اصلاً ثابت و روا نہ ہوں گے کہ اس تقدیر پر یہ الفاظ کوئی عقد و انشا نہ تھے محض جھوٹی خبر تھی اور جھوٹی خبر دیانۃً باطل و بے اثر۔

اقول[3] علماء تصریح فرماتے ہیں اگر شوہر نے اقرارِ طلاق کیا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہُوں اور واقع میں نہ دی تھی تو گو قضاءً طلاق ہوگئی مگر دیانۃً ہرگز نہ ہوگی کہ اس کا یہ قول طلاق دینا نہ تھا بلکہ طلاق غیر واقع کی جھوٹی خبر دینا، حاشیۂ علامہ طحطاوی میں ہے:

---

[1] قرۃ عیون الاخیار — کتاب الشہادات — دار الکتب العربیۃ الکبرٰی مصر — ۱/ ۷۱
[2] رد المحتار — کتاب النکاح — دار احیاء التراث العربی — ۲/ ۲۶۵

الاقرار بالطلاق کاذبا یقع به الطلاق قضاء لادیانۃ[1]

طلاق کا جھوٹا اقرار قاضی کے ہاں طلاق قرار پائیگا، عنداللہ نہیں۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

رجل طلق زوجته المدخولة واحدة رجعية فسئل كيف طلقت زوجتك فقال ثلثا كاذبا لايقع فى الديانة الا ماكان اوقعه من الواحدة الرجعية فيملك مراجعتها فى العدة والحال هذه اھ ملخصا۔[2]

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک رجعی طلاق دی تو اس سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دی ہیں، جواب میں اس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں، تو عنداللہ ایک ہی رجعی طلاق ہوگی جو اس نے دی ہے تو عنداللہ اس کو عدت کے دوران رجوع کا حق ہے، اھ، ملخصا۔ (ت)

تو جب اقرار خلاف واقع سے عنداللہ طلاق واقع نہیں ہوتی نکاح بدرجۂ اولٰی منعقد نہ ہوگا کہ طلاق سبب تحریم فرج ہے اور نکاح سبب تحلیل اور امر فرج میں احتیاط جلیل، ولہذا علماء متون وشروح وفتاوٰی میں تصریح فرماتے ہیں کہ مجرد اقرار مرد وزن سے نکاح ہرگز منعقد نہیں ہوتا، اسی پر وقایہ[3] ونقایہ[4] واصلاح[5] وملتقی[6] میں کہ سب اعاظم متون معتبرۂ مذہب سے ہیں جزم فرمایا، اسی پر کتاب[7] البیہقی وفتاوائے[8] اہل سمرقند وغیرہا میں اقتصار کیا، اسی کو شرح خصاص[9] ومختارات[10] النوازل وفتاوائے[11] خلاصہ وخزانۃ[12] المفتین ومختار[13] الفتاوٰی والیضاح[14] الاصلاح و جامع[15] الرموز میں مذہب مختار بتایا، اسی کو تنویر[16] الابصار ودرمختار میں مقدم ومختار رکھ کر ضعف مخالف کی طرف اشارہ فرمایا، اسی کو فتاوائے[17] ظہیریہ وفتاوائے[18] عالمگیریہ میں صحیح کہا، اسی پر جواہر[19] اخلاطی میں اُن دونوں لفظ فتوٰی یعنی مختار و صحیح کو جمع کر کے تیسرا لفظ اکد واقوی علیہ الفتوٰی اور زائد کیا، علامہ[20] خانوتی وسید[21] ابوالسعود کی عبارتیں ابھی گزریں باقی نصوص بالتلخیص یہ ہیں وقایۃ الروایۃ ومختصر الوقایہ میں ہے: لاینعقد بقولهما عند الشهود[22] (گواہوں کے سامنے مرد وعورت کا یہ کہنا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، نکاح نہ ہوگا۔ ت) شرح نقایہ قہستانی میں ہے: لاینعقد علی المختار[23] (مذہب مختار پر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ت) متن وشروح علامہ ابن کمال وزیر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۰۶
[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الطلاق مطلب طلق زوجتہ واحدۃ رجعیۃ الخ " " ۱/۳۸
[3] نقایۃ مختصر الوقایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۱
[4] جامع الرموز " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۴۴۵

میں ہے:

لا بقولهما مازن وشويم لان النكاح اثبات وهذا اظهار والاظهار غير الاثبات ذكره في التخيير وقال في مختارات النوازل هو المختار[1]۔

نکاح منعقد نہ ہوگا جب انھوں نے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، کیونکہ نکاح معاملہ کو قائم کرنے کا نام ہے اور مرد و عورت کا یہ اقرار، اظہار ہے اور اظہار اثبات نہیں ہے اس کو انھوں نے تخییر میں ذکر کیا ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ یہی مختار مذہب ہے۔ (ت)

متن علامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

لو قالا عند الشهود مازن وشويم لا ينعقد[2]۔

اگر انھوں نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

ذكر البيهقي رحمه الله تعالى في كتابه رجل وامرأة ليس بينهما نكاح اتفقا ان يقرا بالنكاح فاقرا لم يلزمهما قال لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم يتقدم وكذلك في البيع اذا اقر ابيع لم يكن ثم اجاز لم يجز[3]۔

بیہقی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد و عورت میں پہلے نکاح نہیں ہے اب انھوں نے بالاتفاق نکاح کا اقرار کر لیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے ثابت شدہ چیز کی خبر ہوتی ہے جبکہ اقرار سے قبل ان کا نکاح نہیں تھا، اسی طرح خرید و فروخت کا معاملہ ہے کہ دو فریقوں نے بیع کا اقرار کیا حالانکہ پہلے بیع نہ تھی تو اس اقرار سے بیع منعقد نہ ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

ذكر في النوازل رجل وامرأة اقرا بين يدي الشهود بالفارسية مازن وشويم لا ينعقد النكاح بينهما وكذا لو قال لامرأة هذه

نوازل میں مذکور ہے کہ مرد و عورت نے گواہوں کے سامنے یہ اقرار فارسی میں کیا کہ "ہم بیوی خاوند ہیں" تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد نے

---

[1] الفتاح و اصلاح — کتاب النکاح — موسسۃ الرسالہ بیروت — ۱/۲۳۸
[2] ملتقی الابحر — " — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۴۹
[3] فتاوٰی خانیہ — " — "

امرأتی وقالت ھی ھذا زوجی لایکون نکاحا[1]

ایک عورت کے بارے میں کہا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس عورت نے بھی کہا کہ یہ میرا خاوند ہے، تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی امام علامہ حسین بن محمد سمعانی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشھود فقال ماذن و شویم لاینعقد ھو المختار لان النکاح اثبات والاظھار غیر الاثبات ولھذا لو اقر بالمال لانسان کاذبا لایصیر ملکا خ (یعنی الخلاصۃ) ولو قال الرجل ھذہ امرأتی وقالت المرأۃ ھذا زوجی بمحضر من الشھود لایکون نکاحا لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم[2] (س) (ای فتاوٰی اھل سمرقند) (ملخصا)

مرد وعورت نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو نکاح منعقد نہ ہوگا، یہی مختار ہے، کیونکہ نکاح اثبات کا نام ہے اور اقرار اثبات نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کے لیے اپنے مال کا جھوٹا اقرار کیا تو دوسرے کے لئے ملکیت ثابت نہ ہوگی، خ (یعنی خلاصہ) اگر کسی مرد نے کسی عورت کے متعلق کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے، تو گواہوں کے سامنے اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے سے موجود چیز کے بارے میں خبر ہوتی ہے جبکہ یہاں پہلے نکاح موجود نہیں ہے، س (فتاوٰی سمرقند)۔ (ت)

متن مولٰی غزی وشرح محقق علائی میں ہے:

لاینعقد بالاقرار علی المختار خلاصۃ کقولہ ھی امرأتی لان الاقرار اظھار لما ھو ثابت ولیس بانشاء[3] الخ وسیأتی تمامہ۔

محض اقرار سے نکاح نہ ہوگا مختار قول پر، خلاصہ۔ جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ یہ میری عورت ہے، تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار ثابت شدہ چیز کے اظہار کا نام ہے اور یہ انشاء نہیں ہوتا الخ، یہ مکمل آئندہ آئے گا۔ (ت)

فتاوٰی ہندیہ میں عبارتِ خلاصہ ھو المختار (یہی مختار ہے۔ ت) تک نقل کی، پھر لکھا،

وقال ایں زنِ من ست بمحضر من الشھود

اگر کسی نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے

---

[1] فتاوٰی خانیہ کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹
[2] خزانۃ المفتین " قلمی نسخہ ۱/۷۶
[3] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

وقالت المرأۃ ایں شوئی من است ولم یکن بینھما نکاح سابق اختلف المشائخ فیہ و الصحیح انہ لا یکون نکاحا کذا فی الظھیریۃ وفی شرح الجصاص المختار انہ ینعقد اذا قضی بالنکاح او قال الشھود لھما جعلتما ھذا نکاحا فقالا نعم ینعقد ھکذا فی مختار الفتاوی[1] اھ

اقول وجہ الانعقاد فی الاول ان القضاء یرفع الخلاف او انہ ینفذ ظاھرا و باطنا وفی الثانی ان السؤال معاد فی الجواب والجعل انشاء کما فی الفتح والدر وغیرھما۔

اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے، حالانکہ ان کا پہلے نکاح نہیں تھا، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے جبکہ صحیح یہی ہے کہ نکاح نہ ہوگا۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے، اور جصاص کی شرح میں ہے کہ اگر قاضی نے نکاح کا فیصلہ دیا یا مرد وعورت کو گواہوں نے کہا کہ کیا تم نے ان الفاظ کو نکاح بنا دیا؟ تو انھوں نے جواب میں ہاں کہہ دیا تو مختار یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائیگا، مختار الفتاوی میں ایسے ہی ہے اھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) قاضی کے فیصلے کی صورت میں نکاح ہوجانے کی وجہ یہ ہے کہ حکم قاضی رافع خلاف ہے اور قضا ظاہراً اور باطناً نافذ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں انعقاد کی وجہ یہ ہے کہ جواب، سوال پر مشتمل ہوتا ہے، تو سوال میں نکاح بنانے کا ذکر ہے تو جواب میں بھی بنانے کے ذکر سے نکاح کا انشاء ہوگیا، جیسا کہ فتح اور دُرر وغیرہ میں ہے۔ (ت)

فتاوی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد اخلاطی حسینی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشھود بقولھما ماذن وشویم لا ینعقد ھو المختار قال بحضرۃ الشھود ھذہ المرأۃ زوجتی فقالت ھذا الرجل زوجی ولکن بینھما نکاح سابق لا ینعقد ھو الصحیح و علیہ الفتوی[2]۔

دونوں نے گواہوں کے سامنے اقرار کیا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح نہ ہوگا یہی مختار ہے، مرد نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے، اور عورت نے بھی گواہوں کے سامنے کہا یہ میرا خاوند ہے تو اس سے نکاح نہ ہوگا جبکہ پہلے نکاح نہ تھا، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۲
[2] جواہر اخلاطی " فصل فیما ینعقد النکاح من الالفاظ قلمی نسخہ ص ۴۸

بالجملہ اخبار وانشا کا تباین بدیہی تو ارادۂ اخبار ارادۂ منافی اور ارادہ منافی عقد کا نافی۔

اقول وبتقریری ھذا اندفع ما عسٰی ان یتوھم من ان النکاح مما یستوی فیہ الھزل والجد فلا یحتاج الی نیۃ وقصد حتی لو تکلما بالایجاب والقبول ھازلین او مکرھین ینعقد فکان المناط مجرد التلفظ وان عدم القصد وذلک لان بونا بیّنا بین عدم القصد وقصد العدم بارادۃ شئ اٰخر غیرہ مما یحتملہ اللفظ وما لا یحتاج الی القصد یصح مع الاول دون الاٰخر الا تری انہ لو قال انت طالق ولم ینو شیئا طلقت وان نوی الطلاق عن الوثاق او الاخبار عن طلاق سابق صادقا او کاذبا لم تطلق دیانۃ کما نصوا علیہ اتقن ھذا فانہ ھو التحقیق الحقیق بالقبول وان خفی بعضہ علی بعض الفحول علی ان ھذا انما ھو فی اللفظ الصریح اما الکنایات فلا شک فی توقفھا علی النیۃ کما فی الطلاق والعتاق۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) میری اس تقریر سے اس شُبہ کا ازالہ ہوگیا جس میں کہا گیا کہ نکاح تو ان امور میں سے ہے جن میں مذاق اور قصد برابر ہیں لہذا اس میں قصد اور ارادہ کی ضرورت نہیں حتی کہ جب مرد وعورت نے ایجاب وقبول کے کلمات بول دئے اگرچہ مذاق یا جبر سے کہے ہوں تو نکاح ہوجائے گا اس کی صحت کے لیے صرف الفاظ کی ادائیگی کافی ہے اگرچہ قصد نہ بھی ہو (لہذا بصورت اقرار نکاح صحیح ہونا چاہیئے) اس شُبہ کے ازالہ کی وجہ یہ ہے کہ قصد نہ ہونا اور بات ہے اور نکاح کے خلاف کسی محتمل لفظ کا قصد کرنا اور بات ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے، وُہ امور جو قصد کے بغیر ہوجاتے ہیں وُہ پہلی صورت یعنی قصد نہ ہونے کی صورت میں صحیح ہوجاتے ہیں مگر کسی مخالف چیز کے قصد سے وہ صحیح نہیں ہوتے۔ آپ دیکھئے کہ طلاق کا لفظ بغیر ارادہ کے بولا جائے تو طلاق ہوجاتی ہے لیکن اگر یہی لفظِ طلاق بول کر کسی دوسرے معنی کا ارادہ کیا جائے مثلاً طلاق بول کر باندھے ہُوئے کو کھولنا مراد لیا جائے یا انتِ طالق کہہ کر پہلی دی ہُوئی طلاق کی سچی یا جھوٹی خبر اور حکایت کا قصد ارادہ کیا جائے تو دیانۃً یعنی عنداللہ طلاق نہ ہوگی جیسا کہ فقہاءِ کرام نے اس کو واضح بیان کیا ہے۔ اس فرق کو محفوظ کرو کیونکہ یہ تحقیق قابلِ قبول ہے، اگرچہ یہ قدرے بعض بڑی شخصیات پر مخفی رہا ہے، تاہم یہ بیان صریح الفاظ کے متعلق ہے لیکن کنایہ کے الفاظ بہرحال نیت کے محتاج ہیں، جیسا کہ طلاق وعتاق میں صریح وکنایہ کا فرق موجود ہے (ت)

اور شک نہیں کہ ظاہراً عوام ان الفاظ سے ارادۂ انشاء کو جانتے بھی نہ ہوں گے بلکہ جو ان کا مفہوم متبادر ہے یعنی اخبار وہی ان کا مراد ومقصود ہوگا اور سامعین بھی اُنھیں سُن کر یہی سمجھیں گے تو جبکہ واقع میں اس سے پہلے نکاح نہ ہُوا تو صرف یہ سوال وجواب واخبار غلط کیونکر اُنھیں عنداللہ زوج وزوجہ بنا سکتے ہیں،

ھذا مما لا یعقل ولا یستاھل ان یقبل

یہ غیر معقول ہے اور قبول کرلینے کے قابل نہیں،

اقول فقد بان بحمد الله ضعف ما نقل
فی التنویر والدر عن الذخیرة بعد ما قدما
عدم الانعقاد بالاقرار علی المختار کما
سمعت حیث قال عقیبه وقیل ان کان
بمحضر من الشهود صح وجعل
الاقرار انشاء وهو الاصح
ذخیرة اھ[1] فاعلم اولاً ان المولیین
المحققین رحمهما الله تعالیٰ قد اشارا
الی تضعیف هذا بوجوه، اما المصنف
فبتقدیمه الاول وتعبیره هذا بقیل
واما المؤلف فبتقدیره علی الامرین
وتعلیله للاول فان التعلیل دلیل
التعویل کما نص علیه فی العقود الدریة
وغیرها فافهم وثانیاً ان
تاملت ما القینا علیك فوجوه ضعفه
لا تخفی لدیك اما اولاً فلما
تقدم فی کلامی وکلمات
العلماء الکرام علی عدم الانعقاد
بالاقرار من دلائل لا ترد و
لا ترام ولا شك ان الاقوی دلیلا
احق تعویلا واما ثانیاً فلما
له من کثرة الترجیحات وقد
تقرر ان العمل بما علیه الاکثر

9

اقول بحمد اللہ تعالیٰ تنویر اور درمیں جو ذخیرہ سے
نقل کیا گیا جہاں انھوں نے اقرار نکاح کو مختار قول کے
مطابق عدم نکاح قرار دیا جیسا تو نے سنا اور اس کے بعد یہ کہا کہ بعض
نے کہا ہے کہ یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہو تو نکاح صحیح
ہے اور اقرار کو انھوں نے انشاء قرار دیا ہے اور ذخیرہ
کے حوالے سے اس کو اصح کہا) اس نقل کا ضعف
واضح ہو گیا تو غور کرو اولاً اس لئے کہ (شامی اور طحطاوی رحمہما اللہ
دونوں قابل احترام حضرات نے اس کے ضعف پر کئی وجوہ سے اشارہ فرمایا، اور
بیشک مصنف (صاحب درّ) نے پہلے قول یعنی عدم انعقاد کو پہلے
ذکر اور دوسرے کو "قیل" کے ساتھ ذکر کیا ہے اور
مؤلف یعنی صاحب ذخیرہ نے اگرچہ دونوں
قولوں کو ذکر کیا لیکن وجہ اور دلیل صرف پہلے قول کی
ذکر کی جو کہ قابل اعتماد ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ یہ
قاعدہ عقود الدریہ وغیرہ میں بیان ہے، غور کرو ــــ
دوسرا اس لیے کہ میں نے جو وجوہِ ضعف آپ کو
بیان کئے ہیں اگر آپ نے غور کیا ہو تو اس نقل کے
ضعف کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، مثلاً اول یہ
کہ میں نے اور دیگر علماءِ کرام نے جو کلمات ذکر کئے ہیں
کہ اقرار سے نکاح نہیں ہوتا اور اس پر جو دلائل پیش
کئے گئے وہ ناقابلِ تردید ہیں اور بلا شک وشبہ
جو دلائل وزنی ہوں گے وہ زیادہ قابلِ اعتماد ہونگے
ثانیاً اس لیے کہ اس پر کثیر ترجیحات ذکر کی گئی ہیں
اور یہ بات مسلّمہ ہے کہ جس پر اکثریت ہو وہ عمل کے لیے

---

[1] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۸۶-۱۸۵

كما فى العقود وغيرها واما ثالثا فلان ماله من علامة الافتاء اشد قوة واعظم وقعة مما لهذا فقد نصوا ان عليه الفتوى و به يفتى اكد مايكون من الفاظ الفتوى واما رابعا فلان ما عليه المتون وهى العمدة واليها الركون فهذه الاربعة فقد ظهرت من قبل واما خامسا فلما تسمع انفا، قد اظهرلنا المولى الامام برهان الدين محمود بن الصدر السعيد تاج الدين احمد قدس سرهما فى ذخيرته مأخذ خيرته اذ نبى ذلك على انه ذكر فى محرر المذهب محمد رضى الله تعالى عنه فى صلح الاصل ادعى رجل على امرأة نكاحا فجحدت فصالحها بمائة على ان تقر بهذا فاقرت فهذا الاقرار جائز والمال لازم اھ فظن المولى البرهان ان محمدا اجاز النكاح بالاقرار وقد علم ان هذا لايصح الا بمحضر من الشهود ففرع عليه

قابلِ قبول ہے جیسا کہ عقود وغیرہ میں ہے **ثالثاً** اس لیے کہ جس میں فتوٰی کی قوی علامت پائی جائے وہ قوت اور وقعت کے لحاظ سے پختہ اور وزنی ہوتا ہے، چنانچہ فقہاءِ کرام نے اس پر تصریح کی ہے "علیہ الفتوٰی" اور "بہ یفتی" کے الفاظ فتوٰی کے باب میں سب سے زیادہ پختہ الفاظ ہیں، **رابعاً** اس لیے کہ کتب متون جس کو معتمد علیہ قرار دیں اس کی طرف ہی رجوع کرنا ہوتا ہے۔ یہ چاروں امور پہلے واضح ہو چکے ہیں، **خامساً** اس لیے جو آپ ابھی سنیں گے کہ امام برہان الدین محمود بن الصدر السعید تاج الدین احمد قدس سرہما نے اپنے ذخیرہ میں جس کو اپنے پسندیدہ امور کا ماخذ بنایا ہے اس کی بنیاد محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ذکر کردہ مسئلہ پر ہے جس کو انھوں نے اصل یعنی مبسوط کے "باب الصلح" میں بیان کیا ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے ایک عورت کے بارے میں دعوٰی کیا کہ یہ میری منکوحہ ہے جبکہ عورت نکاح سے انکاری ہے تو اس نے عورت سے سو روپے کے بدلے صلح کر کے اس سے نکاح کا اقرار کرا لیا تو عورت کا اقرار جائز اور مال لازم ہو جائے گا اھ اس سے محرم برہان الدین کو گمان ہوا کہ امام محمد نے عورت کے اقرار سے نکاح کو جائز قرار دیا اور علامہ برہان الدین نے یقین کر لیا کہ یہ اقرار گواہوں کی موجودگی میں ہوا تو صحیح ہوگا،

۱؎ ردالمحتار بحوالہ صلح الاصل کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی ۲/۶۶-۲۶۵

ان الاصح الصحة لو الشهود حضورا قال العبد الضعيف لطف به المولى اللطيف و اى شئ اكون انا حتى اتكلم بين يدى هذا الامام الجليل قدس سره الجميل و لكن كثرة تصحيحات الائمة وجزمهم فى الجانب الأخر بما تجرؤنى ان اقول و بالله التوفيق لامساس لما فى الاصل بهذا الفصل فان محمدا انما اجاز الاقرار و الزم المال فانما افاد جواز الصلح و انقطاع الجدال بحيث لو عادت المرأة بعد ذلك الى الجحود لم يسمعه القاضى اما لو لم يجز الصلح لم يلزم المال و اقوت المرأة على انكارها هذا هو حاصل جواز الصلح و عدم جوازه كما لا يخفى و اين هذا من انعقاد العقد فى الواقع فيما بينهم و بين ربهم العليم الخبير تبارك و تعالى اليس قد صرحوا انه لا يطيب له البدل ان كان كاذبا و لو ادعى رجل على أخر بيع داره مثلا فاقر به افتداءً عن يمينه او فرارا عن ذل الجثو بين يدى القاضى ثبت البيع قضاء وجرت الاحكام من وجوب التسليم و لزوم الشفعة وغيرذلك لكن هذا المدعى الكاذب انما يأخذ جمرة نار ثم السران المصالحين

اسی لیے انھوں نے اس کے بعد یہ تفریع قائم کی کہ اصح بات یہ ہے کہ گواہ موجود ہوں تو اقرار سے نکاح صحیح ہوگا۔ یہ عبدِ ضعیف (اللہ تعالیٰ مہربان اس پر مہربانی فرمائے) میں کون ہوں جو اس عظیم امام کے سامنے بات کروں لیکن تصحیح کی کثرت اور ائمہ کرام کا جزم اس کے خلاف ہے جس کی وجہ سے مجھے جرأت ہو رہی ہے کہ میں بات کروں۔ اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے، اصل کے بیان کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف اقرار کو جائز اور مال کو لازم فرمایا ہے جس کا مفاد صرف صلح کا جواز اور جھگڑا ختم کرنا ہے حتی کہ اگر عورت اس کے بعد دوبارہ انکار کرے تو قاضی اس کی سماعت نہیں کرے گا، لیکن اگر صلح کو جائز نہ مانا جائے تو مال لازم نہ ہوگا اور عورت کا انکار باقی رہے گا، صلح کے جواز اور عدم جواز کا حاصل صرف یہی ہے جیسا کہ واضح ہے، اس کا فی الواقع عند اللہ نکاح کے منعقد ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیا ایسی صورت میں مدعی کے جھوٹا ہونے پر معاوضہ کے اس کے لیے طیب نہ ہونے پر فقہاء نے تصریح نہیں کی، ایک شخص دوسرے کے خلاف اس کے مکان کی فروختگی کا جھوٹا دعوی کرے اور مدعی علیہ قسم سے بچنے کے لیے فروختگی کا اقرار کرلے یا قاضی کے ہاں پیشی کی رسوائی سے بچتے ہوئے اقرار کرلے تو اس صورت میں قضاءً بیع ثابت ہوجائیگی اور اس پر مکان کا قبضہ دینا، اور شفعہ وغیرہ جیسے احکام جاری ہوں گے اس کے باوجود جھوٹے مدعی کی وصولی اس کے لیے جہنم کا انگارا ہے، پھر دو صلح کرنے والوں نے

اما اذا عقد الصلح وهو انما يصور بارجاعه الى عقد من العقود الشرعية فلا بد من حمله على اشبه عقد به ضرورة تصحيح الكلام وقطع الخصام اما هٰهنا اعني فيما نحن فيه فلم يريدا عقدا وانما اخبرا خبرا كذبا والكذب وان يرج على الناس فلا يصح عند الله اصلا فوضح الفرق وزال الاشتباه والحمد لله، قال في الهداية اذا ادعى رجل على امرأة نكاحا وهي تجحد فصالحته على مال بذلته حتى يترك الدعوى جاز وكان في معنى الخلع لانه امكن تصحيحه خلعا في جانبه بناء على زعمه وفي جانبها بذلا للمال لدفع الخصومة قالوا ولا يحل له ان يأخذ فيما بينه وبين الله تعالى اذا كان مبطلا في دعواه[1] اھ، قال في الكفاية هذا عام في جميع انواع الصلح[2] اھ وفي الدر المختار عن القهستاني اما الصلح على بعض الدين فيصح ويبرء عن دعوى الباقي اي قضاء لا ديانة ولذا الوظفر به اخذه[3] اھ

جب صلح کا عہد کر لیا تو حکمت کا تقاضا ہے کہ اس معاہدہ کو کسی شرعی عقد کی صورت دینے کے لیے اس کے قریب ترین عقد پر محمول کیا جائے تاکہ ان دونوں کی کلام کو صحیح بنایا جائے اور ان کے جھگڑے کو ختم کیا جا سکے، لیکن یہاں ہمارے زیر بحث مسئلہ میں تو مرد و عورت نے کوئی عقد نہیں کیا بلکہ دونوں نے جھوٹی خبر دی، جھوٹ اگرچہ لوگوں پر اثر انداز ہو جاتا ہے لیکن عند اللہ موثر نہیں ہو سکتا، پس فرق واضح اور اشتباہ ختم ہوا، للہ الحمد، ہدایہ میں فرمایا اگر کسی مرد نے کسی عورت پر اس سے نکاح کا دعوٰی کیا جبکہ عورت انکاری ہے اور دعوٰی کو ختم کرنے کے لیے مال دے کر صلح کرتی ہے تو یہ صلح جائز ہے، اور اس صلح کو خلع کے معنی پر محمول کیا جائیگا کیونکہ مرد کی طرف سے اس کے دعوٰی کی بنا پر اس معاوضہ کی وصولی کو صحیح قرار دینا صحیح ہے اور عورت کی طرف مال کی ادائیگی جھگڑے کو ختم کرنے کی کارروائی تصور کیا جائیگا اس کے باوجود فقہاء کرام نے یہاں فرمایا کہ اگر وہ مرد جھوٹا ہے تو اس کو عورت سے معاوضہ لینا حلال نہیں ہے اھ اور کفایہ میں کہا کہ یہ ہر قسم کی صلح کو شامل ہے اھ درمختار میں قہستانی سے منقول ہے کہ قرض کے کچھ حصے پر صلح ہو جائے تو جائز ہے اور باقی قرض سے قضاءً بری ہو جائے گا دیانۃً یعنی عند اللہ بری نہ ہوگا اسی لیے اگر قرضخواہ کو موقعہ ملے تو باقی کو وصول کرے اھ،

---

[1] ہدایہ — کتاب الصلح — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۳/۲۴۷
[2] کفایہ مع فتح القدیر — کتاب الصلح — نوریہ رضویہ سکھر — ۷/۳۸۹
[3] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۱۴۲

وفی الشامیة عن المقدسی عن المحیط قضاہ الالف فانکر الطالب فصالحہ بمائة صح ولا یحل لہ اخذ ھا دیانة[1] اھ، وسرد النقول فی ذالك یطول و قال فی الھدایة الاصل ان الصلح یجب حملہ علی اقرب العقود الیہ واشبھھا بہ. احتیالا لتصحیح تصرف العاقد ما امکن[2] اھ فبما اسمعتك یتحصل الجواب عن تمسك المولی البرھان بثلثة اوجہ الاول ان جاع الصلح الی تلك العقود تقدیر وتصویر ضروری فلا یتعدی الثانی انما تثبت ھذہ العقود بتلك الالفاظ فی ضمن الصلح وکم من شئ یثبت ضمنا و لا یثبت قصدا الا تری ان قولہ اعتق عبدك ھذا عنی بالف یتضمن الابتیاع مع انہ لا ینعقد قصدا بلفظ الاعتاق الثالث ان ھذہ العقود انما تقدر قضاء ولا تؤثر فی الدیانة

اور فتاوی شامی میں مقدسی کے حوالہ سے محیط سے منقول ہے کہ اگر کسی نے قرض خواہ کو ہزار کردیا مگر قرضخواہ وصولی سے منکر ہے تو مقروض نے ایک صد پر صلح کرلی تو صحیح ہے لیکن قرض خواہ کو دیانۃً لینا حلال نہیں ہے اھ یہاں تمام نقول کو ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ ہدایہ میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ صلح کرنے والے کے تصرف کو صحیح قرار دینے کے لیے صلح کے قریب ترین کسی عقد پر محمول کرنا ضروری ہے تاکہ حتی الامکان اس کے عقد کو صحیح بنایا جاسکے اھ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے مولانا برھان الدین کی دلیل کے تین جواب ہوئے پہلا یہ کہ اس صلح کو عقود کی طرف راجع کرنا صرف فرضی صورت ہے جو کہ ایک ضرورت کے لیے ہے اس ضرورت کے بغیر تجاوز کرنا درست نہیں۔ دوسرا یہ کہ ان عقود کا ثبوت صلح کے الفاظ میں ضمناً ہوتا ہے جبکہ بہت سے امور ضمناً تو ثابت ہوتے ہیں لیکن مقصوداً ثابت نہیں ہوتے، آپ غور کریں کہ جب کوئی کہتا ہے کہ تو اپنے غلام کو میری طرف سے ایک ہزار کے بدلے آزاد کردے تو یہاں ضمناً بیع ہوجاتی ہے، جبکہ "آزاد کردے" کے لفظ سے قصداً بیع منعقد نہیں ہوتی۔ تیسرا یہ کہ یہ عقود صلح کے ضمن میں صرف قضاءً نافذ ہوتے ہیں

---

[1] رد المحتار کتاب الصلح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۷۵
[2] ہدایہ " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۴۶

اذا کان مبطلا و نحن لا ننکران باقرارھما یثبت النکاح قضاء و انما الکلام فی الدیانۃ فان کان مراد الامام البرھان ھو الصحۃ قضاء وقد یستأنس لہ بقولہ عطر اللہ مرقدہ جعل الاقرار انشاء حیث لم یقل کان انشاء ویعینہ بناؤہ الامر علی عبارۃ الاصل فانھا کما علمت لا تفید الا الجواز قضاء فھذا حق لا مریۃ فیہ ولا غرو فی المصیر الیہ تصحیحا لکلام ھذا الامام و تحصیلا للوفاق بینہ وبین غیرہ من ائمۃ الاعلام و ان کان فیہ بعد بالنظر الی ظاھر الکلام و الا فلا شک ان الحق مع ھؤلاء الجھابذۃ الکرام واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الامر فی کل مرام والحمد للہ مولینا الھادی ذی الجلال والاکرام۔

صلح جھوٹ پر مبنی ہو تو دیانۃً نافذ نہیں ہوتے، اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مرد و عورت کے قاضی کے ہاں اقرار سے قضاءً نکاح ہو جاتا ہے جبکہ ہماری گفتگو دیانت یعنی عنداللہ کے بارے میں ہے، تو اگر امام برہان الدین کی مراد یہ ہو کہ صرف قضاءً نکاح ہو جاتا ہے جبکہ ان کا کلام اس طرف مائل ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے اقرار کو انشاء بنایا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ انشاء ہے اور پھر انھوں نے اپنی بات کا مدار اصل یعنی مبسوط کی عبارت کو بنایا ہے جس سے صرف قضاءً جواز ثابت ہے اگر ان کا یہی مقصد ہے تو بجا اور حق ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس عظیم امام کے کلام کو درست بنانے کے لیے اس مقصد کی طرف رجوع کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ ان کے ظاہر کلام سے یہ مقصد بعید نظر آتا ہے تاہم اس سے ان کے اور دیگر ائمہ کرام کے کلام میں موافقت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر ان کا مذکورہ مقصد نہ ہو تو پھر اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ان کے مقابلہ میں دیگر ائمہ کا کلام حق ہے، اور ہر مقصد میں اللہ تعالٰی ہی حقیقت کو بہتر جاننے والا ہے۔ اللہ تعالٰی رہنمائی فرمانے والے کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔ (ت)

ہاں اگر مرد و زن نے وہ الفاظ کہے جو امر ماضی سے خبر دینے کے لیے متعین نہ تھے مثلاً مرد نے کہا یہ میری زوجہ ہے، عورت بولی یہ میرا شوہر ہے، یا مرد نے کہا میں اس کا خاوند ہوں، عورت بولی میں اس کی جورو ہوں اور دونوں نے ان الفاظ سے عقد نکاح کرنے کی نیت کی یعنی ان میں کسی کا قصد اخبار نہ تھا دونوں نے بارادۂ انشاء کہے تو بیشک یہ الفاظ عقد نکاح ٹھہریں گے کہ جب قصد اخبار نہیں تو یہ لفظ اقرار نہیں اور جبکہ اخبار ماضی کے لیے متعین نہیں تو ارادۂ انشاء کے صالح ہیں تو انھوں نے الفاظ صالحہ سے قصد انشاء کیا اور اسی قدر تحقق ایجاب و قبول کے لیے بس ہے بخلاف اُن الفاظ کے جو اخبار عن الماضی کے سوا دوسرے معنے کے محتمل نہ ہوں مثلاً کہیں باہم ہمارا نکاح ہو چکا ہے کہ اب لفظ اخبار میں متعین اور انشا سے مبائن۔

اقول[1] هذا الذی قررته بتوفیق اللہ تعالٰی یجب ان یکون هو المراد من قول الامام الاجل فقیه النفس قاضیخان رحمه اللہ تعالٰی حیث افاد بعد ما اشار عن البیهقی والنوازل ما اسلفنا ، قال مولٰنا رضی اللہ تعالٰی عنه ینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقرا بعقد ماض ولم یکن بینهما عقد لا یکون نکاحا وان اقرت المرأة انه تزوجها و اقر الرجل انها امرأته یکون ذٰلك نکاحا ویتضمن اقرارهما بذٰلك انشاء النکاح بینهما بخلاف ما اذا اقرا بعقد لم یکن لان ذٰلك کذب محض وهو کما قال ابو حنیفه رضی اللہ تعالٰی عنه اذا قال الرجل لامرأته لست لی بامرأة ونوی به الطلاق یقع و یجعل کانه قال لست لی بامرأة لانی قد طلقتك ولو قال لم اکن تزوجتها ونوی به الطلاق لا یقع لان ذٰلك کذب محض لا یمکن تصحیحه اھ[1] قال فی الفتح علی ما نقل عنه فی رد المحتار[2] ان الحق هذا التفصیل اھ

اقول میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو تقریر کی ہے امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں کے قول کا بھی لازمی طور پر یہی مقصد ہے جہاں انھوں نے بیہقی اور نوازل کے قول کو ہمارے بیان کردہ کے مطابق نقل کرنے کے بعد افادہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مناسب ہے کہ جواب میں تفصیل سے کام لیا جائے کہ مرد وعورت نے ماضی میں نکاح نہ ہونے کے باوجود ماضی میں نکاح ہونے کا اقرار کیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا۔ اور اگر عورت نے اقرار میں یوں کہا کہ یہ میرا خاوند ہے اور مرد نے یوں کہا کہ یہ میری بیوی ہے تو یہ اقرار نکاح قرار پائے گا اور ان کے اقرار کے ضمن میں نکاح ایجاد ہو جائیگا بخلاف جبکہ ماضی کے نکاح کے بارے میں اقرار ہو، کیونکہ وہ محض جھوٹ ہے۔ اس تفصیل کا ماحصل ایسے ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے اور اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق ہو جائے گی گویا کہ اس شخص نے یوں کہا کہ تو میری بیوی نہیں کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے، اور اگر اس نے بیوی کو یوں کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا اس قول سے اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ ایسا جھوٹ ہے جس کی توجیہ نہیں ہوسکتی اھ ردالمحتار میں فتح سے نقل کیا گیا ہے کہ یہی تفصیل حق ہے اھ اس

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۴۹

[2] رد المحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۶

فانما المعنى على ما بيّنا وليس المراد ان اللفظ اذا لم يتعين للاخبار عن الماضى صح العقد وان نويا به الاخبار كيف وانه لا يكون حينئذ الا محض كذب وليشهد لك بذلك ما استشهد به من مسئلة الطلاق فانه ان قال لست لى بامرأة ولم ينو به انشاء الطلاق وانما قصد الاخبار الكاذب لم يقع قطعا فانه لا يقع عند ذلك بالتصريح كما قد منا فيه بالكنايات الا ترى انه بنفسه قيد المسئلة بقوله ونوى الطلاق فكذا يقال ههنا ونويا النكاح هذا ما صرت اليه لما وعيت ثم بتوفيق المولى سبحانه وتعالى رأيت العلامة عبد العلى برجندى نقل فى شرح النقاية كلام الامام فقيه النفس بالمعنى وعبر عنه بعين ما فهمته ولله الحمد وهذا نصه فى الظهيرية لو قال بمحضر من الشهود ايں زن من است فقالت ايں شوئ من ست اختلف المشائخ فيه والصحيح انه لا ينعقد وفى فتاوى قاضى خان انما لا يكون هذا نكاحا اذا قالا ذلك على سبيل الاخبار عن عقد ماض ولم يكن بينهما عقد اما

تفصیل کا مقصد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا اور اس سے یہ مراد نہیں کہ جب اقرار کا لفظ ماضی کی خبر کیلئے متعین نہ ہو تو خبر کی نیت کے باوجود بھی عقدِ نکاح صحیح ہوگا، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ مرد وعورت نے محض جھوٹ سے کام لیا ہے، اس کا شاہد یہ بھی ہے کہ امام قاضیخان نے اس بیان پر طلاق کے مسئلہ کو بطور شاہد پیش فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تُو میری بیوی نہیں ہے اور اس نے انشاءِ طلاق کا ارادہ نہ کیا بلکہ صرف جھوٹ بولا تو قطعاً طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں صریح لفظ سے جب طلاق نہیں ہوتی تو کنایہ سے کیسے طلاق ہوسکتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ انھوں نے اس مسئلہ کو طلاق کی نیت سے مقید کیا ہے (کہ مذکورہ لفظ طلاق دینے کی نیت سے کہے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں) اسی طرح جھوٹے اقرارِ نکاح میں بھی دونوں نے نکاح کی نیت کی ہو تو نکاح ہوگا ورنہ نہیں، یہ جس کو میں نے سمجھا وہی میں نے اختیار کیا ہے، پھر میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے علامہ عبد العلی برجندی کو دیکھا کہ انھوں نے نقایہ کی شرح میں امام قاضی خان کی عبارت کو بالمعنیٰ نقل کیا اور اس کی وہی تعبیر کی جو میں نے سمجھی، اور اللہ تعالٰی کے لیے ہی تمام حمد ہے۔ یہی ظہیریہ کی عبارت ہے کہ اگر ایک شخص نے لوگوں کی موجودگی میں ایک عورت کو کہا کہ یہ میری بیوی ہے، اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور فتاوٰی قاضیخان میں ہے کہ یہ اس صورت میں نکاح نہ ہوگا جب مرد و

اذا اقرت انه تزوجها واقر انها تزوجته وارادا بذلك انشاء النكاح فهو نكاح[1] اھ فالحمد لله على حسن التفهم **اقول**[15] وبما قررت ظهر لك ان هذا الذى اختاره المولى فقيه النفس وقال المحقق على الاطلاق انه الحق لا يخالف ما صححه عامة الائمة اصلا بل هو عين ما اعتمدوه فانهم انما صححوا ان النكاح لا ينعقد بالاقرار والاقرار انما يكون عند قصد الاخبار وح قد نص الفقيه على عدم الانعقاد اما اذا قالا ارادا مريدين به الانشاء لم يكن ذلك من الاقرار فى شئ فان الاقرار هو الاخبار دون الانشاء فتوافق القولان وتظافرت التصحيحات على صحة ما افتيت به فان حمل كلام الذخيرة على ما اسلفنا حصل التوفيق فى الاقوال جميعا والا فعليكم بما حررت عضوا عليه بالنواجذ۔

عورت نے جھوٹی خبر کے طور پر ماضی میں عقد کے بارے میں کہا ہو، اور اگر انھوں نے اس سے انشاءِ نکاح کا ارادہ کیا تو یہ نکاح منعقد ہوگا، اچھے فہم پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ **اقول** میری تقریر سے آپ پر واضح ہوگیا کہ جو کچھ امام قاضیخان اور محقق علی الاطلاق نے فرمایا وہی حق ہے اور وہ عام ائمہ کرام کی تصحیح کے ہرگز خلاف نہیں ہے کیونکہ ان ائمہ نے یہی تصحیح کی ہے کہ صرف اقرار سے نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ اقرار ماضی کے بارے میں خبر کا نام ہے جس وجہ سے امام قاضی خان نے نکاح نہ ہونے کی تصریح کی ہے، لیکن اگر مرد وعورت نے نکاح منعقد کرنے یعنی انشاءِ نکاح کے ارادے سے اقرار کیا تو یہ بمعنی اخبار نہ ہوگا بلکہ انشاء ہوگا جبکہ اقرار حقیقتاً خبر کو کہتے ہیں۔ پس فقہاء اور امام کے قول کے موافق اور تمام تصحیحات میرے فتوے پر مجتمع ہوگئیں، اور اگر ذخیرہ کی عبارت کو اسی معنی میں لیا جائے جو میں نے پہلے ذکر کیا ہے تو اس سے تمام اقوال میں بھی موافقت ہو جائے گی ورنہ میری تحریر کو مضبوطی سے اپنا وتیرہ

اقول[16] اب یہاں ایک اور مسئلہ خلافیہ وارد ہوگا کہ جس طرح نکاحِ مسلم میں وقت ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں عاقل بالغ آزاد اور نکاحِ مسلم میں انھیں اوصاف کے خاص مسلمین کا حاضر ہونا بالاتفاق اور ان کا کلامِ عاقدین معاً سننا عند الجمہور علی المذہب المنصور شرط وضرور ہے آیا یوں ہی اُن کا کلامِ عاقدین سمجھنا بھی شرط ہے یا نہیں، مثلاً اگر دو ہندیوں کے سامنے مرد وزن نے عربی میں ایجاب وقبول کرلیا وہ نہ سمجھے، آیا یہ نکاح فاسد ہوگا یا صحیح، علمائے کرام کے اس میں دونوں قول منقول ہوئے،

جزم بالاول العلامة الزيلعى فى التبيين و

امام زیلعی نے تبیین میں اور محقق علی الاطلاق نے

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۷۴

المحقق علی الاطلاق فی الفتح والمولی الغزی فی متن التنویر وصححہ فی الجوھرۃ وقال فی الذخیرۃ والظھیریۃ وخزانۃ المفتین والسراج الوھاج وشرحی النقایۃ للقھستانی والبرجندی ومجمع الانھر والھندیۃ انہ الظاھر[1] وکذا اختارہ فقیہ النفس فی الخانیۃ وضعف خلافہ قال الذخیرۃ ثم البحر ثم الدر ومجمع الانھر فکان ھو المذھب[2]، وجزم بالثانی فی الفتاوی وکذا ذکرہ البقالی وقال فی الخلاصۃ وجواھر الاخلاطی انہ الاصح[3]، وفی مجمع الانھر عن النصاب علیہ الفتوی[4] ولم یتعرض لقید الفھم فی مختصر القدوری والوقایۃ والنقایۃ والکنز والاصلاح والایضاح والملتقی وکلاھما روایۃ عن مدار المذھب محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی الفتح۔

فتح میں پہلے پر جزم کیا ہے اور غزی نے تنویر کے متن میں ذکر کیا اور جوہرہ میں اس کی تصحیح کی۔ ذخیرہ، ظہیریہ، خزانۃ المفتین، سراج الوہاج، قہستانی اور برجندی نے اپنی شرحوں مجمع الانہر اور ہندیہ میں فرمایا کہ کہ یہ ظاہر ہے، اور یونہی قاضی خان نے خانیہ میں اسی کو پسندیدہ قرار دیا اور اس کے خلاف کو ضعیف کہا ہے، اور ذخیرہ، بحر، در، مجمع الانہر نے کہا کہ یہی مذہب ہے اور دوسرے (صحیح) پر جزم کا اظہار فتاوٰی میں کیا اور یوں اسی کو بقالی نے ذکر کیا۔ اور خلاصہ اور جواہر الاخلاطی میں کہا کہ یہ ظاہر ہے۔ اور مجمع الانہر میں نصاب کے حوالے سے کہا کہ اسی پر فتوٰی ہے۔ اور مختصر القدوری، وقایہ، نقایہ، کنز، اصلاح، ایضاح اور ملتقی میں فہم کی قید کو ذکر نہیں کیا، جبکہ یہ دونوں قول امام مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہیں، جیسا کہ فتح میں مذکور ہے۔ (ت)

اور توفیق نفیس یہ ہے کہ معنے الفاظ سمجھنا ضرور نہیں مگر اس قدر سمجھنا ضرور ہے کہ یہ عقد نکاح ہو رہا ہے،

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی — کتاب النکاح — نولکشور لکھنؤ — ۲/۴
مجمع الانہر — 〃 — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۱/۳۲۱
[2] مجمع الانہر — کتاب النکاح — 〃 〃 〃 〃 〃
[3] جواہر اخلاطی — 〃 — قلمی نسخہ — ص ۴۷
[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — 〃 — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۱/۳۲۱

اقول وقد کان سنح لی ھذا ثم رأیتہ للعلامۃ مصطفی الرحمتی لمحشی الدر وقال فی رد المحتار ووفق الرحمتی بحمل القول بالاشتراط علی اشتراط فھم انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فھم معانی الالفاظ بعد فھم ان المراد عقد النکاح[1] اھ وھو کما تری حسن جدا اقول ومن علم الفقہ والحکمۃ فی اشتراط الشھادۃ فی عقد النکاح اتقن بھذا التوفیق فان من علم ان ھذا نکاح فقد شھد العقد وان لم یقف علی خصوص ترجمۃ الالفاظ ومن لم یفھم فکأن لم یسمع ومن لم یسمع فکأن لم یحضر وبتقریری ھذا یتضح لک ان الاجتزاء بذکر الحضور اوبہ وبالسماع اوذکرھما مع الفھم کل یؤدی مودی واحدا عند التدقیق واللہ ولی التوفیق۔

اقول مجھے یہ واضح ہوا، پھر اس کے بعد مجھے یہ بات دُر کے محشی علامہ مصطفٰے رحمتی کے ہاں مل گئی۔ اور ردالمحتار میں فرمایا کہ علامہ رحمتی نے فہم کی شرط والے قول اور فہم کی شرط نہ ہونے والے قول میں یوں تطبیق دی ہے ــــــــــــــــ

ــــــــــــــــ کہ جہاں فہم کی شرط کا قول ہے اس سے مراد نکاح ہونے کا فہم ہے اور جہاں فہم کی شرط کی نفی ہے اس سے نکاح کے وقت بولے جانے والے الفاظ کے فہم کی نفی مراد ہے بشرطیکہ نکاح ہونا سمجھا گیا ہو اھ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بہت اچھی تطبیق ہے اقول جس کو عقدِ نکاح میں گواہوں کے موجود ہونے کی شرط کی حکمت معلوم ہے وہ اس تطبیق کی توثیق کرے گا کیونکہ جس نے گواہوں میں سے یہ معلوم کرلیا کہ یہ نکاح ہے تو نکاح کا گواہ ہوگیا اگرچہ اس نے الفاظ کا ترجمہ نہ سمجھا، اور جس کو نکاح کا فہم نہ ہُوا گویا اس نے سُنا ہی نہیں اور جس نے نہ سنا گویا وہ مجلسِ نکاح میں حاضر نہ ہوا۔ میری اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ نکاح کے جواز میں صرف گواہوں کا حاضر ہونا یا گواہوں کی حاضری اور سماع، یا ان دونوں کے ساتھ فہم کا ذکر حقیقۃً ان سب کا مقصد ایک ہی ہے، اور اللہ سبحانہٗ تعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

پس مسئلہ وائرہ میں جبکہ مرد وزن اُن الفاظ سے قصدِ انشاء کریں اُس کے ساتھ یہ بھی ضرور کہ دو شاہد بھی ان کی اس گفتگو کو عقدِ نکاح سمجھیں خواہ بذریعہ قرائن یا خود عاقدین کے مطلع کر رکھنے سے ورنہ اگر سب حضار نے اسے محض اخبار جانا تو فاھمین انہ نکاح صادق نہ آیا اور نکاح صحیح نہ ہوا۔

---

[1] رد المحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۳

هذا ما قلته تفقها ثم رأیت فی رد المحتار[1]، قال حاصل ما فی الفتح و ملخصه انه لابد فی کنایات النکاح من النیة مع قرینة او تصدیق القابل للموجب وفهم الشهود المراد و اعلامهم به اھ فاتضح المرام والحمد للہ ولی الانعام **اقول** وینبغی ان یکون الاعلام قبل العقد کما اشرت الیه لیکونا جامعی شرائط الشهادة عند العقد الا تری ان فاهمین فی کلامهم حال ولابد من مقارنة المحال والعامل واللہ تعالٰی اعلم هذا کله مما فاض علی قلب الفقیر بفیض القدیر والمولٰی تعالٰی اذا شاء الحق الجاهل العاجز بالماهر الخبیر والحمد للہ علی حسن التوفیق والهام التحقیق والصلٰوة والسلام علٰی سید العالمین محمد واٰله و صحبه اجمعین۔

یہ میں نے اپنی سمجھ سے کہا پھر میں نے ردالمحتار میں دیکھا اُنھوں نے فرمایا کہ فتح کا ماحاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ کنایاتِ نکاح میں نیت مع قرینہ، یا قبول کرنے والے کا ایجاب کرنے والے کی تصدیق کرنا اور گواہوں کا مراد کو سمجھنا یا ان کو بتایا جانا ضروری ہے اھ پس مقصد واضح ہوگیا اور اللہ تعالٰی مالکِ انعام کے لیے تعریف ہے **اقول** گواہوں کو نکاح کے بارے میں پہلے بتانا مناسب ہے تاکہ وہ نکاح کے وقت شہادت کی شرائط پوری کرسکیں، جیسا کہ میں نے اشارہ کیا ہے، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ فقہاء نے گواہوں کے فاہم ہونے کو حال قرار دیا ہے جبکہ حال اور اس کے عامل کا مقارن ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے، یہ سب کچھ اس فقیر کے قلب پر فیضان ہُوا مولٰی تعالٰی قادر کے فیض سے، جب اللہ تعالٰی چاہے تو وہ جاہل عاجز کو ماہر خبیر سے ملحق کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی کے لیے سب تعریفیں ہیں اس کے اچھی توفیق دینے پر اور تحقیق کے الہام پر، محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سید العالمین پر صلوٰۃ وسلام اور ان کی آل واصحاب پر، آمین! (ت)

پھر جس حالت میں انعقادِ نکاح کا حکم ہو ذکرِ مہر کی کوئی حاجت نہیں کہ نکاح بے ذکر بلکہ بذکرِ عدمِ مہر بھی صحیح ومنعقد ہے کما نصوا علیہ (جیسا کہ اس پر انھوں نے تصریح کی ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ تعالٰی اتم واحکم۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۹

رسالہ

ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند وبنجالہ

۱۳ھ ۱۷

(بنگال اور ہندوستان میں نکاحوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ ہجریہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جو کہ عقد ہوتے ہیں کہ ایک شخص غیر کو ولی ہندہ نے وکیل قرار دے کر اور دو شخص اور ہمراہ اُس کے واسطے گواہی کے مقرر کر کے واسطے اجازت لینے نکاح کے ہندہ کے پاس بھیجے وہ شخص کسی کا سر اور کسی کا پاؤں کچلتا ہُوا ہنگامۂ مستورات میں جا کر قریب ہندہ کے بیٹھا اور یہ کلمات کہے کہ تو مجھ کو واسطے عقد اپنے کے وکیل کر دے وہ بے چاری بباعث رواج اس ملک اور شرم کے کب گویا ہوتی ہے، اکثر مستورات اس کو فہمائش کرتی ہیں مگر وُہ نہیں جواب دیتی اور بعض بعض کچھ گویہ یا "ہُوں" کا اشارہ کر دیتی ہیں، بعد کو وکیل صاحب باہر تشریف مع دونوں گواہوں کے لا کر، دُولھا کے روبرو آ کر بیٹھتے ہیں اور واہنے دولھا کے ایک شخص اور، کہ دعوٰی قضا کا رکھتے ہیں اور پیشہ کفش دوزی یا خیاطی یا نوربافی کا کرتے ہیں وُہ بھی بیٹھتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو کہ وکیل صاحب مع گواہوں کے تشریف لائے تھے وہ قاضی صاحب سے سلام علیک کر کے رُوبرو دُولھا کے بیٹھ گئے، قاضی صاحب نے وکیل صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کا آنا کہاں سے ہوا، وکیل صاحب نے درجواب اس کے ارشاد کیا کہ دختر فلاں نے واسطے عقد اپنے کے مجھ کو وکیل مقرر کر کے

بھیجا ہے اور میری وکالت کے یہ دونوں شخص گواہ ہیں آپ اس کا عقد نوشہ ہذا کے ساتھ کر دیجئے۔ قاضی صاحب نے بعد طے ہونے گفتگو عقد اور تعین مہر مبلغ ایک لاکھ روپے اور بیس دینار سرخ سوائے نان نفقہ کے نوشہ کی طرف متوجہ ہو کر خیال کیا کہ کنگنہ جو ہاتھ میں دُولھا کے بندھا تھا وہ کھول کر علیحدہ رکھ دیا اور سہرا کو لوٹ کر شملہ پر لپیٹ دیا اور یہ کلمات فرمائے کہ فلاں شخص کی دختر کو بوکالت فلاں شخص اور بہ گواہی فلاں فلاں شخص کے بالعوض اس قدر مہر سوائے نان نفقہ کے بیع نکاح تیرے کے دی میں نے، قبول کی تُو نے۔ اس نے کہا قبول کی میں نے۔ بعد کو وکیل صاحب مع گواہوں کے چلے گئے، اور قاضی صاحب بھی اپنا حقِ نکاح خوانی مع دو رکابی پلاؤ کے لے کر تشریف لے گئے۔ دُولھا نے وُہ کنگنہ پھر اپنے ہاتھ میں باندھ لیا، آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور جو کہ اولاد ہُوئی وہ حرام کی ہوئی یا حلال کی ہُوئی؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا اور جو کہ اولاد ہُوئی وہ حرامی ہُوئی اور شناخت حرام اور حلال کی یہ ہے کہ جو اولاد ایسے نکاحوں سے ہوتی ہے اُن سے اکثر یہ فعل سرزد ہوتے ہیں جیسے زنا یا شراب خوری یا قمار بازی یا لواطت سوا اس کے جو فعل ناشائستہ ہیں وُہ سرزد ہوتے ہیں یا کہ والدین سے جنگ جدال کرنا اور بزرگ کا لحاظ پاس نہ کرنا، یہ فعل اولاد صالح اور حلال سے ہرگز عمل میں نہیں آئیں گے۔ اور قول عمرو کا یہ ہے کہ کچھ اس نکاح میں قباحت نہیں اور نہ اولاد حرام ہو سکتی ہے کیونکہ قدیم سے یہی رسم چلی آئی، اگر ایسا ہو تو سب مخلوق خدا حرامی ہوگی۔ آیا قول زید کا درست ہے یا عمرو کا؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ بالفرض کنگنہ بھی نہیں ہے اور نکاح بھی اصالۃً یا ولایۃً یا کہ جو وکیل ہے اسی نے ایجاب قبول کرایا اور بعد اس کے کلمات کفر کے طرفین سے خواہ شوہر یا عورت سے سرزد ہُوئے اور ان کو تمیز نہیں ہے کہ یہ کلمات کفر ہیں جب بھی نکاح جاتا رہے گا اور جو قبل از توبہ اور سرِ نو ایجاب قبول کرنے کے اولاد ہوگی وُہ بھی حرامی ہوگی۔ بینوا توجروا من اللہ۔

الجواب

ظاہر ہے کہ عورت سے اذن جبھی لیا جاتا ہے کہ عاقلہ بالغہ ہو، اور بیشک عاقلہ بالغہ کا اذن شرعاً معتبر اور بیشک دوشیزہ کا سکوت بھی اذن۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البکر تستأذن فی نفسھا واذنھا صماتھا[1] رواہ احمد والستۃ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا باکرہ لڑکی سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے اور اجازت کے جواب میں خاموشی باکرہ کی

---

[1] صحیح مسلم باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۵

الا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اجازت ہوگی۔ امام احمد نے اور صحاح ستہ میں ماسوائے بخاری کے اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ ولی اقرب اس سے اذن لے ورنہ مجرد خاموشی اذن نہ ٹھہرے گی۔ درمختار میں ہے:

فان استاذنها غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرة لسکوتها[1] الخ۔

اگر باکرہ سے ولی اقرب کا غیر مثلاً کوئی اجنبی یا ولی بعید اجازت طلب کرے تو یہاں باکرہ کی خاموشی رضا میں معتبر نہیں الخ (ت)

اور بیشک اکثر لوگ جو وکیل کئے جاتے ہیں اجنبی یا ولی بعید ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر انھوں نے اذن لے لیا اور دوشیزہ نے سکوت کیا تو سرے سے انھیں کے لیے وکالت ثابت نہ ہوئی اور اگر اس نے صاف "ہوں" کہہ دیا یا ولی اقرب کے اذن لینے پر سکوت کیا تو اس کے لیے وکالت حاصل ہوگئی مگر وکیل بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھائے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جب تک ماذونِ مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر نکاح بلا اذن ہوگا اگرچہ عقد اس کے سامنے ہی واقع ہو۔

فی رد المحتار عن العلامة الرحمتی عن العلامة الحموی عن کلام الامام محمد فی الاصل ان مباشرة وکیل الوکیل بحضرة الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرة الوکیل بنفسه بخلافه فی البیع الخ[2] اقول نص الغمز عن الولوالجیة هکذا الووکل رجلا فوکل الوکیل غیرہ وفعل الثانی بحضرة الاول فان کان بیعا اوشراء یجوز وماعدا البیع والشراء من الخصومة والتقاضی والنکاح والطلاق وغیر ذٰلک

رد المحتار میں علامہ رحمتی نے علامہ حموی کے حوالے سے اصل (مبسوط) میں ذکر شدہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام نقل کیا ہے کہ نکاح میں خود وکیل کی موجودگی میں وکیل کی بات معتبر نہیں ہے، بیع کا معاملہ اس کے برخلاف ہے **اقول** میں کہتا ہوں کہ غمز نے ولوالجیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کو اپنا وکیل بنایا اور وکیل نے کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنالیا اور اگر دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کیا تو ایسی صورت میں اگر بیع و شراء کا معاملہ ہو تو جائز ہے اور اس کے علاوہ دیگر امور مثلاً عدالتی مطالبہ، نکاح،

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲
[2] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۰

ذکر عصام فی مختصرہ انہ یجوز وذکر محمد فی الاصل انہ لا یجوز فانہ قال اذا فعل الثانی بحضرۃ الاول لم یجز الا فی البیع والشراء وھو الصحیح[1] اھ ملخصا، فاذا کان ھذا ھو مفاد الاصل وقد ذیل بالتصحیح فانقطع الخلاف واضمحلت الروایۃ النادرۃ وسقط ما فی الخانیۃ فکیف بما فی القنیۃ وان ایدہ العلامۃ الطحطاوی وترکہ علامۃ البحر فی البحر والمحقق العلائی فی الدر مستشکلا ولا غرو فقد شھدت کلماتھم رحمھم اللہ تعالٰی انھم لم یطلعوا اذ ذاک علی کلام الاصل اصلا حیث لم یلموا بہ الماما ولا اشموا منہ اشماما، ولکن العجب من خاتمۃ المحققین العلامۃ الشامی قدس سرہ السامی حیث اورد کلام الاصل ثم لم یصحح الا ما ستظھر عدم الجواز یرید بہ عدم النفاذ اذ العقد عقد فضولی فکانہ اقتصر علی النقل عن العلامۃ مصطفی ولو راجع الغمز لرأی تصحیح الامام الولوالجی بما فی الاصل و معلوم ان

طلاق وغیرہ ہوں تو عصام نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے کہ ان امور میں بھی اس کا عمل جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل میں ذکر کیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے تو یوں فرمایا کہ اگر دوسرا وکیل پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کرے تو بیع وشراء کے علاوہ میں جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اھ ملخصاً۔ جب اصل (مبسوط) کا مفاد یہی ہے اور اسی ضمن میں اس کی تصحیح کردی گئی ہے تو اس کا خلاف ختم اور نادر روایت کمزور ثابت ہوگئی اور خانیہ کا بیان ساقط ہوگیا، تو اب قنیہ کے بیان کی کیا حیثیت ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اس کی تائید کی ہے اور پھر اس کو علامہ بحر نے بحر میں اور محقق علائی نے درمیں باعث اشکال قرار دیا ہے اور کوئی تعجب نہیں ان حضرات نے اصل کے بیان پر اطلاع نہ پائی ہو جیسا کہ ان حضرات کے کلام سے عیاں ہو رہا ہے کہ انھوں نے اصل کے مضمون کو چھوا تک نہیں ہے لیکن علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں تعجب ہے کہ انھوں نے اصل کے بیان کو ذکر کرنے کے باوجود عدم جواز کے اظہار کے علاوہ کچھ تعرض نہ فرمایا حالانکہ وہ اس کے نفاذ کے خواہاں نہیں ہیں کیونکہ دوسرے وکیل کا نکاح میں یہ عمل عقدِ فضولی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی نے علامہ مصطفی کی نقل کو کافی سمجھا اور اگر وہ غمز کی طرف رجوع کرتے تو امام ولوالجی کا اصل کی عبارت کو صحیح قرار دینا دیکھ لیتے

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۱

روایۃ الاصول اذا صححت سقطت کل روایۃ سواھا فکان السبیل الجزم دون مجرد الاستظہار، واللہ ولی التوفیق۔

——— کیونکہ یہ بات مسلّمہ ہے کہ جب اصول کی روایات کی تصحیح ہوجائے تو باقی تمام روایات ساقط قرار پاتی ہیں اس لیے مناسب تھا کہ علامہ شامی صرف اظہار کی بجائے اپنے جزم کو کام میں لاتے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

بہرحال مذہب راجح پر یہ نکاح نکاح فضولی ہوتے ہیں اور نکاحِ فضولی کو مذہب حنفی میں باطل جاننا محض جہالت وفضولی بلکہ باجماعِ ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم منعقد ہوجاتا ہے اور اجازت اصیل پر (کہ یہاں وُہ عورت ہے جس کے بے اذن اُس کا نکاح غیر وکیل نے کردیا) موقوف رہتا ہے اگر وُہ اجازت دے نافذ ہوجائے اور رد کردے تو باطل،

کما ھو حکم تصرفات الفضولی جمیعا عندنا کما صرح بہ فی عامۃ کتب المذھب۔

جیسا کہ فضولی کے تمام تصرفات کا ہمارے ہاں حکم ہے جس کی تمام کتب مذہب میں تصریح ہے (ت)

عالمگیری میں ہے:

لایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علی اجازتھا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوھاج[1]

عاقلہ بالغہ کی مرضی کے خلاف باپ یا حاکم کا کیا ہُوا نکاح اُس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوگا خواہ وُہ عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگا، وہ جائز قرار دے تو جائز ہوگا ورنہ اگر رد کردے تو وُہ نکاح باطل ہوجائیگا، سراج وہاج میں یوں ہی ہے۔ (ت)

پھر اجازت جس طرح قول سے ہوتی ہے مثلاً عورت خبر نکاح سُن کر کہے میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا راضی ہوئی یا مجھے قبول ہے یا اچھا کیا یا خدا مبارک کرے الٰی غیر ذٰلک من الفاظ الرضا (علاوہ ازیں تمام وُہ الفاظ جو رضا پر دلالت کرتے ہیں۔ ت) یونہی اس فعل یا حال سے بھی ہوجاتی ہے جس سے رضامندی سمجھی جائے مثلاً عورت اپنا مہر مانگے یا نفقہ طلب کرے یا مبارکباد لے یا خبر نکاح سُن کر خوشی سے ہنسے یا مسکرائے یا اپنا جہیز شوہر کے گھر بھجوائے یا اس کا بھیجا ہُوا مہر لے لے یا اسے بلا جبر واکراہ اپنے ساتھ جماع یا بوس وکنار ومساس کرنے دے یا تنہا مکان میں اپنے ساتھ خلوت میں آنے دے یا اُس کے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷

کام خدمت میں مشغول ہوجبکہ نکاح سے پہلے اس کی خدمت نہ کیا کرتی ہو و نحو ذٰلك من کل فعل یدل علی الرضا (اور یونہی اس قسم کے تمام وُہ افعال جو رضامندی پر دلالت کرتے ہیں۔ ت) ان سب صورتوں میں وُہ نکاح کہ موقوف تھا جائز و نافذ و لازم ہوجائے گا۔ عالمگیری میں ہے:

کما یتحقق رضاھا بالقول کقولھا رضیت وقبلت واحسنت واصبت وبارك اللہ لك اولنا ونحوہ یتحقق بالدلالۃ کطلب مھرھا ونفقتھا وتمکینھا من الوطی وقبول التھنیۃ والضحك بالسرور من غیر استھزاء کذا فی التبیین[1]۔

جیسا کہ، میں راضی ہُوں، میں نے قبول کیا، تُو نے اچھا کیا، تُو نے درست کیا، اللہ تعالٰی تجھے برکت دے یا ہمیں برکت دے جیسے الفاظ سے عاقلہ بالغہ کی رضامندی ثابت ہوتی ہے یُوں ہی ان افعال سے دلالۃً رضا ثابت ہوگی مثلاً مہر طلب کرنا، نفقہ طلب کرنا، وطی کی اجازت دینا، مبارکباد قبول کرنا، خوشی سے ہنسنا وغیرہ، جیسا کہ تبیین میں ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وان تبسمت فھو رضا ھو الصحیح من المذھب ذکرہ شمس الائمۃ الحلوانی کذا فی المحیط[2]۔

اگر وُہ خوشی سے تبسم کرے تو وُہ رضا ہے، یہی صحیح مذہب ہے، اس کو شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا جیسا کہ محیط میں ہے (ت)

خانیہ میں ہے:

الرضا باللسان او الفعل الذی یدل علی الرضا نحو التمکین من الوطی وطلب المھر وقبول المھر دون قبول الھدیۃ وکذا فی حق الغلام[3]۔

رضا زبانی اور عملی دونوں طرح ہوتی ہے یہ ان امور میں ہے جو رضا پر دلالت کریں، جیسے وطی کی اجازت، مہر طلب کرنا، مہر کو وصول کرلینا، بخلاف ہدیہ قبول کرنے کے کہ یہ نکاح پر رضامندی نہ ہوگی۔ لڑکے کے بارے میں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ میں زیر قول درمختار وقبول التھنیۃ والضحك سرورا ونحو ذٰلك (مبارکباد قبول کرنا، ہنسنا خوشی میں وغیرہ۔ ت) ہے کامرھا بحمل جھازھا الی بیت الزوج[4] (جیسے لڑکی کا جہیز کے سامان

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۹
[2] " " " " " " ۱/۲۸۷
[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی شرائط النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۸
[4] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب الولی دار المعرفۃ بیروت ۲/۳۲

کو خاوند کے ہاں منتقل کرنے کا کہنا۔ت) ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن الظھیریۃ لو خلاھا برضاھا ھل یکون اجازۃ لا روایۃ لھذہ المسئلۃ وعندی ان ھذا اجازۃ اھ وفی البزازیۃ الظاھر انہ اجازۃ[1] اھ ما فی الشامیۃ اقول[2] ومن ھٰھنا زدت المس والتعانق والتقبیل لان الخلوۃ برضاھا لما کانت امارۃ الرضا فھذہ الافعال اجدر واحری کما لا یخفی۔

بحر میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ لڑکی کی رضامندی سے وہ شخص خلوت کرلے تو کیا یہ لڑکی کی طرف سے نکاح کو جائز قرار دینا ہے یا نہیں تو اس مسئلہ کی روایت نہیں ہے اور میرے نزدیک یہ اجازت ہے اھ، بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت ہوگی اھ شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ اقول یہاں پر میں نے چھونا، معانقہ، بوسہ کو مزید بڑھایا کیونکہ جب خلوت رضا کی دلیل ہے تو یہ امور رضا پر دال ہونے میں زیادہ واضح ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔(ت)

حاشیتین علامہ طحطاوی وشامی میں ہے:

قولہ بخلاف خدمتہ ای ان کانت تخدمہ من قبل ففی البحر عن المحیط والظھیریۃ ولو اکلت من طعامہ او خدمتہ کما کانت فلیس برضی دلالۃ اھ[2]

ماتن کے قول "لڑکی کا خدمت کرنا" اس کے خلاف ہے یعنی اگر لڑکی نکاح سے پہلے اس شخص کی خادمہ تھی، تو اس بارے میں بحر، محیط اور ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکی نے اس شخص کا کھانا کھایا یا اس کی خدمت کی تو یہ رضا پر دلیل نہ ہوگی اھ (ت)

ہمارے بلاد میں عام لوگوں خصوصاً شریفوں خصوصاً اغنیاء میں اگرچہ یہ اکثر باتیں شبِ زفاف بلکہ مدت تک اُس کے بعد بھی واقع نہیں ہوتیں، اور بوس وکنار ومساس وجماع جو اس شب ہوتے ہیں غالباً نہایت اظہارِ کراہت ونفرت کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے باعث انھیں دلیلِ رضا ٹھہرانے میں دقت ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ شوہر کو شبِ زفاف تنہا مکان میں اپنے پاس آنے دینا اور اس خلوت پر سوا شرم کے کوئی اثر مترتب نہ ہونا یقیناً ہوتا ہے نکاح نافذ ہوجانے کے لیے اسی قدر بس ہے اور یہ امر قطعاً پیش از جماع واقع ہوتا ہے تو جماع بعد نفاذ ولزوم نکاح واقع ہوا اور اولاد اولاد حلال ہوئی بلکہ[3] اگر مقاصد شرع مطہر اور اپنے بلاد کے حالات کو پیشِ نظر رکھ کر نگاہ دقیق فقہی سے کام لیجئے تو شبِ اوّل شوہر کو اپنے ساتھ جماع پر قدرت دینا بھی حقیقۃً رضا ہے

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۱
[2] " " " " ۲/ ۳۰۲
حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۲

اگرچہ بظاہر ہزار اظہار تنفر کے ساتھ ہو کہ یہ کراہتیں جیسی ہوتی ہیں سب کو معلوم ہے حقیقتِ حال یوں منکشف ہو کہ اس مرد کی جگہ کسی اجنبی کو فرض کیجئے جس سے اس کا نکاح نہ کیا گیا ہو کیا اس وقت بھی یہ ایسی ہی ظاہری کراہتوں پر قناعت کرکے بالآخر جماع پر قدرت دے دے گی حاشا وکلا، تو صاف ثابت کہ یہ سب امور حقیقۃً قبول نکاح سے ناشی ہوتے بلکہ[۲۴] اس سے پہلے رخصت ہو کر جانا بھی اگرچہ بوجہ مفارقت اعزہ و خانۂ مالوفہ نہایت گریہ و بکا کے ساتھ ہو انصافاً دلیل رضا ہے کہ اگر اُسے اپنا شوہر ہونا پسند نہ کرتی اجنبی جانتی ہرگز زفاف کے لیے رخصت ہو کر اس کے یہاں نہ جاتی بلکہ[۲۵] اس سے بھی پہلے آرسی مصحف یعنی جلوہ کی رسم جہاں ہے بشرطیکہ عورت پہلے سے اس کے سامنے نہ آتی ہو وہ بھی دلیل قبول ہے کہ اگر غیر مرد سمجھتی زنہار منہ دکھانے پر راضی نہ ہوتی اسی[۲۶] طرح مُٹھی کھُلوانے وغیرہ کی رسمیں بھی کہ جلوہ سے بھی پیشتر ہوتی ہیں دلالت وعلامت قرار پاسکتی ہیں اور ان تمام باتوں میں بکر و ثیب یکساں ہیں کہ ان میں صرف مسئلہ سکوت میں فرق ہے باقی دلالتیں دونوں میں برابر ہیں تبیین الحقائق میں ہے:

لافرق بینهما فی اشتراط الاستئذان والرضا وان رضاهما قد یکون صریحا وقد یکون دلالة غیران سکوت البکر رضا دلالة لحیائها دون الثیب[۱]۔

باکرہ اور ثیبہ دونوں کا معاملہ اجازت طلب کرنے اور رضا حاصل کرنے میں مساوی ہے اور ان کی رضا کبھی صریحاً اور کبھی دلالۃً ہوتی ہے ہاں صرف اجازت کے موقعہ پر سکوت کے بارے میں فرق ہے کہ باکرہ کا سکوت اس کے حیا کی وجہ سے رضا کی دلیل ہے مگر ثیبہ کیلئے نہیں۔ (ت)

غرض جب شرع سے قاعدہ کلیہ معلوم ہوا کہ جس فعل سے اس نکاح پر عورت کی رضا ثابت ہو اذن و اجازت ہے اور بنظرِ تحقیق وانصاف جب اُس شخص اور مرد اجنبی کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو یہ امور دلیلِ رضا قبول نکلتے ہیں تو نفاذ نکاح کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل بلکہ[۲۷] جب یہ طریقۂ نکاح ہمارے بلاد میں عام طور پر رائج اور معلوم ہے کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا دوسرے سے پڑھوائے گا تو کہہ سکتے ہیں کہ ضمن اذن میں دوسرے کو اذن دینے کا بھی عرفاً اذن مل گیا فان المعروف کالمشروط کما هو من القواعد المقررۃ الفقهیة (جیسا کہ فقہی قواعد میں ہے کہ معروف، مشروط کی طرح ہے (یعنی عرف میں مقررہ امور بغیر ذکر بھی معتبر ہوں گے)۔ت) اور وکیل کو جب اذن توکیل ہو تو بیشک اُسے اختیار ہے کہ خود پڑھائے یا دوسرے کو اجازت دے فی الاشباہ لایوکل الوکیل الا باذن او تعمیم[۲] (اشباہ میں ہے کہ کوئی وکیل اپنا نائب وکیل مؤکل کی

---

[۱] تبیین الحقائق باب الاولیاء والاکفاء المطبعۃ الکبری الامیریۃ مصر ۲/ ۱۱۹

[۲] الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۶

اجازت یا عمومی اختیار کے بغیر نہیں بنا سکتا ہے۔ ت) اس تقدیر پر یہ نکاح سرے سے نافذ ولازم واقع ہوا جس کی تنفیذ میں ان تدقیقات کی اصلاً حاجت نہ رہی مگر یہ جب ہی کہہ سکیں گے کہ اس طریقہ نکاح کی شہرت ایسی عام ہو کہ کنواری لڑکیاں بھی اس سے واقف ہوں اور جانتی ہوں کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا دوسرے سے پڑھوائیگا ورنہ یہ لڑکیوں کے ہاں معروف نہیں ہوگا اس لیے ان کے حق میں مشروط کی طرح نہ ہوگا، غور کرو اور شہر میں روٹی کے بھاؤ وغیرہ کے مسئلہ کی طرف رجوع کرو۔ (ت)

والا لو یکن معروفا عندھن فلا یجعل کالمشروط فی حقھن تأمل وراجع مسئلۃ سعر الخبز وغیرہ فی البلد۔

یہ سب اُس تقدیر پر ہے کہ وکیل اصلی نے بعد نکاح کوئی کلمہ ایسا نہ کہا جو اس نکاح کی اجازت ٹھہرے ورنہ خود اسی کے جائز کرنے سے جائز ہوجائے گا اگرچہ اسے اذن توکیل اصلاً نہ ہو۔

فی الاشباہ الوکیل اذا وکل بغیر اذن و تعمیم واجاز ما فعلہ وکیلہ نفذ الا الطلاق و العتاق[1]

اشباہ میں ہے کہ اگر موکل کی اجازت کے بغیر یا عمومی اختیار حاصل کئے بغیر وکیل نے از خود دوسرا وکیل بنالیا تو دوسرے وکیل کے لیے عمل کو پہلے وکیل نے جائز قرار دیا تو یہ عمل نافذ ہوجائے گا ماسوائے طلاق اور عتاق کے کہ ان میں نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

حموی میں ہے:

وکذا لو عقد اجنبی فاجاز الاول[2]

یوں ہی اگر وکیل کے لیے کسی اجنبی نے عمل کیا تو وکیل نے اسے جائز قرار دیا۔ (ت)

غرض ہر طرح پیش از جماع ان نکاحوں کے نافذ و لازم ہونے میں شبہہ نہیں تو اولاد قطعاً اولادِ حلال **اور بالفرض**[۳] ان باتوں سے قطع نظر کیجئے اور بتقدیر باطل ہی مان لیجئے کہ اصلاً ان امور سے کچھ واقع نہیں ہوتا تاہم جب ان بلاد میں عام مسلمین کو اس میں ابتلا ہے تو راہ یہ تھی کہ اس روایت پر عمل کریں جسے امام عصام نے اپنے متن میں اختیار فرمایا اور امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی اور زاہدی نے قنیہ میں اس پر جزم کیا اور علامہ سیدی احمد طحطاوی نے اُس کی تائید کی یعنی وکیل بالنکاح جب دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے اور وہ اس کے سامنے پڑھا دے تو نکاح جائز و نافذ ہوجائے گا اگرچہ وکیل کو

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۱-۱۰

[2] غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر " " " ۲/ ۱۱

اذنِ توکیل نہ ہو۔

اما روایة عصام فقد سمعت، و اما الامام فقیه النفس فقال فی وکالة الخانیة الوکیل بالتزویج لیس له ان یوکل غیره فان فعل فزوج الثانی بحضرة الاول جاز[1] اھ واما القنیة فقی الدر لو استأذنها فسکتت فوکل من یزوجها ممن سماه جاز ان عرفت الزوج والمهر کما فی القنیه، و استشکله فی البحر بانه لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاه عدم الجواز او انها مستثناة[2] اھ قال ط قوله فمقتضاه عدم الجواز قد یقال ان الوکیل فی النکاح وان تعدد سفیر و معبر و الحقوق ترجع الی الموکل فاذا لا ضیر فی تعدده لاسیما والزوج والمهر معلومان ویؤید ذلك ما ذکره المص والشارح فی الوکالة حیث قالا الوکیل لا یوکل الا باذن امره الا اذا وکله فی دفع زکاة فوکل آخر

لیکن عصام کی روایت تو آپ نے سُن لی مگر امام فقیہ النفس (قاضی خاں) تو اُنھوں نے خانیہ کے باب وکالت میں فرمایا کہ نکاح کے وکیل نے اگر کسی کو وکیل بنایا تو یہ اس کو جائز نہیں، اور بنالیا تو دوسرے نے اگر پہلے کی موجودگی میں نکاح کیا تو جائز ہوگا اھ مگر قنیہ، تو دُر میں ہے کہ اگر وکیل نے لڑکی سے اذن لینا چاہا تو لڑکی خاموش رہی اور وکیل نے دوسرے شخص کو نامزد کیا تاکہ وُہ اس لڑکی کا نکاح کرے تو لڑکی کو اگر زوج کا نام اور مہر معلوم ہو جائے تو اس دوسرے وکیل کا کیا ہُوا نکاح جائز ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے اس پر بحر میں اشکال کیا کہ وکیل از خود دوسرا وکیل نہیں بنا سکتا، لہٰذا اس بنا پر دُوسرے کا نکاح صحیح نہیں ہونا چاہیے، یا یہ صورت مستثنیٰ قرار دی جائے اھ، اس پر طحطاوی نے فرمایا کہ اس کا قول، عدم جواز چاہیے، اس پر یُوں کہا جاسکتا ہے کہ نکاح کا وکیل صرف سفیر اور معبر ہوتا ہے، وہ اگر متعدد بھی ہوں تو حقوق صرف موکل کی طرف راجع ہوتے ہیں، تو یہ زیادہ بھی ہوں تو کوئی مضر نہیں خصوصاً جبکہ لڑکی کو خاوند اور مہر کا علم ہو جائے، اس کی تائید مصنف اور شارح کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انھوں نے وکالت کی بحث میں ذکر کیا ہے جہاں پر انھوں نے

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الوکالة فصل فی التوکیل بالنکاح نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۸۰

[2] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

والوکیل بقبض الدین اذا وکل من فی عیالہ والا عند تقدیر الثمن من الموکل للوکیل فیجوز التوکیل بلا اجازۃ لحصول المقصود اھ فقی مسئلتنا ھذہ تظھر ھذہ العلۃ وھی کالمسئلۃ الاخیرۃ بجامع التعیین فی کل فتکون مستثناۃ فتعین الجواب الثانی فی الشرح فتأمل اھ[1] ما فی ط۔

فرمایا کہ وکیل بغیر اجازت دوسرا وکیل نہیں بنا سکتا مگر جب کسی وکیل نے زکوٰۃ دینے کے لئے کسی کو اور قرض وصول کرنے میں وکیل نے اپنے عیال کو اور وکیل کیلئے موکل کی طرف سے ثمن طے کردینے کے بعد کسی دوسرے کو وکیل بنایا تو بلا اجازت یہ وکالت جائز ہوگی کیونکہ اس سے مقصد پورا ہوجاتا ہے اھ تو ہمارے اس مسئلہ میں بھی یہی علت ظاہر ہوئی اور یہ آخری مسئلہ کی طرح ہے کہ ان میں جامع علت مقصد کی تعیین ہے اس لیے یہ مستثنیٰ قرار پائے گا' اور شارح کا جواب ثانی متعین ہوجائے گا، غور کر۔ طحطاوی کا بیان ختم ہوا۔ (ت)

اور اگر بحالت استیذان غیر اقرب سکوت ہُوا تو روایت امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی موجود کہ مطلقاً سکوت کافی ہے،

فی ردالمحتار تحت قولہ استأذنہا غیر الاقرب فلا عبرۃ لسکوتہا الخ وعن الکرخی یکفی سکوتہا فتح اھ[2]۔

ردالمحتار میں "لڑکی سے اجازت حاصل کرے کوئی غیر اقرب شخص، تو اس صورت میں لڑکی کے سکوت کا اعتبار نہیں الخ" کے تحت فرمایا، اور امام کرخی سے ایک روایت میں ہے کہ اس کا سکوت رضامندی کے لیے کافی ہے، فتح اھ (ت)

مقاصد شرع سے ماہر خوب جانتا ہے کہ شریعتِ مطہرہ رفق وتیسیر پسند فرماتی ہے نہ معاذ اللہ تضییق وتشدید، ولہذا جہاں ایسی وقتیں واقع ہُوئیں علمائے کرام انہیں روایات کی طرف جھکے ہیں جن کی بنا پر مسلمان تنگی سے بچیں۔ ردالمحتار کی کتاب الحدود میں ہے:

ھو خلاف الواقع بین الناس وفیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ[3]

یہ لوگوں میں مروج کے خلاف ہے اور بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس سے پوری امت کو گنہگار ٹھہرانا لازم آتا ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب الولی دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۹-۳۰

[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۱

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب فیمن وطئ من زفت الیہ " " " " ۳/ ۱۵۵

اسی کی کتاب الحظر میں ہے:

هو امر شفیق باهل هذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان[1]

یہ بات موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لیے بڑی رعایت ہے تاکہ وہ فسق اور گناہ میں مبتلا نہ قرار پائیں۔ (ت)

اسی کی کتاب البیوع میں ہے:

لا یخفی تحقق الضرورة فی زماننا ولا سیما فی مثل دمشق الشام، فانه لغلبة الجهل علی الناس لا یمکن الزامهم بالتخلص باحد الطرق المذکورة وان امکن ذلک بالنسبة الی بعض افراد الناس لا یمکن بالنسبة الی عامتهم وفی نزعهم عن عادتهم حرج وماضاق الامر الا اتسع ولا یخفی ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الروایة کما یعلم من رسالتنا المسماة نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف فراجعها[2] اھ ملخصًا۔

ہمارے زمانہ میں اس ضرورت کا پایا جانا واضح ہے خصوصًا شام میں دمشق جیسے شہر کے لیے، کیونکہ لوگوں میں جہالت کے غلبہ کی وجہ سے ان کو مذکورہ طریقوں میں سے کسی طریقہ سے باز رہنے کا پابند نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ بعض لوگوں کو پابند بنانا ممکن ہے مگر عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے، جبکہ عوام کو ان کی عادت سے منع کرنا ان کے لیے تنگی کا باعث ہے، اور جہاں معاملہ تنگ ہوتا ہے تو وہ وسعت کا باعث ہوتا ہے اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ ظاہر روایت سے اختلاف کی وجہ یہی چیز ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے رسالہ "نشر العرف فی بناء الاحکام علی العرف" سے معلوم کیا جاسکتا ہے، تو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، اھ، ملخصًا۔ (ت)

پس روشن ہوگیا کہ اگر روایاتِ عصام وکرخی ہی پر مسلمانوں کا ان سخت آفتوں سے بچانا منحصر ہوتا تو انھیں پر بنائے کار چاہئے تھی نہ کہ مذاہبِ صحیحہ مشہورۂ معتمدہ پر بالیقین یہ نکاح جائز و نافذ ہوں پھر زور زبان یہاں کے عام مسلمان مردوں، مسلمان عورتوں، خدا کے پاکیزہ بندوں، ستھری بندیوں کو معاذ اللہ زانی و زانیہ و اولاد الزنا قرار دیا جائے، ایسی ناپاک جرأت نہ کرے گا مگر سخت ناخدا ترس۔

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثله ابدا ان کنتم مؤمنین[3]

اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحت فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۵
[2] " کتاب البیوع مطلب فی بیع الثمر والزرع الخ " " " ۴/ ۳۹
[3] القرآن ۲۴/ ۱۷

اور اس کے باقی بیانات کہ دلہ حلال و حرام کی تمیز چنیں وچناں ہے کلماتِ جنوں سے بہت مشابہ جو بشدتِ اہوال قابلِ جواب نہیں البتہ اس قدر ضرور ہے کہ اس طریقۂ نکاح میں ایک بے احتیاطی ہے جس کے باعث بعض دقتوں میں پڑنے کا احتمال، تو اہلِ اسلام کو ہدایت چاہئے کہ اس سے باز آئیں، تین باتوں سے ایک اختیار کریں:

اوّلاً سب سے بہتر یہ ہے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے عورت سے خاص اسی کے نام اذن طلب کریں اور یہ ہمیشہ ہر طریقہ میں ملحوظِ خاطر رہے کہ اذن لینے والا یا تو ولی اقرب یا اس کا وکیل یا رسول ہو یا عورت سے صراحۃً "ہُوں" کہلوالیں، مجرد سکوت پر قناعت نہ کریں، اور بعض احمق جاہلوں میں جو یہ دستور سُنا گیا ہے کہ دلہن کے سر سے بلا ٹالنے کو پاس بیٹھنے والیوں میں سے کوئی "ہُوں" کہہ دیتی ہے اس کا انسداد کریں۔

ثانیاً وکالت دوسرے ہی کے نام کرنا چاہیں تو یُوں سہی کہ جس طرح دُلھن سے اس کی وکالت کا اذن مانگیں یُونہی اسے اختیارِ توکیل دینا بھی طلب کریں یعنی کہیں تُو نے فلاں بن فلاں بن فلاں بن فلاں کو فلاں بن فلاں بن فلاں کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کا وکیل کیا اور اسے اختیار دیا کہ چاہے خود پڑھائے یا دوسرے کو اپنا نائب بنائے، دُلھن کہے "ہُوں"۔

ثالثاً اگر یہ بھی نہ ہو اور دوسرے ہی شخص نے وکیل کے سامنے نکاح پڑھایا تو جب وُہ پڑھا چکے

دلیل ہے تو یہ امور رضا پر دال ہونے میں زیادہ [illegible]

حاشیتین علامہ طحطاوی و شامی میں ہے:

قولہ بخلاف خدمتہ ای ان کانت تخدمہ من قبل ففی البحر عن المحیط والظہیریۃ ولو اکلت من طعامہ او خدمتہ کما کانت فلیس برضی دلالۃ اھ[2]

ماتن کے قول "لڑکی کا خدمت کرنا" اس کے خلاف ہے یعنی اگر لڑکی نکاح سے پہلے اس شخص کی خادمہ تھی، تو اس بارے میں بحر، محیط اور ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکی نے اس شخص کا کھانا کھایا یا اس کی خدمت کی تو یہ رضا پر دلیل نہ ہوگی اھ (ت)

ہمارے بلاد میں عام لوگوں خصوصاً شریفوں خصوصاً اغنیا میں اگرچہ یہ اکثر باتیں شبِ زفاف بلکہ مدت تک اُس کے بعد بھی واقع نہیں ہوتیں، اور بوس و کنار و مساس و جماع جو اس شب ہوتے ہیں غالباً نہایت اظہارِ کراہت و نفرت کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے باعث انھیں دلیلِ رضا ٹھہرانے میں دقت ہے مگر اس میں شبہہ نہیں کہ شوہر کو شبِ زفاف تنہا مکان میں اپنے پاس آنے دینا اور اس خلوت پر سوا شرم کے کوئی اثر مترتب نہ ہونا یقیناً ہوتا ہے نکاح نافذ ہو جانے کے لیے اسی قدر بس ہے اور یہ امر قطعاً پیش از جماع واقع ہوتا ہے تو جماع بعد نفاذ و لزوم نکاح واقع ہوا اور اولاد اولاد حلال ہوئی بلکہ[23] اگر مقاصد شرع مطہر اور اپنے بلاد کے

اور الفاظ ایجاب وقبول وشواہد اس جلسۂ منگنی میں غیر معتبر ہوگا، کون فریق حق پر ہے اور برتقدیر قول بعض مولوی صاحب اس عبارتِ خلاصہ کے کیا معنے ہوں گے۔

الجواب

عبارتِ خلاصہ کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں وہ اس امر میں ہے کہ ایجاب اگر نامتعین کے لیے واقع ہُوا تو وہ نکاح صحیح نہیں اور متعین کے لیے واقع ہُوا تو صحیح، اور اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ ان الفاظ کو دیکھا جائے اگر وہ ایجاب وقبول کے لیے متعین ہیں تو نکاح ہوجائے گا اگرچہ جلسۂ منگنی کا ہو اور اگر خطبہ وعقد میں متردد ہیں تو جلسہ کا اعتبار رہے گا، جلسۂ منگنی کا ہے تو منگنی ٹھہرائیں گے اور نکاح کا ہے تو نکاح۔ درمختار میں ہے:

وکذا ھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح فنکاح و ان للوعد فوعد[1] و اللہ تعالٰی اعلم۔

یوں ہی کہا "کیا تُو نے اپنی لڑکی مجھے دی" نکاح کی مجلس ہے تو نکاح اور وعدہ کی مجلس میں وعدہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶ مرسلہ محمد اقبال و نور محمد صاحبان امام مسجد تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی مفصلۂ ذیل میں، ایک لڑکے کی ایک جگہ منگنی ہوئی تھی نکاح سے پیشتر کچھ عرصہ کے بعد لڑکے اور لڑکی کے والدین کے درمیان کسی خانگی امر کی وجہ سے نامرافقت پیدا ہوگئی جس سے لڑکی والے نکاح دینے سے منکر ہوگئے لڑکے کے والد نے کسی طرح لڑکی کو ورغلا کر چوری بوقت رات لڑکی کے میکے سے

عہ عبارت خلاصہ کی یہ ہے:

ابو الصغیرۃ اذا قال زوجت بنتی فلانۃ من ابن فلان بکذا وقال فلان قبلت لابنی ولم یسم الابن ان کان لہ ابنان او اکثر لا یجوز وان کان لہ ابن واحد صح[2] ۱۲ (ھ)

نابالغہ کے باپ نے جب کہا میں نے اپنی بیٹی فلانی فلاں کے بیٹے کو اتنے مہر میں دی، اس کے جواب میں دوسرے نے کہا میں نے اپنے بیٹے کے لیے قبول کی اور بیٹے کا نام ذکر نہ کیا، تو اگر اس کے بیٹے زیادہ ہوں تو نکاح نہ ہوگا، اور اگر ایک ہی بیٹا ہو تو نکاح صحیح ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار — کتاب النکاح — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۵
[2] خلاصۃ الفتاوٰی — " — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۲/۵

نکال لیا اور فرار کر کے لے آیا۔ لڑکی چونکہ بالغ ہے اُس نے خود بخود شہر گوجرانوالے جاکر باوجود لڑکی کے والدین کی نارضامندی اور عدم موجودگی کے اپنے لڑکے سے نکاح کرالیا۔ اس سے طرفین میں بہت سا فساد برپا ہوگیا جس کی نوبت کچہریوں تک پہنچی۔ یہ امر دینی مصلحت کے برخلاف ہوتا ہے۔ امید ہوسکتی ہے کہ ایسی دست درازی آئندہ بھی ایسی کارروائیوں اور فتنوں کی بانی ہو، جس کا انسداد واجب امر ہے۔ کیا ایسے رخنہ انداز آدمیوں کے لیے شریعت میں کوئی سزا مقرر ہے؟ مفصل حال سے آگاہی فرمائیں، فقط۔

الجواب

بلاشُبہہ ایسے لوگ مفسد وفتنہ پرداز اور آبروریز فتنہ انگیز مستحق عذابِ شدید و وبالِ مدید ہیں، معاذ اللہ اگر ایسی جرأتیں روا رکھی جائیں تو ننگ و ناموس کو بہت صدمہ پہنچے گا، کم سے کم اس میں شناعت یہ ہے کہ بلاوجہ شرعی ایذاءِ مسلم ہے۔ اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذٰی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[1]

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

یہ نکاح جس سے ہُوا اگر وُہ عورت کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعثِ ننگ وعار ہے جب تو یہ نکاح کہ زنِ بالغہ نے بے رضائے ولی خود کیا سِرے سے ہُوا ہی نہیں باطل محض ہے۔ درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا به یفتی لفساد الزمان[2]

فسادِ زمان کی وجہ سے غیر کفو میں نکاح کے عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جائے گا (ت)

اور اگر کفو ہے تو والدین کو ناراض کر کے عورت کا بطورِ خود نکاح کر لینا خصوصًا وہ بھی اس طور پر جاکر عورت کے لیے سخت محرومی و ناراضیِ الٰہی کا باعث ہے، اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو اب بھی نکاح نہ ہُوا کہ ان کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح باطل ہے، یہ کیا تھوڑی شناعت ہے کہ ایک امام برحق کے نزدیک عورت بے نکاحی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳
[2] درمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

مسئلہ ۱۳۷ بریلی، خوجی محلہ مرسلہ عظیم اللہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بجبر کرایا گیا حالانکہ زید کی منشاء ہرگز نہ تھی جس کے چند شاہد موجود ہیں، بوقت ایجاب قبول کرنے کے زید نے "ہوں" مثل عورات کے کہا اور رخصت نہ ہونے پائی کہ زید اپنے مکان کو چلا گیا، اور اس سے قبل بھی تاریخ مقرر پر زید اپنے گھر سے فرار ہوگیا تھا تو اس صورت میں نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ ہُوا یا نہیں؟ مُہر سے مزین فرمایا جائے۔

الجواب

نکاح ہوگیا اگرچہ قبول میں صرف "ہوں" جبراً کہا ہو،

فان الاکراہ ان تحقق لم یعمل فیما یستوی فیہ الجد والھزل کالنکاح والطلاق والعتاق فکیف مالیس باکراہ۔

جبر واکراہ اگر پایا گیا تو ان امور میں موثر (عذر) نہیں بنے گا جن میں قصد ومذاق مساوی ہے مثلاً نکاح، طلاق اور عتاق اور اگر ان امور میں جبر نہ ہو پھر کیا کہا جائے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۸ محمد رحیم بخش عبدالحمید صاحبان از قصبہ فتراانگر ضلع گوڑگانوہ ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جبکہ بے ریش تھا اس کی نسبت (یعنی سگائی) ہندہ سے ہُوئی تھی اور زید ہندہ کے مکان پر کسی وجہ سے رہتا تھا یا پُرانی رشتہ داری کی وجہ سے رہتا تھا، ہندہ کی پھوپھی نے ہندہ کو گود لیا ہُوا تھا یعنی ہندہ کی پھوپھی لاولد یا بانجھ تھی، ہندہ کے گھر میں سوائے ہندہ کے زید سے کوئی پردہ نہیں کرتا تھا، ہندہ کی پھوپھی نے زید کے ساتھ اس قدر محبت بڑھائی جو کہ شفقت مادری سے زیادہ تر نظر آتی تھی، آخر کار زید سے سوال ہم بستری کا کیا، چونکہ اُس زمانے میں زید بالکل بے خبر تھا یعنی خدا ورسول اور نماز وروزہ سے بالکل بے خبر تھا، غرض دونوں کے باہم ناجائز دوستی کئی سال تک رہی، یہاں تک کہ زید اور ہندہ کے والدین نے شادی کردی، چونکہ میاں بیوی میں کمال درجہ اُلفت اور محبت ہُوئی اور ہندہ کی پھوپھی سے کچھ تعلق نہ رہا۔ اب چونکہ شادی کو تقریباً اٹھارہ سال گزر گئے اور تین بچے بھی ہوگئے، آج تک زید کو اس بات کا خیال تک نہ آیا اب زید ایک بزرگ سے شرفِ بیعت ہوکر خدا اور رسول کی اطاعت میں کمربستہ ہے اور اسی طرح ہندہ بھی پابندِ شرع ہے اور وُہ بھی شرفِ بیعت ہوچکی ہے باوجود زید کو ہمیشہ کتبِ احادیث وفقہ سے کام رہتا ہے لیکن یہ مسئلہ آج تک اُس کی نظر سے نہیں گزرا اور نہ کسی سے ذکر سنا نہ اس بات کا خیال تھا، اب زید کتاب اکسیرِ ہدایت کا مطالعہ کررہا تھا اس میں باب النکاح پر نظر پڑی، اُس میں یہ عبارت لکھی پائی کہ پھوپھی بھتیجی یک جا نکاح میں حرام ہیں۔ جب سے زید نے یہ عبارت پڑھی دیوانہ اور پاگل سا ہوگیا ہے کیونکہ نہ عورت یعنی بیوی کو چھوڑنے کا یارا ہے

اور نہ خدا و رسول کے حکم کے برخلاف ہو کر رہنے کی طاقت ہے۔ اب اس کو چھوڑنا چاہے یا طلاق دینا چاہے تو اس کے والدین یہ دریافت کریں گے کہ ہماری لڑکی کی کیا خطا ہے، اور جدائی بھی نہایت شاق گزرے گی، مبادا کوئی اور آفت پیدا ہو۔ زید کی بدکرداریوں کی آج تک کسی کو خبر نہ ہوئی اب یہ رسوائی کیونکر لی جاوے۔ اب تمام کیفیت زید و ہندہ کی آنجناب میں ظاہر کر دی، امیدوار ہوں کہ آپ حکم شریعت سے بلاکسی لحاظ و مروت کے حکم فرماویں، اور اگر اس گناہ کا کفارہ ہو سکتا ہو تو وہ بھی بتلا دیا جائے۔ اور اگر زید و ہندہ میں جدائی کرانے کا حکم ہو تو تین لڑکیاں جو پیدا ہو چکی ہیں ان کو کیا کیا جائے اور مہر ہندہ کا مبلغ مائتہ بندھا ہے وہ ادا کرنا ہوگا یا نہیں؟ حالانکہ ہندہ نے شب عروسی کو اپنا مہر معاف کر دیا تھا۔

الجواب

وھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات[1] — اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

والحمد للہ رب العٰلمین، جو گناہ ہوا اس سے توبہ کرے استغفار کرے، باقی جو توہمات دربارۂ منکوحہ پیش آئے محض بے معنے ہیں، کسی عورت سے زنا کرنا اس کی بھتیجی بھانجی کو حرام نہیں کرتا، نہ ان کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ خلاصہ و درمختار وغیرہما میں ہے:

وطئ اخت امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ[2] — سالی سے زنا کرنے کی وجہ سے بیوی حرام نہیں ہوگی (ت)

اکسیر ہدایت میں جو لکھا اس کا یہ مطلب ہے کہ پھوپھی بھتیجی دونوں ایک شخص کے نکاح میں ہونا یہ حرام ہے مثلاً بھتیجی نکاح میں ہے تو جب تک وہ نکاح میں رہے یا اگر اسے طلاق دے دے تو طلاق کی عدت جب تک نہ گزرے اُس وقت تک اس کی پھوپھی سے نکاح حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹ مرسلہ سید عبداللہ صاحب ڈاک خانہ چھم گاؤں پٹرہ، بنگال ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد گواہ کے مقابل بالغہ نومسلمان عورت کو کوئی نکاح کیا تو درست ہے یا نہیں؟ از رُوئے مہربانی جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوویں اور مجھ کو سرفراز فرماویں۔

الجواب

نکاح کے لیے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہ ہونا لازم ہے، صرف ایک مرد کے سامنے ایجاب و

---

[1] القرآن ۴۲/۲۵

[2] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

قبول کر لینے سے نکاح نہیں ہو سکتا، وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰ مسئولہ ببر اکلو از موضع کرن پورہ ڈاک خانہ سیوان ڈویژن ضلع سارن چھپرا ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں

برادر	ہمشیرہ
سجاد میاں	مسماۃ مولودن
عمر تخمیناً ۲۱ یا ۲۲ برس	عمر تخمیناً ۱۳ یا ۱۴ برس
	دو بھائی بہن

مسماۃ زیتون دختر ہمشیرہ غفار پسر برادر غنی خاں موجود کی اولاد ہیں

شادی گولاوٹ یعنی بدلین شرط پر میاں سجاد مذکور نے اپنا نکاح مسماۃ زیتون مذکور دختر غنی خاں سے کیا اور سجاد مذکور اپنے ہمشیرہ مسماۃ مولودن کا نکاح ساتھ غفار پسر غنی خاں سے کیا اور تاریخ شادی روانگی و آمد بارات کا بعد نکاح مذکورین کے تاریخ دوسرا مقرر تھا کہ اس درمیان میں جب تین روز سجاد کنے سے بارات جانے کو باقی تھا تب ہی مسماۃ زیتون اپنے باپ کے گھر سے باہر نکل گئی تب بعدہٗ غفار مذکور کی بارات بھی سجاد کنے نہیں آئی، اب درمیان اُس گھرانے اور اُس گھرانے کے تکرار رنجار نجی تطویل کلامی پیش ہو گیا، سجاد کا مقولہ ہے کہ جب زیتون میرے گھر میں نہیں آئی تھی تب الحال بوجہ نقص شرط نکاح بدلین کے رہی اُس خاندان کی بدچلنی وغیرہ ظاہر ہو جانے سے ہرگز ہم اپنی ہمشیرہ مولودن کو اُس خاندان میں نہیں جانے دیا نہ اب آنے دیں گے اور نکاح مذکورین بوجہ شرط شکنی و عہد شکنی کے باطل ہو گیا، خدانخواستہ مسماۃ مولودن کی جان کو کوئی نقصان پہنچ جاوے تو عجب نہیں ہے، عرض ہے صاف صاف فتویٰ اس کا حضور ارقام فرمادیں، والسلام!

سجاد میاں برادر مولودن ہمشیرہ ان لوگ کے والدین فوت کر گئے

الجواب

نکاح میں کوئی شرط بدل کی نہ تھی اور ہوتی بھی تو نکاح شرط فاسد سے فاسد نہ ہوتا اور یہ بھی نہ سہی تو شرط نکاح زیتون تھا وہ ہو گیا، بہر حال مولودن غفار خاں کی منکوحہ ہے اور سجاد کو اس کے روکنے کا کوئی حق نہیں، سجاد اپنی منکوحہ زیتون کو تلاش کر کے اپنے قبضہ میں رکھے اور نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے، مولودن کے نکاح پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۱ از بدایوں مولوی محلہ کونچہ مولوی انوار حسین صدر اعلیٰ مکان بخش والا مرسلہ حبیب اللہ صاحب

۱۲ شوال ۱۳۳۵ھ

مسماۃ ہندہ دختر مسماۃ خالدہ بیوہ ہے، اس کے دو بچے نابالغ ہیں، زید پدر شوہر متوفی ہندہ کا

بچوں کو کھانے کو دیتا ہے مگر غیر کافی، ہندہ و خالدہ اپنی محنت کر کے بشمول زید بسر کرتے ہیں، زید یہ چاہتا ہے کہ ہندہ اس کے دوسرے لڑکے سے جس کی بیوی و اولاد موجود ہے عقد نکاح باندھنے پر رضامند ہو جائے مگر ہندہ و خالدہ رضامند نہیں، دیگر اعزائے ہندہ عقد ثانی کو بُرا خیال کرتے ہیں، اور اگر ہندہ کی جوانی پر خیال کر کے رائے عقد کی دیتے ہیں تو ایسے شخص سے جس سے ہندہ و خالدہ کو اطمینان نہیں ہوتا اب خالدہ ایک شخص ثالث سے جس سے ہندہ بھی رضامند ہے اور ایک جگہ رہتے ہیں اس طرح عقد کرنا چاہتی ہے کہ دو ایک شخص عزیز تیسرے آدمی کے جس سے عقد کرنا چاہتی ہے واقف ہوں، اور خود واقف ہو تاکہ ہندہ بُرے خیال و افعال سے بچی رہے اور اولاد کی بابت نزاع پیدا نہ ہو، تو اس طرح عقد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بخیال مزید احتیاط شخص ثالث جس سے عقد نکاح پر رضامند ہے ہندہ کو خطبہ نکاح پڑھ کر ایجاب و قبول ہندہ سے کرا سکتا ہے یا عقد نکاح باندھنے کے واسطے شخص غیر کی ضرورت ہے؟

الجواب

نکاح پڑھانے کے لیے دوسرے شخص کی حاجت نہیں صرف مرد و زن ہوں اور ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم کہ معاً دونوں مرد و زن کا ایجاب و قبول سُنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے، مگر ہندہ اگر ولی نہیں رکھتی یعنی دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ جب تو اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے، ورنہ اگر یہ شخص جس سے نکاح کیا چاہتا ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے نکاح ہونا ولیِ ہندہ کے لیے باعثِ ننگ و عار ہو جب بھی ہندہ مختار ہے، اور اگر کفو نہیں تو جب تک ولی پیش از نکاح اُسے غیر کفو جان کر صراحۃً اجازتِ نکاح نہ دے گا نکاح ہوگا ہی نہیں اگرچہ ہزار اعلان کیا جائے علیہ الفتوی[1] در مختار وغیرہ (فتوٰی اسی پر ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲ از بہاری پور بریلی مسئولہ جناب مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب مورخہ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

عرض در خدمت والیان شریعت محمدی و حامیانِ دینِ متین احمدی علمائے مقلدین مذہب حنفی یہ ہے کہ ایک شخص میر امام الدین نامی نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ کا نکاح عبد القدوس نامی کے ساتھ کر دیا۔ نکاح کا ایجاب و قبول ایک لیتی شخص نے کرایا، بستی کے سب لوگ حاضر تھے مگر قاضی صاحب جلسہ میں موجود نہ تھے تو یہ نکاح جو غیر قاضی سے پڑھایا جائز ہوا یا نہیں؟ اور ان دونوں قاضیوں کو کیا اختیارات ہیں اور اگر کسی شخص نے کسی خاص وجہ سے قاضی کو شادی میں دعوت نہیں دی تو اس پر کیا الزام آتا ہے، اور قاضی کا حق نکاح خوانی اس کو دینا چاہیے یا نہیں جبکہ غیر قاضی سے پڑھوایا، بینوا بیانا وافیا اجرکم اللہ اجرا کافیا۔

الجواب

قاضی کوئی شرطِ نکاح نہیں، آدمی جس سے چاہے پڑھوائے، چاہے مرد و زن دو گواہوں کے سامنے

خود ایجاب وقبول کرلیں اس نام کے قاضی کے لیے شرعًا کچھ اختیارات نہیں، نہ وہ اُجرت کا مستحق، جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا، نہ قاضی کو دعوت نہ دینے میں کوئی الزام، یہ نکاح خوانی کے قاضی اسماء سمیتموھا انتم واٰباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن[1] (یہ اپنے بنائے نام ہیں، شرعی طور ان پر کوئی دلیل نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی علم

مسئلہ ۱۴۳ از بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ حکیم ریاض الدین صاحب رضوی ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت بیوہ جو کہ اُس کے چھوٹے بھائی کی زوجہ تھی اُس سے نکاح کیا اور اُس کے ساتھ میں ایک دختر نابالغ تھی اُس دختر کا نکاح اُس کے سوتیلے باپ جو اُس کا پہلے تایا تھا اُس نے اپنی ولایت سے نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ کردیا لیکن لڑکی نکاح سے تاہنوز اپنے شوہر کے یہاں نہیں گئی اب نا کہین بالغ ہوئے تو نا کح اپنی منکوحہ کو اپنے گھر بلاتا ہے اور منکوحہ اُس کے گھر جانے سے انکار کررہی ہے اور کہتی ہے کہ تیرا چال چلن ٹھیک نہیں ہے میں تجھ سے نکاح توڑ دُوں گی، تو اس صورت میں لڑکی اپنا نکاح فسخ کرسکتی ہے یا لڑکے کو مجاز ہے کہ زبردستی اُسے لے جائے اور ولایت اس کے سوتیلے باپ کی درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سوتیلا باپ ہونا تو کوئی وجہ ولایت نہیں، ہاں چچا ہونا سبب ولایت ہے اگر اس سے مقدم اور کوئی ولی نہ تھا اور یہ لڑکا جس سے اُس نے اس لڑکی کا نکاح کیا مذہب نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے اس لڑکی کا نکاح باعثِ ننگ وعار ہو تو نکاح ہوگیا، مگر اس لڑکی کو اختیار تھا کہ بالغہ ہوتے ہی فورًا اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے، جب تو اُسے فسخ کرنے کا اختیار ہے، اور اگر ذرا دیر لگائی تو اب نکاح لازم ہوگیا اختیارِ فسخ نہ رہا، اور اگر وقتِ نکاح ہی اُس لڑکے میں امورِ مذکورہ میں کوئی کمی تھی جس کے سبب اُس لڑکی کا نکاح باعثِ ننگ وعار ہو، جب نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴ تا ۱۴۷ از دلیل گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ منشی محب اللہ صاحب ضلعدار پنشنر ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

وقتِ نکاح جو ایجاب وقبول کرائے جاتے ہیں اس میں اکثر اشخاص ایک دوسرے کے خلاف اعتراض کرتے ہیں،

(۱) زید کی لڑکی کہ نام اس کا تم کو معلوم ہے اور بالفعل اس نام کی اور کوئی لڑکی اس گھر میں موجود نہیں ہے بعوض مہر شرعی اس قدر روپے اور اس قدر دینار سُرخ سلطانی سکّہ رائج الوقت سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح

---

[1] القرآن ۷/۷۱

تمہارے کے آئی اور دی میں نے، قبول کی تم نے۔

(۲) باقی عبارت سب وہی ہے صرف بجائے لفظ "سوائے" کے علاوہ استعمال کرتے ہیں۔

(۳) میں سب عبارت وہی ہے صرف بجائے "سوائے" یا "علاوہ" کے لفظ "مع" استعمال کرتے ہیں۔

(۴) بعض شخص صرف یہ کہتے ہیں کہ بیچ نکاح تمہارے کے آئی اور دی میں نے، اور بعض صرف لفظ "آئی" کہتے ہیں اور بعض شخص صرف لفظ "دی" کہتے ہیں، اس میں کون سا لفظ استعمال کرنا چاہئے۔ اب اعتراض اس لفظ پر ہے کہ جب لفظ سوائے نان نفقہ کہا گیا تو نان نفقہ دُولھا کے ذمہ عائد نہ ہوا بلکہ صرف روپیہ مہر کا عائد ہوا جیسے کوئی شخص کہے کہ فلاں فلاں شے فلاں شخص کو دی گئی سوائے پگڑی کے یعنی پگڑی نہیں دی گئی، اسی طرح لڑکی یا بالعوض اس قدر مہر کے نکاح میں دی گئی سوائے نان نفقہ کے یعنی اس لڑکی کا نان نفقہ دُولھا کے نکاح میں نہیں آیا، یہی اعتراض لفظ علاوہ کے کہنے سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور جب لفظ مع نان نفقہ کہا جاتا ہے تو معترض لوگ رجوع کرتے ہیں تعداد مہر کی طرف، اور کہتے ہیں کہ بالعوض اس قدر مہر شرعی مع نان نفقہ کے کہنے سے نان نفقہ مہر میں شامل ہوگیا، یعنی جب عورت نان نفقہ پائے تو وہ مہر معجرا دیا جائے اور تعین مہر کا روپیہ اس نان نفقہ کے حساب سے جب سب پا چکے تو پھر عورت نہ نان نفقہ پانے کی مستحق رہی اور نہ زر مہر کی، گویا وہ بے نان نفقہ اور مہر کے نکاح میں رہی، اپنے کھانے پینے کا انتظام عورت خود کرے۔ معزز فرمائیے کہ یہ الفاظ سوائے علاوہ مع کے استعمال کے نکاح درست ہوگا اور نان نفقہ بذمہ مرد عائد رہے گا یا نہیں؟ اور کون سے لفظ کے استعمال سے نان نفقہ عائد ہوگا اور کون سے نہیں؟

الجواب

یہ سب اوہام بھی ہیں اور ان کی بحث فضول بھی، اوہام تو یوں ہیں کہ جو رقم ذکر کی جاتی صرف مہر کے لیے مقصود ہوتی ہے، اور علاوہ اور سوا اور مع یہ سب مہر کی صفتیں ہوتی ہیں یعنی وہ مہر کہ نان نفقہ سے علاوہ یا اُن کے سوا یا اُن کے ساتھ ہے علاوہ اور سوا کے یہ معنے کہ اس کا وجوب اُن کے وجوب پر زائد ہے اور مع کے یہ معنے کہ یہ اور وہ وجوب میں شریک ہیں یہی مراد ہوتی ہے اور یہی مفہوم، اور ان سے بحث فضول، یُوں کہ نان ونفقہ ومہر ایسی چیز نہیں کہ اگر بالقصد ان کی نفی بھی کی جائے تو منتفی ہوجائیں یا نکاح میں کچھ خلل آئے، نکاح شروطِ فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ وہ خود شرطیں ہی باطل ہوجاتی ہیں، اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر شرعاً لازم ہوگا مہر مثل دینا آئے گا، اور اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان نفقہ کچھ واجب نہ ہوگا جب بھی اپنی صورتِ وجوب میں ضرور واجب ہوگا کہ قبل وجوب اسقاط مہمل ہے۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

مابال اقوام یشترطون بشروط لیست فی کتاب اللہ من اشترط شروطا لیس فی کتاب اللہ	ایسی قوم کا کیا حال ہوا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی اجازت کتاب اللہ میں کسی طرح نہیں، ایسی شرطیں

فھو رد وان کانت مائۃ شرط شرط اللہ احق واوثق[1]

سو بھی ہوں تو وہ مردود ہوں گی، اللہ تعالٰی کی طرف سے جائز شرط زیادہ ثابت مضبوط ہے (ش)

بایں ہمہ اگر ایسی عبارت چاہیں جس میں یہ اوہام پیدا نہ ہوں تو یوں کہیں بعوض اتنے مہر کے کہ نان و نفقہ کا وجوب اس کے علاوہ ہے تیرے نکاح میں دی اور "آئی" سے "دی" بہتر ہے کہ یہ انشا میں صریح ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۸ از مقام ہنگن گھاٹ محلہ نشان پورہ ضلع وردھا مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب مورخہ ۲۵ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب مدظلہ السلام علیکم، مندرجہ ذیل میں شرع شریف کا کیا حکم ہے تحریر فرمائیں، اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے۔ زید نے عمرو کی لڑکی سے نکاح کیا، نکاح کے وقت کسی قسم کی شرط وغیرہ نہ تھی، لڑکی رخصت ہوکر گھر آئی، چند روز کے بعد لڑکی کا والد لڑکی کو اپنے مکان میں لے گیا اور اب زید سے اس بات کا طالب ہے کہ وہ ایک اسٹامپ اس مضمون کا تحریر کردے کہ میں لڑکی کو اپنے وطن میں نہیں لے جاؤں گا یہیں اس کے والدین کے پاس اس شہر میں رکھوں گا، اگر زید اسٹامپ نہ لکھے گا تو لڑکی کی طرف سے میرا جواب ہے کہ اب میں لڑکی کو رخصت نہ کروں گا۔ دریافت طلب امور یہ ہیں کہ کیا عمرو کا یعنی لڑکی کے باپ کا یہ عذر معقول ہے اور وہ ایسی حالت میں لڑکی کو روک سکتا ہے؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر مہر کُل یا بعض پیشگی دینا قرار نہ پایا تھا یا قرار پایا تھا اور وہ ادا ہوگیا تو لڑکی کے باپ کا یہ عذر بیجا ہے اور وُہ اسے نہیں روک سکتا۔

قال اللہ تعالٰی واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیویوں کو اپنے ساتھ سکونت دو گنجائش کے مطابق۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

ہاں اگر کوئی صورت خاص ہو کہ سفر بہت طویل ہے اور وہاں تنہائی میں لڑکی کو ضرر رسانی کا ظن غالب ہے تو اس کے ثبوت پر بے بندوبست کافی، وہاں لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[3]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ

اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان کو تنگی دینے کے لیے ضرر مت پہنچاؤ۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۷

[2] القرآن ۶۵/ ۶

[3] ایضاً

وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[1] و اللہ تعالٰی اعلم۔ نے فرمایا: اسلام ضرر اور نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۹ مرسلہ شیخ فضل احمد صاحب درزی بازار کٹڑہ متصل کارخانہ میز کرسی یعقوب خاں مورخہ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے متین دریں مسئلہ کہ ایک عورت کے شوہر نے اپنی زوجہ کو طلاق دی عدت گزرنے نہ پائی تھی کہ عورت نے دوسرے شخص کے پاس جاکر کہا کہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو ورنہ میں حرام کرنے پر تیار ہوں، اس نے یہ خیال کرکے کہ عورت حرام کرنے سے خراب ہوجائیگی اور اس عورت کو سمجھایا کہ تیری عدت گزر جائے بعدہٗ نکاح کرلینا مگر عورت نے کسی طرح نہ مانا لہذا اس شخص نے مجبوراً اس عورت سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ دیگر یہ کہ عرصہ آٹھ ماہ سے یہ عورت اُسی شخص کے پاس ہے جس کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا۔ بایں وجہ شفقت ومحبت دونوں میں حدِ اعتدال سے زیادہ ہوگئی کہ تھوڑی دیر کے واسطے بھی نگاہ سے اوجھل ہونا ایک کا دوسرے کو ناگوار خاطر ہوتا ہے۔ لہذا دوسرا نکاح اگر اس عورت کے ساتھ ناجائز ہو تو کس صورت سے جائز ہو اور خود بھی زوج وزوجہ پریشان ہیں کہ کیونکہ نکاح ہو اور اکثر اوقات ہم بستر بھی ہوئے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وُہ نکاح نہ ہُوا زنائے خالص ہوا، اُن مرد وزن پر فرض ہے کہ فوراً جُدا ہوجائیں، مرد اُسے چھوڑ دے، پھر اگر پہلے کی طلاق کے بعد ابھی تین حیض نہ آئے ہوں تو انتظار فرض ہے یہاں تک کہ تین حیض شروع ہوکر ختم ہوجائیں، اور اگر ختم ہوگئے ہیں اور یہ دوسرا اس سے نکاح چاہتا ہے تو چھوڑنے کے بعد فوراً کرسکتا ہے، اور اگر عورت کسی تیسرے سے نکاح چاہے تو یہ دُوسرا جس دن چھوڑے اس کے بعد تین حیض شروع ہوکر ختم ہونا لازم ہے، اس سے پہلے تیسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ دُرر میں ہے:

المطلقۃ اذا تزوجت فی عدتہا فوطئہا الثانی فرق بینہما وتداخلتا عندنا ویکون ماتراہ من الحیض محتسبا منہما جمیعا واذا انقضت العدۃ الاولی ولم تکمل الثانیۃ فعلیہا اتمام العدۃ الثانیۃ[2]۔

مطلقہ عورت نے اگر عدت میں کسی دوسرے سے نکاح کیا اور اس دوسرے نے اس سے جماع کرلیا، تو دونوں میں تفریق کی جائے گی اور دونوں عدتیں متداخل ہوجائیں گی، اور آنے والا حیض دونوں کا مشترکہ ہوگا اور جب پہلی عدت پوری ہوجائے اور دوسری عدت پوری نہ ہو تو دوسری کو تمام کرے۔ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/۹۱

[2] درر شرح غرر باب العدۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت بیروت ۱/۴۰۳

خانیہ و بحر و ردالمحتار میں ہے :

اذا تمت عدۃ الاول حل للثانی ان یتزوجھا لا لغیرہ ما لم تتم عدۃ الثانی بثلاث حیض من حین التفریق[1]

جب پہلی عدت پوری ہو جائے تو دوسرے خاوند کو اس سے نکاح حلال ہوگا ، تفریق کے بعد جب تک دوسری عدت کے تین حیض مکمل نہ ہو جائیں اس وقت تک کسی غیر کے لیے حلال نہ ہوگی ۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۰ ، ۱۵۱ از موضع بھوٹا بھوٹی لیسوٹو لانڈ ملک افریقہ مرسلہ جناب حاجی اسمٰعیل میاں ابن حاجی امیر میاں صدیقی حنفی قادری

(۱) زید سوال کرتا ہے کہ خدا نے مرد کو حکم دیا دو دو تین تین چار چار ، اور عورت کو کیوں نہیں ملا کہ تم دو دو تین تین چار چار مرد کرو ۔

(۲) ایک شخص زانی عورت کافرہ کو اسلام قبول کروا کے نکاح کیا اب وہ عورت حاملہ ہے مگر اُسی مرد سے جس کے ساتھ نکاح ہُوا ہے ۔ آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں ؟ زید کہتا ہے کہ اگرچہ حاملہ اسی سے ہو جب بھی نکاح جائز نہیں اور شاہد وحاضرین کا ٹوٹ جاتا ہے ۔ مجموعہ خانی جلد ثانی ص ۳۹ :

در ہدایہ و کافی آوردہ است عورتے حربیہ در دارالاسلام آمد بر آں عورت عدت لازم نشود خواہ اسلام در دار حرب آوردہ باشد خواہ نیاوردہ باشد وایں قول امام اعظم ست رحمۃ اللہ علیہ ، و نزدیک امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی عدت لازم شود ، و باتفاق علماء برکنیز کہ در تاخت گیرند عدت لازم نیست فاما استبراء لازم ست واگر حربیہ کہ در دار اسلام آمدہ است وحاملہ تا آں زمان کہ فرزند نہ زاید نکاح نہ کند دیگر روایت از امام آنست کہ نکاح درست ست اگر حاملہ باشد فاما نزدیکی باآں عورت شوہر نہ کند تا آں زماں کہ

ہدایہ اور کافی میں ہے کہ اگر کوئی حربی عورت دارالاسلام آجائے تو اس پر عدت لازم نہیں خواہ دارالحرب میں مسلمان ہوئی یا نہ ہوئی یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے ۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر عدت لازم ہے اور جنگ میں گرفتار شدہ لونڈی پر عدت لازم نہیں ہے ، یہ سب کا اتفاق ہے ، اس پر صرف استبراء لازم ہے ۔ اگر کوئی حاملہ عورت دارالحرب سے دارالاسلام آئی تو وہ بچہ کی پیدائش سے قبل نکاح نہیں کر سکتی ۔ امام صاحب نے ایک دوسری روایت میں فرمایا کہ وہ نکاح کر سکتی ہے لیکن بچے کی پیدائش سے قبل اس سے جماع جائز نہیں ہے ، جس طرح زنا سے

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ مطلب فی وطئ المعتدۃ بشبہۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۹

فرزند نزاید چنانچہ عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او راست ونزدیکی کردن روا نیست تا آں زمان کہ فرزند نزاید واگر یکے از میان زن وشوہر مرتد شد فرقت میان ایشاں واقع شود فاما طلاق واقع نشود ایں قول امام اعظم وامام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰی ونزدیک امام محمد اگر مرد مرتد شدہ است فرقت واقع شدہ است بے طلاق پس اگر مرد مرتد شدہ است وبازن نزدیکی کردہ باشد تمام مہر براو لازم شود اگر نزدیکی نکردہ است چیزے از مہر لازم نشود ونفقہ نیز لازم نشود اگر خود از خانہ مرد بیروں آمدہ باشد واگر خود از خانہ مرد بیروں نیامدہ باشد نفقہ بر مرد لازم شود[1]۔

حاملہ سے نکاح جائز مگر بچے کی پیدائش سے قبل اس سے جماع جائز نہیں ہے۔ اگر خاوند بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہوجائے تو دونوں کی فرقت ہوگی لیکن طلاق نہ ہوگی یہ قول امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰی کا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اگر صرف خاوند مرتد ہوجائے تو فرقت ہو جائے گی طلاق نہ ہوگی۔ تو خاوند کے مرتد ہونے کے بعد اگر اس نے بیوی سے جماع کیا تو مکمل مہر لازم ہوگا اور مرتد ہونے کے بعد جماع نہ کیا تو مہر اور نفقہ لازم نہ ہوگا بشرطیکہ عورت خود اس کے گھر سے علیحدہ ہوچکی ہو اور اگر وہ اسی کے گھر میں ہو تو نفقہ مرد پر لازم ہوگا۔ (ت)

الجواب

(۱) اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان اللہ لا یأمر بالفحشاء[2] بیشک اللہ عزوجل بے حیائی کا حکم نہیں فرماتا۔ ایک عورت پر دو مردوں کا اجتماع صریح بے حیائی ہے، جسے انسان تو انسان جانوروں میں بھی جو سب سے خبیث تر ہے یعنی خنزیر وہی روا رکھتا ہے۔ حرمتِ زنا کی حکمت نسب کا محفوظ رکھنا ہے ورنہ پتا نہ چلے کہ بچہ کس کا ہے۔ اگر عورت سے دو مردوں کا نکاح جائز ہو تو وہی قباحت کہ زنا میں تھی یہاں بھی عائد ہو، معلوم نہ ہوسکے کہ بچہ کس کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جسے زنا کا حمل ہو والعیاذ باللہ تعالٰی اور وہ شوہر دار نہ ہو اُس سے زانی وغیر زانی ہر شخص کا نکاح جائز ہے فرق اتنا ہے کہ غیر زانی کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہیں جب تک وضعِ حمل نہ ہولے اور جس کا حمل ہے وُہ نکاح کرے تو اُسے قربت بھی جائز، درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لئلا

زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے اگرچہ اس سے وطی اور اس سے متعلقہ امور حرام ہیں جب تک وُہ بچے کو جنم نہ دے،

---

[1] مجموعہ خانی

[2] القرآن ۷/ ۲۸

یسقی ماءہ زرع غیرہ اذا الشعر ینبت منہ و لونکح الزانی حل لہ و طؤھا اتفاقا۔[1]

تاکہ اس کا پانی غیر کی کھیتی کو سیراب نہ کرے یہ اس لیے کہ جماع سے حاملہ کے بچے کو بال اُگتے ہیں، اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا تو اس کو جماع بھی جائز ہے (ت)

زید کا قول محض غلط ہے اور اس کا کہنا اگرچہ حاملہ اُسی مرد سے ہے جب بھی نکاح جائز نہیں شریعت پر افترا ہے بلکہ صحیح و مفتی بہ یہ ہے کہ اگرچہ حمل دوسرے کا ہو جب بھی نکاح جائز ہے اور اس کا کہنا کہ شاہد و حاضران محفل کے ٹوٹ جاتے ہیں افترا بر افترا ہے، مجمو عہ خانی سے جو عبارت اُس نے نقل کی ہے صراحۃً اُس کے خلاف ہے۔

اگر عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او رواست و نزدیکی کردن روا نیست تا آنکہ نزاید۔

اگر عورت زنا سے حاملہ ہو جائے تو اس سے نکاح جائز اور جماع جائز نہیں جب تک بچے کو جنم نہ دے دے۔ (ت)

اور وُہ جو اسی سے نقل کیا کہ،

حربیہ کہ در دار الاسلام آمدہ است و حاملہ تا نزاید نکاح نہ کند۔[2]

حربی عورت اگر دار الاسلام آجائے اگر حاملہ ہو تو بچے کی پیدائش تک وُہ نکاح نہ کرے (ت)

یہ اس میں ہے کہ حربی کافر کی حاملہ عورت دار الاسلام میں آکر مسلمان ہوگئی نہ کہ حمل زنا میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۲ از (برہما) ڈاک خانہ چیگانگ محلہ میدنگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الفتاوٰی قاضی خان وان ترک الجمعۃ ثلاث مرات یصیر فاسقا کمذا ذکر فی بعض المواضع و بہ اخذ شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ تعالٰی و ذکر فی بعض المواضع انہ یبطل العدالۃ انتھی، و ان ترک الصلوٰۃ بالجماعۃ ولم یستعظم ذلک کما یفعل بہ العوام بطلت عدالتہ

حضرات علمائے کرام اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے، آپ کا کیا حکم ہے کہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ اگر کسی نے تین جُمعے ترک کر دئے تو وہ فاسق ہوگا، یوں ہی بعض مقامات پر مذکور ہے جس کو شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالٰی نے لیا ہے، اور بعض مقامات پر انھوں نے ذکر کیا کہ اس کی عدالت ختم ہو جائے گی اھ اور اگر کسی نے نماز یا جماعت کو اہمیت نہ دیتے ہُوئے ترک کیا جیسا کہ عوام کرتے ہیں تو اس کی عدالت باطل

[1] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

[2] مجمو عہ خانی

وان ترکہما متاوِّلا بان کان یضلل الامام او یفسق لایبطل عدالتہ ولایقبل شہادۃ من کان معروفا بالکذب[1] انتہی وفی الدر المختار لاتقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ[2] اھ۔

باطل ہوجائے گی، اور اگر اس نے اہمیت کے باوجود کسی تاویل وعذر کی بنا پر مثلاً امام کو گمراہ یا فاسق قرار دیتے ہوئے جماعت ترک کردی تو اس کی عدالت باطل نہ ہوگی، اور جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہوجائے تو اس کی شہادت مقبول نہیں اھ

اور درمختار میں ہے کہ ایسے شخص کی شہادت مقبول نہ ہوگی اِلّا یہ کہ وہ تاویل اور عذر مثلاً امام کے بدعتی ہونے یا شرعی امور کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے جماعت کو ترک کرے اھ (ت)

جب ان لوگوں کی عدالت باطل ہوگئی تو بوقتِ نکاح وطلاق شہود بنانے سے نکاح وطلاق صحیح ہوگا یا نہیں، چونکہ درمختار میں ہے: شہود عادل عند الشافعی[3] (امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے یہاں عادل گواہ ہوں۔ ت) شہود عادل شرط ہے۔ اور رجعت کرنے کے بارہ میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے: واشہدوا ذوی عدل منکم[4] (دو عادل گواہ بناؤ۔ ت) اور آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لانکاح الا بولی وشاہدی عدل[5] (ولی کے بغیر نکاح نہیں اور دو عادل گواہوں کے بغیر بھی۔ ت) اس عبارت مرقومہ اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق کو نکاح وغیرہ میں شہود بنانا معتبر نہیں، جب معتبر نہیں ہے تو ثانیۃً تجدید نکاح کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

بلاشبہ عذر شرعی ترکِ جمعہ اور ترکِ جماعت کی عادت موجبِ فسق ومسقط عدالت ووجہِ ردِ شہادت ہے مگر نکاح میں جو شاہدین کی شرط ہے یہ وقت ادائے شہادت نہیں کہ عدالت کی حاجت ہو بلکہ وقت تحمل شہادت ہے اور اس میں عدالت کچھ ضرور نہیں، حنفی مذہب میں تصریح ہے کہ شاہدینِ نکاح اگر فاسق بھی ہوں حرج نہیں۔ درمختار میں ہے: ولو فاسقین او محدودین فی قذف[6] (اگرچہ دو گواہ فاسق ہوں یا قذف کی حد لگائے گئے ہوں۔ ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب الشہادات — نولکشور لکھنؤ — ۳/۵۳۲
[2] درمختار — باب الامامۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۸۲
[3] ردالمحتار مع درمختار — کتاب النکاح — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۶۲
[4] القرآن ۶۵/۲
[5] السنن الکبرٰی للبیہقی — لانکاح الا بشاہدین عادلین — دار صادر بیروت — ۷/۱۲۵
[6] درمختار — کتاب النکاح — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۷

حدیث میں جو ارشاد ہُوا لا نکاح الا بولی وشاھدی عدل[1] (ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں۔ ت) نفی بمعنی نہی ہے اور نہی منافی صحت نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ نہی ارشادی ہے کہ بالغہ کے نکاح میں ولی بھی شرط نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳ از شمس آباد ضلع کیمل پور علاقہ اٹک مرسلہ مولانا قاضی گیلانی صاحب ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

بحضور لامع النور، موفور السرور، قاطع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم! بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا کہ کتب خانہ فیض نشانہ میں عینی ہدایہ نہیں لہذا دو ورق بقدر حاجت ارسالِ خدمت فیضدرجت ہیں، مسئلہ خطبۂ نکاح بغیر کفو میں اس ملک کے علماء سخت مختلف ہیں بعض کتب عربیہ فارسیہ قلمی غیر مشہور میں لکھا ہے کہ تقسیم فواکہ وشکر بافاتحہ خوانی بلا ایجاب وقبول یا وعدہ کہ میں تم کو اپنی بیٹی دُوں گا یا اس ارادہ پر کوئی تحفہ خوردنی یا پوشیدنی لیا تو بھی مثل ایجاب وقبول کے موجب انعقاد نکاح ہوگیا اور حدیث تحرم الخطبہ علی خطبۃ اخیہ[2] (بھائی کی منگنی پر منگنی حرام ہے۔ ت) سے ان عبارتوں کو اور بھی تاکید دیتے ہیں اور عینی شرح ہدایہ کی عبارت کتاب النکاح میں لان الخطبۃ التزوج[3] (کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے۔ ت) ان کے مدعا کی پُوری مثبت ہے ان کے نزدیک ایجاب وقبول لفظی یا کوئی قول وفعل اس پر دال ہو موجبِ نکاح ہے اگرچہ فتاوٰی مہدیہ وغیرہ کی عبارتیں ان کو بارہا دکھائی گئیں مگر وہ لوگ قاصر الفہم اپنی ہٹ سے باز نہیں آتے اور اس کا نام احتیاط فی الفروج رکھا ہے۔ حضور نے ایک بار فرمایا تھا کہ قلم ناسخ کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور صحیح عبارت لان الخطبۃ للتزوج معلوم ہوتی ہے حضور کی یہ دُرفشانی نہایت اوفق واوجہ ہے مگر عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ خطبہ کے متعلق کل مالہا وما علیہا مع ازالہ اوہام وابانہ مرام ابحاث کے ساتھ بقدر چار پانچ ورق کے بزبان عربی حضور ارشاد فرمائیں۔ دوسری عبارت عینی کی،

وعنہ فی الرجل یشرب الشراب اوھو حائك یفرق بینہما وفی البسیط ذھبت الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان[4] انتھی	عینی سے روایت ہے کہ جو شراب کا عادی یا جولاہا ہے تو دونوں کی تفریق کر دی جائے گی، اور بسیط میں ہے کہ شیعہ کا مذہب ہے کہ علویات (سیدزادیوں) کا نکاح ان کے اولیاء کی رضامندی کے باوجود بھی غیر سے ممنوع ہے، سروجی نے کہا یہ دونوں قول باطل ہیں انتھی (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۴
[2] عینی شرح ہدایہ فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/ ۴۳۴
[3] " فصل فی الکفارۃ " ۲/ ۱۰۲

اور عبارت تو اس سے پہلے صاف ہے ھما کے مرجع ہی میں شبہہ ہے، اگر اس قاعدۂ اکثریہ پر کہ اصل مرجع میں مذکور قریب ہے قریب کے دو قول لیے جائیں جو کہ ایک شارب و حائک کا، دوسرا شیعہ والا ہے، تو اگرچہ شیعہ کے قول کا بطلان ظاہر ہے کہ ظاہر روایت میں بغیر تراضی اولیاء بھی نکاح درست ہے باوجود ثبوت اعتراض للولی، اور بروایت نوادر نادرست ہے لفساد الزمان فلو یکن ممتنعا (اس کی وجہ زمانے کا فساد ہے لہذا اصلاً ممنوع نہ ہوا۔ ت) مگر شارب الشراب یا حائک سے اگر اعلیٰ قوم کی عورت نے بغیر تراضی اولیاء کے نکاح کرلیا تو ظاہر روایت ہی کی رُو سے تو تفریق کی جائے گی جیسا کہ کل متون و شروح و فتاوٰے میں مذکور ہے، پس اس کے بطلان کی وجہ کیا ہے، سروجی حنفی مذہب کا ہے یا کہ غیر، اور کس طبقہ کا ہے، اور اس کی عبارت کا صاف مطلب کیا ہے۔ ملک خراسان کے اکثر حصص میں اکثر علمائے احناف اس کے قائل ہیں کہ کہ سید زادی کا نکاح ہر شخص شریف و رذیل کے ساتھ درست ہے ولی راضی ہو یا خفا، اور فقہ کی کل کتابوں سے اغماض کرکے صرف دو عبارتوں پر مصر ہیں، ایک آیت سورۂ احزاب کے اول رکوع میں:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم و ازواجہ امھاتھم[1] الخ

نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مومنین کی جانوں سے بھی ان کے لیے قریب تر ہیں اور آپ کی ازواج پاک مومنین کی مائیں ہیں الخ (ت)

کہ تحریم ازواج مطہرات کی رسول اللہ وازواج کی بنات و اخوات و خالات کی طرف متعدی نہیں، جیسا کہ مدارک و خازن و احمدی و روح البیان وغیرہ میں ہے۔

اور دوسری عبارت قال السروجی الخ جو کہ ابھی عینی سے نقل ہوئی ان کو جواب دیا گیا ہے کہ ظاہر روایت و نوادر سے یہ عبارت مخالف نہیں کیونکہ ظاہر روایت میں بھی درست ہے مع اعتراض ولی، اور نوادر میں جو نادرست ہے تو وہ بوجہ فسادِ زمانہ ہے فلا تعارض ولا تصادم (ظاہر اور نادر روایات میں تعارض و تصادم نہیں ہے۔ ت) اس کے متعلق بھی حضور لامع النور کچھ تحریر فرمائیں۔

الجواب

بملاحظہ شریفہ مولٰنا المبجل المکرم ذی المجد والفضل والکرم مولٰنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب دامت معالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عبارت بنایہ صفحہ ۱۰۲ بہت صاف ہے، اوپر کی روایت سے موازنہ کرکے اس روایت کا مطلب واضح ہوتا ہے، امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے دو روایتیں ذکر کیں، اول:

---

[1] القرآن ۳۳/۶

لابد من اعتبار الکفاءۃ ولا یسقط الا بتراضی الولی والمرأۃ۔[1]

کفو کا اعتبار ضروری ہے صرف ولی اور خود لڑکی کی رضا سے اس کا اعتبار ساقط ہوسکتا ہے (ت)

یہ ہمارے مذہب کے موافق ہے حتی کہ روایت حسن مفتی بہا کے بھی کہ اس میں بھی اگر بالغہ برضائے ولی قبل النکاح عالما بعدم الکفاءۃ غیر کفو سے نکاح کرے گی صحیح و نافذ ہوگا اور حق اعتراض بھی نہ رہے گا۔ دوسری:

وعنہ فی الرجل یشرب الشواب ادھو حائک یفرق بینہما۔[2]

انہی سے مروی کہ شراب کا عادی یا جولاہا ہو تو دونوں میں تفریق کردی جائے گی۔ (ت)

یہ مطلق ہے وہ استثنائے تراضی یہاں نہیں یہاں بھی وہ استثناء ہو تو دونوں روایتیں ایک ہوجائیں، لاجرم اس کے اطلاق کا یہ حاصل کہ لحاظ کفاءت حقا للشرع لازم تراضی زن و ولی سے بھی ساقط نہ ہوگا، اور گو سب کی رضا سے ایسا نکاح ہو قاضی جبراً علیہم تفریق کردے گا، جیسے ہمارے یہاں بنت ممسوسہ بشہوت سے برضائے زن و اولیاء نکاح کرے یفرق بینہما (دونوں میں تفریق کردی جائے گی۔ ت) یہی حکم روافض نے دربارۂ علویات دیا کہ دوسرے سے اگرچہ قرشی ہو علویہ کا نکاح اگرچہ برضائے کل ہو ممتنع ہے، ان دونوں قولوں کو امام سروجی فرماتے ہیں: باطلان (دونوں باطل ہیں ت) اور وہ بیشک باطل ہیں، اگر بالغہ برضائے ولی حائک سے نکاح کرلے لایفرق بینہما (دونوں میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ ت) اور علویہ بالغہ قرشی غیر علوی سے نکاح کرے اگرچہ بے رضائے ولی یا غیر قرشی سے برضائے ولی لایمتنع (منع نہیں کیا جائے گا۔ ت) امام سروجی ابوالعباس احمد قاضی مصر متوفی ۷۱۰ھ صاحب غایہ شرح ہدایہ اجلۂ علمائے حنفیہ سے ہیں، اُس وقت تو فقیر نے قیاس سے گزارش کیا تھا کہ الخطبۃ للتزوج (منگنی، نکاح کے لیے۔ ت) ہوگا، اب کتاب کا ورق کہ جناب نے بھیجا دیکھ کر یقین کرتا ہوں کہ بیشک لام ہی ہے، کاتب نے اس کتاب کو نسخ نہ کیا مسخ کیا ہے اسی لیے میں نے نہ خریدی، خطبہ کا غیر نکاح ہونا ایسا روشن ہے جیسے صبح کا غیر شمس ہونا، حاشا یہ احتیاط فی الفروج نہیں بلکہ احتیال فی الفروج ہے کہ منگنی ہوتے ہی منکوحہ بنالیں ولا یقول بہ جاھل فضلا عن فاضل (کوئی جاہل بھی یہ بات نہ کہے گا چہ جائیکہ کوئی فاضل کہے۔ ت) کس قدر کثرت وافرہ سے نصوص ملیں گے جو خطبہ و تزوج کی مبایئنت ثابت کریں گے ؎

ولیس یصح فی الاعیان شئی اذا احتاج النہار الی دلیل

(دن کی موجودگی بھی اگر کسی دلیل کی محتاج ہو تو پھر دنیا میں کوئی چیز ثابت نہیں قرار پائے گی۔ ت)

---

[1] البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الکفاءۃ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/۱۰۲
[2] البنایہ شرح ہدایہ " " " " " "

حدیث تحرم الخطبة علی خطبة اخیہ[1] (بھائی کی منگنی پر منگنی حرام ہے۔ت) سے اس کی تائید جہلِ شدید، ورنہ حدیث یحرم السوم علی سوم اخیہ[2] (بھائی کے لگائے ہوئے بھاؤ پر بھاؤ لگانا حرام ہے۔ت) سے نفس سوم کو عقد بیع کرلیں گے، بنایہ کی پہلی عبارت لاینبغی ان تخطب المعتدۃ ش لان الخطبة للتزوج ونکاح المعتدۃ لایجوز[3] (عدت والی عورت کو منگنی کا پیغام دینا مناسب نہیں، شرح میں ہے، کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے جبکہ عدت والی کو نکاح جائز نہیں۔ت) تو ظاہر ہے کیا نکاح معتدہ کو "لاینبغی" کہا جاتا اس کی تحریم تو محرمات میں گزری، یہاں کاتب نے "لان" چھوڑ دیا ہے متن نے دو مسئلے بیان فرمائے ایک خطبہ صریحہ اسے منع فرمایا، شارح اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ خطبہ تو بغرض تزوج ہی ہے اور تزوج معتدہ حرام، دوسرا خطبہ بالکنایہ، اسے جائز فرمایا کہ لاباس بالتعریض فی الخطبة[4] (عدت والی کو کنایہ کے طور پر منگنی کے پیغام میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ت) یعنی خطبہ ہو مگر نہ الفاظِ صریحہ میں بلکہ کنایہ تو حرج نہیں، کیا کوئی مسلم بلکہ کوئی عاقل اس کے یہ معنی لے سکتا ہے کہ معتدہ سے نکاح بالکنایہ جائز ہے

حاشا للہ! دوسری عبارت:

ای لایجوز ان یقول صریحا اریدان انکحك او اخطبك لان الخطبة للتزوج کما ذکرنا[5]

یعنی صراحتًا یہ کہنا کہ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، یا میں تجھے پیام نکاح دیتا ہوں ناجائز ہے کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا (ت)

جس میں کاتب نے "ای" کا "ان" اور للتزوج کا التزوج لکھا ہے اس میں ان صاحبوں کو غالبًا یہ دھوکا لگا کہ اخطب کو منصوب پڑھا اور انکح پر معطوف اور "اریدان" کے تحت میں داخل مانا کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے خطبہ کرنا چاہتا ہوں یوں سمجھ لیا خطبہ تزوج ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اخطب مرفوع حکائی اور اس کا عطف "اریدان" پر ہے یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے نکاح کیا چاہتا ہوں نہ یہ کہنا جائز کہ میں تجھے خطبہ کرتا یعنی پیامِ نکاح دیتا ہوں، پھر اس کے صریح ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ خطبہ تزوج ہی کے لیے ہوتا ہے تو "اخطبك" کے معنے بعینہٖ وہی ہوئے کہ "اریدان انکحك" آیہ کریمہ مثل امہات تحریم ابدی عام کے لیے ہے، یہ بیشک ازواجِ مطہرات سے خاص ہے ورنہ ختنین کریمین سے تزویج بنات مکرمات نہ ہوسکتی اس سے یہ لازم سمجھنا کہ غیر ازواجِ مطہرات

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۴
[2] " باب تحریم البیع علی بیع اخیہ الخ " ۲/۳
[3] و[4] و[5] البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۲/۳۳۴

میں حلِ مطلق ہے سخت جہل ہے، کہاں تحریمِ مطلق کی نفی کہاں حلِ مطلق کا اثبات، یعنی سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ کلیہ، ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۴ از موضع بین ضلع پٹنہ مرسلہ جناب سید مظفر حسین صاحب مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بالغہ لڑکی ہندہ کی نسبت عمرو سے مقرر کی اور بکر کو وکیل بالنکاح اور ناکح مقرر کر کے خط لکھ بھیجا کہ ہندہ کا نکاح عمرو سے اکیس ہزار روپیہ دین مہر پر کر دو، ان تمام باتوں کی اطلاع ہندہ کو ہے اگرچہ اجازتِ ہندہ سے موافق دستورِ ہندوستان نہیں مانگا گیا اور ہندہ کی کسی حرکات وسکنات سے عدم رضامندی اور ناراضگی بھی ظہور میں نہ آئی۔ بکر نے اکیس ہزار دین مہر پر عمرو سے ہندہ کا نکاح کر کے زید کے پاس خط لکھ بھیجا کہ فلاں تاریخ عمرو سے ہندہ کا نکاح اکیس ہزار پر کر دیا آپ لڑکی کو خبر کر دیجئے، زید نے اپنی لڑکی کو اطلاع دلوایا تو لڑکی نے قبول کر لیا۔ نکاح ایسی صورت میں قبول ہوا اور تجدید کی ضرورت تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر صورتِ واقعہ یہ ہے تو نکاح صحیح وتام نافذ ولازم ہوگیا اگر کوئی مانع شرعی مثل فساد مذہب وغیرہ نہ ہو تجدید کی حاجت نہیں فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ[1] کما فی الخیریۃ وغیرھا (کیونکہ بعد کی اجازت پہلی وکالت کی طرح ہے۔ جیسا کہ خیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ فصل فی نکاح الفضولی دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۷

باب المحرّمات

(محرمات کا بیان)

مسئلہ ۱۵۵ ۱۹ رجب ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دُودھ پلایا، اب زید کا نکاح اپنی نواسی لیلےٰ بنت سلمیٰ سے کیا چاہتی ہے آیا یہ نکاح شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز جائز نہیں کہ جب زید نے اپنی دادی کا دُودھ پیا تو وہ اس کی ماں ہُوئی، اور جب وہ اس کی ماں ہُوئی تو اس کی ساری اولاد خواہ اس دُودھ سے پہلے پیدا ہوئی ہو یا بعد، سب اس کے بھائی بہن ہُوئے، اور جب وہ سب بہن بھائی ہیں تو ان کی بیٹیاں اس کی بھتیجیاں بھانجیاں ہیں، بس لیلیٰ بھی کہ سلمیٰ بنت ہندہ کی دختر ہے زید کی بھانجی ہے اور زید اس کا ماموں، اور ماموں بھانجی کا نکاح کہیں حلال نہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولھما وفروعھما حتی ان المرضعۃ لو ولدت قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت رضیعھا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ[1] اھ ملخصًا۔

دُودھ پینے والے بچے پر رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں حتی کہ اگر دُودھ پلانے سے قبل یا بعد اس نے کوئی بچہ جنا ہو یا کسی کو دودھ پلایا ہو تو وہ سب اس کے بھائی بہن ہوں گے اور ان کی اولاد اس کے بھتیجے اور بھتیجیاں اور بھانجے اور بھانجیاں ہوں گی اھ (ملخصات)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الرضاع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۴۳

اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض مدعیانِ علم کا یہ خیال کہ سلمٰی مادر لیلٰی زید سے پہلے پیدا ہوئی تھی تو دودھ میں شرکت نہ ہوئی، نہ سلمٰی اس کی بہن نہ لیلٰی اس کی بھانجی ٹھہری، محض جہالتِ فاحشہ ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۶ از خیر آباد مرسلہ حسین بخش صاحب رضوی یکم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بکر کی بیٹی باہی ہے اور بکر نے دوسری عورت سے نکاح کیا، بعدہٗ بکر مرگیا، اب زید چاہتا ہے کہ اپنی سوتیلی خوشدامن سے نکاح کرے، یہ نکاح موافق حاشیہ عینی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور زنِ مذکورہ قولہ تعالٰے وامھات نسائکم میں داخل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نکاحِ مذکور بیشک جائز ہے، قال اللہ عزوجل: واحل لکم ماوراء ذلکم[1] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) علماء قاطبۃ متون وشروح وفتاوٰی میں محرمات صہریہ زوجاتِ اصول وفروع، اصول وفروعِ زوجات بتاتے ہیں نہ زوجۂ اصول زوجہ وعدم الذکر فی امثال المقام ذکر العدم کما لا یخفی (ایسے مقام میں ذکر نہ ہونا گویا نہ ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور سوتیلی ماں لفظِ امہات میں ہرگز داخل نہیں، ورنہ آیۂ تحریم میں حرمت علیکم امھاتکم[2] (تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ ت) کے بعد ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم[3] (جن سے تمہارے آباء نے نکاح کیا تم ان سے نکاح نہ کرو۔ ت) کیوں فرمایا جاتا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔ اگر سوتیلی ماں بھی ماں ہوتی تو یہ عورتیں اس کی نانی، بہن، خالہ قرار پاتیں۔ علامہ خیر الدین رملی فرماتے ہیں:

لا تحرم بنت زوجۃ الام ولا امہ ولا ام زوجۃ الاب ولا بنتھا[4] — ماں کے خاوند کی بیٹی اور اس کی ماں اور باپ کی دوسری بیوی کی ماں اور بیٹی حرام نہیں۔ (ت)

اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہٰذا اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷ از نرسنگھ پور کنڈیلی متصل جامع مسجد مرسلہ مولوی یقین الدین صاحب ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ نصیبن اپنے خاوند

---

[1] القرآن ۴/۲۴

[2] القرآن ۴/۲۳

[3] القرآن ۴/۲۲

[4] فتاوٰی خیریہ فصل فی المحرمات دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۳

زید کی موجودگی میں بکر سے پھنسی ہوئی تھی، زید اپنے روزگار کی وجہ سے دوسرے شہر میں رہتا تھا، مگر اپنی زوجہ نصیبن کو دو برس تک کچھ خرچ نہ بھیجا، چنانچہ نصیبن علانیہ بکر کے گھر میں آگئی، اس کے ایک لڑکا بھی زید سے ہے، نصیبن کو بکر کے یہاں پڑے ہوئے عرصہ دس برس کا گزرا، اب بکر چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کرے، زید نے طلاق نہیں دی ہے مگر ہاں زید کی مرضی ہے کہ مسماۃ کچھ دے تو طلاق دے دوں۔ بکر درصورت طلاق نہ دینے زید کے نصیبن سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ عورت بے اذنِ شوہر گھر سے نکل جائے تو نکاح سے نکل جائے محض غلط ہے۔

قال تعالٰی:

واللاتی تخافون نشوزھن فعظوھن[1]، الآیۃ۔ تخافون تعلمون ومن النشوز الخروج بلا اذن۔

جن عورتوں کی نافرمانی کا احساس کرتے ہو ان کو نصیحت کرو، الآیۃ۔ یہاں تخافون بمعنی تعلمون اور نشوز سے مراد اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا ہے (ت)

معاذاللہ اگر ایسا ہو تو نکاح کی گرہ زنان ناقصات العقل والدین کے ہاتھ میں ہوجائے، جو عورت چاہے بے ارادۂ شوہر سہل طور پر قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کرلے حالانکہ اللہ عزوجل نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی ہے۔ قال عزوجل:

بیدہ عقدۃ النکاح[2] یعنی الزوج فی قول علی وسعید بن المسیب وسعید بن جبیر وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ، سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم نے خاوند مراد لیا ہے (ت)

اسی طرح عیاذاً باللہ عورت کے فسق و فجور سے بھی نکاح نہیں جاتا، قال اللہ تعالٰی:

واللاتی یأتین الفاحشۃ من نسائکم[3] سماھن مع ذلک نساءھم، وقال جل وعلا والذین یرمون ازواجھم[4] الآیۃ الٰی قولہ تبارک وتعالٰی ویدرؤ عنھا

تمہاری بیویوں میں سے جو فحش کاری کی مرتکب ہو۔ اس میں اس کے باوجود ان کو بیویاں فرمایا گیا ہے۔ اللہ جل وعلا نے فرمایا: وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں الآیۃ، اس عورت سے حد کو ساقط

---

[1] القرآن ۴/۳۴ [2] القرآن ۲/۲۳۷
[3] القرآن ۴/۱۵ [4] القرآن ۲۴/۶

العذاب[1] الآیۃ کرو، الآیۃ تک۔ (ت)

پس جبکہ زید نے ہنوز طلاق نہ دی نصیبن بدستور اس کے نکاح میں باقی ہے اور بکر خواہ کسی کو، ہرگز اس سے نکاح حلال نہیں اگر کر بھی لیں، تاہم جیسے اب تک وہ دونوں مبتلائے زنا رہے یوں ہی اس نکاح بے معنی کے بعد بھی زانی وزانیہ رہیں گے اور یہ جھوٹا نام نکاح کا کچھ مفید نہ ہوگا۔ قال تعالٰی: والمحصنٰت من النسآء[2] (شادی شدہ پاکیزہ عورتیں۔ ت) پس چارۂ کار یہی ہے کہ بکر و نصیبن فوراً جدا ہوجائیں اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں پھر نصیبن زید کے پاس نہ رہنا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ زید کو طلاق کے بدلے مال دے کر خواہ بغیر مال دئے طلاق حاصل کرے۔ قال المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی:

فان خفتم الّا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ[3] اگر تمہیں ڈر ہے کہ عدل کے طور پر وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو (خلع کے طور پر عورت کی طرف سے) فدیہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ت)

جب زید طلاق دے دے تو اب تین حیض کامل گزرنے کے بعد نصیبن کو حلال ہوگا کہ بکر خواہ غیر بکر جس سے چاہے نکاح کرلے، قال سبحٰنہ وتعالٰی:

والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروٓء[4] طلاق شدہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک پابند رکھیں۔ (ت)

بکر و نصیبن اگر اس حکم الٰہی پر گردن رکھیں فبہا، اور اگر نہ مانیں اور اسی حالت پر رہیں یا بے طلاق حاصل کیے آپس میں نکاح کرلیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بیبیاں انھیں یک لخت چھوڑ دیں، نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ خود ان کے پاس بیٹھیں۔ قال عزوجل:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[5] اور کبھی شیطان تجھے بھول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عالم حیاتِ زوجہ میں حقیقی سالی یا رشتہ کی سالی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

تا حیاتِ زوجہ جب تک اسے طلاق ہوکر عدت نہ گزر جائے اس کی بہن سے جو اس کے باپ کے نطفے

---

[1] القرآن ۲۴/ ۸ [2] القرآن ۴/ ۲۴ [3] القرآن ۲/ ۲۲۹
[4] القرآن ۲/ ۲۲۸ [5] القرآن ۶/ ۶۸

یا ماں کے پیٹ سے یا دُودھ شریک ہے نکاح حرام ہے۔ قال اللہ تعالٰی: وان تجمعوا بین الاختین[1] (منع ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ت) اور ان کے سوا زوجہ کی رشتہ کی بہنیں مثلاً چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں اس کے شوہر پر ہر وقت حلال ہیں کل ذٰلک مصرح بہ فی کتب الفقہ (ان تمام مسائل کی تصریح کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بھتیج بہو اور بھانج بہو سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں سے درست ہے، قال اللہ تعالٰی: واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2] (اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۰ ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ از لکھنؤ محلہ علی گنج مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین جواب اس مسئلہ کا کہ ایک شخص نے اپنی سالی کی لڑکی کو واسطے اپنے لڑکے کے نکاح کے پرورش کیا، تقدیرِ ربی سے لڑکا انتقال کرلیا، بعدہ خود پرورش کنندہ کی بی بی فوت ہوگئی، اب پرورش کنندہ نے اپنی شادی اس لڑکی پرورش کردہ شدہ سے کرلی، یہ نکاح جائز ہُوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

قطعاً جائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی: واحل لکم ماوراء ذٰلکم[3] (اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) ظاہر ہے کہ بیٹے کے لیے نیتِ نکاح ہونے سے وُہ بیٹے کی منکوحہ نہ ہوگئی جو حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[4] (تمہارے صلبی بیٹوں کے لیے حلال شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں۔ت) میں داخل ہوسکے، حلائل جمع حلیلہ ہے یعنی وُہ عورتیں تم پر حرام ہیں جو بذریعہ نکاح تمہارے صلبی بیٹوں کے لیے حلال ہوچکیں، یہاں نہ ابھی بیٹے سے نکاح ہُوا نہ یہ عورت اُس کے لیے حلال ہوئی باپ پر کیونکر حرام ہوسکتی ہے، اور اگر پرورش کے خیال سے ایسا کہا جائے تو بھی محض غلط۔ قرآن عظیم نے یوں فرمایا ہے:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن — تمہاری گود کی پالیاں تمہاری اُن عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم ہم بستر ہوچکے اگر تم نے ان عورتوں سے ہم بستری

---

[1] القرآن ۴/۲۳ [2] القرآن ۴/۲۴
[3] القرآن ۴/۲۴ [4] القرآن ۴/۲۳

فلا جناح علیکم[1] نہ کی ہو تو ان کے ساتھ نکاح میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔

دیکھو قرآن مجید تصریح فرماتا ہے کہ اپنی منکوحہ کی دختر اپنی گود کی پالی بھی حلال ہے جب تک منکوحہ سے خلوت نہ کی ہو اختیار رکھتا ہے کہ منکوحہ کو چھوڑ کر یا اس کے مرے پر اس سے نکاح کرلے تو سالی کی بیٹی پرورش کرنے سے کیوں حرام ہونے لگی، یہ محض ہندوانہ خیالات ہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۱

۲۱ رجب ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر کا نکاح عمرو کے ساتھ کردیا، عمرو نے طلاق نہیں دی، زید نے کچھ روپیہ بکر سے لے کر نکاح بکر کے ساتھ کردیا، اور بکر نے بھی طلاق نہیں دی، زید نے اور شخص ثالث کے ساتھ کچھ روپیہ لے کر نکاح کردیا، اس صورت میں یہ نکاح جائز ہوگئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ نکاح نہ ہوئے محض زنا ہوئے، قال اللہ تعالٰی، والمحصنٰت من النساء[2] (شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) عورت اب جس کے پاس ہے اس پر قطعی فرض ہے کہ عورت کو اپنے پاس سے الگ کردے اور نکال دے، اور عورت پر فرض قطعی ہے کہ اس سے جدا ہوجائے اپنے خاوند عمرو کے پاس آئے اور یہ روپیہ کہ زید نے بکر اور اس شخص ثالث سے لیا بالکل حرام قطعی اور رشوت بلکہ زنا کی خرچی تھا، زید پر فرض ہے کہ یہ روپیہ جس جس سے لیا ہے اسے واپس کرے، زید اور وہ شخص ثالث اور وہ عورت تینوں میں سے جو شخص ان احکام کی تعمیل نہ کرے مسلمان اسے اپنی صحبت سے نکال دیں اور اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا ترک کریں۔ قال اللہ تعالٰی:

وامّا ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3] جب کبھی شیطان تجھے بھول میں ڈالے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲

۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک بیٹا ہے اور ہندہ کی ایک بیٹی، زید کا بیٹا ہندہ سے نکاح کیا چاہتا ہے اور زید ہندہ کی بیٹی سے، اس صورت میں یہ دونوں نکاح ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ کتاب اللہ سے فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ دونوں نکاح حلال ہیں، قال اللہ تعالٰی: واحل لکم ماوراء ذٰلکم[4] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمہارے لئے

---

[1] القرآن ۴/۲۳ [2] القرآن ۴/۲۴
[3] القرآن ۶/۶۸ [4] القرآن ۴/۲۴

حلال کی گئی ہیں۔ ت) ظاہر ہے کہ پسرِ زید کے لیے ہندہ اگر ہوگی تو باپ کی ساس ہوگی وذلك اذا تقدم نکاح زید (اور یہ جب ہے کہ زید کا نکاح پہلے ہوا ہو۔ ت) اور باپ کی ساس حلال ہے جبکہ وُہ اپنی نانی نہ ہو۔

فی رد المحتار قال الخیر الرملی لا تحرم ام زوجة الاب[1]۔ ردالمحتار میں ہے کہ خیرالدین رملی نے فرمایا کہ باپ کی ساس حلال ہے۔ (ت)

اور زید کے لیے ہندہ کی بیٹی اگر ہوگی تو بہو یعنی زوجۂ پسر کی بیٹی ہوگی وھذا اذا سبق نکاح ابن زید (یہ جب ہے کہ زید کے بیٹے کا نکاح پہلے ہُوا ہو۔ ت) اور بہو کی بیٹی حلال ہے جبکہ وُہ اپنی پوتی نہ ہو۔

فی رد المحتار ام وابنت زوجة ابنه فحلال[2] ردالمحتار میں ہے بیٹے کی بیوی کی بیٹی حلال ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳ از اوجین مرسلہ میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی سالی حقیقی سے صحبت کی اور عمرو نے سالی کے ساتھ نکاح، تو زید وعمرو کی اولین عورتوں پر طلاق عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ قرآن مجید وفرقانِ حمید میں ان تجمعوا بین الاختین الا ماقد سلف (منع ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو مگر جو ہو گزرا۔ ت) وارد ہے، اس مسئلہ میں جو حکم شرعًا ہو بُدا گانہ مع التشریح بحوالہ کتب بیان فرمائیں۔

الجواب

بموجودیِ زوجہ سالی سے نکاح حرام ہے اور اس پر فرض ہے کہ اُسے ہاتھ نہ لگائے اور فورًا چھوڑ دے اور زنا تو ہر حال حرام ہی ہے مگر سالی سے نکاح یا زنا کرنے سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی۔ نہ آیت کا یہ مطلب ہے، نہ سالی سے زنا کے سبب زوجہ سے جماع حرام ہو۔ درمختار میں ہے:

فی الخلاصة وطی اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته[3] خلاصہ میں ہے کہ سالی سے زنا کی وجہ سے بیوی حرام نہ ہوگی۔ (ت)

نہ سالی کے ساتھ فقط نکاح کرنے سے جماعِ زوجہ ممنوع ہوجائے جب تک سالی سے جماع واقع نہ ہو، ہاں اگر بعد نکاح سالی سے جماع کرلیا تو اب زوجہ سے جماع حرام ہوگیا یہاں تک کہ سالی کو چھوڑ دے اور اس کی عدت گزر جائے اُس وقت زوجہ سے جماع جائز ہوگا، یوں ہی اگر بے نکاح سالی سے جماع کیا مگر دیدہ ودانستہ

---

[1] فتاوٰی خیریہ — فصل فی المحرمات — دارالمعرفۃ بیروت — ۱/۲۳

[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۷۹

[3] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۸

زنا نہ کیا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے جماع واقع ہو تو بھی زوجہ سے جماع حرام ہو گیا جب تک اس جماع شبہہ کے سبب سالی پر جو عدت لازم آئی ہے ختم نہ ہو جائے۔

فی ردالمحتار فی مسئلۃ نکاح المرأۃ علی اختھا الثانی باطل ولہ وطئ الاولی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطئ اخت امرأتہ بشبھۃ حیث تحرم امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ ح عن البحر[1]

ردالمحتار میں بہن کی موجودگی میں سالی سے نکاح کے مسئلہ میں فرمایا کہ دوسرا نکاح باطل ہے اور جب تک دوسری سے وطی نہ کی ہو پہلی سے جماع جائز ہے، اگر دوسری سے وطی کر لی ہو تو پہلی سے جماع اس وقت تک حرام ہے جب تک دوسری کی عدت نہ گزر جائے ——————

جس طرح شبہہ کی بناء پر بیوی کی بہن سے جماع ہو جائے تو بیوی سے جماع حرام ہو جاتا ہے تاوقتیکہ شبہہ والی کی عدت پوری نہ ہو جائے، یہ بحر سے منقول ہے۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۴ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب قبلہ پنجم شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا عقد بولایت اپنے ہمراہ بکر کر دیا کہ جس کو عرصہ ایک سال کا گزرا زید کی زوجہ کو سفر درپیش آیا واسطے حفاظت ونگرانی بکر کو ہمراہ کر دیا زوجۂ زید نے بھرا ہی اپنے داماد بکر کے مع ایک خادمہ سفر گاڑی پر کیا شب کو سرائے میں بکر نے بارادۂ فاسدہ ونیت خراب اپنی خوشدامن کی چارپائی پر آکر زبردستی کہا کہ میں پاؤں دابوں، ہر چند منع کیا لیکن زبردستی پاؤں دبانے شروع کر دیے اور شکم پر ہاتھ پھیرا قریب تھا کہ کمربند کھول ڈالے اور اپنا ازاربند اول کھول لیا تھا، نہایت مشکل وزبردستی سے بکر کو چارپائی سے علیحدہ کیا گیا، دوبارہ پھر قریب تین بجے شب کے بکر نے آکر چارپائی پر بیٹھ کر ارادہ دست درازی کا کیا زوجۂ زید کی آنکھ کھل گئی اور وہ چیخ کر غل مچانے لگی کہ جس سے گاڑی بان اور خادمہ نے چونک کر چراغ سے دیکھا تو بکر تھا عذر بدتر از گناہ کرنے لگا کہ میں کتا مارنے آیا تھا یہ بات زوجۂ زید یقین اور خوب مضبوطی سے از روئے مباہلہ وقسم شرعی کہتی ہے کہ بکر نے اول مرتبہ میرے شکم پر ہاتھ پھیر کر میرے ازاربند کھولنے کی نیت سے دست درازی کی تھی اور اپنا ازاربند کھول رکھا تھا اور اس وقت بکر کے دست وپا میں رعشہ سخت تھا اگر میں ناراض ہو کر زبردستی بکر کو چارپائی سے علیحدہ نہ کرتی تو بیشک میری عصمت بکر خراب کر ڈالتا اور اسی ارادہ سے دوبارہ پھر بکر آکر میری چارپائی پر بیٹھا اگر گاڑی بان وخادمہ چراغ لے کر نہ آتے اور نہ دیکھتے

---

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۶

تو بکر ہرگز اپنے ارادہ سے باز نہ آتا، زید کو بعد دریافت اس حالت کے اپنی دختر ہندہ کے عقد میں شک پڑ گیا اور کہا کہ میں اب رخصت نہ کروں گا۔ تو اب جس حالت میں دونوں ولی اصلی یعنی والدین ہندہ زید مع زوجہ بکر سے بباعث اس حرکت کے ناراض ہیں تو نکاح ہندہ کا بکر سے باقی رہ گیا یا ٹوٹ گیا؟ اور اگر ٹوٹ گیا تو عقد ثانی اس کا خواہ بکر سے یا اور جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ دختر زید یعنی ہندہ نابالغہ ہے اور ولی یعنی والدین اس کے بکر سے ناراض ہیں تو ایسی حالت میں مسئلہ شریعت کیا ہے؟ اور اب معاملۂ ہندہ و بکر کیا ہونا چاہئے؟ اور زوجۂ زید جوان ہے جس سے یہ حرکت بکر نے کی۔ فقط، بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ اپنی منکوحہ کی ماں کے جسم کو بنظرِ شہوت کسی جگہ ہاتھ لگانے سے گو نکاح زائل نہیں ہوتا مگر عورت ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے، اور اس شخص پر واجب ہوتا ہے کہ اسے چھوڑ دے، لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مس بحالتِ شہوت ہو یعنی ہاتھ لگانے کے وقت ہی معًا نعوظ (یعنی عضو تناسل کا قائم ہونا) پیدا ہو یا پہلے سے نعوظ تھا تو ایسی حالت میں زائد ہو جائے ورنہ اگر جس وقت مس کیا نعوظ نہ تھا جب مس ختم ہو چکا اس کے بعد پیدا ہوا یا نعوظ پہلے سے تھا اور مس کرنے میں کچھ زیادہ نہ ہوا بدستور رہا تو حرمت نہ ہوگی۔

www.alahazratnetwork.org

فی الدر المختار العبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدهما وحدها فيما تحرك آلته او زادته به يفتى[1] وفی رد المحتار قوله او زادته ای زيادة التحرك ان كان موجودا قبلهما قوله به يفتى قال فی الفتح وفرع عليه مالو انتشر وطلب امرأته فاولج بين فخذی بنتها خطاء لا تحرم امها مالم يزد الانتشار[2]۔	درمختار میں ہے کہ دیکھنے اور چھونے کے وقت شہوت کا اعتبار ہے اس کے بعد والی شہوت معتبر نہیں، اور اس وقت معتبر شہوت کی حد یہ ہے کہ چھونے اور دیکھنے پر آلۂ تناسل حرکت کرے یا اس وقت حرکت میں زیادتی پیدا ہو، اسی پر فتوٰی ہے۔ اور رد المحتار میں ہے: اس کا قول زیادتہ اس سے مراد حرکت کی زیادتی ہے جبکہ پہلے حرکت موجود ہو، اس کا قول بہ یفتی، فتح میں کہا اور اس پر تفریع بیان کی کہ کسی کو انتشار ہوا، اپنی بیوی کی طلب کی تو بیوی کی بجائے (بیوی کے پہلے خاوند سے) بیٹی کی رانوں کو غلطی اور خطا سے استعمال کیا تو اس لڑکی کی ماں (بیوی) اس پر حرام

---

[1] درمختار — فصل فی المحرمات — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۸۰

نہ ہوگی کیونکہ اس وقت انتشار زائد نہ ہُوا (بلکہ وہی انتشار موجود رہا جو پہلے بیوی کے لیے ہوا تھا۔ت)

اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ مس برہنہ جسم پر ہو یا کسی ایسے باریک کپڑے پر سے کہ عورت کے جسم کی حرارت اس کے ہاتھ کو پہنچنے سے مانع نہ ہو، جیسے اس زمانہ میں جالی یا تنزیب کی کُرتیاں، ورنہ اگر ایسا سنگین کپڑا حائل تھا کہ جسمِ زن کی گرمی ہاتھ کو محسوس نہ ہونے دے تو حرمت نہیں اگرچہ مس بہزار شہوت واقع ہوا ہو۔

فی الدر المختار[1] واصل ممسوسۃ بشھوۃ ولو بشعر علی الراس بحائل لا یمنع الحرارۃ فی رد المحتار فلو کان مانعا لا تثبت الحرمۃ کذا فی اکثر الکتب وکذا لو جامعھا بخرقۃ علی ذکرہ[2]۔

درمختار میں ہے شہوت کے ساتھ مس شدہ عورت خواہ یہ مس عورت کے سر کے بالوں کا کسی ایسے پردہ اور کپڑے کے حائل ہونے کے باوجود ہو جو بدن کی حرارت پہنچنے کے لیے مانع نہ ہو، تو بھی اس عورت کے اصول حرام ہوجائیں گے۔ ردالمحتار میں ہے کہ اگر وہ کپڑا بدن کی حرارت کے لیے مانع ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اکثر کتب میں ایسے ہی ہے، اور یوں ہی اگر کسی عورت سے جماع کے وقت ذکر پر موٹا کپڑا لپیٹ لیا (جس سے آپس میں دونوں کے بدن کی حرارت نہ محسوس ہوسکے اور عورت کے باقی تمام بدن پر موٹا کپڑا ہو کہ کوئی حصہ بدن برہنہ مس نہ ہو) (ت)

نیز ایک شرطِ حرمت یہ ہے کہ یہ حرکت انزال کی طرف عود کی نہ ہو، اگر انزال ہوگیا حرمت نہ ہُوئی۔

فی الدر المختار[3] ھذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ بہ یفتی ابن کمال[4]۔

درمختار میں ہے کہ حرمت تب ثابت ہوگی جب اس انتشار میں انزال نہ ہُوا ہو، اور اگر مس یا نظر کے وقت شہوت سے انزال ہوجائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اسی پر فتوی ہے، ابن کمال۔ (ت)

غرض مَس یا نظر کے سبب حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے میں یہ شرطیں ہیں، زوجۂ زید کا بیان جس قدر سوال میں مذکور اس سے کچھ نہیں کھلتا کہ صورتِ واقعہ میں یہ متحقق تھیں یا نہیں، تین بجے شب کے واقعہ میں بکر کا صرف اس کی چارپائی پر آکر بیٹھنا اور دست درازی کا ارادہ کرنا بیان کرتی ہے مجرد ارادہ کوئی چیز نہیں، اور واقعۂ اوّل شب میں بھی کچھ نہیں کہتی کہ بکر کا پاؤں دبانا کپڑے پر سے تھا یا برہنہ پاؤں پر،

---

[1] درمختار — فصل فی المحرمات — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۸
[2] ردالمحتار — " " " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۸۰
[3] درمختار — " " " — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۸

اور شکم پر ہاتھ پھیرنا بھی کچھ خواہی نخواہی اس میں نص نہیں کہ برہنہ پیٹ پر ہاتھ پھیرا، نہ یہ معلوم کہ اس وقت زوجہ زید کی کُرتی کیسے کپڑے کی تھی، تو اس کے فقط اتنے بیان پر حکم حُرمت نہیں ہوسکتا جب تک صاف صاف تمام شرائط کا متحقق ہونا نہ ظاہر ہو۔ لہٰذا فقیر اس مسئلہ کے جواب میں صرف اس قدر حکم دے سکتا ہے کہ اگر بکر نے زوجۂ زید کے پاؤں یا پیٹ خواہ کسی جسم پر برہنہ یا حائل نرم کے ساتھ بطور شہوت ہاتھ لگایا کہ اس حرکت کی حالت ہی میں اسے نعوظ پیدا ہوا یا پہلے سے تھا تو اسی حالت میں بڑھ گیا اور انزال واقع نہ ہوا تو بیشک ہندہ ہمیشہ ہمیشہ بکر پر حرام ہوگئی کہ کبھی کسی طریقہ سے اُسے ہاتھ نہیں لگا سکتا، اور اگر ان شرائط میں کچھ کمی تھی تو ہندہ بدستور اس کے لیے حلال ہے، پھر جس حالت میں حکم حرمت دیا جائے گا اس کا بھی یہ حاصل ہرگز نہیں کہ نکاح بالفعل ٹوٹ گیا، یہ محض خطا ہے بلکہ اُس وقت حکم صرف اس قدر ہوگا کہ ہندہ بکر پر حرام ابدی ہوگئی، بکر پر فرض کہ اُسے چھوڑ دے، اگر نہ چھوڑے گا سخت گنہ گار ہوگا اور ہندہ کے حق میں بھی گرفتار ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

فامساك بمعروف اوتسريح باحسان[1]، و اذ قد فاته الامساك بالمعروف لزمه التسريح باحسان۔

بھلائی سے پاس رکھو یا اچھے انداز میں اس کو آزاد کردو۔ اس صورت میں پاس رکھنا ممکن نہیں رہا لہٰذا اس کو چاہیئے کہ چھوڑ دے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مگر جب تک وہ ترک نہ کرے یا حاکم شرع تفریق نہ کردے نکاح بیشک باقی ہے، دوسری جگہ ہرگز ہندہ کا نکاح جائز

عہ انظر ههنا فان الدرخص المتاركة بالزوج وحقق الشامی انها تكون من المرأة ايضا واف لافرق بينها وبين الفسخ، وقد تقرر ان حرمة المصاهرة تفسد النكاح وان فی النكاح الفاسد لكل منهما فسخه ولو بغير محضر من صاحبه دخل بها اولا وانظر ان غير البالغة هل لها او لوليها فسخ نكاحها الفاسد تحرزا عن المعصية ام ينتظر بلوغها اذ لا معصية منها قبله والظاهر الاول فليحرر ۱۲ (م)

یہاں غور کرنا چاہیئے کیونکہ درمختار نے متارکہ کا حق خاوند کیلئے خاص کیا ہے، جبکہ علامہ شامی نے کہا کہ عورت کو بھی متارکہ کا حق ہے کیونکہ اس میں اور فسخ میں کوئی فرق نہیں، اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حرمۃ المصاہرۃ نکاح کو فاسد کردیتی ہے، جبکہ نکاحِ فاسد میں خاوند و بیوی دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی ہو یا نہ ہو، دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو فسخ کا حق ہے، اور یہ بھی قابل غور ہے کہ کیا نابالغہ کے فاسد نکاح میں نابالغہ یا اس کے ولی کو فسخ کا اختیار ہے تاکہ گناہ سے بچایا جاسکے یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا اس بنا پر کہ اس سے قبل گناہ متصور نہیں، اور ظاہر پہلا احتمال ہے، اس کو واضح کرنا چاہیئے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۲۲۹

نہیں، ہاں بعد متارکہ یا تفریق حاکم شرع پدر ہندہ کو اختیار رہے گا کہ بکر کے سوا جس سے چاہے نکاح کر دے۔

فی الدر المختار بحرمۃ المصاھرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لھا التزوج باخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطء بھا لا یکون زنا[1]، وفی رد المحتار ای وان مضی علیھا سنون کما فی البزازیۃ وعبارۃ الحاوی الا بعد تفریق القاضی او بعد المتارکۃ اھ[2]۔

درمختار میں ہے حرمتِ مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی حتی کہ متارکہ اور عدت گزر جانے کے بعد اس کا کسی دوسرے شخص سے نکاح اور وطی جائز ہوگی، اس سے قبل جائز نہیں (حرمتِ مصاہرۃ کے بعد متارکہ سے قبل) خاوند کی وطی کو زنا نہ کہا جائے گا۔ ردالمحتار میں ہے اگرچہ کئی سال گزر جائیں، اور حاوی کی عبارت کے مطابق قاضی کی تفریق یا متارکہ کے بعد ہی وہ نکاح کر سکے گی ۱۲ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۶۵ ازمارہرہ مطہرہ مرسلہ جناب سید امیر حیدر صاحب قبلہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دخترِ نابالغہ کا نکاح بولایت خود و شوئے خود بکر سے کیا، بعدہٗ بوجہ نااتفاقی باہمی یہ خیال ہُوا کہ یہ نکاح کسی شکل سے توڑا چاہیے کہ دوسری جگہ نکاح ہو سکے، ہندہ سفر کو گئی، ہمراہی میں بکر اور ایک خادمہ اور ایک نابالغہ، چھ آدمی اور گاڑی بان جس سے پردہ نہ تھا، گئے۔ سرائے میں کھانا کھا کر جو بچا ہندہ نے اپنے سرہانے رکھوالیا۔ چارپائی پر ہندہ اور نیچے فرش پر خادمہ بکر و چھوکری سوئے، ۱۲ بجے شب کے خادمہ مع چھوکری پیشاب کو گئی، بکر غافل سوتا تھا، ہندہ نے بآوازِ سخت پکارا کہ جلد ہوشیار ہو مجھے خوف معلوم ہوتا ہے، بکر پاس گیا اور فرش پر بیٹھنے کا ارادہ کیا کہا کہ میری چارپائی پر بیٹھ جاؤ، وہ ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اتنے میں خادمہ آگئی تو بکر سے بہ سہولت کہا اب تو جا کر سو رہ، بکر اپنی جگہ پر سو رہا، ۲ بجے شب کے بکر حقہ پینے اٹھا، مکان میں کتا جاتا معلوم ہُوا، حقہ گاڑی بان کو دے کر اندر آگیا، اندھیرا تھا، چارپائی کو ٹھوکر لگی، ہندہ نے خادمہ اور گاڑیبان کو پکارا، بکر نے فوراً کہا میں ہوں کتا مارنے آیا ہوں کہ کھانا خراب نہ کرے۔ سب سو رہے، صبح کو ہندہ نے خادمہ سے کہا بکر نے میرے ساتھ بدنیتی کا ارادہ کیا، کہا کب؟ کہا جب تو پیشاب کو گئی تھی، کہا مجھے ایسی کیا دیر ہوئی تھی اور تم نے جبھی کیوں نہ کہا میں بکر سے پوچھتی ہوں، اُسے سخت قسم دے دی، پھر ہفتہ بھر ساتھ رہے کچھ ظاہر نہ ہوا، مکان پر آکر ہندہ نے بہتان باندھا، خادمہ اور گاڑی بان بقسم محض لاعلمی بیان کرتے ہیں اور بکر بھی اپنی بے قصوری کی صدہا قسمیں کھاتا ہے، آیا تنہا بیانِ ہندہ قابلِ وثوق ہے اور نکاحِ بکر قائم رہا یا کیا؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار — فصل فی المحرمات — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار — " " " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۸۳

الجواب

تنہا ایک عورت کا بیان اصلاً قابلِ سماعت نہیں۔ قال اللہ تعالٰی : واشھدوا ذوی عدل منکم[1] (اپنے دو عادل گواہ بناؤ۔ ت) نکاحِ بکر یقیناً قائم ہے۔

حق علی فرض صدقھا ایضا لان المذھب عندنا ان حرمۃ المصاھرۃ لا ترفع النکاح، وانما تفسدہ فلابد من متارکۃ من زوج او تفریق من قاض[2]، کما فی رد المحتار عن النھر عن الزیلعی (مفھوما) واللہ تعالٰی اعلم

حتی کہ عورت کو سچا بھی تسلیم کیا جائے، اس لیے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حرمتِ مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی بلکہ اس کو فاسد کرتی ہے۔ لہذا خاوند کا متارکہ یا قاضی کی تفریق ضروری ہے، جیسا کہ رد المحتار میں زیلعی کے حوالے سے نہر سے منقول ہے (ت)

مسئلہ ۱۶۶ از رائپور علاقہ جے پور ڈاک خانہ نڈاون مرسلہ منشی فرزند حسن صاحب ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو جس شخص کا حمل ہو قبل وضعِ حمل اُسی سے یا غیر سے نکاح کرنا اسے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

حمل اگر حلال کا ہے (یعنی وہ جس میں شرعاً نسب ثابت ہو) تو قبل از وضع اس کا نکاح کسی غیر سے نہیں ہوسکتا۔ قال اللہ تعالٰی :

واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن[3]۔

حاملہ عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے (ت)

ہاں شوہر سے جس کا حمل ہے نکاح جائز، اس کی صورت یہ کہ بعد حمل رہنے کے شوہر نے طلاق دے دی تو اگرچہ ہنوز وضعِ حمل نہ ہوا اس سے نکاح ہوسکتا ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہ ہو جس میں حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

فی الدر المختار ینکح مبانتہ بما دون الثلاث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع لا مطلقۃ بالثلث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ[4] (ملتقطا)

درمختار میں ہے کہ اپنی مطلقہ بائنہ سے عدت پوری ہونے سے قبل یا بعد نکاح کرسکتا ہے بالاجماع، تین طلاق والی سے نکاح نہیں کرسکتا جب تک کسی غیر شخص سے اس کا نکاح اور وطی نہ ہوجائے (ملتقطا) (ت)

---

[1] القرآن ۶۵/ ۲

[2] رد المحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۳

[3] القرآن ۶۵/ ۴

[4] درمختار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۰

اور اگر زنا کا حمل ہے (جس میں بچہ شرعاً مجہول النسب ٹھہرتا ہے) تو زانی وغیر زانی جس سے چاہے بے وضع حمل نکاح کرسکتی ہے کہ زنا کے پانی کی شرع میں اصلاً حرمت وعزت نہیں، مگر فرق اتنا ہے کہ اگر خود زانی ہی سے نکاح کرلیا جس کا حمل رہا تھا تو اسے صحبت کرنی بھی جائز ہوجائے گی اور غیر سے نکاح ہُوا تو جب تک وضع حمل نہ ہولے وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

فی الدر المختار صح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع ولو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا اھ[1] ملخصا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب

درمختار میں ہے: زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح جائز ہے نہ کہ غیر زنا کی حاملہ سے جبکہ اس سے وطی اور متعلقہ امور بچے کی پیدائش تک حرام ہیں، اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا ہو تو وطی بھی بالاتفاق جائز ہے اھ ملخصاً (ت)

مسئلہ ۱۶۷ از آنولہ ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ بیوہ میں ناجائز طور کی ملاقات تھی، زید اس سے ارادۂ نکاح رکھتا تھا، ہندہ کی بیٹی سلمہ نابالغہ کو جس کی عمر نو برس کی ہے اُس کے چچا نے اپنی بیٹی ظاہر کرکے زید سے نکاح کردیا مگر ہنوز رخصت واقع نہ ہُوئی، اب زید کو معلوم ہُوا کہ یہ اُسی ہندہ کی بیٹی ہے جس سے قبل اس نکاح کے زید کا ناجائز تعلق رہ چکا ہے، اس حالت میں اس نکاح کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور زید بعد اس نکاح کے ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ زید اس نکاح سے پہلے ہندہ کو ناجائز طور پر ہاتھ لگا چکا تھا تو اس کا یہ نکاح کہ ہندہ کی بیٹی سے کیا گیا محض ناجائز وحرام ہوا، اس پر فرض ہے کہ فوراً اس سے دست بردار ہو اور بعد اس کے وہ ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے،

فان نکاح البنات وان کان یحرم الامھات لکن اذا کان صحیحا ولا یصح النکاح مع بنت ممسوسۃ لحرمۃ المصاھرۃ۔

بیٹی سے نکاح کی وجہ سے ماں اگرچہ حرام ہوجاتی مگر اس وقت جب بیٹی سے صحیح نکاح ہو، اور حرمت مصاہرہ کی بنا پر شہوت کے ساتھ مَس شدہ عورت کی بیٹی سے نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

درمختار میں ہے :

حرم بالمصاھرۃ بنت زوجۃ الموطوئۃ و ام زوجتہ وجداتھا مطلقا بمجرد العقد الصحیح[1]

بیوی سے وطی کرنے پر اس کی بیٹی حرمتِ مصاہرۃ کی بنا پر حرام ہوجاتی ہے اور بیوی کی ماں اور دادیاں بھی اس پر محض صحیح نکاح کی بنا پر حرام ہوجاتی ہیں (ت)

ردالمحتار میں ہے :

احتراز عن النکاح الفاسد فانہ لا یوجب بمجردہ حرمۃ المصاھرۃ بل بالوطء او مایقوم مقامہ من المس بشھوۃ والنظر لشھوۃ[2] الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

صحیح نکاح کا یہ حکم ہے، رہا فاسد نکاح تو صرف نکاح سے حرمتِ مصاہرہ ماں اور دادیوں کی نہ ہوگی بلکہ وطی سے ہوگی یا وطی کے قائم مقام امور شہوت سے دیکھنے اور چھونے سے ہوگی الخ (ت)

مسئلہ ۱۶۸ ازموضع دربھنگہ ڈاکخانہ روسڑا بازار مقام موتی پور مرسلہ ملا شیر علی صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مریدہ از روئے شرع پیر پر حرام ہے یا حلال ؟ اور ازواجِ مطہرات حضرت خدیجہ و حضرت عائشہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مرید تھیں یا نہیں ؟ اس نکاح کی حرمت وحلت جو کچھ ہو بحوالہ حدیث وفقہ صاف تحریر کریں۔ بینوا توجروا

الجواب

پیر کو اپنی مریدہ سے نکاح قطعاً حلال[ع۵] ہے اسے ممنوع جاننا کتاب وسنت واجماعِ اُمت وقیاس

ع۵ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مریدہ کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ اس زمانے کے بعض جاہل بیباک متصوف اس جھوٹے مسئلہ کو کہ مریدہ بیٹی ہے دستاویز بنالیتے ہیں اور تمام عورتوں کو جوان کی مریدی کے جال میں پھنسی ہوتی ہیں حکم قطعی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے بے پردہ وحجاب آیا کرو، بلکہ تنہائیوں میں انھیں لے کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ باتیں حرام قطعی ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کوئی پیر نہیں وہ خود اپنے سامنے عورتوں کو بے باکانہ آنے سے منع فرماتے، اور کبھی حضور پُرنور نے نامحرم عورت کو ہاتھ نہ لگایا، جو بیبیاں کہ حاضرِ خدمت ہوکر بیعت چاہتیں آپ ان سے (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] درمختار — فصل فی المحرمات — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۷

[2] ردالمحتار — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۷۸

چار دں دلائل شرع سے محض باطل و بے اصل ہے، قرآن عظیم سے یوں کہ مولٰی عزوجل نے حرام عورتیں گنا کر فرمایا: واحل لکم ماوراء ذٰلکم[1] ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ لاجرم مرید بھی کہ ان محرمات میں ذکر نہ فرمائی اس حکم حلت میں داخل رہی، سنّت سے یوں کہ نبی سے زیادہ پیر و مرشد کون ہے۔ خصوصاً ہمارے حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم کہ حضور تو تمام جہان کے پیر ہیں پھر حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے اپنی امتی بیبیوں ہی سے نکاح فرمایا جن میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری و حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اعلٰی درجہ کی مریدہ اور اعلٰی درجہ کی بیبیاں ہیں، باتفاق علماء ثابت کہ جب اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوتِ عامہ کو ظاہر فرمایا، سب سے پہلے حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالٰی عنہا شرفِ ارادت سے مشرف ہوئیں، بعض جاہلوں کی سمجھ میں یوں نہ آئے تو یہ مانیں گے کہ حضراتِ شیخین صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب سے افضل و اکمل مرید تھے، اولیاء کرام فرماتے ہیں:

تا جہان ست نہ ہمچو مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم
پیرے بود نہ ہمچو ابوبکر صدیق مریدے۔

پوری کائنات میں مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جیسا نہ کوئی پیر ہے اور نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسا کوئی مرید ہے۔ (ت)

وہ جاہلانہ خیال کہ پیری مریدی کا رشتہ بعینہٖ مثل رشتہ نسب کے ہے، اگر سچا ہوتا تو مریدہ اپنی بیٹی ہوتی، مریدوں کی بیٹیاں پوتیاں ہوتیں۔ یونہی ختنین عثمان غنی و علی مرتضٰے رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نکاح بناتِ مطہرات حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر ہوسکتا، اس تقدیر پر صاحبزادیاں بہنیں ہوتیں، مگر جہل و سفاہت کے مفاسد اس سے بھی زائد ہیں۔ اجماع سے یوں کہ آج تک تمام عالم میں کوئی عالم اس نکاح کی حرمت کا قائل نہ ہوا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) زبانی بیعت لیتے، اور فرماتے تمہاری بیعت ہوگئی، کبھی ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہ لی شیطان کے مکر سے اللہ سبحٰنہ محفوظ رکھے۔ اور بعض جاہل مردوں کو ابلیس باتلبیس نے یوں ورغلایا اور اُن کے ذہن میں یہ سمایا کہ جب ہمارے حالات ہمارے مرشد پر پوشیدہ نہیں تو پھر ہم کیوں اپنی عورتوں کا پیر جی سے پردہ کرائیں، پس بے غل و غش پیر صاحب بحالتِ موجودگی و عدم موجودگی صاحب خانہ کے زنانے میں جاتے اور وہیں آرام کرتے ہیں۔ یہ راقم آثم کا چشم دید تھا جو بیان میں آیا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (مولوی نواب) سلطان احمد خاں بریلوی

---

[1] القرآن ۴/ ۲۴

فقہائے جملہ مذاہب کی کتابیں موجود، کسی نے مربیہ کو محرمات سے نہ گنا۔ قیاس سے یوں کہ رشتۂ استاذی و شاگردی بھی تو مثل رشتۂ پیری و مریدی ہے، پیر و استاذ دونوں بجائے باپ کے مانے جاتے ہیں، خود حدیث میں فرمایا:

انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم[1]۔ رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ اس کو احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بذریعہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کیا ہے (ت)

بلکہ پیری و مریدی بھی خود ایک اُستاذی و شاگردی ہے، اگر یہ خیالِ باطل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگرد عورت سے بھی نکاح حرام ہوتا اور عورت کو علم سکھانا نکاح جاتے رہنے کا باعث ہوتا کہ اب وہ اس کی بیٹی ہوگئی حالانکہ قرآن و حدیث سے زوجہ کو شاگرد کرنا اور اپنی شاگرد عورت کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت۔ قال اللہ تعالٰی:

یٰایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا[2]

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

ظاہر ہے کہ گھر والوں کو دوزخ سے بچانا بغیر مسائل سکھانے متصور نہیں کہ بچتا بے عمل اور عمل بے علم میسر نہیں، تو قرآن مجید صاف حکم فرماتا ہے کہ اپنی عورتوں کو علم دین سکھاؤ اور اُس پر عمل کی ہدایت کرو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رجل کانت لہ امۃ فغذاھا فاحسن غذاءھا ثم ادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا و تزوجھا فلہ اجران[3] رواہ الائمۃ احمد والبخاری و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی جو کوئی کنیز رکھتا ہے اُسے کھلائے اور اچھا کھلائے پھر ادب سکھائے اور بہتر سکھائے اور علم پڑھائے اور خوب پڑھائے، پھر اُسے آزاد کرکے اپنے نکاح میں لائے وہ شخص دوہرا ثواب پائے (اس کو احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] سنن ابوداؤد باب کراہیۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳

[2] القرآن ۶۶/۶

[3] صحیح بخاری باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

جاہلوں کی جہالت کہ مرید سے نکاح ناجائز بتائیں اور زن وشو دونوں کو بے تکلف مرید بنائیں، وہ دونوں اگر باپ بیٹی تھے یہ دونوں سگے بہن بھائی ہوئے، اس نکاح کو ممنوع جاننے والا شریعت مطہرہ پر کھلا ہوا افترا کرتا اور حلالِ خدا کو حرام ٹھہراتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے، اللہ تعالٰی ہدایت بخشے، آمین! واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹ ۱۳ شعبان معظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جو عقیدہ مروجہ شیعہ رکھتے ہیں علی الخصوص شیعہ لکھنؤ کے اُن کی دختر سے نکاح سُنّی کا درست ہے یا نہیں اور اولاد اس کی مستحق ترکہ پدری کی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل عام روافض تبرائی خذلہم اللہ تعالٰی عقائد کفریہ رکھتے ہیں اُن میں کوئی کم ایسا نکلے گا جو قرآن مجید میں سے کچھ گھٹ جانا نہ مانتا اور حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰی وباقی ائمہ اطہار کرم اللہ تعالٰی وجوہہم کو حضرات علیہ انبیائے سابقین علٰی نبینا الکریم وعلیہم افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل نہ جانتا ہو، اور یہ دونوں عقیدے کفر خالص ہیں، مجتہد لکھنؤ نے اپنے مُہری فتوے میں ان دونوں ملعون عقیدوں کی صاف تصریح کی جو اُن میں خود یہ اعتقاد (بالفرض) نہ بھی رکھتا ہو تاہم اس سے یہ اُمید نہیں کہ مجتہد کا فتوٰی دیکھ کر اُسے کافر جاننا درکنار، خود بھی اُس پر اعتقاد نہ لے آئے اور ایسے عقیدے والے کو اُس کے عقیدہ پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے خود کافر ہے من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] (جس نے ان کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ ت) تو آج کل تبرائی رافضیوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں شاید ایسا ہی دشوار ہوگا جیسے حبشیوں زنگیوں میں چمپئی رنگت کا آدمی یا سپید رنگ کوّا، ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہے[2] کما صرح بہ فی الظہیریۃ والہندیۃ والحدیقۃ الندیۃ وغیرہا من الکتب الفقہیۃ (جیسا کہ ظہیریہ، ہندیہ اور حدیقہ الندیہ وغیرہا کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت) پس دختر رافضیان جو ایسے ہی عقاید کفریہ رکھتی ہو اس سے سُنّی یا غیر سُنّی کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا کہ مرتدہ اصلاً محلِ نکاح نہیں[3] کما نص علیہ فی الدر المختار والعالمگیریۃ وعامۃ الاسفار

---

[1] درمختار — باب المرتد — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۵۶

[2] فتاوٰی ہندیہ — باب فی احکام المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور — ۲/۲۶۴

[3] " " — القسم السابع المحرمات بالشرک — " " " — ۱/۲۸۲

(جیساکہ درمختار، عالمگیریہ اور عام کتب میں اس پر نص ہے۔ ت) اس سے جو اولاد ہوگی قطعاً ولدالزنا ہوگی اور ترکہ پدری سے مطلقاً محروم کہ ولدالزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ ہی نہیں،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للعاھر الحجر[1] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، زانی کے لیے محرومی ہے (ت)

اور اگر دختر مذکورہ خود ایسے عقائد نہیں رکھتی بلکہ مسلمان ہے تو مسلمان کا نکاح اس سے ہوسکتا ہے اولاد صحیح النسب ہوگی اور ترکہ پدری کی مستحق۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

مسئلہ ۱۷۰ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعانِ مروّجہ کی اولاد حرامی ہے یا حلالی؟ اگر حرامی ہے تو عنداللہ حرامی عورت کا نکاح سُنّی مرد سے ہوجائے گا یا نہیں؟ اور اس کی اولاد بطنی میں کچھ نقصان واقع ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ان میں مرد یا عورت جس کا عقیدہ کفریہ ہو اولاد حرامی ہے،

اذ لا نکاح لمرتد ولا لمرتدۃ اصلا وحتی مع مثلہ فی الارتداد[2] کما نص علیہ الائمۃ الامجاد۔ مرتد مرد اور مرتد عورت کا بالکل کسی سے نکاح نہیں ہوسکتا حتی کہ ان جیسے مرتد سے بھی، جیساکہ اس پر ائمہ بزرگوار نے تصریح کی ہے (ت)

ہاں اگر زن وشوہر دونوں عقاید کفریہ سے پاک ہیں تو اولاد حلالی ہے، اور حرامی عورت رافضیہ کا نکاح سُنّی سے ہوسکتا ہے جبکہ وُہ خود عقیدۂ کفریہ نہ رکھتی ہو، اس صورت میں اُس کی اولاد بطنی میں کوئی نقصان نہیں، اور اگر وہ خود بھی اپنے ماں باپ کی مثل کوئی عقیدہ کفریہ رکھتی ہے تو خود بھی نطفۂ حرام ہے اور اس کی اولاد بھی حرامی، خواہ رافضی سے ہو یا سُنّی سے۔ اور اس سے کسی کا نکاح اصلاً ممکن نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱ ایک شخص کا حمل ایک عورت کو رہا اور بعد معلوم ہونے حمل کے وُہ عورت چاہتی ہے کہ راز فاش نہ ہو مابین حمل عقد درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

درست ہے اگرچہ غیر زانی سے ہو مگر وطی و دواعی اسے روا نہیں جب تک وضع نہ ہو، اور جو زانی سے

---

[1] صحیح مسلم باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۰

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

نکاح کرے تو یہ بھی روا، ہاں تاقتِ وضع اصلاً نکاح ناروا اُسی صورت میں ہے کہ حمل زنا سے نہ ہو کما فی الدر المختار وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۲ از یٹنی تال تحصیل کھٹیما تھانہ مجھولا موضع جور مرسلہ سکندر شاہ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا، ہنوز ہندہ اس کے گھر میں موجود ہے کہ ہندہ کی دوسری بہن سے بھی زید نے نکاح کر لیا اور دونوں عورتیں اس کے گھر میں موجود ہیں کسی کو طلاق نہیں دی ہے وہ دونوں بہنیں زید پر حلال ہیں یا حرام؟ دونوں بہنیں ایک بطن سے ہیں اور باپ ہر ایک کا جداگانہ تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مذکورہ میں زید کا اپنی سالی سے نکاح حرام،

قال اللہ تعالٰی وان تجمعوا بین الاختین[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا، منع ہے کہ تم نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو۔ (ت)

اُس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے، پھر اگر ابھی سالی سے صحبت نہیں کی جب تو ہندہ اس کیلئے حلال ہے اور اگر اس سے صحبت کر لی تو اب اپنی منکوحہ ہندہ کے پاس بھی جانا حرام ہوگیا جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے، جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدت گزر جائے گی اس وقت ہندہ کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا۔

ہندیہ میں ہے،

ان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسد ویجب علیه ان یفارقها ولو علم القاضی بذلك یفرق بینهما فان فارقها قبل الدخول لا یثبت شیٔ من الاحکام وان فارقها بعد الدخول فلها المهر ویجب الاقل من المسمی ومن مهر المثل وعلیها العدة ویثبت النسب ویعتزل عن امرأته حتی تنقضی عدة اختها کذا فی

اگر دو بہنوں سے علیحدہ علیحدہ نکاح کیا تو دوسری کا نکاح فاسد ہے اور اس پر مفارقت لازم ہے، اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہو تو وہ دونوں میں تفریق کر دے، اگر دوسری کو دخول سے قبل علیحدہ کر دیا تو نکاح کا کوئی حکم نہ ثابت ہوگا، اور اگر اس کو دخول کے بعد جدا کیا تو پھر اس کو مہر دینا ہوگا مہر مثل اور مقررہ سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا اور اس پر عدت ہوگی اور نسب ثابت ہو سکے گا، اور پہلی سے اس وقت تک علیحدگی اختیار کرے

---

[1] القرآن ۴/۲۳

محیط السرخسی[1] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جب تک دوسری بہن کی عدت نہ گزر جائے۔ محیط سرخسی میں یونہی ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۳ ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو اور مرد وعورت ہر دو حنفی مذہب کے ہیں تو عورت دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا کس قدر مدت تک انتظار کرے؟ علماء مذہب حنفیہ کے اس میں کیا حکم دیتے ہیں؟

الجواب

اتنی مدت کہ مرد کی عمر سے ستر برس گزر جائیں، یعنی اگر اب تک زندہ ہو تو ستر برس کا ہو، مثلاً تینتیس سال کی عمر میں مفقود ہوا تو عورت چالیس برس انتظار کرے، اس مدت گزرنے پر قاضی اس کی موت کا حکم کرے، بعد حکم عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے، عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کرے۔ فتح القدیر میں ہے:

عندی الاحسن مبعون لقوله علیه الصلوٰة والسلام اعمار امتی مابین الستین الی السبعین فکانت المنتهی غالبا[2]

میرے نزدیک ستر بہتر ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میری امت کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے"۔ تو آخری حد غالباً معتبر ہے۔ (ت)

جواہر اخلاطی میں ہے: انه احوط واقیس[3] (یہی احتیاط اور قیاس کے زیادہ موافق ہے۔ ت) اسی میں ہے:

وعلیه الفتوی[4] (اسی پر فتوی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

فی واقعات المفتین لقد روی آفندی معزیا للقنیة انه انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فما لم ینضم الیه القضاء لا یکون حجة[5]

واقعات المفتین میں ہے کہ قنیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے آفندی نے کہا کہ موت کا حکم قاضی کے ذریعہ ہوگا کیونکہ احتمالی معاملہ ہے تو جب تک قاضی کا فیصلہ نہ مل جائے اس وقت تک محض مدت کا گزرنا حجت نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب النکاح القسم الرابع المحرمات بالجمع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۸-۲۷۷
[2] فتح القدیر کتاب المفقود نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۷۴
[3] جواہر اخلاطی 〃 قلمی نسخہ ص ۱۲۲
[4] 〃 〃 〃
[5] درمختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۹

تنویر میں ہے:

بعدہ یحکم بموتہ فتعتد عدۃ الموت[1] (ملخصًا)

مدت گزرنے کے بعد خاوند کی موت کا حکم دیا جائے گا لہٰذا یہ عورت موت والی عدت پوری کرے گی ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے: ای عدۃ الوفاۃ[2] (یعنی وفات والی عدت مراد ہے۔ ت) بہت سن رسیدہ مرد نو عمر عورتوں سے نکاح کرتے ہیں وہاں ایسی صورتیں واقع ہوتی ہیں کہ مرد ستر برس کا اور عورت جوان ہو، مثلاً پچاس پچپن برس کی عمر میں پندرہ برس کی عورت سے نکاح کیا اور مفقود ہوگیا تو جب اس کی عمر سے ستر برس گزریں گے عورت تیس پینتیس برس کی ہوگی، اس عمر کی عورت بیشک نکاح کے قابل ہے اور نہ ہو تو حکم شرع کے لیے ہے نہ کہ اپنی خواہشِ نفس کے لیے۔ قرآن عظیم صاف فرمارہا ہے: والمحصنٰت من النسآء[3] (شادی شدہ عورتوں میں سے۔ ت) پھر اس کے خلاف کی طرف راہ کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۴ از کلکتہ امام باغ لین نمبر ۱۴ مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعد چچا مرنے کے چچی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کیا دلیل ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

درست ہے، دلیل اس کی قول اللہ عزوجل واحل لکم ماوراء ذلکم[4] (محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) ہے کہ حرام عورتوں کو شمار فرما کر ارشاد ہوا ان کے سوا عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ حرام عورتوں میں چچی کو نہ شمار فرمایا نہ شرع میں کہیں اس کی تحریم آئی تو ضرور وہ حلال عورتوں میں سے ہے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۷۵ از آمود ضلع بھڑوچ گجرات کلاں مرسلہ سید غلام سرور ۲ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعتِ محمدی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا نام مسمی عبداللہ ہے اس کی ہمشیرہ کا نام نورن تھا، مسماۃ نورن کا نکاح مسمی ہدایت اللہ کے ساتھ ہوا، مسمی ہدایت اللہ کے بطنِ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب المفقود مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۹
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۳۲
[3] القرآن ۴/۲۴
[4] القرآن ۴/۲۴

شکم مسماۃ نورن سے دو فرزند پیدا ہوئے، مسماۃ نورن مرگئی، بڑے فرزند کا بھی انتقال ہوگیا، چھوٹا فرزند زندہ ہے، مسمی عبداللہ مذکور کے دو دختر ہیں بعد مرنے اپنی بہن مسماۃ نورن کے اپنی بڑی دختر کا نکاح ہدایت اللہ موصوف سے کردی، دوسری دختر جو چھوٹی مسمی عبداللہ کی ہے، ہدایت اللہ کے فرزند سے نکاح پڑھا دیا جاتا ہے، اول تو ہدایت اللہ کا عبداللہ سالا ہوا اور فرزند کا ماموں ہوا عبداللہ کا ہدایت اللہ بہنوئی ہوا اور لڑکا ہدایت اللہ کا عبداللہ کا بھانجا ہوا، جب عبداللہ کی دختر نکاح میں آئی فرزند کی سوتیلی والدہ ہوئی، سوتیلی ماں کی بہن حقیقی خالہ ہوئی اور ہدایت اللہ کا عبداللہ سسر ہوا و زید یا عبداللہ نانا ہوا، نکاح جائز ہے یا نہیں؟ مع مُہر نام کتاب عبارت عربی ترجمہ اردو خلاصہ تحریر فرمائیے، اس کا اجر اللہ آپ کو عطا کرے گا۔ بینوا توجروا

الجواب

فرزند ہدایت اللہ کا نکاح دختر عبداللہ سے جائز ہے، عبداللہ اس کا ماموں ہے نانا نہیں، سوتیلی ماں کا باپ نہ اپنا نانا، نہ سوتیلی ماں کی بہن اپنی خالہ، سوتیلی ماں کی حقیقی ماں یا بہن یا بیٹی سب سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ اپنے باپ کی ساس یا سالی یا دخترِ زن ہے۔ رد المحتار میں ہے: لا تحرم ام زوجۃ الاب وابنتہا[1] (باپ کی منکوحہ کی ماں اور بیٹی حرام نہیں ہوتیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۶/۱۷۷ از الہ آباد محلہ دوندے پور مکان عبید الرحمٰن صاحب مرحوم مرسلہ مولوی عبید اللہ صاحب

۱۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

بگرامی خدمت سامی منزلت، جامع الکمالات العلمیہ والعملیہ، حاوی الفنون الاصلیہ والفرعیہ، مخدوم معظم، مطاعِ مفخم، نیاز کیشاں جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت فیوضہم از نیاز مند عبید اللہ سلام مسنون خشوع و خضوع مشحون در قطعہ استفتا ابلاغ خدمتِ والا میں دو باتوں کے لیے بکمال ادب گزارش کر کے توجہ وجیہ کا اُمیدوار ہوں، ایک یہ کہ یہ دونوں مسئلے معرکۃ الآراء ہو رہے ہیں فتوٰی بکمال تحقیق و تدقیق مبرہن و مدلل خوب بسط و تفصیل سے لکھے جائیں۔ دوم یہ کہ ان کی ضرورت اشد ہے دوسرے فتووں پر انھیں کو مقدم فرمایا جائے، صورتِ سوال یہ ہے، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسماۃ ہندہ زوجۂ اولے کو اپنے گھر سے نکال دیا اور دوسری عورت سے نکاح کیا، چند شخصوں نے سبب نکال دینے کا زید سے پوچھا، زید نے کہا میں نے اس کی ماں سے زنا کیا تھا اب معلوم ہوا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اس لیے اس کو نکال دیا۔ بعدہٗ زوجۂ ثانیہ کو طلاق دے کر زوجۂ اولے ہندہ کو اپنے مکان میں لاکر رکھا اور اقرارِ زنا سے انکار کیا قاضی بلدہ کے سامنے شہادت اقرارِ زنا کی پیش ہوئی تو صورتِ مذکورہ میں اس شہادتِ اقرارِ زنا سے حرمتِ

[1] رد المحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۹

مصاہرت شرعًا ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور ہندہ زید پر حرام ہوگئی یا کیا؟ ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ اقرارِ زنا پر شہادت معتبر نہیں ہے، اس شہادت سے زنا ثابت نہیں ہوتا تو حرمتِ مصاہرت کیسے ثابت ہوگی، تحریر میں جلدی فرمائی جائے کہ اس مسئلہ میں بہت سے علماء مختلف ہیں۔

سوال دوم: اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اُس کی ماں سے قبل اس کے نکاح کے زنا کیا تھا، تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہہ صورتِ مستفسرہ میں بحکمِ شرع میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی، ہندہ زید پر حرام ابدی سمجھی جائیگی فان البینۃ کاسمھا مبینۃ (بیّنہ اپنے نام کی طرح، واضح کرنے والا ہے۔ ت) جب شہادتِ شرعیہ سے زید کا اقرار بالزنا ثابت ہوا تو اس کے رَد کی طرف کیا سبیل کہ ثابت بشہادت بمنزلہ ثابت بمشاہدہ ہے، اس گواہی سے ثبوتِ زنا نہ ہونا مطلقًا ابطالِ شہادت یا تکذیبِ شہود یا ردِ مشہود بہ کی بنا پر نہیں کہ اُس سے نفسِ اقرار بھی ثابت نہ مانیے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر پھر علامہ زین مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

ان شھد رجلان او رجل و امرأتان علی اقرار المقذوف بالزنا یدرؤ عن القاذف الحد وعن الثلثۃ ای الرجل والمرأتین لان الثابت بالبینۃ کالثابت بالمعاینۃ فکانا سمعنا اقرارہ بالزنا[1]	زنا سے متہم شخص کے اقرارِ زنا پر دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں نے شہادت دی تو اس سے فقہائے تہمت لگانے والے اور گواہ ایک مرد اور دو عورتوں سے حدِ قذف کو ساقط قرار دیا ہے کیونکہ گواہی سے ثابت شدہ چیز ایسے ہے جیسے دیکھی ہوئی ہو، تو گواہوں کے بیان سے ثابت شدہ زنا کا اقرار ایسے ہے جیسے ہم نے خود سنا ہے (ت)

ثابت ہوا کہ شہادتِ اقرار اگرچہ مثبتِ زنا ہونے کی اصلًا صلاحیت نہ رکھے کہ اثباتِ زنا میں شہادت زنان وشہادت دو مرد زنہار مسموع نہیں مگر مثبت اقرار بیشک ہے کہ اس کے لیے نصاب کامل ہے۔ نیز بحر میں ہے:

لو شھد رجلان انہ زنی واٰخران انہ اقر بالزنا فانہ لا یحد قال فی الظھیریۃ و لا یحد الشھود	دو مردوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے اور دوسرے دو نے گواہی دی کہ اس نے زنا کا اقرار کیا ہے تو ایسی صورت میں اس کو زنا کی حد نہیں

---

[1] فتح القدیر باب حد القذف

ایضا وان شھد ثلثۃ بالزنا و شھد رابع علی الاقرار بالزنا فعلی الثلثۃ الحد اھ لان شھادۃ الواحد علی الاقرار لا تعتبر فبقی کلام الثلثۃ قذفا[1]۔

21/21

لگائی جائیگی۔ اور ظہیریہ میں کہا کہ گواہوں کو بھی حد نہ ہوگی، اور اگر تین مردوں نے زنا کی شہادت دی اور چوتھے نے زنا کے اقرار پر شہادت دی، تو تین پر حدِ قذف ہوگی کیونکہ اقرار کے ایک گواہ کی شہادت معتبر نہیں، تو تین گواہوں کی بات تہمت ہوجائیگی (ت)

دیکھو شہادتِ واحد و شہادتِ رجلین میں تفرقہ فرمایا کہ اول باطل و بیکار اور ثانی معتبر و مثبت اقرار حالانکہ اثباتِ زنا سے دونوں برکنار بلکہ اس شہادت سے ثبوت زنا نہ ہونے کی اور دو وجہیں ہیں:

اوّلاً وہ اقرار جو ان سے ثابت ہُوا بیرونِ مجلس قضا تھا اور دارالقضا سے باہر کا اقرار مثبت زنا نہیں ہوتا۔ شرح نقایہ علامہ شمس قہستانی میں ہے:

الاقرار لم یعتبر عند غیر الامام حتی لو شھد وا بذلک لم تقبل[2]۔

قاضی یا حاکم کی موجودگی کے بغیر اقرار معتبر نہیں حتی کہ اگر گواہ مجلس سے باہر کے اقرار کی شہادت دیں تو مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

ثانیاً مشہود علیہ اگر منکر ہے تو شہادت کی کیا حاجت،

فانھا انما تقام علی المنکر کما فی الدر وغیرہ ولا تجامع الاقرار الا فی بضع صور مذکورۃ فی الاشباہ لیست ھذہ منھا۔

شہادت تو منکر کے خلاف ہوتی ہے جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے، اشباہ میں مذکور چند صورتوں کے علاوہ شہادت، اقرار کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی، اور یہ صورت ان چند میں سے نہیں ہے۔ (ت)

اور منکر ہے تو اقرار سابق سے رجوع کرچکا اور اقرار بالزنا بعد رجوع مثبت زنا نہیں رہتا۔ تحفۃ الفقہاء و بدائع و تبیین الحقائق اور معین الحکام و جامع الرموز و بحر الرائق و غنیۃ ذوی الاحکام و رد المحتار وغیرہا میں ہے، واللفظ للعلامۃ الشرنبلالی عن الامام ملک العلماء الکاشانی لو اقر بالزنا اربع مرات فی غیر مجلس القاضی وشھد الشھود علیہ

ملک العلماء امام کاشانی سے منقول کے بارے میں علامہ شرنبلالی کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر اپنے زنا پر مجلس قضا سے باہر چار مرتبہ اقرار کرے اور اس

---

[1] بحر الرائق کتاب الحدود ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۵

[2] جامع الرموز " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۵۱۵

اقرارہ لاتقبل شہادتہم لانہ ان کان مقرا فالشہادۃ لغو لان الحکم للاقرار لا للشہادۃ وان کان منکرا فالانکار منہ رجوع والرجوع عن الاقرار فی الحدود الخالصۃ حقا للہ تعالٰی صحیح[1]

اقرار پر گواہ شہادت دیں تو قبول نہ ہوگی، کیونکہ اگر وہ شخص اقراری ہے تو حکم اس کے اقرار پر ہوگا اور گواہی کی وجہ سے نہ ہوگا اس لیے شہادت لغو ہوگی اور اگر وہ مجلس قضا میں منکر ہوجائے تو اس کا یہ انکار اپنے اقرار سے رجوع ہوگا۔ اور حدود جو کہ خالص اللہ تعالٰی کا حق ہیں ان میں رجوع صحیح ہے۔ (ت)

علماء کی یہ تعلیلیں جیسے کہ ثبوتِ زنا کی نفی فرماتی ہیں یونہی ثبوتِ اقرار کی تقریر فرمارہی ہیں تو اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ شہادت مذکورہ سے زید کا اقرار مزبور ثابت ہوگیا، اب یہ دیکھنا رہا کہ اثباتِ مصاہرت کو خاص ثبوتِ زنا درکار ہے یا ثبوتِ اقرار ہی کافی، برتقدیر ثانی اس اقرار پر اصرار بھی ضرور یا بعد اقرار رجوع نامسموع، کلمات علماء باعلی نداء منادی کہ یہاں ثبوتِ زنا کی اصلاً حاجت نہیں، مجرد اقرار وہ بھی ایک بار بس ہے، یہاں تک کہ اگر ہزل ومزاح ہی میں کہہ دیا کہ اس شخص نے اپنی ساس کے ساتھ جماع کیا حرمتِ مصاہرت ثابت کردیں گے پھر ہزار بار کہا کرے میں جھوٹ کہا تھا ہرگز نہ سنیں گے، محیط ہندیہ وخلاصہ وبحر الرائق وجامع الرموز ومجمعۃ النقوی ودرمختار وغیرہا معتمدات الاسفار میں ہے،

والنظم للدر فی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بامرأتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ہازلا[2] اھ۔

درکی عبارت ہے کہ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ تو نے اپنی ساس سے کیا کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا، تو اس سے حرمت ثابت ہوجائے گی، اور اب اگر یہ کہے کہ میں نے تو مذاق میں جھوٹ بولا تھا، تو بھی نہیں مانا جائے گا اھ (ت)

خلاصہ وبحر والنقوی وغیرہا میں ہے،

والاصرار لیس بشرط فی الاقرار بحرمۃ المصاہرۃ[3]۔

حرمتِ مصاہرت سے متعلق اقرار میں اصرار شرط نہیں ہے۔ (ت)

یونہی اگر عورت سے بشرطِ دوشیزگی نکاح کیا وقت ارادۂ جماع غیر دوشیزہ پایا، عورت نے کہا تیرے

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الحدود ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۵۰
غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درر غرر باب حد القذف مطبعۃ احمد کامل الکائنہ بیروت ۲/ ۷۴
[2] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸
[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثالث فی حرمۃ المصاہرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۱۰

باپ نے ازالہ کیا اُس نے تصدیق کردی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی۔ ظہیریہ وہندیہ وشمنی و درمختار وغیرہ میں ہے:

و اللفظ للدرر تزوج بکرا فوجدھا ثیبا (و لفظ الاولین تزوجھا علی انھا بکر فلما اراد قاعھا وجدھا قد ثیبت) وقالت ابوك فضنی ان صدقھا بانت بلا مھر و الا لا، شمنی[1]

دُرر کے الفاظ میں ہے کہ باکرہ سے نکاح کیا تو اس کو ثیبہ پایا، اور پہلی دونوں کتب کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک عورت سے باکرہ ہونے کی شرط پر نکاح کیا تو جماع کے وقت اس کی بکارت ٹوٹی ہوئی پائی، اور عورت نے کہا کہ تیرے باپ نے میری بکارت توڑی (یعنی دخول کیا) تو اگر اس نے بیوی کی بات کو سچ تسلیم کرلیا تو بیوی کا نکاح ختم ہوجائے گا اور مہر نہ ہوگا ورنہ نکاح ختم نہ ہوگا، شمنی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ان صورتوں سے ثبوتِ زنا محض ناممکن اخیرہ میں تو عورت کا بیان اور اس کی تصدیق کیا بکار آمد ہوسکتی ہے جہاں چار مردوں سے کم کی شہادت مردود ہو، اولے میں ایک بار اقرار وہ بھی بیرون دارالقضاء، وُہ بھی ہزل ومزاح کے موقع پر کیا قابلیت اثباتِ زنا رکھتا ہے، باایں ہمہ مجرد اقرار و تصدیق پر حرمتِ مصاہرت کا حکم ہوگیا اور بعد اقرار انکار بیکار رہا۔ اسی قدر تقریر ایضاح مقام وازاحت اوہام کو بس ہے بلکہ غور کیجئے تو فرع اول صورت مستفسرہ کا خاص نص ہے کہ جب اس کے صرف اس قول کو ثبت حرمت مانتے اور رجوع وانکار کو نامسموع جانتے ہیں، اور پُر ظاہر کہ یہ اثبات اثبات فی القضاء ہی ہے کما اشرنا الیہ وفی ردالمحتار وغیرہ نصوا علیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اور عند القاضی بعد انکار طریقہ اثبات وہی بیّنہ تو صاف ثابت ہُوا کہ شوہر اگر بعد اقرار بالزنا انکار کرجائے اور بیّنہ عادلہ سے اس کا اقرار ثابت ہو قاضی فوراً حکم حُرمت کردے گا وھو المقصود۔ انہی بیانوں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ زنا بمادرِ زن پیش از نکاحِ زن اور اس کا عکس دونوں کا اقرار اس حکم حُرمت میں یکساں کہ حرمتِ ابدیہ دونوں طرح حاصل اگرچہ ایک صورت میں سابقہ ہو، دوسری میں طاریہ، تو ہر طرح یہ اقرار اقرار بالمحرم ہے والرجل مواخذ باقراراہ (اور مرد اپنے اقرار کی بنا پر ماخوذ ہے۔ ت) ہاں اتنا تفاوت ہوگا کہ اقرارِ زنا قبل النکاح میں شوہر حقِ زن میں اس دعوی اسناد الی ماقبل النکاح میں مصدق نہ ہوگا کہ برتقدیر عدم دخول ابطال مہر یا بحالتِ دخول افساد تسمیہ مجرد اس کے کہنے سے مان لیں صرف اپنے حق

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

یعنی بطلان حل وفساد عصمت واخذ بالمتارکہ میں مصدق ہوگا لہذا حُرمت غیر مستندہ ثابت کرکے نصف مسمی یا کل علی التقدیرین لازم کردیں گے۔ بحرالرائق وردالمحتار میں ہے:

اذا اقر بجماع امها قبل التزوج لا یصدق فی حقها فیجب کمال المهر المسمی ان کان بعد الدخول ونصفه ان کان قبله کما فی التجنیس[1]

اگر نکاح سے قبل کے ساس سے زنا، کا اقرار کرتا ہے تو اس اقرار کو بیوی کے حق مہر کے بارے میں سچ نہیں مانا جائے گا لہذا مقررہ مہر پورا دینا ہوگا بشرطیکہ یہ اقرار بیوی سے دخول کے بعد کیا ہو اور اگر دخول سے قبل یہ اقرار کیا تو نصف مہر واجب ہوگا، جیسا کہ تجنیس میں ہے۔ (ت)

اور یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اقرار واحد من جہۃ مقبول اور من جہۃ مردود ہو اقرار حجت قاصرہ ہے ہمیشہ اس کی یہی شان ہوتی ہے کہ جہاں تک مقر پر اس کا ضرر ہے ماخوذ اور جتنا دوسرے پر الزام ہے منبوذ، ولہذا اگر کسی کی کنیز سے نکاح کیا اس نے پیش از دخول اس کے پسر کا بوسہ لیا شوہر کہتا ہے بوسہ بشہوت تھا حُرمت ثابت ہوگئی مگر حق اسقاطِ مہر میں مسموع نہ ہوگا نصف مہر دینا آئے گا جبکہ مولٰی شہوتِ کنیز وقصدِ افساد کو نہ مانتا ہو۔ ہندیہ میں ہے:

تزوج بامة رجل ثم ان الامة قبلت ابن مولاها فادعی الزوج انها قبلته بشهوة وکذبه المولی فانها تبین من زوجها لاقرار الزوج انها قبلت بشهوة و یلزمه نصف المهر بتکذیب المولی ایاه انها قبلته بشهوة ولا یقبل قول الامة فی ذٰلک لو قالت قبلته بشهوة کذا فی المحیط اھ[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

ایک شخص نے کسی کی لونڈی سے نکاح کیا تو لونڈی نے قبل از دخول خاوند کے بیٹے کا بوسہ لے لیا تو خاوند نے دعوٰی کیا کہ اس نے یہ بوسہ شہوت کے ساتھ لیا ہے جبکہ لونڈی کا مالک خاوند کو جھٹلا رہا ہے، تو وہ لونڈی نکاح سے خارج ہوجائے گی کیونکہ خاوند نے شہوت کے ساتھ بوسے کا اقرار کیا ہے، اور مالک کی تکذیب کی وجہ سے خاوند پر نصف مہر لازم ہوگا اور یہاں لونڈی کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کہ میں نے شہوت سے بوسہ لیا ہے۔ یونہی محیط میں ہے۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے مرنے پر سالی سے نکاح کیا

---

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۳

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم الثانی فی المحرمات بالصہریۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۶

اور پہلی عورت سے ایک دختر تھی اب یہ شخص مرگیا اور سالی منکوحہ بے اولاد نے دوسرے سے نکاح کیا اور مرگئی اب وہ جو دختر اس شخص کی ہے جس نے اپنی سالی سے نکاح کیا تھا اور مرگیا تھا سالی کے دوسرے شوہر کو جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹ ہندہ نے زینب کا دودھ پیا ہندہ کے بیٹے کو زینب کی دختر جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے دھوکے میں سہو سے اپنی ہمشیرہ یا خوشدامن کا ہاتھ ازروئے شہوت کے پکڑا، اس کے نکاح میں کچھ خلل ہوا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہمشیرہ کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح میں کچھ خلل نہ آیا اور خوشدامن کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح فاسد ہوگیا اگر اس سے شہوت پیدا ہوئی یا پہلے سے تھی تو زائل ہوگئی اور ازالۂ عدہ ہوا عورت ہمیشہ کو اس پر حرام ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ایسی صورت میں کہ زید نے اپنی دختر زینب کا بکر کے ساتھ نکاح کیا اور بعد نکاح قبل رخصت بکر کو بلا تحقیق زبانی باتوں پر نامرد ٹھہرا کر بے طلاق دلوائے بحالت حیات بکر کے زینب کا نکاح خالد کے ساتھ کردیا اور اس سے اولاد پیدا ہوئی پس ایسی صورت میں یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا ناجائز ؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں قطع نظر اس سے کہ تفریق بوجہ عنت کے لیے جو امور شرعاً درکار ہیں ان میں سے یہاں ایک بھی نہ پایا گیا، راساً بکر کا ایسا عنین ہونا ہی ثابت نہیں جس کی بنا پر زینب کو اختیار مخاصمہ ومطالبہ تفریق حاصل ہو اس لیے کہ ممکن تھا کہ وہ بالخصوص اس عورت سے نزدیکی پر قادر ہوتا جس صورت میں کہ زینب کی رخصت ہی نہ ہونے پائی اس کے حق میں بکر کا نامرد ہونا کیسے ثابت ہوا،

فی العالمگیریة ان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض و ذلك لمرض به او لضعف فی خلقه او لکبر سنه او سحر

عالمگیریہ میں ہے جو شخص ثیبہ سے جماع کی طاقت رکھتا ہو باکرہ سے نہیں، یا بعض عورتوں سے جماع کی طاقت رکھتا ہو اور دیگر بعض سے نہیں اور اس کی کمزوری مرض کی وجہ سے یا پیدائشی یا بڑھاپے یا جادو کی وجہ سے ہو

فھو عنین فی حق من لا یصل الیھا کذا فی النھایۃ[1] — تو ان عورتوں کے حق میں اس کو نامرد تصور کیا جائے گا جن سے جماع کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ نہایہ میں یوں ہے۔ (ت)

پس بلاشبہہ نکاح ثانی زینب کا محض ناجائز و باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۲ از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری اٹاوہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیلٰی و سلمٰی دو رضاعی بہنیں ہیں، لیلٰی سے زید نے نکاح کیا اب سلمٰی سے اس کے پسر عمرو بن جمیلہ کا نکاح ہوسکتا ہے یا وہ عمرو کی سوتیلی خالہ یعنی سوتیلی ماں کی رضاعی بہن سمجھ کر حرام مانی جائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عمرو کا سلمٰی کا نکاح جائز ہے کہ باپ کی سالی جبکہ اپنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سگی یا سوتیلی یا مادری یا رضاعی بہن نہ ہو حلال ہے خواہ نسبی ہو خواہ رضاعی۔ قال اللہ تعالٰی:

واحل لکم ما وراء ذلکم[2] (محرمات مذکورہ کے سوا تم کے لیے حلال ہیں۔ ت)

سوتیلی خالہ کہ حرام ہے اس کے معنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن نہ کہ سوتیلی ماں کی حقیقی یا رضاعی بہن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے نکاح میں ایک عورت حرہ تھی دوسرا نکاح اُس نے ایک کنیز سے کیا، یہ نکاح صحیح ہُوا یا نہیں؟ اور کنیز کا مہر اس کے ذمہ کس قدر لازم ہوگا؟ اُس کنیز سے اُس کی اولاد بھی ہُوئی، اب زید نے انتقال کیا تو کنیز اور اس کی اولاد ترکہ پائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

زنِ حرہ پر لونڈی سے نکاح کرنا فاسد ہے،

فی الدر المختار وصح نکاح حرۃ علی امۃ و لا یصح عکسہ انتھی[3] ملخصًا۔ — درمختار میں ہے لونڈی پر حرہ عورت سے نکاح صحیح ہے اور اس کا عکس یعنی حرہ پر لونڈی سے نکاح صحیح نہیں ہے انتہی ملخصًا (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۲

[2] القرآن ۴/۲۴

[3] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

اور زن منکوحہ بنکاح فاسد مستحق ارث نہیں،

فی الدر المختار من باب نکاح الکافر واجمعوا انھم لا یتوارثون لان الارث انما ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیہ ابن ملک[1]، وفیہ من کتاب الفرائض ویستحق الارث باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا اھ[2]

درمختار کے "باب نکاح کافر" میں ہے کہ ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ یہ آپس میں وارث نہ بنیں گے کیونکہ وراثت کا ثبوت نص میں قیاس کے خلاف ہے اور یہ صرف صحیح نکاح میں ہے اور اسی میں منحصر رہے گا، ابن ملک۔ اور اسی درمختار کے کتاب الفرائض میں ہے کہ وراثت کا استحقاق تین وجہ سے ہوتا ہے۔ رشتۂ رحم اور صحیح نکاح کی بناء پر نکاح فاسد یا باطل سے باجماع استحقاق وراثت نہیں اھ (ت)

ہاں اگر وطی واقع ہوگئی تو مہر مسمی و مہر مثل سے جو کم ہوگا لازم آئے گا مثلاً اگر عقد پانسو روپے مہر پر بندھا ہے اور مہر مثل سو روپے ہے تو مہر مثل، اور درصورت عکس مہر مسمی یعنی جو عقد میں بندھا ہے واجب الادا ہوگا، اور جو عقد میں کچھ نہ بندھا یا بندھا معلوم نہیں ہوسکتا تو مہر مثل جس قدر ہو قرار پائے گا۔

فی الخلاصۃ الواجب فی النکاح الفاسد الاقل من المسمی ومن مھر المثل ان کان ھناک تسمیۃ[3]، فی الدر المختار ویجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطی لا بغیرہ ولم یزد مھر المثل علی المسمی ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل ولو لم یسم او جھل لزم بالغا ما بلغ[4] انتھی مع التلخیص۔

خلاصہ میں ہے اگر مہر مقررہ ہو تو فاسد نکاح سے مہر مثل اور مقررہ سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا۔ درمختار میں ہے کہ فاسد نکاح میں مہر مثل وطی سے واجب ہوتا ہے وطی کے بغیر مہر مثل واجب نہیں ہوتا اور مہر مثل مقررہ مہر سے زیادہ بھی نہیں کیا جائیگا اگرچہ مقررہ مہر مہر مثل سے کم ہو اور اگر مہر مقرر نہ ہو یا مقررہ معلوم نہ ہو تو اس صورت میں مہر مثل لازم ہوگا جتنا بھی ہو اھ ملخصا (ت)

اور اولاد کہ نکاح فاسد میں وقت وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بلا اجماع ثابت النسب و مستحق الارث ہے،

فی الدر المختار ویثبت النسب احتیاطا بلا دعوۃ

درمختار میں ہے کہ نکاح فاسد میں بغیر دعوی احتیاطاً نسب

---

[1] درمختار — باب نکاح الکافر — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۰۸
[2] " — کتاب الفرائض — " — ۲/۳۵۲
[3] خلاصۃ الفتاوی — الفصل الثالث عشر فی النکاح الفاسد — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۲/۴۱
[4] درمختار — باب المھر — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۰۱

وتعتبر مدته وهی ستة اشهر من الوطی و الا لا یثبت وهذا قول محمد وبه یفتی وقالا ابتداء المدة من وقت العقد کالصحیح و رجحه فی النهر بانه احوط۔ واللہ تعالٰی اعلم

ثابت ہوگی جبکہ مدت کا اعتبار ہوگا جو کہ وطی سے چھ ماہ تک ہے ورنہ نہیں، یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر مدت کا اعتبار وقت نکاح سے چھ ماہ ہے جیسا کہ صحیح نکاح میں ہوتا ہے، نہر میں اس کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ اس میں زیادہ احتیاط ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴ چہ مے فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ ت) کہ ہندہ زوجہ بکر کسی تقریب خانگی میں بہت سی مستورات کے ہمراہ ایک مقام پر جہاں دروازہ پر پردہ لگا تھا موجود تھی اور اُس جلسہ میں زوجہ زید بھی تھی زوجہ بکر دوپٹہ یا چادر زوجہ زید کا اتفاق سے اوڑھے تھی، وقتِ شب تھا، روشنی کافی جیسا کہ تقریبات میں قاعدہ ہے موجود تھی، دریں اثنا زید وہاں آیا اور ہندہ زوجہ بکر مذکورہ بالا اپنا منہ جو کھلا تھا باہر پردہ کے لائی کہ زید مذکور نے اس کا بوسہ رخسار پر لیا، ہندہ نے و دیگر عورات نے اس کا مواخذہ زید سے کیا، اس وقت زید نے رُو برو جملہ اور پانچ سات ذکور عادل کے یہ عذر کیا کہ میں نے اپنی زوجہ کے دھوکا میں بوسہ لیا تھا بوجہ اس کے کہ زوجہ بکر یعنی ہندہ مذکور میری زوجہ کا چادر اوڑھے تھی اس دھوکا اور شبہہ سے بوسہ لیا تھا ہرگز دانستہ یہ فعل نہیں کیا پس اب ہندہ مذکورہ کی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ اردوئے شرع شریف کے درست ہے یا نادرست؟ اس امر پر حکم فرما کر دستخط خاص سے جواب تحریر فرمایا جائے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر ثابت ہے کہ زید نے زوجہ بکر کا بوسہ بنظرِ شہوت لیا تو اُس عورت کی سب اولاد ہمیشہ کے لیے زید پر حرام ہوگئی، کسی طرح اس کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا، اور اگر نادانستہ نکاح کرلیا ہے تو فریقین پر واجب ہے کہ اُسے فسخ کردیں ورنہ سخت گنہ گار ہوں گے، اور اگر شوہر فسخ پر راضی نہ ہو تو عورت بذاتِ خود فسخ کرسکتی ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص ہے۔ ت) بلکہ امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدس سرہ العزیز نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں تصریح فرمائی ہے کہ جس طرح لبوں کا بوسہ لینا خواہی نخواہی بنظرِ شہوت قرار پائے گا یہاں تک کہ اگر وہ شخص ادعا کرے کہ یہ فعل مجھ سے بنظرِ شہوت نہ ہوا تو ہرگز قبول نہ کریں گے اور حکمِ حرمتِ ابدی دیں گے یہی حال بوسہ رخسار کا ہونا چاہئے کہ یہ بھی بشہوت ہی ٹھہرے گا اور

بوسہ لینے والے کا انکار مسموع نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے،

وفی الفتح یترأی الحاق الخدین بالفم[1] فتح میں ہے کہ رخسار بھی منہ سے ملحق قرار پائیں گے (ت)

اس طور پر صورت مستفسرہ میں مطلقاً حکم حرمت ہے اور اگر زید انکار شہوت کرے مسموع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ نواب پور مرسلہ نیاز اللہ خاں ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک، اور پھر اسی کی زندگی میں اُس کی بیٹی سے بھی حرام کیا یہاں تک کہ دس برس تک اُسے گھر میں ڈال کر پردہ میں رکھ کر حرام کرتا رہا، اب زنا سے توبہ کر کے نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

کسی وقت کسی حال اس سے نکاح نہیں ہو سکتا کہ ماں کے ساتھ حلال خواہ حرام کسی طرح صحبت کرنے بلکہ صرف بشہوت ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے سے بیٹی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے اور بیٹی کے ساتھ ان معاملات سے ماں۔ درمختار میں ہے:

حرم ایضا بالصھریۃ اصل مزنیۃ اراد بالزناء الوطء الحرام واصل ممسوسۃ بشھوۃ و المنظور الی فرجھا الداخل وفروعھن[2] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مزنیہ کی اصل بھی مصاہرۃ کے طور پر حرام ہوگی، زنا سے مراد حرام وطی ہے، اور شہوت کے ساتھ مس شدہ عورت اور جس کی فرج داخل پر شہوت سے نظر پڑی ہو کی اصل اور ان کی فرع حرام ہوں گی اھ ملخصاً (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶ تا ۱۸۸ از ٹاہ نگریا مرسلہ نیاز محمد خاں ۱۲ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائلِ مندرجہ ذیل میں:

(۱) استاد کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) شاگرد اناث سے استاد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بھتیجے کا نکاح چچا کی بی بی سے درحالیکہ محارم سے نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار — فصل المحرمات — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۸

[2] " — " — "

الجواب

ان سب سے نکاح جائز ہے جبکہ محارم سے نہ ہوں۔ قال اللہ تعالٰے: و احل لکم ما وراء ذالکم[1] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمھارے لیے حلال ہیں۔ت) واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۸۹ از اٰناوہ مکان قاضی مظفر علی صاحب ڈگری نویس منصفی مرسلہ شیخ دیار بخش صاحب

۲۳ صفر ۱۳۱۴ھ

ہندہ کا نکاح نو برس کی عمر میں ہُوا تھا، اس کا شوہر جو بالغ تھا تین ماہ بعد نکاح کے نینی تال کو چلا گیا وہاں اس نے اپنا نکاح کیا اور زوجہ ثانیہ سے اولاد ہُوئی، ہندہ شوہر سے نان ونفقہ کی طالب ہُوئی، اس نے کچھ التفات نہ کی، تب خوابانِ طلاق ہُوئی، طلاق بھی نہ دی، ایک عرصہ کے بعد زوجہ ثانیہ اور اولاد کو بھی چھوڑ کر کہیں چلا گیا، پانچ چار سال سے مفقود الخبر ہے، ہندہ اب اپنا دوسرا نکاح کیا چاہتی ہے اس معاملہ میں بنظرِ حالات جو مسئلہ شرعی ہو فرمائیے، اب عمرِ ہندہ پچیس[25] سال کی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز یوں نکاح نہیں کرسکتی۔ قال اللہ تعالٰے: و المحصنٰت من النسآء[2] (شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ت) اس پر لازم ہے کہ صبر وانتظار کرے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی ولادت کو ستر برس گزر جائیں، اس کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے فی جواھر الاخلاطی یحکم بموتہ بعد سبعین سنۃ وعلیہ الفتوی[3] (جواہر اخلاطی میں ہے: گم شدہ کی عمر کے ستر سال پُورے ہونے کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے گا۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ت) ادعائے ضرورت وعذرِ جوانی حرام کو حلال نہیں کرسکتا، بہت کمسن لڑکیاں کہ بیوہ ہوجاتی ہیں باتباعِ رسمِ ہنود عمر بھر نام نکاح نہیں لیتیں، اس وقت ضرورت وجوانی کدھر جاتی ہے، ہزاروں وُہ ہیں جن کے شوہر زندہ موجود ہیں مگر ان کی طرف سے قطعاً برگشتہ و رُوگرداں، وُہ اپنی عمر کیونکر کاٹتی ہیں! یہ جو بعض کا زعم ہے کہ چار سال گزرنے پر عورت کو نکاحِ ثانی کا اختیار امام مالک کے مذہب میں حاصل ہوجاتا ہے محض جہل، اور امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب سے ناواقفی ہے ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور مستغیثہ ہو وُہ بعد ثبوت مفقودی روز مرافعہ سے چار سال کی مہلت دے، اس کے گزرنے پر قاضی تفریق کرے اب عورت عدت پوری کرکے نکاح کرسکتی ہے

---

[1] القرآن ۴/ ۲۴

[2] القرآن ۴/ ۲۴

[3] جواہر الاخلاطی مسائل مفقود قلمی نسخہ ص ۱۲۲

پیش از حکم قاضی شرع اگر بیس برس گزر گئے تو وُہ معتبر نہیں صرح بہ علماء المالکیۃ فی کتبھم (مالکی علماء نے اپنی کتب میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) اس مسئلہ کی تفصیل جلیل فتاوائے فقیر کتاب المفقود میں ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۰ از پٹنہ لودی کٹرہ مرسلہ مولانا مولوی عبدالوحید غلام صدیق صاحب بہاری ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

حضرت مولانا اعزکم اللہ فی الدارین تسلیم۔ ایک شیعہ عورت سے سُنّی نے نکاح کیا آیا درست ہوگا یا نہیں؟ جلد فتوے مرتب فرما کر روانہ کیجئے ضرورت شدید ہے، میری خاص رائے عدمِ مناکحت پر ہے، منکرینِ ضروریاتِ دین کافر ہیں اور کفر کے سبب نکاح مسلمان سے کب درست ہے۔ والسلام!

الجواب

شیعہ تین قسم ہیں:

اوّل غالی کہ منکر ضروریاتِ دین ہوں، مثلاً قرآن مجید کو ناقص بتائیں، بیاضِ عثمانی کہیں یا امیرالمومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ خواہ دیگر ائمۂ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم خواہ کسی ایک نبی سے افضل جانیں یا رب العزت جل وعلا پر بدا یعنی حکم دے کر پشیمان ہونا، پکّا کر بدل دینا، یا پہلے مصلحت کا علم نہ ہونا بعد کو مطلع ہو کر تبدیل کرنا مانیں، یا حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم پر تبلیغ دین متین میں تقیہ کی تہمت رکھیں الی غیر ذٰلک من الکفریات (اس کے علاوہ دیگر کفریات۔ ت) یہ لوگ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر مطلق ہیں اور ان کے احکام مثل مرتد، فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی ہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے: احکامھم احکام المرتدین[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ ت) آج کل کے اکثر بلکہ تمام رفاض تبرائی اسی قسم کے ہیں کہ وُہ عقیدۂ کفریہ سابقہ میں اُن کے عالم جاہل مرد عورت سب شریک ہیں الّا ماشاء اللہ (مگر جو اللہ تعالٰی چاہے۔ ت) جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو مرتدہ ہے کہ اس کا نکاح نہ کسی مسلم سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اس کے ہم مذہب سے، جس سے نکاح ہوگا زنائے محض ہوگا اور اولاد ولد الزنا۔

دوم تبرائی کہ عقاید کفریہ اجماعیہ سے اجتناب اور صرف سبِّ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ارتکاب کرتا ہو، ان میں سے منکرِ ان خلافت شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما اور انھیں بُرا کہنے والے فقہائے کرام کے نزدیک کافر و مرتد ہیں[2] نص علیہ فی الخلاصۃ والھندیۃ وغیرھما (خلاصہ اور ہندیہ وغیرہ میں اس پر نص ہے۔ ت) مگر مسلک محقق قول متکلمین ہے کہ یہ بدعتی ناری جہنمی کلاب النار ہیں مگر کافر نہیں، ایسی عورت سے نکاح اگرچہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۱

صحیح ہے مگر سخت کراہت شدیدہ سے مکروہ ہے۔

لما فی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تناکحوھم[1]۔

کیونکہ حدیث شریف میں حضور سید الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ان سے نکاح نہ کرو (ت)

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ناقہ کو لعنت کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھڑوا دیا کہ ملعونہ ناقہ پر ہمارے ساتھ نہ رہ، پھر کسی نے اس ناقہ کو نہ چھوا[2]۔ حالانکہ ناقہ فی نفسہا مستحق لعنت نہیں، حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر لعنت کرنے والے بلاشبہہ لعنت الٰہی کے مورد ہیں،

اولٰئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون[3]۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالٰی لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (ت)

احادیث صحیحہ کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں تو ایک ملعونہ سے صحبت رکھنا کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہوگا واللہ الہادی۔

سوم تفضیل کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خیر سے یاد کرتا ہو خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کی امامت پر حق جانتا ہو صرف امیر المومنین مولٰی علی کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل مانتا ہو انھیں کفر سے کچھ علاقہ نہیں بدمذہب ضرور ہیں ایسی عورت سے بالاتفاق نکاح جائز ہے ہاں کراہت سے خالی نہیں کہ مبتدعہ ہے اگرچہ ہلکے درجہ کی بدعت سے خصوصاً اگر اس کی محبت میں اپنے مذہب پر اثر پڑنے کا احتمال ہو تو کراہت شدید ہوجائے گی اور ظن غالب تو اشد بالغ بدرجہ حرام۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۱ از احمد آباد گجرات دکن محلہ کالو پور متصل پور گلیان مرسلہ عبدالکریم صاحب ولد عبدالغنی صاحب ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا ابھی وہ عورت زندہ سلامت اُس مرد کے نکاح میں موجود ہے اب وہی مرد اس عورت کے بھائی کی نواسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے آیا یہ جمع کرنا درمیان عورت اور اس کی بھتیجی کی بیٹی کے حلال ہے یا حرام؟ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا۔

الجواب

حرام ہے، اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو دو عورتیں آپس میں محرم ہوں یعنی ان میں سے جس کو مرد فرض کیا جائے دوسری اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں، یہاں ایسا ہی ہے

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۲۴۹۸ و ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۵۲۹ و ۵۴۲

[2] صحیح مسلم باب النہی عن لعن الدواب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۳

[3] القرآن ۲/ ۱۵۹

اگر مشکوحہ اولی کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ دوسری اس کے بھتیجے کی بیٹی، اور جس طرح بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجے کی بیٹی، اور اگر اس دوسری کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ پہلی اس کی ماں کی پھوپھی ہے اور جس طرح اپنی پھوپھی حرام ہے یونہی ماں کی۔ بحر الرائق میں ہے:

الاصل ان کل امرأتین لو کانت احداھما ذکر او الاخری انثی لم یجز للذکر ان یتزوج الانثی فانه یحرم الجمع بینھما بالقیاس علی حرمة الجمع بین الاختین[1]

قاعدہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں جن میں سے ایک کو مرد فرض کیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو کیونکہ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت دو بہنوں کو جمع کرنے کی حرمت پر قیاس ہے۔ (ت)

نقایہ اور اس کی شرح جامع الرموز میں ہے:

وحرم علی المرء اصله وفرعه وفروع اصله القریب من الاخوات لاب وام اولاحدھما وبناتھن وبنات الاخوة وان بعدت وصلبیة اصله البعید من عماته وخالاته لاب وام اولاحدھما وعماتھما اوعمات احدھما و ان علت وخالاتھما اوخالات احدھما و ان علت[2] واللہ تعالٰی اعلم

مرد کی اصل اور اس کی اپنی اولاد اور اس کے ماں باپ کی اولاد یعنی بہنیں، صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے ہوں، اور ان بھائیوں اور بہنوں کی اولاد خواہ نیچے تک ہو، اور اوپر والے ماں باپ یعنی دادا دادی اور نانا نانی اوپر تک کی صلبی اولاد اور ان کی چچیاں اور خالائیں، ماں باپ دونوں کی طرف سے یا ایک کی طرف سے ہوں، اور ماں باپ کی حقیقی پھوپھیاں اور خالائیں ہوں یا صرف ماں یا باپ کی طرف سے ہوں، خواہ اوپر تک ہوں، سب اس پر حرام ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲ از ضلع صاحب گنج گیا موضع کہرا ڈاکخانہ مخدوم پور مرسلہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے دو بیٹے حسن وحسین پیدا ہوئے، بعد وفات ہندہ کے زید نے حفصہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے چند اولاد پیدا ہوئی اور حفصہ نے اپنی بیٹی زبیدہ کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دودھ پلایا۔ پس اس صورت میں بکر کا نکاح حسن کی بیٹی زاہدہ سے موافق شرع محمدی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] بحر الرائق — فصل فی المحرمات — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۳/۹۵

[2] جامع الرموز شرح نقایہ — کتاب النکاح — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۴۴۸ تا ۴۵۰

الجواب

تقریرِ سوال سے ظاہر ہے کہ زبیدہ دخترِ زید ہے اور یہ شیرِ خصہ کہ بکر نے پیا زید ہی سے تھا، اگر صورتِ واقعہ یہی ہے تو بکر و زاہدہ میں نکاح حرام محض ہے کہ اس تقدیر پر بکر اپنے دادا زید کا بیٹا ہُوا اور اس کا بیٹا حسن اس کا سوتیلا بھائی، اور حسن کی بیٹی زاہدہ بکر کی سوتیلی بھتیجی، اور بھتیجی اگرچہ سوتیلی ہو چچا پر حرام قطعی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحرم من الرضاعۃ مایحرم من الولادۃ[1]۔ رواہ الجماعۃ الا ابن ماجۃ عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

رضاعت سے سب رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو پیدائش (نسب) سے حرام ہیں۔ اس کو ابن ماجہ کے بغیر محدثین نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعا حتی ان المرضعۃ لو ولدت من ھذا الرجل او غیرہ قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت رضیعا او ولد الرجل من غیر ھذہ المرأۃ قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت امرأۃ من لبنہ رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ کذا فی التھذیب[2]۔

دُودھ پینے والے بچے پر رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول و فروع نسبی ہوں یا رضاعی سب حرام ہوجاتے ہیں، حتی کہ دُودھ پلانے والی عورت کا موجودہ خاوند سے یا کسی دوسرے سے، دودھ پلانے سے پہلے یا بعد کا بچہ ہو یا اس نے کسی بچے کو دودھ پلایا ہو، یا اس عورت کے خاوند کی کوئی اولاد اس عورت سے ہو یا کسی اور سے ہو، دُودھ پلانے سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو، یا کسی عورت نے اس مرد سے اترے ہوئے دودھ کو کسی بچے کو پلایا ہو، تو یہ تمام، دودھ پینے والے بچے کے بہن بھائی ہوں گے، ——— اور ان کی اولاد اس بچے کے بھتیجے اور بھانجے ہونگے، تہذیب میں یوں ہے۔ (ت)

تفسیر نیشاپوری میں ہے:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۶
[2] فتاوٰی ہندیہ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۴۳

بنات الاخوۃ من الرضاع کل انثی ولدھا ابن الفحل الذی منہ اللبن[1] اھ ملخصاً

رضاعی بھتیجیاں، یہ تمام وہ لڑکیاں ہیں جو دودھ پلانے والی عورت کے اس خاوند کے بیٹے کی اولاد ہوں جس سے اس عورت کو دودھ اترا ہے اھ ملخصاً (ت)

ہاں اگر حفصہ کے یہ دودھ زید سے نہ ہوتا تو بکر کی یہ رضاعت زاہدہ کو اس پر حرام نہ کرتی،

لان الحسن وبکرا لم یشترکا فی ام ولا اب فلم یکن الحسن الاعمہ وبنت العم یحل مالم یوجد مایمنع الحل۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

کیونکہ حسن اور بکر اس صورت میں ماں میں اور نہ ہی باپ میں شریک ہوئے، تو حسن بکر کے لیے صرف چچا ہوا اور چچا کی لڑکی اگر کوئی اور مانع نہ ہو تو حلال ہوتی ہے (ت)

واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳ از شہر کہنہ مسئولہ امیر حیدر صاحب ۹ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ متعہ کی حرمت کس آیت وحدیث سے اہل سنت کے یہاں ثابت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین ھم لفروجھم حٰفظون ۵ الا علی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۶ فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون ۷

وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے ہوئے ہیں مگر اپنی بی بیوں یا اپنی شرعی کنیزوں پر کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو جو اس کے سوا کوئی اور راہ طلب کرے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

ظاہر ہے کہ زنِ متعہ نہ اس کی بی بی ہے نہ کنیز شرعی، تو یہ وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام وگناہ ہے۔ رب تبارک وتعالٰی مردوں سے فرماتا ہے:

محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان[2]

نکاح کرو بی بی بنا کر قید میں رکھنے کو نہ پانی گرانے اور نہ آشنا بنانے کو۔

عورتوں سے فرماتا ہے: محصنٰت غیر مسافحٰت ولا متخذات اخدان[3] قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں۔

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) بیان ان نکاح الامہات والبنات الخ مصطفی البابی مصر ۸/۵

[2] القرآن ۲۳/۷-۶-۵

[3] القرآن ۵/۵

[4] القرآن ۴/۲۵

ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے پانی گرانے کا صیغہ ہے، نہ قید میں رکھنے بی بی بنانے کا۔ صحیح مسلم شریف میں حدیث حضرت سبرہ بن معبدہ جہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یاایھا الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ عزوجل قد حرم ذٰلک الی یوم القیامۃ[1]۔

اے لوگو! میں نے پہلے تمہیں اجازت دی تھی عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی، اور اب بیشک اللہ عزوجل نے اسے حرام کر دیا قیامت تک۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن لحوم الحمر الانسیۃ[2]۔

بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور گدھے کا گوشت حرام فرما دیا۔

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال انما کانت المتعۃ فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ معرفۃ فیتزوج المرأۃ بقدر ما یری انہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح لہ شانہ حتی اذا نزلت الآیۃ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم قال ابن عباس فکل فرج سواھما فھو حرام[3]۔

متعہ ابتدائے اسلام میں تھا مرد کسی شہر میں جاتا جہاں کسی سے جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اُتنے دنوں کے لیے عقد کر لیتا جتنے روز اس کے خیال میں وہاں ٹھہرنا ہوتا، وہ عورت اس کے اسباب کی حفاظت اُس کے کاموں کی درستی کرتی، جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ سب سے اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو سوا بی بیوں اور کنیزوں کے، اس دن سے ان دو کے سوا جو فرج ہے وہ حرام ہو گئی۔

حازمی کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی غزوۂ تبوک میں ہم نے کچھ عورتوں سے متعہ کیا،

فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے

---

[1] صحیح مسلم — باب نکاح المتعہ الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۴۵۱

[2] صحیح بخاری — باب النہی عن نکاح المتعہ — " " " — ۲/۷۶۷

[3] جامع الترمذی — باب ماجاء فی نکاح المتعہ — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ۱/۱۸۱

فنظر الیھن و قال من ھؤلاء النسوۃ، قلنا یارسول اللہ نسوۃ تمتعنا منھن ، قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ، و تمعر وجھہ وقام فینا خطیبا ، فحمد اللہ واثنی علیہ ثم نھی عن المتعۃ[1]

انھیں دیکھا اور فرمایا یہ عورتیں کون ہیں ؟ ہم نے عرض کی یارسول اللہ! ان سے ہم نے متعہ کیا ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب فرمایا، یہاں تک کہ دونوں رخسارۂ مبارک سُرخ ہو گئے اور چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا، خطبہ فرمایا اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر متعہ کا حرام ہونا بیان فرمایا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۴ از ملک بنگالہ شہر چاٹگام کاکس بازار مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب ۳ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں کہ نکاح کردن زوجہ برادر حقیقی صغیر خود جائز ست یا نہ ؟ بینوا توجروا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چھوٹے سگے بھائی کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بالاتفاق بعد افتراق بموت یا طلاق برادر چھوٹے یا بڑے بھائی کے طلاق دینے یا فوت ہوجانے کے سبب اصغر باشد یا اکبر۔ قال اللہ عزوجل : واحل لکم ماوراء ذالکم[2] واللہ تعالیٰ اعلم

بھائی کے بعد بالاتفاق جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محرمات مذکورہ کے سوا تمہارے لیے حلال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] نصب الرایہ بحوالہ الحازمی کتاب النکاح المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض الشیخ ۳/ ۱۷۹

[2] القرآن ۴/ ۲۴

ھبۃُ النّسا فی تحقق المُصاھرۃ بالزّنا

۱۳ ھ ۱۵

(زنا سے حرمتِ مصاہرہ کے ثبوت میں تحقیقِ جلیل)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۹۵ از بہار محلہ محلی پر مرسلہ سید محمد عبدالسبحان صاحب حنفی دوم شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

و بار دوم از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ امیر آباد موضع بیرکاندب مرسلہ محمد زینت علی صاحب ۱۰ شوال مکرم ۱۳۲۵ھ

حضرت اقدس قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم، آداب وتسلیم، عرض ہے ایک بات کا جھگڑا بہار شریف میں حضرات حنفیہ سلمہم اللہ و وہابیہ خذلہم اللہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے، اس کا جواب جلد تر روانہ فرمائیے۔ زید نے اپنی ساس سے زنا کیا اور اس کی بی بی کو اس کا علم تھا تو اب زید پر وہ بی بی حرام ہوئی یا نہیں؟ اور اگر حرام ہوئی تو ضرورت طلاق دینے کی ہے یا نہیں؟ دوسرے وہ بی بی باوجود علم کے اپنے شوہر زید کے ساتھ رہی اور زید بھی وطی حسب دستور کرتا رہا اور بی بی سے اولاد بھی ہوئی تو وہ اولاد بعد فوت زید یا بی بی زید کے ترکہ کی مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق من الطین بشرا تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے مٹی سے بشر کو

وجعل له نسبا وصهرا و افضل الصلوٰۃ والسلام علی سید الانام و اٰلہ الکرام وصحبہ العظام علی الدوام۔

پیدا فرمایا اور اس کے لیے نسب اور رشتۂ ازدواج بنایا، بہترین صلوٰۃ وسلام کائنات کے آقا اور اس کی برگزیدہ آل اور اس کے صحابہ عظام پر دائمی ہو۔ (ت)

زوجۂ زید اس پر حرام ہوگئی اگرچہ اسے اس واقعہ شنیعہ کا علم بھی نہ ہوتا **اقول** و باللہ التوفیق اس کی دلیل جلیل قولِ مولٰی عزوجل وتبارک وتعالٰے ہے:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم[1]

تم پر حرام کی گئیں تمہاری گود کی پالیاں اُن عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی پھر اگر تم نے اُن سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں زنِ مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور جس طرح وصف التی فی حجورکم یعنی اس کی گود میں پلنا بالاجماع شرطِ حرمت نہیں مثلاً زید کسی پچیس سال والی عمر کی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پہلے شوہر سے اس کی ایک بیٹی چاردہ سالہ ہوجسے گود میں پالنا درکنار زید نے آج سے پہلے کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو کیا زید کو حلال ہوسکتا ہے کہ اس لڑکی سے بھی نکاح کرلے اور مادر و دختر دونوں کو تصرف میں لائے لا الٰہ الا اللہ یہ ہرگز شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نہیں، اسی طرح وصف نسائکم یعنی اُن مدخولات کا زوجہ ومنکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں، کیا لیلٰے وسلمٰے ماں بیٹی دونوں جس کی کنیز شرعی ہوں اُسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کیا کرے، مادر و دختر دونوں ایک کے پلنگ پر، عیاذاً باللہ، یہ شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے کس درجہ بعید ہے، حالانکہ ہرگز کنیزیں نسائکم میں داخل نہ ان کی بیٹیوں پر ربائبکم صادق، غالباً ان حراموں کو حلال بتاتے ہوئے غیر مقلد صاحب بھی شرم کریں، تو ثابت ہوا کہ نکاح جس طرح بحکم تتمۂ آیت فان لم تکونوا دخلتم بھن تحریم دختر کے لیے کافی نہیں یونہی شرط وضروری بھی نہیں یعنی نہ وُہ علت ہے نہ جزءِ علت، اب آیۂ کریمہ میں نہ رہا مگر التی دخلتم بھن یعنی اُن عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی، معلوم ہوا صرف اسی قدر علتِ تحریم ہے اور یہ قطعاً مزتیہ میں بھی ثابت کہ وُہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی، لاجرم بحکم آیت اس کی بیٹی اُس پر حرام ہوگئی، نظیر اس کی اسی بیانِ محرمات میں قولہ عزشانہ ہے وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2] ہے حرام کی گئیں تم پر تمہارے اُن بیٹوں کی جورُوئیں جو تمہاری پشت سے ہیں کہ جس طرح الذین من اصلابکم یعنی بیٹے کا اس کی پشت سے ہونا اخراج متبنّٰی کے لیے ہے نہ اخراجِ نبیرہ

---

[1] و [2] القرآن ۴/ ۲۳

بنسبہ کے واسطے، یونہی وصف حلائل یعنی بیٹے کی جورو ہونا بھی ملحوظ نہیں، بیٹے کی کنیز مدخولہ بھی ضرور حرام ہے اور وہ لفظ حلیلہ میں داخل نہیں، اور اگر اشتقاقی معنی لیجئے یعنی جو بیٹے پر حلال ہے تو اب عموم تحریم صحیح نہ رہے گا کہ بیٹے کی کنیز مطلقاً حرام نہیں جب تک مدخولہ نہ ہو، یہی حال وامہات نسائکم[1] کا ہے کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری عورتوں کی مائیں، یہاں پر بھی وصفِ زوجیت قید نہیں کہ کنیز مدخولہ کی ماں بھی بدلیل مذکور بالاتفاق حرام، بعینہٖ اسی دلیل سے ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء[2] (اپنے باپوں کی منکوحہ بیویوں سے نکاح نہ کرو۔ت) میں اگر نکاح بہ معنی عقد لیجئے تو عقد غیر قید اور بمعنی وطی لیجئے تو وہ ہمارا عین مذہب، بالجملہ ان سب مواضع میں مطمحِ نظر صرف مدخولہ ہونا ہے اگرچہ بلا نکاح وبس، اب دخلتم بھن میں مولٰی عزوجل نے دخولِ حلال وحرام کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی اور اس کے اطلاق میں دونوں داخل، تو جو مدعیِ تخصیص ہو دلیل پیش کرے اور دلیل کہاں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم، کیا جس نے اپنی منکوحہ سے صرف حالتِ حیض یا نفاس یا صوم یا اعتکاف یا احرام میں صحبت کی اس کی بیٹی اس پر قطعاً اجماعاً حرام نہ ہوئی حالانکہ یہ دخول حرام تھا بلکہ علمائے کرام نے بہت وہ صورتیں ذکر فرمائیں جن میں دخول تو دخول، عورت ہی کو اس کے لیے حلال نہیں کہہ سکتے اور اس سے وطی بالاتفاق موجب تحریم دختر موطوءہ ہو جاتی ہے مثلاً ایک کنیز دو مولٰی میں مشترک ہے ان میں سے جو اس سے مقاربت کرے گا دخترِ کنیز اس پر حرام ہو جائے گی، یونہی اپنے پسر کی کنیز یا اپنی کنیز کا فرع غیر کتابیہ یا اپنی اس عورت سے جماعت جس سے ظہار کیا اور کفارہ نہ دیا، یہ سب بالاتفاق ان عورتوں کی بنات کو حرام کر دیتی ہیں حالانکہ یہ عورات سرے سے خود ہی حلال نہ تھیں۔

اقول ان مسائل سے مسئلہ زن مظاہرہ تو استناد بالاتفاق کا بھی محتاج نہیں کہ اس پر خود قرآن عظیم دلیل شافی، ظہار بنص قرآن مزیل نکاح نہیں تو زن مظاہر بلاشبہہ نسائکم میں داخل، اور بعد وطی دخلتم بھن بھی حاصل، تو قطعاً اس کی دختر کو حکم حرمت شامل، زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل صحبت ظہار کر لیا بعدہٗ مشغول بجماع ہوا اور کفارہ نہ دیا، کیا اس صورت میں اسے روا ہے کہ ہندہ کی بیٹی سے بھی نکاح کر لے، حاشا للہ یہ شریعتِ محمد رسول اللہ نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حالانکہ بعد ظہار عورت بنص قرآن اس پر حرام ہوگئی اور جب تک کفارہ نہ دے اسے ہاتھ لگانا جائز نہ تھا، تو ثابت ہوا کہ نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلا نکاح اگرچہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی، یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب، اور یہی اکابر صحابہ کرام مثل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت علامہ صحابہ عبداللہ بن مسعود وحضرت عالم القرآن عبداللہ بن عباس وحضرت اقرؤ الصحابہ

---

[1] القرآن ۴/ ۲۳ [2] القرآن ۴/ ۲۲

ابی بن کعب وحضرت عمران بن حصین وحضرت جابر بن عبداللہ وحضرت مفقیہ چار خلافت صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العالمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وجماہیر ائمہ تابعین مثل حضرات امام حسن بصری و افضل التابعین سعید بن المسیب وامام اجل ابراہیم نخعی وامام عامر شعبی وامام طاؤس وامام عطا بن ابی رباح و امام مجاہد وامام سلیمان بن یسار وامام حماد اور اکابر مجتہدین مثل امام عبدالرحمان اوزاعی وامام احمد بن حنبل و امام اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام مالک بن انس کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اقول معہذا نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف، قائل قائلہم (شاعر نے کہا) ؎

التارکین علی طھر نساءھم والناکحین بشطے دجلۃ البقرا

(بیویوں کو طُہر کی حالت میں چھوڑنے والے دجلہ کے کنارے گائے سے وطی کرتے ہیں۔ت)

وقال آخر (ایک دوسرے شاعر نے کہا) ؎

کبکر تحب لذیذ النکاح وتھرب من صولۃ الناکح

(باکرہ کی طرح کہ وہ جماع کی لذت کو پسند کرتی ہے اور خاوند کے حملہ سے فرار کرتی ہے۔ت)

تو کریمہ لا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم (اپنے باپوں کی منکوحہ عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ت) میں لا اقل محتمل تو ضرور اور امر فرج میں احتیاط واجب، توجانب تحریم ہی غالب، بلکہ اصل فرج میں حرمت ہے، تو جب تک حل ثابت نہ ہو حرمت ہی پر حکم ہوگا پھر مصاہرت مصاہرت میں فرق نہیں تو نفس جماع ہی اگرچہ بروجہ حرام بلا نکاح ہو علت تحریم رہے گا،

ولعلك ان رجعت الی کلماتھم دریت ان تقریر الدلیل علی ھذا الوجہ احسن مما قیل اذ لا یرد علیہ ما افادہ فی الفتح بل ھو اصح عندی من الکلام الاول ایضا کما یرشدك الیہ ماذکرتہ ھھنا علی ھامشہ وباللہ التوفیق۔

ہوسکتا ہے کہ جب آپ فقہاء کرام کے کلام کی طرف رجوع کریں تو آپ سمجھ جائیں کہ دوسرے قول کے مقابلہ میں دلیل کی یہ تقریر زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس پر فتح کا بیان کردہ اعتراض نہ ہوگا، بلکہ میرے نزدیک یہ پہلے کلام سے بھی اصح ہے جیسا کہ اس کے حاشیہ پر یہاں میرا ذکر کردہ بیان تیری رہنمائی کرے گا، اللہ تعالٰی سے ہی توفیق ہے۔ (ت)

مخالف کے پاس اس کی علت پر کوئی دلیل نہیں مگر حدیث لا یحرم الحرام الحلال[1] حرام حلال کو حرام

---

[1] سنن الکبرٰی للبیہقی باب الزنا لا یحرم الحلال دار صادر بیروت ۷/ ۱۶۹

نہیں کرتا۔ مگر یہ حدیث کس طرح مخالف کی دلیل ہوسکے جبکہ سخت ضعیف وساقط وناقابل احتجاج ہے، بیہقی باآنکہ انتصار شافعیت میں اہتمام شدید رکھتے ہیں اسے حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرکے تضعیف کردی کمافی التیسیر شرح الجامع الصغیر[1] (جیساکہ جامع صغیر کی شرح تیسیر میں ہے۔ ت)

اقول دلیلِ ضعف کو یہی کافی کہ ام المومنین خود قائلِ حرمت کما تقدم (جیساکہ گزرا۔ ت) اگر اس باب میں خود ارشادِ اقدس حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سُنے ہوتیں تو خلاف کے کیا معنے تھے لاجرم امام احمد نے فرمایا نہ وُہ ارشادِ اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے نہ اثرِ ام المومنین، بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے کمافی الفتح[2] (جیساکہ فتح میں ہے۔ ت) روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں عثمان بن عبدالرحمن وقاصی ہے جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا ہے۔ امام بخاری نے فرمایا ترکوہ[3] محدثین نے اسے متروک کردیا۔ امام ابوداؤد نے فرمایا لیس بشئ[4] کوئی چیز نہیں۔ امام علی بن مدینی نے سخت ضعیف[5] بتایا۔ نسائی ودارقطنی نے کہا متروک[6] ہے۔ حتی کہ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا یکذب[7] جھوٹ بولتا ہے۔

اقول یہی عثمان حدیثِ ام المومنین صدیقہ کا بھی راوی ہے۔ روایتِ ابن حبان کتاب الضعفاء میں یوں ہے:

حدثنا الحسن بن سفین نا اسحٰق	ہمیں حدیث بیان کی حسن بن سفیان نے، انھوں نے
بن بھلول نا عبداللہ بن نافع	اسحاق بن بہلول سے، انھوں نے عبداللہ بن نافع
نا المغیرۃ بن اسمٰعیل بن ایوب بن سلمۃ	سے، انھوں نے مغیرہ بن اسمٰعیل بن ایوب بن سلمہ
عن عثمٰن بن عبدالرحمٰن عن	سے، انھوں نے عثمان بن عبدالرحمان سے، انھوں نے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف لا مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۲/ ۵۰۴
[2] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۲۸
[3] کتاب الضعفاء الصغیر مع التاریخ الصغیر باب العین مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۲۷۰
میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ ۵۵۳۱ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۳
[4] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۲۸
[5] میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ ۵۵۳۱ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۳
[6] و [7] 〃 〃 〃 〃 〃

ابن شهاب الزهری عن عروہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الرجل یتبع المرأۃ حراما اینکح ابنتہا اویتبع الابنۃ حراما اینکح امہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایحرم الحرام الحلال انما یحرم ماکان بنکاح حلال۔

امام ابن شہاب زہری سے، انھوں نے عروہ سے، انھوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے، انھوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا گیا کہ کوئی شخص کسی عورت سے حرامکاری کرے تو کیا وہ اس عورت کی بیٹی یا ماں سے نکاح کرسکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا حرام، حلال کو حرام نہیں بناتا، حلال نکاح ہی حرام بناتا ہے۔ (ت)

ابن حبان نے اسے روایت کرکے کہا:

عثمان بن عبدالرحمان ھو الوقاصی یروی عن الثقات الاشیاء الموضوعات لا یجوز الاحتجاج بہ[1]۔

عثمان بن عبدالرحمان وہی وقاصی ہے ثقات سے موضوع خبریں روایت کردیتا ہے اس سے سند لانا حلال نہیں۔

ہاں سنن ابن ماجہ میں روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یوں آئی:

حدثنا یحیی بن معلی بن منصور ثنا اسحٰق بن محمد الفروی ثنا عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایحرم الحرام الحلال[2]۔

ہمیں حدیث بیان کی یحیی بن معلی بن منصور نے انھوں نے اسحٰق بن محمد فروی سے انھوں نے عبداللہ بن عمر انھوں نے نافع انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، حرام، حلال کو حرام نہیں بناتا (ت)

اولاً اس میں اسحٰق بن ابی فروہ متکلم فیہ ہیں۔ امام عبدالحق نے احکام میں حدیث کو ذکر کرکے فرمایا: فی اسنادہ اسحٰق بن ابی فروۃ وھو متروک[3] اس کی سند میں اسحاق بن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے، نقلہ عنہ المحقق فی الفتح (اسے فتح میں شیخ محقق نے اس سے نقل کیا ہے۔ ت) امام ابوالفرج نے

---

[1] العلل المتناہیہ بحوالہ ابن حبان حدیث ۱۰۳۱ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲/ ۱۳۶

[2] سنن ابن ماجہ باب لایحرم الحرام الحلال ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۶

[3] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۲۸

علل متناہیہ میں فرمایا:

قد رواہ اسحٰق بن محمد الفروی عن عبد اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یحرم الحرام الحلال قال یحیٰی الفروی کذاب وقال البخاری ترکوہ[1] انتہی

یعنی یہ حدیث اسحٰق بن محمد فروی نے بسندِ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا: فروی کذاب ہے۔ امام بخاری نے فرمایا محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ انتہی

وانا **اقول** وباللہ التوفیق سبحٰن من لا ینسی (اور میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی سے ہی توفیق ہے پاک ہے وہ ذات جو بھولتی نہیں۔ ت) حافظین جلیلین عبدالحق وابی الفرج کو التباس واقع ہوا اسحٰق بن ابی فروہ خواہ اسحٰق فروی، دو ہیں، ایک اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر وتلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد و ترمذی وابن ماجہ سے، یہی متروک ہے، اسی کو امام بخاری نے ترکوہ فرمایا کما فی تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال وغیرھما (جیسا کہ تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال وغیرہما میں ہے۔ ت) تہذیب التہذیب میں ہے، قال ابوزرعۃ وجماعۃ متروک ابوزرعہ اور ایک جماعتِ ائمہ نے فرمایا: متروک ہے۔ ت) میزان میں ہے:

لم ار احدا مشاہ وقال ابن معین وغیرہ لا یکتب حدیثہ[2]۔

میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اسے رواں کیا یعنی اس کی روایت کو کچھ بھی معتبر سمجھا ہو۔ امام ابن معین وغیرہ نے فرمایا اس کی حدیث لکھی تک نہ جائے۔

دونوں کتابوں میں ہے:

نہی احمد بن حنبل عن حدیثہ وقال ابراھیم الجوزجانی سمعت احمد بن حنبل یقول لا تحل الروایۃ عندی عن اسحٰق

امام احمد بن حنبل نے اس کی حدیث نقل کرنے سے منع فرمایا، ابراہیم جوزجانی نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل کو فرماتے سنا کہ میرے نزدیک اسحٰق بن ابی فرو

---

[1] العلل المتناہیہ حدیث ۱۰۳۱ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲/ ۱۳۶
[2] تہذیب التہذیب حرف الالف ترجمہ ۴۴۹ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱/ ۲۴۱
[3] میزان الاعتدال " " ۷۶۸ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹۳

بن ابی فروۃ[1]۔ سے روایت حلال نہیں۔

امام ترمذی نے ابواب الفرائض باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل میں حدیث:

القاتل لایرث[2] بطریق اسحٰق بن عبد اللہ عن الزھری عن حمید بن عبد الرحمٰن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرکے فرمایا ھذا حدیث لایصح و اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی فروۃ قد ترکہ بعض اھل العلم منھم احمد بن حنبل[3]۔

قاتل وارث نہیں ہوگا، اس حدیث کو اسحٰق بن عبداللہ، انھوں نے زہری انھوں نے حمید بن عبدالرحمٰن انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں کہ اسحٰق بن عبداللہ بن ابوفروہ کو بہت سے اہلِ علم نے متروک قرار دیا ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں (ت)

ابوالفرج نے موضوعات میں حدیث:

الصبحۃ تمنع الرزق[4] بطریق اسمٰعیل بن ابی عیاش عن ابن ابی فروۃ عن محمد بن یوسف عن عمرو بن عثمن بن عفان عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرکے کہا ھذا حدیث لایصح و ابن ابی فروۃ متروک[5] (ملخصًا)

الصبحۃ تمنع الرزق (صبح کو سونا رزق کی (برکت) کے لیے مانع ہے) والی حدیث کو اسماعیل بن عیاش انھوں نے ابن ابی فروہ انھوں نے محمد بن یوسف انھوں نے عمرو بن عثمان بن عفان انھوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے کہا یہ صحیح نہیں کیونکہ ابن ابی فروہ متروک ہے ملخصًا (ت)

امام خاتم الحفاظ نے لآلی میں اس پر تقریر فرمائی اور تعقبات میں بھی اس جرح پر جرح کی، غرض یہ بالاتفاق متروک ہے مگر یہ قدیم ہے ۱۳۶ھ میں انتقال کیا قالہ ابن ابی فدیک[6] (یہ ابن ابی فدیک نے کہا ہے۔ ت) یا ۱۴۴ھ میں کما قالہ ابن سعد وغیرواحد وھذا ھو الصحیح[7] کما فی تھذیب

---

[1] میزان الاعتدال حرف الالف ترجمہ ۷۶۸ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۹۳
تھذیب التھذیب ترجمہ ۴۴۹ حیدرآباد، دکن ۱/۲۴۱

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۳۲

[3] " ابواب الفرائض " " " " " "

[4] موضوعات ابن جوزی کتاب النوم نوم الصبحۃ دارالفکر بیروت ۳/۶۸

[5] " " " " " " ۳/۶۸

[6] تھذیب التھذیب حرف الالف ترجمہ ۴۴۹ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/۲۴۲

[7] " " " " " "

التہذیب (جیسا کہ اس کو ابن سعد اور بہت سے حضرات نے بیان کیا ہے یہی صحیح ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ ت) یحیٰی بن معلی نے کہ طبقہ حادیہ عشرہ سے ہیں اسے کہاں پایا۔

دوم اس کے بھائی کے پوتے اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ یہ تبع تابعین سے بھی نہیں، ان کے تلامذہ سے ہیں، رجال بخاری وترمذی وابن ماجہ سے، امام بخاری کے استاذ ہیں، ۲۶۳ھ میں انتقال کیا، یہ ہرگز متروک نہیں۔ امام بخاری نے خود جامع صحیح میں ان سے روایت کی تو وہ ان کی نسبت ترکوہ کیونکر فرماتے، ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا، اور ابوحاتم وغیرہ نے صدوق کہا، البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں۔ امام نسائی نے کہا ثقہ نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا ضعیف ہیں۔ ائمہ محدثین امام بخاری پر ان سے روایت کرنے میں معترض ہیں۔ امام ابوحاتم نے کہا مضطرب الحدیث ہیں آنکھیں جانے کے بعد یاد رہا ہوتا کہ جیسا کوئی سکھا دیتا ویسے ہی روایت کرنے لگتے۔ عقیلی نے کہا امام مالک سے بکثرت وہ حدیثیں روایت کیں جن پر اُن کا کوئی متابع نہیں۔ امام ابوداؤد نے سخت ضعیف کہا۔ امام الشان نے فرمایا آنکھیں جاکر حفظ خراب ہوگیا تھا۔ امام حافظ عبدالعظیم منذری کی ترغیب میں ہے:

اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن ابی فروۃ الفروی صدوق روی عنہ البخاری فی صحیحہ وقال ابوحاتم وغیرہ صدوق، وذکرہ ابن حبان فی الثقات ووھاہ ابوداؤد وقال النسائی لیس بثقۃ۔[1]

اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن ابی فروۃ الفروی صدوق ہے۔ اس سے بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابوحاتم وغیرہ نے کہا یہ صدوق ہے، اس کو ابن حبان نے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے، اور ابوداؤد نے اس کو کمزور بتایا ہے، اور نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے۔ (ت)

میزان الاعتدال میں ہے:

ھو صدوق فی الجملۃ، صاحب حدیث، قال ابوحاتم صدوق ذھب بصرہ فربما لقن وکتبہ صحیحۃ، وقال مرۃ مضطرب، وقال العقیلی جاء عن مالک باحادیث کثیرۃ لایتابع علیھا، وذکرہ ابن حبان فی

وہ مجموعی طور پر صدوق ہے اور صاحب حدیث ہے۔ ابوحاتم نے کہا کہ یہ صدوق ہے اور اس کی نظر ضائع ہوگئی تھی اور بعض اوقات دوسرے کی بات مان لیتا تھا اور اس کی کتب حدیث صحیح ہیں، اور انھوں نے کبھی اس کو مضطرب قرار دیا ہے۔ اور عقیلی نے کہا کہ اس نے امام مالک سے کثیر روایات ذکر کیں لیکن ان کی

---

[1] الترغیب والترہیب باب ذکر الرواۃ المختلف فیھم الخ مصطفی البابی مصر ۴/۵۶۷

الثقات وقال النسائی لیس بثقۃ، وقال الدارقطنی لایترک، وقال ایضا ضعیف قد روی عنہ البخاری ویوبخونہ علی ھذا، وکذا ذکرہ ابوداؤد ووھاہ جدا[1]۔

تائید نہ ہوئی، اور اس کو ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے۔ اور نسائی نے کہا کہ ثقہ نہیں ہے، اور دارقطنی نے کہا کہ یہ متروک نہیں، اور ضعیف بھی کہا ہے۔ اور بخاری نے اس سے روایت کیا ہے اس وجہ سے امام بخاری پر طعن بھی ہوا ہے۔ ابوداؤد نے یوں ہی کہا اور اس کو بہت کمزور قرار دیا۔ (ت)

تقریب میں ہے: صدوق، کف فساء حفظہ[2] (صدوق ہے، اس کا حفظ کمزور ہوگیا تھا۔ ت)

تہذیب التہذیب میں ہے: قال البخاری مات سنۃ ۲۳۶[3] (امام بخاری رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا وہ ۲۳۶ھ میں فوت ہوا۔ ت) پُر ظاہر کہ اس حدیث کے راوی یہی اسحٰق بن محمد فروی متکلم فیہ ہیں نہ کہ وہ اسحٰق بن عبداللہ فروی متروک۔ بہرحال ایک موضع کلام تو اس کی سند میں یہ ہے۔

ثانیاً اقول دوسرا محل کلام اسحٰق مذکور کے شیخ عبداللہ میں ہے ائمہ محدثین کا ان میں کلام معروف ہے، امام ترمذی نے باب فیمن یستیقظ بللا ولایذکر احتلاما (باب جو نیند سے بیدار ہوکر کپڑے پر رطوبت پائے مگر احتلام یاد نہ ہو۔ ت) میں ایک حدیث ان سے روایت کرکے فرمایا:

عبداللہ ضعفہ یحیٰی بن سعید من قبل حفظہ فی الحدیث[4]۔

عبداللہ کو امام یحیٰی بن سعید قطان نے نقصانِ حافظہ کی رُو سے حدیث میں ضعیف بتایا۔

اُسی کے ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل (ابواب الصلوٰۃ، باب اول وقت کی فضیلت کے بیان میں۔ ت) میں ہے:

عبداللہ بن عمر العمری لیس ھو بالقوی عند اھل الحدیث[5]۔

عبداللہ بن عمر العمری محدثین کے نزدیک چنداں قوی نہیں۔

امام نسائی نے کہا قوی نہیں۔ امام علی بن مدینی نے کہا ضعیف ہیں۔ ابن حبان نے کہا:

کان ممن غلب علیہ الصلاح والعبادۃ حتی

صلاح وعبادت نے ان پر یہاں تک غلبہ کیا کہ حفظ

---

[1] میزان الاعتدال حرف الالف ترجمہ ۷۸۵ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹۹
[2] تقریب التہذیب " ترجمہ ۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۸۴
[3] تہذیب التہذیب " " ۴۶۶ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۲۴۸
[4] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ باب فیمن یستیقظ ویری بللا الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۶
[5] " " باب ماجاء فی الوقت الاول الخ " " " ۱/ ۲۴

غفل عن حفظ الاخبار وجودة الحفظ للآثار فلما فحش خطؤہ استحق الترک[1]۔ احادیث سے غافل ہوئے حدیثیں خوب یاد نہ رہیں جب خطا بکثرت واقع ہوئی ترک کے مستحق ہو گئے۔

امام احمد ویحیٰی سے ان کی توثیق کے اقوال بھی ہیں مگر قولِ فیصل یہ قرار پایا کہ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: ضعیف عابد[2] (کمزور عابد ہے۔ ت)

ثالثاً اقول اس حدیث سے جواب کو وہی آیہ کریمہ و مسئلہ زن مظاہرہ کافی ظہار میں جماع حرام تھا پھر اس نے مظاہرہ کی دختر حلال کو کیونکر حرام کر دیا۔

رابعاً یہ حدیث جس طرح ابن ماجہ نے روایت کی کہ اگر کچھ قابلِ ذکر ہے تو یہی، اگر اس کے ضعفِ سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو اس میں کوئی قصہ سوال اُس حدیث متروک و ساقط کی طرح نہیں صرف اتنا بیان ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا، یہ اپنے ظاہر پر تو یقیناً صحیح نہیں، کیا اگر قلیل پانی یا گلاب میں شراب یا پیشاب ڈال دیں تو اسے حرام نہ کر دیں گے!

اقول کیا کوئی اگر زنا سے جنب ہو تو اسے نماز و قرأتِ قرآن و دخولِ مسجد و طوافِ کعبہ کہ حلال تھے حرام نہ ہو جائیں گے! کیا اگر کوئی ظالم کسی مظلوم کی بکری کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے تو اس کا یہ فعل کہ اگر اپنے مال کے ساتھ ہوتا جب بھی بوجہ اضاعتِ مال حرام تھا اور مالِ غیر کے ساتھ ظلماً حرام در حرام اس حلال جانور کو حرام نہ کر دے گا! کیا اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک ہفتہ میں تین طلاقیں دے خصوصاً ایامِ حیض میں تو اس فعل حرام در حرام سے وہ زنِ حلال اس پر حرام نہ ہو جائے گی! صدہا صورتیں ہیں جن میں حرام حلال کو حرام کر دیتا ہے، تو یہ اطلاق کیونکر مراد ہو سکتا ہے، لاجرم تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔

اقول یعنی بول و شراب نے جو آب و گلاب کو حرام کیا نہ بوجہ اپنی حرمت کے بلکہ اس جہت سے کہ یہ نجس تھے اس سے مل کر اسے بھی نجس کر دیا، اب اس کی نجاست باعثِ حرمت ہوئی، اور اگر کوئی شئ طاہر حرام کسی حلال میں ایسی مل جائے کہ تمیز ناممکن ہو تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ حلال خود حرام ہو گیا بلکہ حلال اپنی حلت پر باقی ہے اور مخلوط کا تناول اس لیے ناجائز کہ بوجہ اختلاط اس کا تناول تناول حرام سے خالی نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اگر جدا ہو سکے اور جُدا کر لیں تو حلال بدستور اپنی حلت پر ہو کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) یونہی زنا نے نماز وغیرہ کو اس حیثیت سے حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیتِ زنا کو اس میں کیا دخل، بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ

---

[1] میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ ۴۷۲۲ دار المعرفۃ بیروت ۲/۴۶۵

[2] تقریب التہذیب " " ۳۵۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۵۱۶

فرج مشتہی میں ایلاج مشتہی ہے وقس علی ذلک الباقی (باقی کو اسی پر قیاس کرو۔ت) اب ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور حدیث ہم پر وارد نہیں، یہاں بھی عورت سے زنا کرنے نے دخترِ زن کو اس بنا پر حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیتِ زنا کو اس میں بھی دخل نہیں بلکہ اسی حیثیت سے حرام کیا کہ وہ وطی وادخال ہے تو دخلتم بھن صادق آیا اور دخترِ موطوءہ کی حرمت لایا تو اس حدیث ضعیف میں بھی مخالف کے لیے اصلاً حجت نہیں وللہ الحمد، محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں یہاں بعض احادیث اپنے مذہب کی مؤیدات ذکر فرمائیں از انجملہ:

قال رجل یارسول اللہ انی تزوجت بامرأۃ فی الجاھلیۃ افانکح ابنتھا قال لا اری ذلک ولا یصح ان تنکح امرأۃ تطلع من ابنتھا علی ما تطلع علیہ منھا۔[1]

ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا اس کی بیٹی سے نکاح کرلوں۔ فرمایا: میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے کہ تو بیٹی کی اس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اس کی ماں کی مطلع تھا۔

اقول نیز اس کے مؤید ہے وہ حدیث کہ غایہ سمعانیہ میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من نظر الی فرج امرأۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا و بنتھا۔[2]

جو کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہوجائیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

ملعون من نظر الی فرج امرأۃ و بنتھا۔[3]

ملعون ہے جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج دیکھے۔

عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

من نظر الی فرج امرأۃ وبنتھا لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ۔[4]

جو کسی عورت اور اس کی دختر دونوں کی فرج دیکھے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس پر نظرِ رحمت نہ کرے۔

---

[1] فتح القدیر — فصل فی بیان المحرمات — نوریہ رضویہ سکھر — ۳/ ۱۲۹

[2] البنایہ شرح الہدایہ — فصل فی نکاح المحرمات — مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ — ۲/ ۴۱

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] کنز العمال بحوالہ مصنف عبدالرزاق — حدیث ۴۵۷۰۵ — مؤسسۃ الرسالۃ بیروت — ۱۶/ ۵۱۷

نیز مصنف میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

فی الذی یزنی بامرأته قال حرمتا علیه[1] واللہ تعالٰی اعلم

یعنی اپنی ساس سے زنا کرنے والے کی نسبت فرمایا کہ اس پر ساس اور عورت دونوں حرام ہوگئیں۔

اس حُرمت کے پیدا ہونے سے مرد و زن کو جُدا ہوجانا اور اس نکاح فاسد شدہ کا فسخ کردینا فرض ہوجاتا ہے مگر خود بخود نکاح زائل نہیں ہوجاتا، یہاں تک کہ شوہر جب تک متارکہ نہ کرے اور بعد متارکہ عدت نہ گزرے عورت کو روا نہیں کہ دوسرے سے نکاح کرے، اور قبل متارکہ شوہر کا اس سے وطی کرنا حرام ہوتا ہے مگر زنا نہیں کہ نکاح باقی ہے، ولہٰذا اُس وطی سے جو اولاد پیدا ہو صحیح النسب ہے ایسے نکاح کے ازالہ کو جو الفاظ کہے جائیں طلاق نہیں بلکہ متارکہ کہلاتے ہیں اگرچہ بلفظ طلاق ہوں یہاں تک کہ ان سے عدد طلاق کم نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے:

بحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج بآخر الا بعد المتارکة وانقضاء العدة والوطئ بها لایکون زنا[2]۔

حرمتِ مصاہرۃ سے نکاح ختم نہیں ہوتا لہٰذا دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک خاوند متارکہ نہ کرے اور عدت نہ گزر جائے، اس دوران اگر خاوند نے وطی کی تو وہ زنا نہیں ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الذخیرة ذکر محمد فی نکاح الاصل ان النکاح لایرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل یفسد حتی لوطئها الزوج قبل التفریق لایجب علیه الحد اشتبه علیه او لم یشتبه[3]۔

ذخیرہ میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل یعنی مبسوط کی بحث نکاح میں ذکر فرمایا کہ حرمتِ مصاہرت اور حرمتِ رضاعت کی بنا پر نکاح ختم نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہوتا ہے لہٰذا اگر خاوند نے تفریق سے قبل وطی کرلی تو اس پر زنا کی حد نہیں ہوگی، اس کو کوئی اشتباہ ہو یا نہ ہو۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال فی الحاوی والوطئ فیها لایکون زنا

حاوی میں ہے کہ اس مدت میں وطی کو زنا نہ کہا جائیگا

---

[1] کنز العمال بحوالہ مصنف عبدالرزاق حدیث ۴۵۶۹۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۵۱۶

[2] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳

لانه مختلف فیه وعلیه مهر المثل بوطئها بعد الحرمة ولاحد علیه ویثبت النسب[1]

کیونکہ یہ بات مختلف فیہ ہے جبکہ بیوی کے حرام ہونے کے بعد وطی کرنے سے مہر مثل لازم ہوگا اور بچہ ہو تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور اس پر حدِ زنا نہ ہوگی (ت)

اسی میں ہے:

فی البزازیة المتارکة فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الا بالقول کخلیت سبیلك او ترکتك ومجرد انکار النکاح لایکون متارکة اما لو انکر وقال ایضا اذهبی وتزوجی کان متارکة والطلاق فیه متارکة لکن لاینقص به عدد الطلاق[2]

بزازیہ میں ہے کہ فاسد نکاح میں دخول کے بعد متارکہ صرف زبانی ہوسکتا ہے، مثلاً یہ کہے میں نے تجھے نکاح سے آزاد کیا یا یوں کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا، اور صرف سابقہ نکاح سے انکار کو متارکہ نہ کہا جائے گا، ہاں اگر انکار کے ساتھ یہ بھی کہے کہ جا نکاح کر، تو متارکہ ہوجائے گا، اور اس موقعہ پر طلاق دینے سے متارکہ ہوجائے گا لیکن اس سے عددِ طلاق کم نہ ہوگا۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ اس حالت میں اگر شوہر نے نہ چھوڑا اور ناجائز طور ہندہ سے وطی کرتا رہا اور اولاد ہوئی تو وہ اولاد اپنے ماں باپ دونوں کی وارث ہے، ماں کی وراثت تو ظاہر کہ اولاد زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے کما نصوا علیہ والمسألة فی الدر وغیرہ (جیسا کہ فقہاء کرام نے اس پر نص کی ہے اور یہ مسئلہ دُر وغیرہ میں ہے۔ ت) اور باپ کی وراثت یوں کہ ابھی منقول ہوچکا کہ ایسی حالت کی اولاد ولد الزنا نہیں صحیح النسب ہے، ہاں زن وشو ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۹۶ از ریاست رامپور مرسلہ جناب نوشہ میاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۱۶ھ

جناب کا یہ فتوٰی جس کی نقل حاضر کی جاتی ہے علمائے رامپور کے حضور بغرض مہر پیش ہُوا جناب مفتی محمد لطف اللہ صاحب نے فرمایا یہ نقل ہے اور اس میں جو لکھا ہے کہ جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو وہ مرتدہ ہے اس کا نکاح نہ کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اس کے ہم مذہب سے۔ مجھے اس میں تامل ہے اُس کے ہم مذہب سے نہ ہونے کی سند کیا ہے، مولوی صاحب (یعنی جناب) اس کی

---

[1] رد المحتار باب المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۳
[2] " " " " ۲/ ۵۲ - ۲۵۱

سند لکھ کر مُہر فرمادیں تو مجھے مُہر کرنے میں عذر نہیں لہذا نقل فتوٰی مرسل خدمت ہے ۔ یہ فتوٰی جناب کا تحریر فرمایا ہوا ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو اس حکم کی سند کیا ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب

فی الواقع یہ فتوٰی فقیر ہی کا لکھا ہُوا ہے اور دربارۂ مرتد و مرتدہ حکم شرعی یہی ہے کہ اُن کا نکاح نہ کسی مسلم و مسلمہ سے ہوسکتا ہے نہ کافر و کافرہ سے ، نہ مرتد و مرتدہ اُن کے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے ، غرض تمام جہاں میں کہیں نہیں ہوسکتا ۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

لایجوز نکاح المرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد[1]

مرتد شخص کو مرتدہ ، مسلمان یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں ، یُوں ہی مرتدہ عورت کسی مسلمان مرد کے لیے حلال نہیں ۔ (ت)

فتاوی امام قاضی خاں میں ہے :

لایجوز نکاح المرتدۃ لاحد والمجوسیۃ لاتحل للمسلم وتحل لکل کافر الا لمرتد[2]

مرتدہ کا نکاح کسی کے ساتھ جائز نہیں ، مجوسیہ مسلمان کو حلال نہیں وہ ہر اصلی کافر کے لیے حلال ہے اور مرتد کے لیے حلال نہیں ۔ (ت)

اسی میں ہے :

البیض اذا تزوج بیضۃ بشہود وولی ان کانا یظہران الکفر او احدھما کانا بمنزلۃ المرتدین لم یصح نکاحھما[3] اھ مختصرا ۔ واللہ تعالٰی اعلم.

منافق نے اگر منافقہ عورت سے اس کے ولی اور گواہوں کی موجودگی میں نکاح کیا اور اپنے کفر کو ان دونوں یا ان میں سے ایک نے ظاہر کردیا تو ان کا حکم بھی مرتدوں والا ہوگا اور ان کا نکاح صحیح نہ ہوگا اھ مختصراً ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۷ از گلگٹ چھاؤنی جرنال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب ۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ وغیرہ بدمذہبوں کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا ۔

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب النکاح القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲
[2] فتاوی قاضی خاں " باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۷
[3] ایضاً

الجواب

جو ان میں کوئی عقیدۂ کفر رکھتا ہے جیسے آج کل کے عام رافضی، اس کے ساتھ تو کسی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ خود اس کے ہم مذہب کا بھی، اور جو بدمذہب عقاید کفر سے بچا ہو اس کے ساتھ نکاح اگرچہ بامعنی درست کرلیں تو درست ہوجائے گا زنا نہ ہوگا مگر بدمذہبوں کے ساتھ ایسا بڑا علاقہ پیدا کرنے سے دُور بھاگنا لازم، زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم اُنس ومحبت واُلفت پیدا کرتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن اٰیٰته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمة ان فی ذٰلك لاٰیٰت لقوم یتفکرون[1]

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے بنائیں تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑیں کہ تم ان کی طرف رغبت کرو اُن سے مل کر چین پاؤ اور تمہارے آپس میں دوستی اور مہر رکھی، بیشک اس میں ٹھیک نشانیاں ہیں سوچنے والوں کیلئے۔

اور بدمذہب سے دوستی پیدا ہونی اس کی محبت دل میں آنی دین کو سخت نقصان دیتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب[2] آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

الرجل علٰی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل[3] رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه باسناد حسن۔

آدمی اپنے خالص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ (اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

انہی آیات واحادیث سے یہ بھی واضح ہُوا کہ بدمذہب عورت کو نکاح میں لاتے وقت یہ خیال کرلینا کہ ہم اس پر غالب ہیں اُس کی بدمذہبی ہمیں کیا نقصان دے گی بلکہ اسے سُنّی کریں گے محض حماقت ہے یہ رشتہ تو دوستی میل رغبت میل محبت مہر پیدا کرتا ہے اور محبت میں آدمی اندھا بہرا ہوجاتا ہے، حدیث میں فرمایا:

حبك الشیٔ یعمی ویصم[4]، رواہ احمد والبخاری

شَے کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔ اس کو احمد،

---

[1] القرآن ۳۰/ ۲۱

[2] صحیح مسلم باب المرء مع من قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۲

[3] سنن ابوداؤد باب من یؤمران یجالس الخ آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/ ۳۰۸

[4] مسند احمد بن حنبل مرویات ابوالدرداء دارالفکر بیروت ۶/ ۴۵۰

فی التاریخ و ابوداؤد عن ابی الدرداء وابن عساکر بسند حسن عن عبداللہ بن انیس والخرائطی فی الاعتلال عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابوداؤد نے ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور ابن عساکر نے بسند حسن عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور خرائطی نے اعتلال میں ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

دل پلٹتے، خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی اللہ عزوجل اپنے حفظ و امان ہی میں رکھے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبھا کیف یشاء[1]۔ رواہ احمد والترمذی والحاکم عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ورجالہ رجال مسلم۔

دل اللہ تعالٰی کے خاص تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیرتا ہے۔ اس کو حاکم نے، احمد اور ترمذی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس سند کے راوی رجال امام مسلم ہیں۔ (ت)

اور اپنی بیٹی دینا تو سخت قہر قاتل زہر ہے کہ عورتیں مغلوب و محکوم ہوتی ہیں قال اللہ تعالٰی: الرجال قوامون علی النساء[2] (مرد، عورتوں کے منتظم ہیں۔ ت) پھر انھیں شوہر کی محبت بھی ماں سے باپ سے تمام دنیا سے زیادہ ہوتی ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للزوج من المرأۃ لشعبۃ ما ھی لشیء[3]۔ رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

خاوند کے لیے بیوی کو خاص محبت ہوتی ہے جو کسی دوسرے سے نہیں، اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

پھر وہ نرم دل بھی زائد ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رویدک یا انجشۃ بالقواریر[4]

اے انجشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نرم و نازک عورتوں کو پاس کر۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل — مروی از عبداللہ ابن عمر — دارالفکر بیروت — ۲/ ۱۶۸

[2] القرآن — ۴/ ۳۴

[3] مستدرک للحاکم — کتاب معرفۃ الصحابہ — دارالفکر بیروت — ۴/ ۶۲

[4] صحیح البخاری — باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/ ۹۱۷

ناقصات العقل والدین بھی ہیں قالہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما فی الصحیح یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ ت)

پھر یہ سب اس صورت میں ہے جہاں شوہر کا کفو عورت نہ ہونا مانع صحت نہ ہو ورنہ نکاح محض باطل ہوگا کما فصلناہ فی فتاوٰنا (جیسے ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۸ ازپٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ سید شاہ محمد کمال صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

حضرت مولانا صاحب قبلہ! اگر کسی مرد نے اپنی رضاعی ساس اور رضاعی سالی کے ساتھ ایک دفعہ یا دو دفعہ زنا کیا ہو سہواً یا عمداً تو اس حالت میں بی بی کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟ اور اگر نکاح نہیں رہا تو پھر اس بی بی سے کسی طرح نکاح یا وہی بی بی اپنے شوہر پر پھر حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟ مگر قبل اس فعل کے اس مرد کو اس مسئلے سے واقفیت نہ تھی۔ بینوا توجروا

الجواب

سالی اگرچہ خاص نسبتی حقیقی ہو اس سے معاذ اللہ زنا اگرچہ بار بار ہو عورت کو اصلاً حرام نہیں کرتا،

فی الدر المختار فی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ[1]

درمختار میں ہے کہ خلاصہ میں ہے کہ سالی سے وطی بیوی کو حرام نہیں کرتی۔ (ت)

ہاں اگر سالی سے شبہہ اور دھوکے میں وطی ہوجائے تو جب تک سالی اس وطی بالشبہہ کی عدت سے نہ نکلے مرد اپنی منکوحہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا کیلا یلزم الجمع بین المحارم عدۃ (تاکہ عدت میں دو محرم عورتیں ایک کے لیے جمع نہ ہوں۔ ت) یہ حرمت اُتنے ہی دنوں کے لیے ہوگی بعد اختتام عدت عورت بدستور حلال ہوجائیگی

فی رد المحتار قولہ لا تحرم ای لا تثبت حرمۃ المصاھرۃ فالمعنی لا تحرم حرمۃ مؤبدۃ والا فتحرم الی انقضاء عدۃ الموطوءۃ لبشبہۃ قال فی البحر لو وطی اخت امرأتہ بشبہۃ تحرم علیہ امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبہۃ[2]

ردالمحتار میں ہے اس کے قول "حرام نہیں" کا مطلب مصاہرت کی حرمت ابدی نہیں ہے ورنہ سالی کے ساتھ شبہہ میں وطی سے اس کی بیوی عدت پوری ہونے تک حرام رہتی ہے۔ بحر میں کہا ہے کہ اگر سالی سے شُبہہ کی بنا پر وطی ہوجائے تو بیوی حرام رہتی ہے جب تک شبہہ والی وطی کی عدت نہ گزر جائے۔ (ت)

---

[1] درمختار — فصل فی المحرمات — مجتبائی دہلی — ۱/ ۲۸۸

[2] ردالمحتار — " " " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۲۸۱

اور ساس اگرچہ رضاعی ہو یعنی زوجہ کی رضاعی ماں یا رضاعی نانی دادی عیاذاً باللہ اس سے زنا بلکہ دواعی وطی بھی یعنی بشہوت اس کے کسی جزو بدن کو چھو جانا اگرچہ ایسے حائل کے ساتھ کہ اس کے جسم کی گرمی اسے محسوس ہونے سے منع نہ کرے یا بشہوت اس کی فرج داخل پر نظر پڑجانا جبکہ یہ دواعی دواعی رہیں یعنی ان سے انزال واقع نہ ہو اگرچہ وہ زنا یا دواعی زنا دانستہ ہو یا بھول کر یا دھوکے سے یا کسی کے جبر و اکراہ سے بہرحال زوجہ کو حرام ابدی اور نکاح کو فاسد کردیتا ہے، عورت کو فوراً چھوڑ دینا اور اس نکاح فاسد شدہ کو فسخ کرنا واجب ہوجاتا ہے اب زوجہ کبھی اُس کے لیے حلال نہ ہوگی نہ کبھی اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ یہی مذہب ہمارے جمیع ائمہ اور امام احمد اور امام مالک فی احد الروایتین (دو روایتوں میں سے ایک روایت میں۔ت) اور اکابر صحابہ مثل امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس فی الاصح عنہ (ان سے اصح روایت میں۔ت) اور حضرت ام المومنین صدیقہ و ابی بن کعب و جابر بن عبداللہ و عمران بن حصین اور جمہور تابعین مثل امام حسن بصری و امام شعبی و امام ابراہیم نخعی و امام طاؤس و امام عطا ابی رباح و امام مجاہد و امام سعید بن المسیب و امام سلیمان بن یسار و امام حماد بن ابی سلیمان وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے۔

کما ذکرہ فی الفتح وغیرہ وفی الدر المختار حرم اصل مزنیۃ وممسوسۃ لشہوۃ ولو لشعر علی الرأس بحائل لا یمنع الحرارۃ والمنظور الی فرجہا الداخل وفروعہن مطلقا اذا المرینزل فلو انزل مع مس اونظر فلا حرمۃ ولا فرق فیما ذکر بین عمد و نسیان وخطاء واکراہ[1] اھ ملتقطا، وفی رد المحتار قال فی البحر اربع حرمۃ المصاھرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسبا ورضاعا وحرمۃ اصولہا وفروعہا علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطئ الحلال[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ اس کو فتح وغیرہ میں ذکر کیا ہے، اور درمختار میں ہے کہ مزنیہ اور وہ عورت جس کو حرارت بدنیہ سے مانع چیز کے بغیر شہوت کے ساتھ مس کیا ہو خواہ سر کے بالوں کو مس کیا ہو اور وہ عورت جس کی فرج داخل پر شہوت سے نظر پڑی ہو تو ان عورتوں کے اصول و فروع اس مرد پر مطلقاً حرام ہوجاتے ہیں بشرطیکہ اس وقت اس کو انزال نہ ہوا ہو اور نظر یا مس کے وقت انزال ہوجائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اس میں فرق نہیں خواہ قصداً ہو یا بھول کر یا خطاء یا جبراً ہو اھ ملتقطا۔ اور ردالمحتار میں ہے بحر میں کہا ہے کہ حرمتِ مصاہرۃ سے چار حرام مراد ہیں، مرد پر عورت کے اصول و فروع نسبی رضاعی اور عورت پر مرد کے اصول و فروع نسبی رضاعی، جیسا کہ وطی حلال میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار — فصل فی المحرمات — مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۷۹

ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار

۱۶ ۱۳

(معزز خواتین کو جہنم کے کتوں کے نکاح میں نہ دیتے ہوئے انھیں رسوائی سے بچانا)

مسئلہ ۱۹۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ ایک عورت سنیہ حنفیہ جس کا باپ بھی سنی حنفی ہے اس کا نکاح ایک غیر مقلد وہابی سے کر دینا جائز ہے یا ممنوع ؟ اس میں شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا

مستفتی محمد خلیل اللہ خاں از ریاست رامپور وولت خانہ حکیم اجمل خاں صاحب

الجواب از دفتر تحفہ حنفیہ پٹنہ محلہ لودی کٹرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

نکاح مذکور ممنوع وناجائز وگناہ ہے ، غیر مقلدین زماں کے بہت عقاید کفریہ وضلالیہ کتاب "جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد" میں اُن کی تصانیف سے نقل کیے اور ان کا گمراہ و بدمذہب ہونا بروجہ احسن ثابت کیا اور حدیث ذکر کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بدمذہبوں کی نسبت فرمایا :

ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم یعنی ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو

ولا تناکحوھم[1] اور بیاہ شادی نہ کرو۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ:

ہر کہ با بدعتیان اُنس و دوستی پیدا کند نورِ ایمان و حلاوت آں از وے برگیرند[2] جو شخص بدعقیدہ لوگوں سے دوستی اور پیار کرتا ہے اس سے نورِ ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ (ت)

اور طحطاوی حاشیۂ درمختار سے نقل کیا:

من کان خارجا من ھذہ المذاھب الاربعۃ فی ذٰلک الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[3] جو اس زمانے میں ان چاروں مذہب سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔

کثرت سے علمائے مشاہیر کی اس پر مُہریں ہیں، بالجملہ اگر غیر مقلد عقیدۃً کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل و زنا ہے کہ مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلاً صحیح نہیں اور اگر عقیدۃً کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تو بدمذہب سے مناکحت بحکم آیت وحدیث منع ہے، حدیث اوپر گزری، اور آیت یہ ہے قال اللہ تعالٰی:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4] نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں چھوئے گی آگ دوزخ کی۔

ناظمِ ندوہ نے اپنے فتوے عدم جواز نکاح حنفیہ و شیعہ مطبوعہ مطبع نظامی میں اسی آیت سے استدلال کیا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الساطر الوازر المعتصم بذیل سیدہ ومولاہ امیر المومنین سیدنا الصدیق العتیق التقی عبدالوحید غلام صدیق الحنفی الفردوسی العظیم آبادی عفا عنہ ربہ ذوالایادی۔

فتوائے علمائے پٹنہ

(۱) اصاب من اجاب (جو جواب دیا گیا ہے درست ہے۔ت)

حافظ محمد فتح الدین پنجابی (صدر مجلس اہلسنت پٹنہ، مقیم مرشد آباد)

---

[1] المعجم الکبیر ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶

کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۴۶۸ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/۵۲۹

[2] تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ آیۃ ودوا لوتدھن فیدھنون کے تحت افغانی دارالکتب لال کنواں دہلی ص ۵۶

[3] طحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

[4] القرآن ۱۱/۱۱۳

(۲) ھذا ھو الحق الصریح وما سواہ باطل قبیح (یہ جواب حق صریح ہے اور اس کے سوا باطل قبیح ہے۔ ت)

محمد امیر علی (مرحوم)، سابق ہیڈ مولوی نارمل اسکول پٹنہ

فتوائے علمائے بہار

(۱) مبسملا و محمدا و مصلیا اما بعد ما قالہ العلامہ وافادہ الفہامہ حق صریح ومحقق صحیح جدیر بالاعتماد و حقیق بالاستناد ودونہ خرط القتاد و لاینکرہ الا اھل الغی والعناد والبغی والفساد۔

بسملہ، تحمید اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود کے بعد، جو کچھ حضرت علامہ فہامہ نے کہا وہ واضح حق، مثبت وصحیح، لائق اعتماد واستناد ہے اور اس کا خلاف مشکل ہے، اور سوائے گمراہ، ہٹ دھرم، باغی اور فسادی کے کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ (ت)

کتبہ خویدم الطلبہ ابو الاصفیا محمد عبدالواحد خاں رامپوری بہاری عفا عنہ

(۲) من کان من نزمرۃ محمد بن عبدالوھاب ممن یتہمون عامۃ امۃ مرحومۃ بالشرک والکفر علی زعمہم الفاسد وفہمہم الکاسد فہو من الزنادقۃ والملاحدۃ و لایجوز بہ المناکحۃ والمخالطۃ و کذٰلک من کان من الغیر المقلدین من یرکن الی المجسمیۃ والمشبہیۃ والروافضۃ فی السوء۔

تمام امت مرحومہ کو اپنے زعم فاسد اور فہم کاسد کی بناء پر شرک وکفر کے ساتھ متہم کرنے والے محمد بن عبدالوہاب کے گروہ سے تعلق رکھنے والا شخص زندیق وملحد ہے اس کے ساتھ نکاح اور میل جول ناجائز ہے، اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو غیر مقلدین میں سے اور مجسمیہ، مشبہیہ اور روافض کی طرف میلان رکھتا ہو۔ (ت)

حررہ محمد یوسف بہاری

(۳) اصاب من اجاب جزی اللہ المحقق المدقق وحامی السنۃ وماحی البدعۃ مولانا منتظم التحفۃ خیر

مجیب نے درست جواب دیا۔ محقق، مدقق، سنّت کے حامی، بدعت کو مٹانے والے، ہمارے سردار اور تحفہ حنفیہ کے منتظم کو اللہ تعالٰی

الجزاء ۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب ۔

بہترین جزا عطا فرمائے ۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کی طرف ہی لوٹنا ہے (ت)

جناب مولانا حکیم (ابوالبرکات) استھانوی بہاری

(۴) حامدا ومصلیا قد صح ما فی ھذہ الفتوی کیف لا وھی مملوۃ من الروایات الفقہیۃ المعتبرۃ والاحادیث الصحیحۃ فالمجیب مصیب بلا امتراء جزاہ اللہ سبحٰنہ بفضلہ الاوفی خیر الجزاء حیث صرف ھمۃ العلیا و بذل جھدہ بالنھج الاعلی فی رد الکلمات السفلی من اجاب فقد اصاب ودونہ خرط القتاد ، واللہ اعلم بالصواب فقط ۔

اللہ تعالٰی کی حمد کرتے اور نبی کریم پر درود بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ جو کچھ اس فتوٰی میں ہے درست ہے کیسے نہ ہو جبکہ یہ فتوی معتبر فقہی روایات اور صحیح احادیث سے لبریز ہے اور مجیب بلاشبہ مصیب ہے ۔ اللہ تعالٰی اپنے بے انتہا فضل سے مجیب کو جزائے خیر عطا فرمائے جس نے کلمات سفلی کے رد میں اپنی بلند ہمتی اور سعی بلیغ کو کامل طریقے سے بروئے کار لایا ۔ مجیب نے درست کہا جس کے خلاف کہنا مشکل و ناممکن ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب فقط ۔ (ت)

حررہ خویدم الطلبۃ الراجی الی رحمۃ ربہ المنان السید محمد سلیمان اشرف البہاری المرادی عفی عنہ

(۵) حامدا ومصلیا ، الجواب حق فما ذا بعد الحق الا الضلال ۔

اللہ تعالٰی کی حمد کرتے اور نبی اقدس پر درود بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ جواب حق ہے اور حق کے بعد سوائے گمراہی کے کچھ نہیں (ت)

کتبہ خادم الطلبہ خاکسار سید ناظر حسین بہاری المرادی

فتوائے علمائے بدایوں

(۱) المجیب مصیب (جواب درست ہے ۔ ت)

محب الرسول عبدالقادر قادری

(۲) لاریب فیہ (اس میں کوئی شک نہیں ۔ ت)

مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر قادری

(۳) الجواب صحیح (جواب صحیح ہے ۔ ت)

محمد عبدالقیوم قادری

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

الحمد للہ الذی لم یرتض الطیبات الا للطیبین الاخیار وترک الخبیثات للخبیثین الاقذار والصلوٰۃ والسلام علی من امرنا بالتجنب عن کلاب النار وعلیٰ اٰلہ وصحبہ الشاھرین سیوفھم علیٰ رؤس المبتدعین الفجار۔

اُس اللہ تعالٰی کے لیے حمد ہے جس نے طیبات کو صرف طیب لوگوں کے لیے منتخب فرمایا اور خبیث خبیث لوگوں کیلئے چھوڑ رکھا ہے اور صلوٰۃ وسلام اس پر جس نے ہمیں جہنم کے کتوں سے بچنے کا حکم فرمایا ہے اور آپ کے آل و اصحاب پر جو بدعتی فاجر لوگوں پر اپنی تلواریں لہرا رہے ہیں۔ (ت)

فی الواقع صورت مستفسرہ میں وُہ نکاح یا تو شرعاً محض باطل وزنا ہے یا ممنوع وگناہ۔ سائل سنّی صاحب معاملہ سُنّی وسنّیہ، برادرانِ سنّت ہی سے خطاب ہے اور اُنھیں کو حکم شرع سے اطلاع دینی مقصود کہ ایک ذرا بنگاہِ غور ملاحظہ فرمائیں، اگر دلیل شرعی سے یہ احکام ظاہر ہوجائیں تو سنّی بھائیوں سے توقع کہ نہ صرف زبانی قبول بلکہ ہمیشہ اسی پر عمل فرمائیں گے اور اپنی گرہ عزیزہ بنات واخوات کو ہلاک وابتلا اور دین وناموس میں گرفتاری بلا سے بچائیں گے وباللہ التوفیق۔ وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقاید کفریہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پرنور خاتم النبیین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص و دخل شیطانی کا اقرار، قرآنیوں سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگرچہ صورت صورت سوال کی عکس ہو یعنی سُنّی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ مدعیانِ اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ" میں تحقیق کی ہے۔ ت) ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے: احکامھم مثل احکام المرتدین[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ ت) اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت ومرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی کسی سے نہیں ہوسکتا۔ خانیہ وہندیہ وغیرہما میں ہے:

واللفظ للاخیرۃ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط[2]۔

دوسری کے الفاظ یہ ہیں مرتد کے لیے کسی عورت، مسلمان، کافرہ یا مرتدہ سے نکاح جائز نہیں، اور یونہی مرتدہ عورت کا کسی بھی شخص سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ (ت)

---

[1] حدیقہ ندیہ الاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۰۵

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرک کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ وہ عقاید رکھتے ہیں انھیں امام و پیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعاً خود کافر ہے کہ جس طرح ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے یونہی اُن کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ وجیز امام کردری و درمختار و شفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے:

والفظ للشفاء مختصراً اجمع العلماء ان من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1]

شفاء کے الفاظ اختصاراً یہ ہیں، علماء کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے (ت)

اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگرچہ اس کے پیشوایانِ طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے (اگرچہ بد مذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے) تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئے گا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی و وافی بیان فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ (۱۳۱۲ھ) میں ہے اور بقدر کافی رسالہ سل السیوف الھندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ (۱۳۱۲ھ) میں مذکور، اور اگر کچھ نہ ہو تو تقلیدِ ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنا ان حضرات کا مشہور و معروف عقیدۂ ضلالت ہے یونہی معاملات انبیاء و اولیاء و اموات و احیاء کے متعلق صدہا باتوں میں ادنٰی ادنٰی بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات و مستحبات پر جابجا حکم شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے اُن کے دفاتر بھرے پڑے ہیں، کیا یہ امور مخفی و مستور ہیں، کیا اُن کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور نہیں، کیا ہر سنی عالم و عامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے ان کا خلاصہ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک۔ ردالمحتار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے:

اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون[2]

ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے (ت)

فقیر نے رسالہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ) میں واضح کیا کہ خاص مسئلۂ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمۂ دین و علمائے کاملین و اولیائے عارفین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصاً وہ جماہیر ائمۂ کرام و ساداتِ اسلام و علمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر و شنیع و باطل و قبیح

---

[1] کتاب الشفاء القسم الرابع الباب الاول دارسعادت بیروت ۲/ ۲۰۸
درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[2] ردالمحتار باب البغاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۱

بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام احمد ابوبکر جوزجانی و امام کیاہراسی و امام ابن سمعانی و امام اجل امام الحرمین و صاحبان خلاصہ و ایضاح و جامع الرموز و بحرالرائق و نہرالفائق و تنویرالابصار و درمختار و فتاوی خیریہ و غمز العیون و جواہر اخلاطی و منیہ و سراجیہ و مصفی و جواہر و تاتارخانیہ و مجمع و کشف و عالمگیریہ و مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک گر ٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالی ۔ اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد و مفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے ۔ ذخیرہ و بزازیہ و فصول عمادی و فتاوی قاضی خاں و جامع الفصولین و خزانۃ المفتین و جامع الرموز و شرح نقایہ برجندی و شرح وہبانیہ و نہرالفائق و درمختار و مجمع الانہر و احکام علی الدرر و حدیقہ ندیہ و عالمگیری و ردالمحتار و غیرہا عامۂ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ ہیں کتب کثیرہ میں اسے فرمایا : المختار للفتوی[1] (فتوی کے لئے مختار ۔ ت) شرح تنویر میں فرمایا : بہ یفتی[2] (اسی پر فتوی دیا جاتا ہے ۔ ت) یہ افتاد تصحیحات اُس قول اطلاق کے مقابل ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا مطلقاً کافر اگرچہ محض بطور دشنام کہے نہ از راہِ اعتقاد ۔ جامع الفصولین میں ہے :

قال لغیرہ یاکافر قال الفقیہ الاعمش البلخی کفر القائل وقال غیرہ من مشائخ بلخ لایکفر فاتفقت ھذہ المسألۃ ببخارٰی اذاجاب بعض ائمۃ بخارٰی انہ کفر فرجع الجواب الی بلخ فمن افتی بخلاف الفقیہ الاعمش رجع الی قولہ وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخارٰی والمختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان قائل ھذہ المقالات لو اراد الشتم ولا یعتقد کافرا لایکفر ولو

کسی نے غیر کو کہا "اے کافر" تو امام اعمش فقیہ بلخی نے فرمایا وہ کافر ہوگیا اور ان کے علاوہ دیگر مشائخ نے فرمایا: وہ کافر نہ ہوگا ، اور یہی مسئلہ بخارٰی میں پیش آیا تو بخارٰی کے بعض ائمہ نے فرمایا: وہ کافر ہوگیا ۔ جب یہ جواب بلخ پہنچا تو جن لوگوں نے امام اعمش فقیہ کے خلاف فتوی دیا تھا انھوں نے رجوع کرکے اعمش کے قول سے اتفاق کرلیا اور ابواللیث اور بخارٰی کے بعض ائمہ کے نزدیک کافر نہ کہنا مناسب ہے جبکہ اس قسم کے مسائل میں فتوی یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والے نے اگر گالی مراد لی ہو اور کفر مراد نہ لیا تو کافر نہ ہوگا ، اور اگر اس نے

---

[1] جامع الفصولین فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۱
[2] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷

اعتقد کافرا کفر[1] اھ باختصار۔ کفر کا اعتقاد کیا تو وہ کافر ہے اھ اختصاراً (ت)

توفقہائے کرام کے قول مطلق وحکم مفتی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت، اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ جلیلہ سے مستفاد صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافرا فقد باء بھا احدھما[2]، ان ارادمسلم ان کان کما قال والا رجعت الیہ[3]۔ جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔ (ت)

نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے:

لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ[4]۔ جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر پلٹ آئے۔

طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوٰی ہے، تو ثابت ہوا کہ حدیث وفقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم، نہ کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ واولیا وعلماء کی معاذاللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصۂ مذہب ابھی ردالمحتار سے منقول ہوا کہ جو وہابی نہیں سب کو مشرک مانتے ہیں اسی بنا پر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے انھیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے:

یجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ سواھم[5]۔ خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔

لاجرم الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ میں فرمایا:

ھؤلاء الملاحدۃ المکفرۃ للمسلمین[6] یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

---

[1] جامع الفصولین فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۱

[2] صحیح البخاری باب من اکفر اخاہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[3] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر " " ۱/ ۵۷

[4] " " " " " " " "

[5] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ نوع فیما یتصل بہا مما یجب بالکفارہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۸

[6] الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ المکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۸

پھر یہ بھی ان کے صرف ایک مسئلۂ ترکِ تقلید کی رُو سے ہے باقی مسائل متعلقہ انبیاء و اولیاء وغیرہم میں ان کے شرک کی اُونچی اُڑانیں دیکھئے۔ فقیر نے رسالہ اکمال الطامۃ علی شرك سوی بالامور العامۃ میں کلام الٰہی کی ساٹھ آیتوں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تین سو حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کے مذہب نامہذب پر نہ صرف اُمّتِ مرحومہ بلکہ انبیائے کرام وملائکہ عظام وخود حضور پُرنور سیّد الانام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام حتی کہ خود رب العزّۃ جل وعلا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، پھر ایسے مذہب ناپاک کے کفریات واضحہ ہونے میں کون مسلمان تامل کرسکتا ہے، پھر یہ عقاید باطلہ ومقالات زائغہ جب ان حضرات کے اصول مذہب ہیں تو کسی وہابی صاحب کا ان سے خالی ہونا کیونکر معقول، یہ ایسا ہوگا جس طرح کچھ روافض کو کہا جائے تبرّا وتفضیل سے پاک ہیں اور بالفرض تسلیم بھی کرلیں کہ کوئی وہابی صاحب کسی جگہ کسی مصلحت سے ان تمام عقائد مردودہ و اقوال مطرودہ سے تحاشی بھی کریں یا بالفرض غلط فی الواقع ان سے خالی ہوں تو یہ کیونکر متصور کہ ان کے اگلے پچھلے چھوٹے بڑے مصنف مؤلف واعظ مکلب نجدی دہلوی بنگالی بھوپالی وغیرہم جن کے کلام میں اُن اباطیل کی تصریحات ہیں یہ صاحب ان سب کے کفر یا اقل درجہ لزوم کفر کا اقرار کریں کیا دنیا میں کوئی وہابی ایسا نکلے گا کہ اپنے اگلے پچھلوں پیشواؤں ہم مذہبوں سب کے کفر ولزوم کفر کا مقر ہو اور جتنے احکام باطلہ سے کتاب التوحید و تقویۃ الایمان وصراط مستقیم وتنویر العینین وتصانیف بھوپالی وسورج گڑھی وبٹالوی وغیرہم میں مسلمانوں پر حکم شرک لگایا جو معاذ اللہ خدا ورسول وانبیاء وملائکہ سب تک پہنچا اُن سب کو کفر کہہ دے حاشَ للہ ہرگز نہیں، بلکہ قطعاً انھیں اچھا جانتے امام وپیشوا وصلحائے علما مانتے اور اُن کے کلمات واقوال کو بامعنی و مقبول سمجھتے اور اُن پر رضا رکھتے ہیں اور خود کفریات بکنا یا کفریات پر راضی ہونا بُرا نہ جاننا اُن کے لیے معنی صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے، اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام سے ان امور کے بیان میں جو بالاتفاق کفر ہیں نقل فرمایا:

من تلفظ بلفظ کفر یکفر وکذا کل من ضحك علیہ او استحسنہ او رضی بہ یکفر[1]

جس نے کفریہ کلمہ بولا اس کو کافر قرار دیا جائے گا، یونہی جس نے اس کلمۂ کفر پر ہنسی کی یا اس کی تحسین کی اور اس پر راضی ہُوا اس کو بھی کافر قرار دیا جائیگا۔ (ت)

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام ملحق بسبل النجاۃ مطبعہ حقیقۃ استانبول ترکی ص ۳۶۶

بحرالرائق میں ہے:

من حسن کلام اھل الاھواء وقال معنوی او کلام لہ معنی صحیح ان کان ذلک کفرا من القائل کفر المحسن[1]

جس نے بے دینی کی بات کو سراہا یا بامقصد قرار دیا، یا اس کے معنی کو صحیح قرار دیا تو اگر یہ کلمہ کفر ہو تو اس کا قائل کافر ہوگا اور اس کی تحسین کرنے والا بھی۔

تو دُنیا کے پردے پر کوئی وہابی ایسا نہ ہوگا جس پر فقہائے کرام کے ارشادات سے کفر لازم نہ ہو اور نکاح کا جواز وعدمِ جواز نہیں مگر ایک مسئلہ فقہی، تو یہاں حکمِ فقہا یہی ہوگا کہ ان سے مناکحت اصلاً جائز نہیں خواہ مرد وہابی ہو یا عورت وہابیہ اور مرد سُنّی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں اور ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اُسے کافر نہیں کہتے مگر یہ صرف برائے احتیاط ہے، دربارۂ تکفیر حتی الامکان احتیاط اسی میں ہے کہ سکوت کیجئے، مگر وہی احتیاط جو وہاں مانع تکفیر ہوئی تھی یہاں مانع نکاح ہوگی کہ جب جمہور فقہائے کرام کے حکم سے ان پر کفر لازم تو ان سے مناکحت زنا ہے تو یہاں احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے دُور رہیں اور مسلمانوں کو باز رکھیں، مدّ انصاف کسی سنّی صحیح العقیدہ معتقد فقہائے کرام کا قلب سلیم گوارا کرے گا کہ اس کی کوئی عزیزہ کریمہ ایسی بلا میں مبتلا ہو جسے فقہائے کرام عمر بھر کا زنا بتائیں، تکفیر سے سکوت زبان کے لیے احتیاط تھی اور اس نکاح سے احتراز فرج کے واسطے احتیاط ہے یہ کوسی سرع ہے کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجئے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی، انصاف کیجئے تو بنظر واقع حکم اسی قدر سے منقح ہو لیا کہ نفس الامر میں کوئی وہابی ان خرافات سے خالی نہ نکلے گا اور احکام فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے نہ احتمالات غیر واقعیہ کا،

بل صرحوا ان احکام الفقۃ تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر۔

بلکہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ فقہی احکام کا مدار غالب امور بنتے ہیں، نادر امور پیشِ نظر نہیں ہوتے (ت)

اور اگر اس سے تجاوز کر کے کوئی وہابی ایسا فرض کیجئے جو خود بھی ان تمام کفریات سے خالی ہو اور اُن کے قائلین جملہ وہابیہ سابقین ولاحقین سب کو گمراہ و بدمذہب مانتا بلکہ بالفرض قائلان کفریات مانتا اور لازم الکفر ہی جانتا ہو اُس کی وہابیت صرف اس قدر ہو کہ باوصف عامیت تقلید ضروری نہ جانے اور بے صلاحیتِ اجتہاد پیروی مجتہدین چھوڑ کر خود قرآن وحدیث سے اخذ احکام روا مانے تو اس قدر میں شک نہیں کہ یہ فرضی شخص بھی آیہ کریمہ قطعیہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2] (اگر نہیں جانتے تو اہلِ ذکر (علماء) سے پوچھو۔

---

[1] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۴

[2] القرآن ۱۶/ ۴۳

اور اجماع قطعی تمام ائمہ سلف وخلف کا مخالف ہے یہ اگر بطور فقہاء لزوم کفر سے بچ بھی گیا تو خارق اجماع و متبع غیر سبیل المومنین وگمراہ و بد دین ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا جس طرح متکلمین کے نزدیک دو قسم پیشین کافر بالیقین کے سوا باقی جمیع اقسام کے وہابیہ، اب اگر عورت مُسنّیہ بالغہ اپنا نکاح کسی ایسے شخص سے کرے اور اس کا ولی پیش از نکاح اس شخص کی بدمذہبی پر آگاہ ہو کر صراحۃً اس سے نکاح کیے جانے کی رضامندی ظاہر نہ کرے خواہ یوں کہ اُسے اس کی بدمذہبی پر اطلاع ہی نہ ہو یا نکاح سے پہلے اس قصد کی خبر نہ ہوئی یا بدمذہب جانا اور اس ارادہ پر مطلع بھی ہُوا مگر سکوت کیا صاف رضا کا مظہر نہ ہوا، یا عورت نابالغہ ہو اور ولی مزوج اب وجد کے سوا یا اب وجد ایسے جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی تزویج کسی غیر کفو سے کر چکے ہوں یا وقت تزویج نشے میں ہوں ان سب صورتوں میں یہ بھی نکاح باطل و زنا محض خالص ہوگا کہ بدمذہب کسی سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو کے ساتھ تزویج میں یہی احکام مذکورہ ہیں، درمختار میں ہے:

الکفاءۃ تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفو الصالحۃ نہر[1]

عربی اور عجمی لوگوں کے کفو میں دیانت اور تقوٰی کا اعتبار ہے تو فاسق شخص نیک عورت کا کفو نہ ہوگا، نہر۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

البتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل[2]

اعتقادی فاسق عملی فاسق سے زیادہ بُرا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار وشرح علائی میں ہے:

لزم النکاح بغیر کفو ان المزوج اباوجد الم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لوسکران بحر وان المزوج غیرھما لایصح النکاح من غیر کفو اصلا[3]

اگر باپ یا دادا نے نکاح کیا تو غیر کفو میں بھی یہ نکاح لازم ہوگا بشرطیکہ باپ اور دادا نے اس سے قبل اختیار کو غلط استعمال نہ کیا ہو، اور اگر وہ غلط اختیار استعمال کر چکا ہو تو بالاتفاق یہ نکاح صحیح نہ ہوگا، اور اگر باپ یا دادا نشے میں ہوں تب بھی بالاتفاق نکاح صحیح نہ ہوگا (بحر) اور نکاح والد اور دادا نے نہ کیا تو غیر کفو میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار — باب الکفاءۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۵

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الامامۃ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۱۴

[3] درمختار شرح تنویر الابصار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۲

اُنہی میں ہے :

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[1]۔

عاقلہ بالغہ نے ولی کی رضا کے بغیر نکاح کیا تو نکاح نافذ ہوگا اور غیر کفو میں عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جائیگا اور یہی فتوی کیلئے مختار ہے کیونکہ زمانہ میں فساد آگیا ہے، تو مطلقہ ثلاثہ بھی اگر ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی جبکہ ولی کو یہ معلوم ہو کہ وہ غیر کفو ہے، یاد رکھو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

لا یلزم التصریح بعدم الرضا بل السکوت منہ لا یکون رضی وقولہ بلا رضی یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لا تحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفؤ مع علمہ بانہ کذلک اھ ح[2] اھ الکل مختصر۔

ولی کو اپنی عدم رضامندی کے اظہار کے لیے تصریح ضروری نہیں ہے بلکہ اس بارے میں اس کا خاموش رہنا ہی عدمِ رضا ہے، اس کے قول "بغیر رضا" کا مصداق کفو غیر کفو کے علم کے بعد اور اسی طرح علم کے بغیر رضا کی نفی اور غیر کفو کا علم ہونے پر رضامندی، ان تین صورتوں میں حلال نہ ہوگی، صرف چوتھی صورت میں حلال ہے اور وہ یہ ہے کہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ نکاح پر راضی ہو اھ ح تمام اختصارا (ت)

اس تقریر منیر سے اس شبہہ کا ایک جواب حاصل ہُوا جو یہاں بعض اذہان میں گزرتا ہے کہ جب اہل کتاب سے مناکحت جائز ہے تو مبتدعین اُن سے بھی گئے گزرے، غیر مقلد مسلم ہے پھر نکاح مسلم و مسلمہ میں کیا توقف، اہل کتاب سے مناکحت کے کیا معنے، آیا یہ کہ زنِ مسلمہ کا کتابی کافر کے ساتھ نکاح حاشَ للہ یہ قطعاً اجماعاً اخبث حرام اور لاکھ زنا سے بدتر زنا ہے یا یہ کہ مسلمان مرد کا کتابیہ کافرہ کو اپنے نکاح میں لانا، اس کے جواز و عدمِ جواز سے ہم اِن شاء اللہ تعالٰی عن قریب بحث کریں گے یہاں اسی قدر کافی ہے کہ مسئلہ ائرہ میں عورت سنیہ اور مرد وہابی کے نکاح سے بحث ہے، عورت کا مرد پر قیاس کیونکر صحیح، آخر وُہ کیا فرق تھا جس کے لیے شرع مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا، اگر مسلمان مرد کسی کافرہ کو اپنے تصرف میں لاسکے تو کیا ضرور ہے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۷

کہ سنیہ عورت بھی بدمذہب کے تصرف میں جاسکے، عورت کے لیے کفاءتِ مرد بالاجماع ملحوظ جس کی بنا پر احکام مذکورہ متفرع ہوئے اور مرد بالغ کے حق میں کفاءتِ زن کا کچھ اعتبار نہیں کہ دنائت فراش وجہ غیظ مستفرش نہیں ہوتی،

فی الدر المختار الکفاءۃ معتبرۃ منجانب الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا للدنی و لا تعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش[1] ملخصا

درمختار میں ہے کہ کفو مرد کی طرف سے معتبر ہے کیونکہ شریف عورت، حقیر مرد کی بیوی بننے سے انکاری ہوتی ہے اور عورت کی طرف سے مرد کیلئے ہم کفو ہونا معتبر نہیں ہے کیونکہ خاوند تو بیوی بنالیتا ہے خواہ عورت ادنی ہو، وہ اس وجہ سے عار نہیں پاتا، ملخصا (ت)

وہابی تو بدمذہب گمراہ ہے اگر کوئی زن شریفہ بے رضائے صریح ولی بروجہ مذکور کسی سنی صحیح العقیدہ صالح حائک سے نکاح کرلے یا ولی غیر اَب وجد اپنی صغیرہ کو کسی ایسے سے بیاہ دے تو ناجائز و باطل ہوگا یا نہیں، ضرور باطل ہے پھر یہ سُنی صالح کیا ان سے بھی گیا گزرا، اور نکاح مسلم و مسلمہ میں کیوں بطلان کا حکم ہوا، ھذا اولی نرجع الی ما کنا فیہ (اس کو محفوظ کرو اور ہمیں اپنی بحث کی طرف لوٹنا چاہئے ت) یہ صورتیں بطلان نکاح بوجہ عدم کفاءت کی تھیں اور اگر ان کے سوا وہ صورت ہو جہاں عدم کفاءت مانع صحت نہیں تو پہلے اتنا سمجھ لیجئے کہ عرف فقہ میں جواز دو معنی پر مستعمل، ایک بمعنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف، یہ عقد جائز ہے یعنی صحیح مثمر ثمرات مثل افادۂ ملک متعہ یا ملک یمین یا ملک منافع ہے اگرچہ ممنوع و گناہ ہو جیسے بیع وقت اذان جمعہ۔ دوسرے بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج، یہ کام جائز ہے یعنی حلال ہے، حرام نہیں، گناہ نہیں، ممانعتِ شرعیہ نہیں۔ بحرالرائق کتاب الطہارۃ بیان میاہ میں ہے:

المشائخ تارۃ یطلقون الجواز بمعنی الحل وتارۃ بمعنی الصحۃ وھی لازمۃ للاول من غیر عکس والغالب ارادۃ الاول فی الافعال والثانی فی العقود[2]

مشائخ لفظ "جواز" کو کبھی حلال ہونے کے معنی میں اور کبھی صحیح ہونے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جبکہ صحیح ہونا حلال ہونے کو لازم ہے، غالب طور پر افعال میں حلال ہونے اور عقود میں صحیح ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (ت)

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیۂ درمیں نقل کیا اور مقرر رکھا۔ درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار — باب الکفاءۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۴

[2] بحرالرائق — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۶۶

یجوز رفع الحدث بما ذکر الخ[1] (مذکور چیز کے ساتھ حدث کو ختم کرنا جائز ہے الخ۔ ت)

اس پر ردالمحتار میں کہا:

یجوز ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب وھو اولی ھنا من ارادۃ الحل وان کان الغالب ارادۃ الاول فی العقود و الثانی فی الافعال[2]

یجوز یعنی صحیح، اگرچہ حلال نہ ہو۔ مثلاً غصب شدہ پانی کے ساتھ، اور یہی معنی یہاں بہتر ہے بجائیکہ حلال والا معنی مراد لیا جائے اگرچہ صحیح غالب طور پر عقود میں اور حلال افعال میں استعمال ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار کتاب الاشربہ میں ہے:

صح بیع غیر الخمر مامر ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل[3]

مذکورہ چیزوں میں سے غیر خمر کی بیع صحیح ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ حشیش اور افیون کی بیع صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن نجیم سے حشیش کی بیع کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ جائز ہے تو انہوں نے جواب میں لکھا لایجوز۔ ان کا مقصد عدم جواز سے عدم حل ہے (ت)

بالجملہ جواز کے یہ دونوں اطلاق شائع وذائع ہیں اور ان کے سوا اور اطلاقات[4] بھی ہیں جن کی تفصیل سے

عہ فقد یطلق بمعنی النفاذ کما قال فی کفایۃ التنویر امرہ بتزویج امرأۃ فزوجہ امۃ جاز ای نفذ لان الکلام ثمہ فی النفاذ لا فی الجواز[5] افادہ السادات الثلثۃ المحشون ح ط ش

اور کبھی جواز کا اطلاق "نفاذ" پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ تنویر کے کفایۃ کے باب میں ہے، اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ کسی عورت سے میرا نکاح کر دے تو اس نے لونڈی سے نکاح کر دیا تو جائز ہے یعنی نافذ ہے کیونکہ یہاں نفاذ میں بات ہو رہی ہے جواز میں بحث نہیں،

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] درمختار — کتاب الطہارۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۵
[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/۱۲۳
[3] درمختار — کتاب الاشربہ — مطبع مجتبائی دہلی — ۳/۲۶۰
[4] " — باب الکفارۃ — " — ۱/۱۹۵
[5] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۲۵

یہاں بحث نہیں، اب اس صورت خاصہ میں جواز بمعنی صحت ضرور ہے یعنی نکاح کردیں تو ہوجائے گا اور حل بمعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وھو اخص من وجه من الصحة والحل جميعا فقد ينفذ عقد ولا يصح ولا يحل كالبيع عند اذان الجمعة الى اجل مجهول وقد يصح ويحل ولا ينفذ كبيع فضولى مستجمعا شرائط الصحة والحل قال فى رد المحتار ظاهره ان الموقوف من قسم الصحيح وهو احد طريقين للمشائخ وهو الحق[1] اھ وقد يطلق بمعنى اللزوم قال فى رهن الدر القبض شرط اللزوم كما فى الهبة[2] اھ قال الشامى قال فى العناية هو مخالف لرواية العامة قال محمد لا يجوز الرهن الا مقبوضا اھ وفى السعدية انه عليه الصلوٰة والسلام قال لا تجوز الهبة الا مقبوضة والقبض ليس بشرط الجواز فى الهبة فليكن هنا كذلك اھ وحاصله ان يفسر هنا ايضا الجواز

(باقی برصفحہ آیندہ)

اس فائدے کو تین بزرگوار محشی حضرات ——— یعنی حلبی طحطاوی اور شامی نے بیان کیا، اور یہ معنی پہلے دو معنی یعنی صحیح اور حلال ہونے سے خاص ہیں وجہ یہ ہے کیونکہ کبھی عقد صحیح اور حلال نہ ہونے کے باوجود نافذ ہوتا ہے جیسے جمعہ کی اذان کے بعد بیع مجہول مدت کے ادھار پر ہو، اور کبھی عقد حلال اور صحیح ہوتا ہے لیکن نافذ نہیں ہوتا، جیسا کہ فضولی کی وہ بیع جو حلال اور صحیح ہونے کی شرائط کی جامع ہو۔ رد المحتار میں کہا کہ موقوف بیع صحیح کی قسم ہے اور یہ مشائخ کے استعمال کے دو طریقوں میں ایک ہے اور یہی حق ہے الخ اور جواز بمعنی لزوم بھی استعمال ہوتا ہے۔ درمختار کے مسئلہ رہن میں ہے کہ قبضہ لزوم کے لیے شرط ہے جیسا کہ ہبہ میں ہوتا ہے اھ، اس پر علامہ شامی نے کہا کہ عنایہ میں کہا ہے کہ یہ عام روایت کے خلاف ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رہن، قبضہ کے بغیر صحیح نہیں اھ اور سعدیہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہبہ قبضہ کے بغیر جائز نہیں، جبکہ ہبہ کے جواز کے لیے قبضہ شرط نہیں ہے، مناسب یہ ہے کہ یہاں بھی یونہی ہو اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں رہن کے معاملہ میں بھی امام محمد کے قول میں جواز کی تفسیر لزوم کے ساتھ کی جائے نہ کہ صحت کے ساتھ جیسا کہ فقہائے ہبہ میں کیا یعنی لایجوز کا معنی یہی

---

[1] رد المحتار — کتاب البیوع — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۴/۳

[2] درمختار — کتاب الرہن — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۲۶۵

عدم حرمت وطی بھی حاصل یعنی اس میں جماع زنا نہ ہوگا وطی حرام نہ کہلائے گا،

وذلك كقوله عز وجل واحل لكم ما وراء ذلكم مع ان فيهن من يكره نكاحهن تحريما كالكتابية كما سيأتي فعلم ان الحل بهذا المعنى لاينافي الاثم في الاقدام على فعل النكاح فافهم واحفظ كيلا تزل والله الموفق.

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں محرمات کے سوا" حالانکہ غیر محرمات میں وُہ عورتیں بھی شامل ہیں جن سے نکاح مکروہ تحریمہ ہے جیسا کہ کتابیہ عورت کے بارے میں آئندہ بیان ہوگا" تو معلوم ہُوا کہ اس معنی میں حلال، نکاح کرنے کے اقدام پر گناہ کے منافی نہیں ہے، اس کو سمجھو اور یاد رکھو تاکہ غلط فہمی نہ ہو اور توفیق اللہ تعالٰے سے ہی ہے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بالالزوم لا بالصحة كما فعلوا في الهبة اھ مختصرا وفي مداينات غمز العيون لو جاز اي لزم تاجيله لزم ان يمنع المقرض عن مطالبة قبل الاجل ولا جبر على المتبرع اھ وهو اخص مطلقا من الصحة والنفاذ فقد يصح الشئ وينفذ ولا لزوم كتزويج العم من كفوء بمهر المثل ولا لزوم لموقوف فهو ظاهر ولا لفاسد لانه واجب الفسخ ومن وجه من الحل فقد يلزم ولا يحل كالبياعات المكروهة، والله تعالى اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

لازم ہو (یعنی قبضہ کے بغیر رہن جائز تو ہے لازم نہیں) اھ مختصراً۔ اور غمز العیون کے مداینات میں ہے لو جاز یعنی مہلت لازم ہوگی تو لازم ہے کہ قرضخواہ کو مہلت پوری ہونے سے قبل مطالبہ سے منع کیا جائے جبکہ قرض کی نیکی کرنے والے پر جبر نہیں ہو سکتا اھ اور جواز بمعنی لزوم، نفاذ اور صحت کے معنی سے خاص مطلق ہے کیونکہ کبھی چیز صحیح اور نافذ ہوتی ہے اور لازم نہیں ہوتی، جیسا کہ چچازاد کا مہر مثل کے ساتھ کفو میں لڑکی کا نکاح کرنا صحیح اور نافذ ہے مگر لازم نہیں کیونکہ یہ موقوف ہے اور موقوف چیز لازم نہیں ہوتی، اور یہ ظاہر ہے، اور فاسد بھی لازم نہیں کیونکہ وہ واجب الفسخ ہے اور جواز بمعنی لزوم من وجہ ہے، کیونکہ کبھی چیز لازم ہوتی ہے مگر حلال نہیں ہوتی جیسا کہ مکروہ بیع کا حکم ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

۱؎ رد المحتار کتاب الرہن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۰۸

۲؎ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب المداینات ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۴۷-۴۴۶

عبارات درمختار وغیرہ تجوز مناکحۃ المعتزلۃ لان لا نکفر احدا من اھل القبلۃ وان وقع الزامالھم فی المباحث (معتزلہ سے نکاح جائز ہے ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ بحث کے طور پر ان پر کفر کا الزام ثابت ہے۔ت) کے یہی معنی ہیں، پُر ظاہر کہ نکاح عقد ہے اور ابھی بحرالرائق وطحطاوی و ردالمحتار سے گزرا کہ عقود میں غالب وشائع جواز بمعنی صحت ہے مگر وہ عدم جواز بمعنی ممانعت واثم کے منافی نہیں۔ فتح القدیر وغنیہ و بحرالرائق وغیرہا میں ہے:

یراد بعدم الجواز عدم الحل ای عدم حل ان یفعل وھو لا ینافی الصحۃ۔[۲]

عدم جواز سے عدم حل مراد لیا جاتا ہے یعنی اس کا کرنا حلال نہیں اور یہ صحیح کے منافی نہیں۔(ت)

رہا جواز فعل بمعنی عدم ممانعت شرعیہ یعنی بدمذہبوں سے سنیہ عورت کا نکاح کردینا روا و مباح ہو جس میں کچھ گناہ و مخالفت احکام شرع نہ ہو یہ ہرگز نہیں، ارشاد مشائخ کرام المناکحۃ بین اھل السنۃ و اھل الاعتزال لا تجوز[۳] کے یہی معنی ہیں یعنی سنیوں اور معتزلیوں میں مناکحت مباح نہیں۔ فتاوی خلاصہ میں فرمایا:

المسألۃ فی مجموع النوازل[۴] یہ مسئلہ مجموع النوازل امام فقیہ احمد بن موسی کشی تلمیذ امام مفتی الجن والانس عارف باللہ سیدنا نجم الدین عمر النسفی میں ہے۔

اُسی میں فرمایا: کذا اجاب الامام الرستغفنی[۵] امام رستغفنی نے ایسا ہی جواب ارشاد فرمایا۔ ردالمحتار میں نہایہ امام سغناقی سے ہے انھوں نے اپنے شیخ سے نقل کیا وُہ فرماتے تھے:

الرستغفنی امام معتمد فی القول والعمل ولو اُخذنا یوم القیمۃ للعمل بروایتہ تاخذہ کما اخذنا۔[۶]

یعنی رستغفنی امام معتمد ہیں قول وفعل میں، اگر روزِ قیامت اُن کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہوئی تو ہم ان کا دامن پکڑیں گے کہ ہم نے ان کے ارشاد پر عمل کیا۔

---

[۱] درمختار — فصل فی المحرمات — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۹

[۲] فتح القدیر — باب الامامۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۳۰۴

[۳] بحرالرائق — فصل فی المحرمات — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۳/۱۰۲

[۴] خلاصۃ الفتاوی — کتاب النکاح جنس آخر فی الاجازۃ — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ۲/۶

[۵] " " " " " " " " "

[۶] ردالمحتار

وجیز امام کردری میں ہے:

سمعت عن ائمة خوارزم انه یتزوج من المعتزلی ولا یزوج منهم کما یتزوج من الکتابی ولا یزوج منهم ولعله اخذ هذا التفصیل من کلام ابی حفص السفکردری[1]

میں نے بعض ائمہ خوارزم سے سُنا کہ معتزلی کی بیٹی تو بیاہ لے اور اپنی بیٹی ان کے نکاح میں نہ دے، جس طرح یہودی نصرانی کی بیٹی بیاہ لیتا ہے اور اپنی بیٹی اُن کے نکاح میں نہیں دیتا اور ممکن ہے کہ ان امام نے یہ تفصیل امام ابوحفص سفکردری کے قول سے اخذ کی۔

یہ دوسرا جواب ہے اس شبہہ کا، کہ مبتدعین کتابیوں سے بھی گئے گزرے ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰے ہی سے ہے۔ ت) اگر نظر تحقیق کو رخصت جولاں دیجئے تو بدمذہب سے سُنّیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر شرع مطہر سے دلائل کثیرہ قائم ہیں مثلاً:

دلیل اوّل: قال عزوجل واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

بدمذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبت دائمہ سے بڑھ کر کون سی صحبت، جب ہر وقت کا ساتھ ہے، اور وہ بدمذہب تو ضرور اس سے نادیدنی دیکھے گی ناشنیدنی سُنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہوسکے نہ کہ عمر بھر کے لیے اپنے یا اپنی قاصرہ مقصورہ عاجزہ مقہورہ کے واسطے اس فضیحہ شنیعہ کا سامان پیدا کرنا۔

دلیل دوم: قال تبارك وتعالٰی (اللہ تعالٰے نے فرمایا):

ومن اٰیٰته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودّة ورحمة[3]

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمھیں میں سے تمھارے جوڑے بنائے کہ ان سے مل کر چین پاؤ اور تمھارے آپس میں دوستی ومہر رکھی۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۱۲

[2] القرآن ۶/۶۸

[3] القرآن ۳۰/۲۱

ان للزوج من المرأۃ لشعبۃ ما ھی لشئ[1]۔ رواہ ابن ماجۃ و الحاکم عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عورت کے دل میں شوہر کے لیے جو راہ ہے کسی کے لیے نہیں (اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

آیت گواہ ہے کہ زن وشوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت والفت ورافت پیدا کرتا ہے، اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی، اور بدمذہب کی محبت سم قاتل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2] تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب[3]۔ رواہ الائمۃ احمد و الستۃ الا ابن ماجہ عن انس و الشیخان عن ابن مسعود و احمد ومسلم عن جابر و ابوداؤد عن ابی ذر والترمذی عن صفوان بن عسال وفی الباب عن علی وابی ھریرۃ وابی موسٰی وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

آدمی کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے (اس کو امام احمد اور ابن ماجہ کے ماسوا صحاح ستہ کے ائمہ نے روایت کیا ہے حضرت انس سے اور بخاری ومسلم نے ابن مسعود سے، احمد ومسلم نے جابر سے، ابوداؤد نے ابوذر سے، اور ترمذی نے صفوان بن عسال سے، اور اس باب میں علی، ابوہریرہ، ابوموسٰی وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے۔ ت)

دلیل سوم: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[4] اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بدمذہبی ہلاک حقیقی ہے۔

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا): ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ[5] (اور خواہش کے

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دارالفکر بیروت ۴/ ۶۲
سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵
[2] القرآن ۵/ ۵۱
[3] سنن ابوداؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۳
[4] القرآن ۲/ ۱۹۵
[5] القرآن ۳۸/ ۲۶

پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ت) اور صحبت خصوصاً بد کا اثر پڑ جانا احادیث و تجارب صحیحہ سے ثابت۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجلیس الصالح و جلیس السوء کحامل المسک و نافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحا طیبة و نافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک و اما ان تجد منه ریحا خبیثة۔[1] رواہ الشیخان عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنه۔

اچھے اور بُرے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مُشک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا" وُہ مشک والا یا تجھے مفت دے گا یا تُو اس سے مول لے گا، اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی، اور دھونکنی والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے اس سے بدبُو آئے گی۔ (اسے شیخین (امام بخاری و مسلم) نے ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانه[2] رواہ ابوداؤد والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه۔

بُرا ہمنشین دھونکنے والے کی مانند ہے تجھے اس کی سیاہی نہ پہنچے تو دُھواں تو پہنچے گا۔ (اس کو ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

تیسری حدیث صریح میں فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لا یفتنونکم[3] رواہ مسلم۔

گمراہوں سے دُور بھاگو، انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وُہ تمھیں بہکا نہ دیں، کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعتبروا الصاحب بالصاحب[4]۔ رواہ ابن عدی

مصاحب کو مصاحب پر قیاس کرو (اس کو ابن عدی

---

[1] صحیح بخاری باب المسک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۰
[2] سنن ابوداؤد باب من یومران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸
[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰
[4] کنز العمال بحوالہ عبداللہ ابن مسعود حدیث ۳۰۰۷۴ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۱۱/ ۸۹

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حسن لشواھدہ۔

نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس کے شواہد کی بنا پر اس حدیث کو انھوں نے حسن قرار دیا۔ ت)

پانچویں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاک وقرین السوء فانک بہ تعرف[1]۔ رواہ ابن عساکر عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بُرے ہمنشین سے دُور بھاگ کہ تُو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا (اس کو ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

ماشئ ادلّ علی الشئ ولا الدخان علی النار من الصاحب علی الصاحب[2] ذکرہ التیسیر۔

کوئی چیز دوسری پر اور نہ دُھواں آگ پر اس سے زیادہ دلالت کرتا ہے جس قدر ایک ہمنشین دوسرے پر۔ (اس کو تیسیر میں ذکر کیا گیا۔ ت)

عقلاء کہتے ہیں گوشت زدہ اثرے دارد نہ کہ عمر بھر کان بھرے جانا۔ پھر اس کے ساتھ **دُوسرا مؤید**، شوہر کا اس پر حاکم ہونا۔ مجربین کہتے ہیں: الناس علٰی دین ملوکھم[3] (لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ ت) **تیسرا مؤید**، عورت میں مادہ قبول وانفعال کی کثرت، وہ بہت نرم دل ہیں جلد اثر پذیر ہیں یہاں تک کہ اہلِ تجربہ میں موم کی ناک مشہور ہیں، خود رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: رویدک یا انجشۃ بالقوارین[4] (اے انجشہ! آبگینوں کو بچا کر رکھو۔ ت) **چوتھا مؤید**، ان کا ناقصات العقل والدین ہونا، یہ بھی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کما فی الصحیحین (جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ ت) **پانچواں مؤید**، شوہر کی محبت، جس کا بیان آیت وحدیث سے گزرا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حبک الشئ یعمی ویصم[5]۔ رواہ احمد والبخاری

محبت اندھا بہرا کر دیتی ہے (اسے احمد و بخاری

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۴۴۸۲ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۹/۴۳

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ماقبل کے تحت مکتبہ امام شافعی الریاض السعودیہ ۱/۴۰۲

[3] المقاصد الحسنہ حرف النون حدیث ۱۲۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۴۱

[4] صحیح بخاری باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۷

[5] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الھوٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۳

فی التاریخ وابوداؤد عن ابی الدرداء و ابن عساکر بسند حسن عن عبداللہ بن انیس و الخرائطی فی الاعتلال عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

نے اپنی تاریخ میں اور ابوداؤد نے ابودرداء سے، اور ابن عساکر نے سند حسن کے ساتھ عبداللہ بن انیس سے اور خرائطی نے اعتلال میں ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الرجل علٰی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل[1] رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر کسی سے دوستی کرو (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

مسلمانو! اللہ عزوجل عافیت بخشے دل پلٹتے خیال بدلتے کیا کچھ دیر لگتی ہے قلب کو قلب کہتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ منقلب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل القلب مثل الریشۃ تقلبھا الریاح بفلاۃ[2] رواہ ابن ماجۃ عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دل کی حالت اُس پر کی طرح ہے کہ میدان میں پڑا ہو اور ہوائیں اسے پلٹے دے رہی ہوں۔ (اس کو ابن ماجہ نے ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

نہ کہ عورتوں کا سا نرم و نازک دل اور اس پر یہ صحبت و سماع متصل پھر واسطہ حاکمی محکومی کا اور اُس کے ساتھ مہر و محبت کا غضب جذبہ باعثوں داعیوں کا یہ متواتر وفور اور مانع کہ عقل و دین تھے اُن میں نقصان و قصور تو اس تزویج میں قطعاً یقیناً عورت کی گمراہی و تبدیل مذہب کا مظنہ قویہ ہے اور یہ خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہے کہ بنص قطعی قرآن ممنوع و ناروا ہے شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے اس کے مقدمہ و داعی کو بھی حرام بتاتی ہے مقدمۃ الحرام حرام (حرام کا پیش خیمہ بھی حرام ہوتا ہے۔ت) مقدمۂ مسلمہ ہے، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ولاتقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ و

زنا کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب من یومران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸
[2] سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

ساء سبیلا[1]۔ بہت بُری راہ۔

جس طرح زنا حرام ہوا زنا کے پاس جانا بھی حرام ہُوا اور یہ خیال کہ ممکن ہے اثر نہ ہو محض نافہمی اور عقل و نقل دونوں سے بیگانگی ہے داعی کے لیے مفضی بالدوام ہونا ضرور نہیں آخر بوس وکنار و مس و نظر دواعی وطی داعی ہی ہونے کے باعث حرام ہُوئے مگر ہر گز مستلزم و مفضی دائم نہیں۔

دلیل چہارم : قال المولی تبارك وتعالٰی (مولٰی تبارک وتعالٰی نے فرمایا) :

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض[2]

مرد حاکم و مسلط ہیں عورتوں پر بسبب اُس فضیلت کے جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر دی۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اعظم الناس حقا علی المرأۃ زوجھا[3]۔

عورت پر سب سے بڑھ کر حق اُس کے شوہر کا ہے

رواہ الحاکم وصححہ عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

(اسے حاکم نے روایت کیا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کی تصحیح کی۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لو کنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من الحق[4]۔ ولو کان من قدمہ الی مفرق رأسہ قرحۃ تنجس بالقیح والصدید ثم استقبلتہ فلحستہ ما ادت حقہ[5]۔ رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن قیس بن سعد بن عبادۃ واحمد

اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کو سجدہ کرے تو البتہ عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں بسبب اُس حق کے کہ اللہ عزوجل نے اُن کے لیے ان پر رکھا ہے۔ اور اگر شوہر کی ایڑی سے مانگ تک سارا جسم پھوڑا ہو جس سے پیپ اور گندا پانی جوش مارتا ہو عورت آکر اپنی زبان سے اسے چاٹ کر صاف کرے تو خاوند کا حق ادا نہ کیا (اس کو ابوداؤد

---

[1] القرآن ۱۷/ ۳۲

[2] القرآن ۴/ ۳۴

[3] مستدرک للحاکم — کتاب البر والصلۃ — دار الفکر بیروت — ۴/ ۱۵۰

[4] سنن ابی داؤد — باب فی حق الزوج علی المرأۃ — آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/ ۲۹۱

المستدرک للحاکم — کتاب النکاح — دار الفکر بیروت — ۲/ ۱۸۷

[5] مسند احمد بن حنبل — مروی از مسند انس بن مالک — " — ۳/ ۱۵۹

والترمذی عن انس بن مالك وفصل السجود احمد وابن ماجة وابن حبان عن عبد الله بن ابی اوفی والترمذی وابن ماجة عن ابی هریرة واحمد عن معاذ بن جبل والحاکم عن بریدة الاسلمی رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین۔

اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ) اور احمد اور ترمذی نے انس بن مالک سے ، اور احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے عبدالعزیز بن ابی اوفی سے سجدہ کی فصل میں ، اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے، اور احمد نے معاذ بن جبل اور حاکم نے بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔)

الغرض شوہر عورت کے لیے سخت واجب التعظیم ہے اور بدمذہب کی تعظیم حرام ۔ متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[1] ۔ رواه ابن عدی وابن عساکر عن امّ المومنین الصدیقة والحسن بن سفیان فی مسنده وابونعیم فی الحلیة عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانة عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر وابونعیم فی الحلیة عن عبد الله بن بسر والبیهقی فی شعب الایمان عن ابراهیم بن میسرة التابعی المکی الثقة مرسلا فالصواب ان الحدیث حسن بطرقه۔

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی (اس کو ابن عدی اور ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے حلیہ میں معاذ بن جبل سے اور سجزی نے ابانہ میں ابن عمر سے اور ابن عدی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن بسر اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ تابعی مکی سے مرسل طور پر روایت کیا ہے ۔ اور صحیح یہ ہے کہ اپنے طرق پر یہ حدیث حسن ہے ۔ ت)

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مبتدع تو مبتدع فاسق بھی شرعًا واجب الاہانۃ ہے اور اُس کی تعظیم ناجائز ۔ علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں :

الفاسق العالم تجب اهانته شرعًا فلا یعظم[2]۔

فاسق عالم کی شرعًا توہین ضروری ہے اس لئے اس کی تعظیم نہ کی جائے ۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث نمبر ۹۴۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/۶۱

[2] مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

امام علامہ فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق، پھر علامہ سید ابو السعود ازہری فتح المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

قد وجب علیھم اھانتہ شرعا[1] — ان پر اس کی اہانت ضروری ہے (ت)

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی مقاصد وشرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ والاھانۃ والطعن واللعن[2] — بدمذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، روگردانی کریں، اس کی تذلیل و تحقیر بجالائیں، اس سے لعن وطعن کے ساتھ پیش آئیں۔

لاجرم ثابت ہوا کہ بدمذہب کو سُنّیہ کا شوہر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔

دلیل پنجم: قال العلی الاعلی جل وعلا (اللہ بلند و اعلٰی نے فرمایا:) والفیا سیدھا لدی الباب[3] ان دونوں نے زلیخا کے سید وسردار یعنی شوہر کو پایا دروازے کے پاس۔ ردالمحتار باب الکفاءۃ میں ہے:

النکاح رق للمرأۃ والزوج مالک[4] — نکاح سے عورت کنیز ہوجاتی ہے اور شوہر مالک۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یکن سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل[5] رواہ ابوداؤد والنسائی بسند صحیح عن بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ — منافق کو "اے سردار" کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہو تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ (اس کو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حاکم نے صحیح مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار — باب الامامۃ — دارالمعرفۃ بیروت — ۱/۲۴۳
[2] شرح مقاصد — المبحث الثامن حکم المومن — دارالمعارف النعمانیہ لاہور — ۲/۲۷۰
[3] القرآن الکریم — ۱۲/۲۵
[4] ردالمحتار — باب الکفاءۃ — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۱۷
[5] سنن ابی داؤد — کتاب الادب — آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/۳۲۴

اذا قال الرجل للمنافق یاسید فقد اغضب ربہ[1]

جو شخص کسی منافق کو "سردار" کہہ کر پکارے وہ اپنے رب عزوجل کے غضب میں پڑے۔

امام حافظ الحدیث عبدالعظیم زکی الدین منذری نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک باب وضع کیا: الترھیب من قولہ لفاسق اومبتدع: یاسیدی اونحوھا من الکلمات الدالۃ علی التعظیم[2]

یعنی ان حدیثوں کا بیان جن میں کسی فاسق یا بدمذہب کو "اے میرے سردار" یا کوئی کلمہ تعظیم کہنے سے ڈرانا۔

اور اس باب میں یہی حدیث انھیں روایات ابی داؤد و نسائی سے ذکر فرمائی۔ جب صرف زبان سے "اے میرے سردار" کہہ دینا باعث غضب رب جل جلالہ ہے تو حقیقۃً سردار و مالک بنالینا کس قدر سخت موجب غضب ہوگا والعیاذ باللہ رب العالمین۔

دلیل ششم: یا ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ[3] ان اللہ لا یستحیی من الحق[4]

اے لوگو! ایک مثل کہی گئی اُسے کان لگا کر سنو۔ بیشک اللہ عزوجل حق بات فرمانے میں نہیں شرماتا۔

ایحب احدکم ان تکون کریمتہ فراش کلب فکرھتموہ[5]

کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے تم اسے بہت برا جانو گے۔

رب جل وعلی نے غیبت کو حرام ہونا اسی طرز بلیغ سے ارشاد فرمایا:

ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ[6]

کیا تم میں سے کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے، تو یہ تمھیں بُرا لگا۔

---

[1] مستدرک للحاکم — کتاب الرقاق — دارالفکر بیروت — ۴/۳۱۱

شعب الایمان — حدیث ۴۸۸۴ — دارالکتب العلمیہ بیروت — ۴/۲۳۰

[2] الترغیب والترھیب — الترھیب من قولہ لفاسق اومبتدع یاسیدی الخ — مصطفی البابی مصر — ۳/۵۷۹

[3] القرآن الکریم ۲۲/۷۳

[4] القرآن الکریم ۳۳/۵۳

[5] سنن ابن ماجہ — ابواب النکاح — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۳۹

مسند احمد بن حنبل — مروی از مسند علی رضی اللہ عنہ — دارالفکر بیروت — ۱/۸۶

[6] القرآن الکریم ۴۹/۱۲

سنیو سنیو اگر سُنتی ہو تو بگوش سُنو لیس لنا مثل السوء التی صارت فراش مبتدع کالستہ کانت فراشا لکلب ہمارے لیے بُری مثل نہیں جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وُہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کُتے کے تصرف میں آئی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے کوئی چیز دے کر پھیر لینے کا ناجائز ہونا اسی وجہ انیق سے بیان فرمایا:

العائد فی ھبتہ کالکلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء[1]

اپنی دی ہُوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کُتا قے کرکے اُسے پھر کھالیتا ہے، ہمارے لیے بُری مثل نہیں؛

اب اتنا معلوم کرنا رہا کہ بدمذہب کُتا ہے یا نہیں؟ ہاں، ضرور ہے بلکہ کُتے سے بھی بدتر و ناپاک تر، کُتا فاسق نہیں اور یہ اصل دین و مذہب میں فاسق ہے، کُتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کا مستحق ہے، میری نہ مانو سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حدیث مانو، ابو حازم خزاعی اپنے جزء حدیثی میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اصحاب البدع کلاب اھل النار[2] بدمذہبی والے جہنمیوں کے کُتے ہیں۔

امام دارقطنی کی روایت یُوں ہے:

حدثنا القاضی الحسین بن اسمٰعیل نا محمد بن عبد اللہ المخرمی نا اسمٰعیل بن ابان نا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار[3]۔

(قاضی حسین بن اسمٰعیل نے محمد بن عبد اللہ مخرمی سے انھوں نے اسمٰعیل بن ابان سے انھوں نے حفص بن غیاث سے انھوں نے اعمش سے انھوں نے ابو غالب سے انھوں نے ابو امامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے حدیث بیان کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا) بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کُتے ہیں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۲۱۷

[2] فیض القدیر شرح جامع الصغیر حدیث ۱۰۸۰ دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۲۸

کنز العمال بحوالہ ابی حاتم الخزاعی " ۱۰۹۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۱۸

[3] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد عن ابی امامہ " ۱۱۲۵ " " " ۱/۲۲۳

ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اھل البدع شر الخلق و الخلیقۃ[1] — بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا:

الخلق الناس و الخلیقۃ البھائم[2] — خلق سے مراد لوگ اور خلیقہ سے مراد جانور ہیں۔ (ت)

لاجرم حدیث میں ان کی مناکحت سے ممانعت فرمائی۔ عقیلی و ابن حبان حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تجالسوھم، ولا تشاربوھم، ولا تؤاکلوھم ولا تناکحوھم[3] — بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، نہ کھانا کھاؤ، ان سے شادی بیاہ نہ کرو۔

دلیل ہفتم: کتابیہ سے نکاح کا جواز عدم ممانعت و عدم گناہ صرف کتابیہ ذمیہ میں ہے جو مطیع الاسلام ہوکر دارالاسلام میں مسلمانوں کے زیر حکومت رہتی ہو وہ بھی خالی از کراہت نہیں بلکہ بے ضرورت مکروہ ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں فرمایا:

الاولی ان لا یفعل ولا یأکل ذبیحتہ[4] — بہتر یہ ہے کہ بلاضرورت ان سے نکاح نہ کرے اور نہ ذبیحہ کھائے۔ (ت)

الا للضرورۃ۔

مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح یعنی مذکورہ جائز نہیں بلکہ عند التحقیق ممنوع و گناہ ہے، علمائے کرام وجہ ممانعت اندیشہ فتنہ قرار دیتے ہیں کہ ممکن کہ اس سے ایسا تعلق قلب پیدا ہو جس کے باعث آدمی دارالحرب میں وطن کرلے نیز بچے پر اندیشہ ہے کہ کفار کی عادتیں سیکھے نیز احتمال ہے کہ عورت بحالت حمل قید کی جائے تو بچہ غلام بنے۔ محیط میں ہے:

یکرہ تزوج الکتابیۃ الحربیۃ لان الانسان لا یأمن ان یکون بینھما ولد فینشأ علی طبائع اھل الحرب ویتخلق باخلاقھم فلا — حربیہ کتابیہ عورت سے نکاح مکروہ ہے کیونکہ انسان اس بات سے بے فکر نہیں ہوسکتا کہ اس سے بچہ پیدا ہو تو وہ اہل حرب میں پرورش پائیگا اور انکے طور طریقے اپنالے گا اور پھر مسلمان ہوں بچے سے

---

[1] حلیۃ الاولیا — ترجمہ ابومسعود موصلی — دارالکتاب العربی بیروت — ۸/۲۹۱
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر — تحت حدیث ماقبل — مکتبہ امام شافعی الریاض سعودیہ — ۱/۳۸۳
[3] الضعفاء الکبیر للعقیلی — حدیث ۱۵۳ — دارالکتب العلمیہ بیروت — ۱/۱۲۶
[4] فتح القدیر — فصل فی بیان المحرمات — نوریہ رضویہ سکھر — ۳/۱۳۵

یستطیع المسلم قلعه عن تلك العادة[1] ان کی عادات چھوڑنے پر قادر نہ ہوگا۔ (ت)

فتح اللہ المعین میں علامہ سید احمد حموی سے ہے:

عم مالوکانت حربیة ولکن مکروہ بالاجماع لانه ربما یختار المقام فی دار الحرب ولانه فیه تعریض ولده للرق فربما تجل وتسبی معه فیصیر ولده رقیقا وان کان مسلما وربما یتخلق الولد باخلاق الکفار[2]

جوازِ نکاح کا حکم کتابیہ حربیہ کو بھی شامل ہے لیکن یہ مکروہ ہے بالاجماع، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بیوی کی وجہ سے دارالحرب میں قیام پسند کرلے، اور اس لیے بھی کہ اس میں بچے کو غلامی میں مبتلا کرنے کی سبیل ہوسکتی ہے کہ اس کی وہ حاملہ بیوی مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے قیدی ہوکر غلام بن جائے اگرچہ وہ مسلمان ہے نیز وہ بچہ دارالحرب میں کفار کی عادات کو اپنا سکتا ہے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعد عبارت مذکورہ فرمایا:

وتکرہ الکتابیة الحربیة اجماعا لانفتاح باب الفتنة من امکان التعلق المستدعی للمقام معها فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اهل الکفر وعلی الرق بان تسبی وهی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلما[3]

حربیہ کتابیہ بالاجماع مکروہ ہے کیونکہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے وہ یہ کہ بیوی سے تعلق مسلمان مرد کو دارالحرب میں رہنے پر آمادہ کرسکتا ہے اور بچے کو کفار کی عادات کا عادی بنانے کا راستہ ہے نیز بچے کی غلامی کے لیے راستہ ہموار کرنے کی کوشش ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ بیوی حاملہ ہوکر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے غلام بنے اگرچہ وہ مسلمان ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله والاولی ان لایفعل یفید کراهة التنزیه فی غیر الحربیة وما بعده یفید کراهة التحریم فی الحربیة[4]

اس کے قول کہ "بہتر ہے نہ کرے" سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ کتابیہ غیر حربیہ سے نکاح مکروہ تنزیہی ہے جبکہ اس کا مابعد بعد میں حربیہ کے بارے میں مکروہ تحریمی ہونے کا فائدہ دیتا ہے (ت)

---

[1] بحر الرائق بحوالہ المحیط فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۰۳
[2] فتح المعین " " " ۲/۲۰
[3] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵
[4] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۹

اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ جو اندیشے ائمہ کرام نے وہاں مرد اور اولاد کے لیے پیدا کیے وہ زائد ہیں یا یہ جو یہاں عورت و اولاد کے لیے ہیں، وہاں مرد کا معاملہ ہے یہاں عورت کا، وہ حاکم ہوتا ہے یہ محکومہ، وہ مستقل ہوتا ہے یہ متلونہ، وہ مؤثر ہوتا ہے یہ متاثر، وہ عقل و دین میں کامل ہوتا ہے یہ ناقصہ، وہ اگر دار الحرب میں متوطن ہوگیا تو گنہ گار ہوا دین نہ گیا یہ اگر اس کی صحبت میں مبتدعہ ہوگئی تو دین ہی رخصت ہوا۔ بچہ بعد شعور اپنے باپ کی تربیت میں رہتا ہے وہاں باپ مسلم ہے یہاں بد مذہب، وہاں کافروں کی عادتیں ہی سیکھنے کا احتمال ہے یہاں خود مذہب کے بدل جانے کا قوی مظنہ، وہاں اگر غلام بنا تو ایک دنیوی ذلت ہے آخرت میں ہزاروں غلام کروڑوں آزادوں سے اعز و اعلیٰ ہوں گے یہاں اگر رافضی وہابی ہوگیا تو اخروی ذلت دینی فضیحت ہے، وہاں غلامی ایک احتمال ہی احتمال تھی اور یہاں یہ بدانجامی مظنون قوی، تو وہاں وہ اندیشے اگر کراہت تنزیہیہ لاتے یہاں یہ ظنون کراہت تحریمیہ تک پہنچ جاتے۔ ہم اوپر گزارش کر چکے ہیں کہ شرعاً جو چیز حرام ہے اس کے مقدمات و دواعی بھی حرام ہوتے ہیں، اور جب کہ وہاں اُن کے سبب کراہت تحریم مانیں تو یہاں اُن کے باعث کھلی تحریم رکھی ہے۔ یہ تیسرا جواب ہے اُس شُبہہ کا کہ یہ اُن سے بھی گئے گزرے، مع ہذا شرع مطہر میں اگرچہ وہ مبتدع جس کی بدعت حدِ کفر کو نہ پہنچی آخرت میں کفار سے ہلکا رہے گا اُن کا عذاب ابدی ہے اور اس کا منقطع اور بعد موت دنیوی احکام میں بھی خفت ہوگی مگر اس کے جیتے جی اس کے ساتھ برتاؤ کافر ذمی کے برتاؤ سے اشد ہے اور اس کی وجہ ہر ذی عقل پر روشن، کافر ذمی سے ہرگز وہ اندیشہ نہیں جو اس دشمنِ دین مدعیِ اسلام و خیر خواہیِ مسلمین سے ہے وہ کھلا دشمن ہے اور یہ مارِ آستین، اس کی بات کسی جاہل سے جاہل کے دل پر نہ جچے گی کہ سب جانتے ہیں یہ مردود کافر ہے خدا و رسول کا صریح منکر ہے، اور یہ جب قرآن و حدیث ہی کے حیلے سے بہکائے گا تو ضرور اسرع و اظہر ہے العیاذ باللہ رب العلمین۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

ان کانت البدعۃ بحیث یکفربھا فامرہ اشد من الذمی لانہ لا یقر بجزیۃ ولا یسامح بعقد ذمۃ و ان کان مما لا یکفر بہ فامرہ بینہ و بین اللہ اخف من امر الکافر لا محالۃ ولکن الامر فی الانکار علیہ اشد منہ علی الکافر لان شر الکافر غیر متعد

وہ بدعت جو مسلمان کو کفر میں مبتلا کر دے تو ایسا کافر بدعتی دار الاسلام میں ذمی کافر سے بدتر ہے کیونکہ وہ جزیہ کا پابند نہیں بنتا اور نہ ہی وہ عقد ذمہ کی پروا کرتا ہے اور اگر بدعت ایسی ہو جس کی وجہ سے بدعتی کو کافر نہیں کہا جا سکتا تو ایسے بدعتی کا معاملہ کافر کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور خفیف ہے لیکن اس کی تردید کا معاملہ کافر کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے کیونکہ کافر کا شر مسلمانوں کے لیے اتنا نقصان دہ

فان المسلمین اعتقدوا کفرہ فلا یلتفتون الی قولہ اذ لا یدعی الاسلام و اعتقاد الحق اما المبتدع الذی یدعو الی البدعۃ ویزعم ان ما یدعو الیہ حق فہو سبب لغوایۃ الخلق فشرہ متعد فالاستجباب فی اظہار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ بدعتہ وتنفیر الناس عنہ اشد[1]

نہیں کیونکہ مسلمان اس کے کافر ہونے کی وجہ سے اس کی بات کو قابلِ التفات نہیں سمجھتے کیونکہ وہ اسلام اور حق کا مدعی نہیں بنتا لیکن گمراہ بدعتی اپنی بدعت کو حق قرار دے کر لوگوں کو اس طرف دعوت دیتا ہے اس لیے وہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے لہذا اس کا شر زیادہ مؤثر ہے، ایسے شخص کو برا جاننا اس کی مخالفت کرنا، اس سے قطع تعلق کرنا، اس کی تحقیر کرنا، اس کا رد کرنا اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا زیادہ باعثِ اجر وثواب ہے۔ (ت)

یہ چوتھا جواب ہے اُس شُبہہ کا اَلحمدُ للہ آفتابِ حق بے حجاب سحاب متجلی ہوا اور دلائل واضحہ سے نہ صرف وہابی بلکہ ہر بدمذہب کے ساتھ سُنّیہ کی تزویج کا باطل محض یا اقل درجہ ممنوع وگناہ ہونا ظاہر ہوگیا، ہاں ہمارے بعض بھائیوں کا بعض متقشفی وہابیہ کے فریب سے دھوکا پاکر یہ عذر باقی ہے کہ یہ احکام تو ان کے لیے ہیں جو مذہب اہلسنت سے خارج ہیں اور وہابی ایسے نہیں فلاں فلاں وہابی تو سُنّی ہیں، اس کا جواب اسی قدر بس ہے کہ عزیزہ بھائیو! دینِ حق کے فدائیو! دیکھو یہ دام ورِ مبزرہ ہیں دھوکے میں نہ آئیو، بھلا وہابی صاحب جو چاہیں بکیں وہاں نہ خوفِ خدائے خلق کی حیا، مگر پیارے سنّیو! تم نے یہ کیونکر باور کرلیا کہ بعض وہابی اہلسنت ہیں۔ عزیزو! کیا یہ اس کہنے سے کچھ زیادہ عجیب تر ہے کہ فلاں رات دن ہے یا فلاں نصرانی مومن ہے۔ جب سنّت وہابیت سے صاف مباین ہے تو ان کا اجتماع کیونکر ممکن ہے۔ ہاں یوں کہتے تو ایک بات تھی کہ فلاں فلاں لوگ جو وہابی کہلاتے ہیں وہابی نہیں اہلسنت ہیں۔ بہت اچھا، چشم ما روشن دلِ ما شاد، خدا ایسا ہی کرے، اگر واقع اس کے مطابق ہے تو ہمارا کیا ضرر، اور اس فتوے پر اس سے کیا اثر، فتوی میں زید وعمرو کسی کی تعیین نہ تھی، سائل نے وہابی کی نسبت سوال کیا مجیب نے وہابی کے باب میں جواب دیا فلاں اگر وہابی نہیں سُنّی ہے اس سوال وجواب دونوں سے بری ہے، فتوی کی صحت میں کیا شک پوری ہے۔ پھر عزیز بھائیو! یہ تنزلی جواب اس کے تسلیم ادعا پر مبنی ہے، ابھی امتحان کا مرحلہ باقی و دیدنی ہے، زبان سے کہہ دینا کہ ہم وہابی نہیں گنتی کے لفظ ہیں کچھ بھاری نہیں،

الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا[2] کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اس زبانی کہہ دینے پر

---

[1] احیاء العلوم کتاب الالفۃ والاخوۃ بیان مراتب الذین یبغضون فی اللہ مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر ۲/ ۱۶۹

[2] الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وہم لا یفتنون (العنکبوت ۲۹/ ۱-۲)

وھم لا یفتنون[1] — چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، و حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے کوئی حرکت اور کوئی قوت اللہ تعالیٰ عظیم وبلند کی مشیت کے بغیر نہیں ہے۔ (ت)

بہت اچھا جو صاحب مشتبہ الحال وہابیت سے انکار فرمائیں امورِ ذیل پر دستخط فرماتے جائیں ؎

کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

(۱) مذہب وہابیہ ضلالت وگمراہی ہے۔

(۲) پیشوایانِ وہابیہ مثل ابن عبدالوہاب نجدی و اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی وصدیق حسن بھوپالی اور دیگر چھٹ بھیے آرہی بٹالی پنجابی بنگالی سب گمراہ بددین ہیں۔

(۳) تقویۃ الایمان وصراط المستقیم ورسالہ یکروزی وتنویر العینین تصانیفِ اسمٰعیل اور ان کے سوا دہلوی و بھوپالی وغیرہما وہابیہ کی جتنی تصنیفیں ہیں صریح ضلالتوں گمراہیوں اور کلماتِ کفریہ پر مشتمل ہیں۔

(۴) تقلیدِ ائمہ فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اُس سے رُوگردانی بددین کا کام ہے، غیر مقلدین مذکورین اور ان کے اتباع واذناب کہ ہندوستان میں نامقلدی کا بیڑا اٹھائے ہیں محض سفیہان نامشخص ہیں ان کا تارک تقلید ہونا اور دوسرے جاہلوں اور اپنے سے اجہلوں کو ترک تقلید کا اغوا کرنا صریح گمراہی وگمراہ گری ہے۔

(۵) مذاہبِ اربعہ اہلسنّت سب رشد وہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے، کبھی کسی مسئلہ میں اُس کے خلاف نہ چلے، وہ ضرور صراطِ مستقیم پر ہے، اُس پر شرعاً کوئی الزام نہیں ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے تقلیدِ شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ ضالین متبع غیر سبیل المومنین ہیں۔

(۶) متعلقات انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء مثل استعانت ونداء علم وتصرف بعطائے خدا وغیرہ مسائل متعلقہ اموات واحیا میں نجدی و دہلوی اور اُن کے اذناب نے جو احکامِ شرک گھڑے اور

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/۲

عامہ مسلمین پر بلاوجہ ایسے ناپاک حکم جڑے یہ اُن گمراہوں کی خباثت مذہب اور اس کے سبب انھیں استحقاق عذاب وغضب ہے۔

(۷) زمانہ کو کسی چیز کی تحسین وتقبیح میں کچھ دخل نہیں، امرِ محمود جب واقع ہو محمود ہے اگرچہ قرونِ لاحقہ میں ہو اور مذموم جب صادر ہو مذموم ہے اگرچہ ازمنۂ سابقہ میں ہو۔ بدعتِ مذمومہ صرف وہ ہے جو سنتِ ثابتہ کے ردّ خلاف پر پیدا کی گئی ہو، جواز کے واسطے صرف اتنا کافی ہے کہ خدا و رسول نے منع نہ فرمایا، کسی چیز کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہ ہو تو اسے منع کرنے والا خود حاکم وشارع بننا چاہتا ہے۔

(۸) علمائے حرمین طیبین نے جتنے فتاوے ورسائل مثل الدرر السنیہ فی الردعلی الوہابیہ وغیرہا ردِ وہابیہ میں تالیف فرمائے سب حق وہدایت ہیں اور ان کا خلاف باطل وضلالت۔

حضرات! یہ جنت سنت کے آٹھ باب ہادیٔ حق وصواب ہیں، جو صاحب بے پھیر پھار بے حیلۂ انکار بکشادہ پیشانی ان پر دستخط فرمائیں تو ہم ضرور مان لیں گے کہ وہ ہرگز وہابی نہیں، ورنہ ہر ذی عقل پر روشن ہو جائیگا کہ منکر صاحبوں کا وہابیت سے انکار فرا حیلہ ہی حیلہ تھا ہمسے پرجنا اور اسم سے رمنا، اس کے کیا معنے ع

منکر می بودن و در رنگِ مستاں زیستن

(منکر ہونا اور مستوں کے رنگ میں جینا۔ت)

واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم[1] (اللہ تعالے جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ت)

الحمدللہ کہ یہ مختصر بیان تصدیق منظرِ حق وحقیق اوائل عشرۂ اخیرۂ ماہ مبارک ربیع الاول شریف سے چند جلسوں میں بدرسمائے تمام اور بلحاظِ تاریخ "انہالۃ العاسر بحجر الکرائم عن کلاب النار" نام ہوا، و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین۔

مسئلہ ۲۰۰ غرہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنّی المذہب ہے اور ہندہ زوجہ شیعی مذہب رکھتی ہے اور باہم کسی طریقہ پر عقد بھی ہوگیا ہے ایسی حالت میں شرعاً ہمبستری یعنی مجامعت جائز ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد ہوگی وہ نطفہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

آج کل کے روافض تبرائی علی العموم کافر مرتد ہیں شاید شاذ و نادر اُن میں کوئی مسلمان نکل سکے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳

جیسے کوّوں میں سپید رنگ کا کوّا۔ ایسی عورت سے نکاح محض باطل ہے اور قربت صریح زنا، اور اولاد یقیناً ولد الزنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۱ از کلکتہ سفدریا پٹی ۱۰۹ متصل مسجد ناخدا دکان کتب شیخ فخر الدین مرسلہ نظیر حسن صاحب ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

بعالی خدمت جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام افضالہ پس از سلام مسنون الاسلام آنکہ زید نے اپنی سگی یعنی حقیقی بہن کی لڑکی کی لڑکی سے بحکم ایک عالم کے عقد کیا یہ از روئے شرع شریف کے عند الاحناف جائز ہے یا ناجائز ہے؟ مفصل تحریر فرمائیے، بینوا توجروا۔

الجواب

عقد مذکور زنائے محض ہے حرام قطعی ہے سخت عظیم شدید گناہ کبیرہ ہے، نہ فقط حنفیہ بلکہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ تمام ائمہ امت و جمہور کا اجماع ہے حرام [illegible] اس بات پر کہ [illegible] قال اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی

لا یامن ان یکون بنتہا وقد فیشتا علی ضبائع — اھل الحرب ویتخلق باخلاقھم فلا — میں پرورش پائیگا اور انکے طور طریقے اپنائے گا اور پھر مسلمان نہیں بچے ہے

۱ حلیۃ الاولیا	ترجمہ ابو مسعود موصلی	دار الکتاب العربی بیروت	۸/۲۹۱
۲ التیسیر شرح الجامع الصغیر	تحت حدیث ما قبل	مکتبہ امام شافعی الریاض سعودیہ	۱/۳۸۳
۳ الضعفاء الکبیر للعقیلی	حدیث ۱۵۳	دار الکتب العلمیہ بیروت	۱/۱۲۶
۴ فتح القدیر	فصل فی بیان المحرمات	نوریہ رضویہ سکھر	۳/۱۳۵

اگر ہندہ بالغہ ہوکر اسے جائز رکھے تب بھی جائز نہ ہوگا۔

فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الاعلی لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وما فی صدر الشریعۃ صح ولھما فسخہ وھم[1] (ملخصا)

درمختار میں ہے اگر باپ یا دادا کے غیر نے نکاح کیا ہو تو غیر کفو اور فحش کمی مہر کے ساتھ نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا اور جو صدر الشریعہ میں کہا گیا کہ وہ نکاح صحیح ہے اور باپ اور دادا کو بعد میں فسخ کا اختیار ہے، یہ محض وہم ہے (ملخصاً)۔ (ت)

اور اگر یہ بات نہیں بلکہ زید کفو ہے اور مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی تو نکاح صحیح ہوگیا مگر ہندہ کو اختیار ہے کہ بعد بلوغ فوراً اس سے نکاح کو رد کردے اور حاکم شرع کے حضور دعوٰی کرکے فسخ کرائے۔

فی الدر المختار وان کان من الکفؤ وبمھر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ بشرط القضاء للفسخ[2] (ملخصا)

درمختار میں ہے اگر مہر مثل اور کفو میں نکاح کیا ہو تو صحیح ہے لیکن نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد اس کے فسخ کا اختیار ہے اگرچہ دخول کے بعد بلوغ ہوا ہو یا بلوغ کے بعد نکاح کا علم ہوا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ اور دادا کے غیر میں شفقت کمزور ہوتی ہے تاہم فسخ کے لئے قاضی کا حکم شرط ہے (ملخصاً)۔ (ت)

مگر از انجا کہ ہندہ بکر ہے تو بحالتِ بلوغ جس وقت نکاح پر مطلع ہو فوراً اور پہلے سے مطلع تھی تو بالغ ہوتے ہی معاً نکاح کو رد کردے، اگر ذرا بھی دیر کی تو نکاح لازم ہوجائے گا اور اُسے فسخ کرانے کا اختیار نہ رہے گا۔

فی الدر المختار بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باھل النکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[3] (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم

درمختار میں ہے کہ اطلاع ملنے پر باکرہ کا سکوت اس کے فسخ کے اختیار کو باطل کردیتا ہے بشرطیکہ اپنے نکاح کے بارے میں اس کو علم ہوا ہو اور وہ بالغہ ہو، تاہم فسخ کا اختیار اس مجلس تک محدود ہوگا جس میں اس کو علم ہوا ہو۔ (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۰ ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ از چھاؤنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ بعد بیوہ ہوجانے کے اپنا نکاح ایسے شخص سے

---

[1] درمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲
[2] درمختار " " ۱/۱۹۲-۹۳
[3] درمختار " " ۱/۱۹۳

34
34

چاہتی ہے جس سے اُس کے ماں باپ ہندہ سے اس امر پر راضی نہیں اب اگر ہندہ ناراضیِ والدین گوارا کر کے اپنا نکاح کرلے تو کیا یہ نکاح شرعاً درست ہوگا یا نادرست؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر وہ شخص جس سے ہندہ بناراضی پدر اپنا نکاح بطورِ خود کیا چاہتی ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی اس کی قوم یا پیشہ یا مذہب وغیرہا میں بہ نسبت ہندہ کے کوئی ایسا قصور وعیب نہیں جس کی وجہ سے ہندہ کا اس کی مناکحت میں آنا پدرِ ہندہ کے لئے موجبِ عار ہو تو بلاشُبہہ نکاح صحیح و درست ہوجائے گا اور والدین کی ناراضی اگرچہ ہندہ کو نقصان کرے مگر جوازِ نکاح میں خلل نہ آئے گا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الایم احق بنفسھا من ولیھا[1] رواہ الائمۃ مالک واحمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وغیرھم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بالغ لڑکی اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنے بارے میں فیصلہ کی زیادہ حقدار ہے اس کو امام مالک، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا[2] (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم۔

عاقلہ بالغہ حرہ عورت کا اپنا نکاح ولی کی رضامندی کے بغیر بھی جائز ہے، اور غیر کفو میں کیا تو بالکل ناجائز ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۱

۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور زید کی اہلیہ نے انتقال کیا، دو بیٹیاں چھوڑیں، اور لڑکیوں کا کوئی وارث سوا ایک ماموں حقیقی کے کوئی نہ تھا، ماموں نے ایک لڑکی جس کی عمر تخمیناً سات برس کی تھی اس کا نکاح اپنے بیٹے کے ساتھ کردیا جس کو اب عرصہ آٹھ برس کا ہُوا، اور دُوسری بڑی لڑکی کا نکاح دُوسری جگہ کردیا، اب بڑی دختر باغوا اپنے شوہر کے اپنی چھوٹی ہمشیر کو بہکاتی ہے کہ تُو کہہ دے کہ میری نابالغی

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۵
سنن ابوداؤد فصل فی الثیب آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۸۶
[2] الدر المختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

میں نکاح ہوا ہے میں راضی نہیں ہُوں تو میں تیرا نکاح اپنے دیور سے کرادُوں گی، چنانچہ چھوٹی لڑکی اب اپنے ماموں سے کلماتِ ناراضی بیان کرتی ہے اُس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

سائل اظہار کرتا ہے کہ اس چھوٹی لڑکی کو بالغہ ہُوئے سال بھر گزرا اور اُسے نکاح کی خبر کئی برس سے ہے اور یہ کلماتِ ناراضی اُس نے کوئی دو مہینے سے کہنے شروع کئے ہیں، اگر یہ بیان واقعی ہے تو وُہ نکاح لازم ہوگیا اور عورت کو حقِ اعتراض اصلاً نہ رہا جبکہ اُسے پہلے سے نکاح پر اطلاع تھی، تو جس آن میں بالغہ ہُوئی فوراً اسی آن میں اگر ناراضی ظاہر کردیتی تو اسے حقِ اعتراض رہتا یہاں تک کہ اگر بالغہ ہوکر ایک لمحہ کو بھی دوسرے کام یا دُوسری بات میں مصروف رہی تو اب اعتراض کا اختیار نہیں رکھتی یہاں تو جوان ہونے پر کئی مہینے بعد اُس نے اعتراض شروع کیا ہے، یہ اصلاً قابلِ قبول نہیں، عورت پر فرض ہے کہ اس جہالت سے باز آئے، اور اس کی بہن پر فرض کہ پرائی زوجہ کو اغوا نہ کرے ورنہ سوا گناہ کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

فی الدر المختار[1] بطل خیار البکر بالسکوت لو عالمة بالنکاح ولا یمتد الی آخر المجلس اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ باکرہ لڑکی کی اپنے نکاح کے علم پر خاموشی اس اختیار فسخ کو ختم کردیتی ہے اور اختیار بھی صرف اس مجلس تک محدود ہوگا جس میں اسے علم ہوا ہے اس کے بعد اسے اختیار نہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من خبب امرأة علی زوجھا[2] رواہ ابو داود والنسائی وابن حبان والحاکم باسناد صحیح عن ابی ھریرة ونحوہ احمد وابن حبان وللبزار والحاکم بسند صحیح عن بریدة وابو یعلی والطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط

جو کسی عورت کو اُس کے شوہر سے بگاڑ دے وُہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ (اس کو ابو داؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ایسے ہی احمد، ابن حبان، بزاز اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابویعلی اور طبرانی نے اپنی اوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الدر المختار — باب الولی — مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۳
[2] سنن ابو داؤد — اول کتاب الطلاق — آفتاب عالم پریس، لاہور — ۱/۲۹۶

والصغیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

تیز طبرانی نے اوسط اور صغیر میں اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۲ ۱۶ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک لڑکی نابالغہ کہ جس کی عمر گیارہ برس کی ہے اور اُس کی ماں مرچکی ہے اور باپ اس کا گوالیار میں نوکر ہے، نانا اُس لڑکی کا باپ کی غیبت میں لڑکی کو اپنے یہاں لے گیا اور بلا مشورہ باپ کے اُس کا نکاح ایک رافضی سے کردینا چاہتا ہے، جب باپ کو اطلاع ہُوئی آیا اور نانا کو ممانعت کی کہ میں ایسی تقریب ہرگز روا نہیں رکھتا بلکہ اس مضمون کا اُس نے نوٹس بھی دے دیا ہے مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں رہتا ہے لڑکی کو روک رکھا ہے اور لڑکی اور اس کا باپ سب سُنّی ہیں اس صورت میں اگر نانا اُس نابالغہ کا نکاح باوجود ممانعتِ پدر کے اُس رافضی سے کردے گا تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور نانا کو لڑکی کے اپنے پاس بٹھا رکھنے اور باپ سے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب

باپ کے ہوتے نانا کوئی چیز نہیں، نہ بے اس کی اجازت کے وُہ نکاح کردینے کا مختار، یہاں تک کہ اگر نانا بے اجازتِ پدر اُس نابالغہ کا کسی سُنّی سے نکاح کردے گا اور باپ روا نہ رکھے گا تو وُہ نکاح باطل ہے نہ کہ رافضی کہ آج کل عموماً مرتدین ہیں اور اُن سے سُنّیہ عورت کا نکاح اصلاً صحیح نہیں، علاوہ بریں اس قدر میں تو شک نہیں کہ رافضی سُنّیہ بنت سنّی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو سے جو نکاح باپ دادا کے سوا دُوسرا کردے گا ہرگز صحیح نہ ہوگا، نہ کہ باپ کی صریح ممانعت کی حالت میں یہ نکاح کیا جائے، یہ کیونکر وجہِ صحت رکھے گا، پس یقیناً یہ نانا کا محض ظلم ہے، اگر وُہ ایسا کرے گا تو ہرگز نکاح نافذ نہ ہوگا بلکہ باطل ہوگا اور لڑکی نو برس کی عمر سے باپ ہی کے پاس رہے گی، اگر ماں ہوتی تو وُہ بھی نو برس کے بعد اپنے پاس نہ رکھ سکتی نہ کہ نانا، یہ سب ظلم و تعدی ہے۔

تنویر الابصار میں ہے:

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثٰی علی ترتیب الارث والحجب[1]

نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ یعنی وُہ مرد شخص جس کی نسبت میں عورت کا واسطہ نہ ہو، یہ ولی وراثت کی ترتیب اور ایک دوسرے کے لئے مانع ہونے کی ترتیب سے ہوں گے۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

درمختار میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1]

اگر قریب ولی کی موجودگی میں بعید ولی نے نکاح کردیا تو وہ نکاح قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ان کان المزوج غیرھما ای الاب والابیہ ولو الام لایصح من غیر کفؤ اصلا[2]۔ (ملخصا)

اگر باپ اور دادا کے غیر نے خواہ والدہ ہی ہو نکاح کیا تو غیر کفو میں بالکل جائز نہ ہوگا (ملخصاً)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لیس فاسق کفوا لصالحۃ اوفاسقۃ بنت صالح نھر[3] انتھی ملخصا۔

صالحہ لڑکی یا صالح مرد کی فاسقہ لڑکی کے لئے فاسق شخص کفو نہیں ہے، نہر اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ اصلا ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضا بعد البلوغ[4]

اس کا قول اصلاً یعنی وہ نکاح نہ لازم اور نہ موقوف ہوتا ہے کہ بلوغ کے بعد رضا پر صحیح ہوجائے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الام والجدۃ احق بھا حتی تشتھی وقدر یتسع وبہ یفتی[5] (ملخصا)

والدہ اور دادی/نانی لڑکی کو پرورش میں لینے کی زیادہ حقدار ہیں یہ حق لڑکی کے بلوغ تک ہے اور بعض نے نو سال تک کہا یہی مفتی بہ ہے (ملخصاً)۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۳ یکم شعبان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ باکرہ تھی اُس کے ولی نے اپنی اجازت سے اُس کا نکاح زید کے ساتھ کردیا، ہندہ کو معلوم تھا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہوگا لیکن اُس نے خاص اجازت اپنی زبان سے نہیں دی اور نہ انکار کیا، اس صورت میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ جائز ہوگیا

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۴
[2] " — " — " " " — ۱/۱۹۲
[3] " — باب الکفاءۃ — " " " — ۱/۱۹۵
[4] ردالمحتار — باب فی الولی — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۰۵
[5] " — باب الحضانۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۶۵

یا نہیں ؟ اگر نہیں ہُوا تو ولی اور نکاح پڑھانیوالے پر کیا کفارہ ہوگا ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ زنِ بالغہ پر کسی کی ولایت جبریہ نہیں اور اس سے پیش از نکاح اذن لینا مسنون ہے اگر بے اذن لئے نکاح کیا جائے تو وہ نکاح نکاحِ فضولی ہے کہ اجازتِ زن پر موقوف رہے گا، اگر جائز رکھے جائز ہو جائے اور رد کردے تو باطل، مگر زنِ دوشیزہ کا سکوت بھی اذن ہوتا ہے جبکہ خود ولی اقرب یا اس کا وکیل یا فرستادہ نکاح کرنے کا اُس سے اذن لے بشرطیکہ جس کے ساتھ نکاح کا اذن لیا گیا عورت اسے پہچانتی بھی ہو اور بغیر استیذان ولی کے بعد اس جاننے پر کہ میرا نکاح فلاں کے ساتھ کیا جائے گا خاموش رہنا اذن نہیں کہ اذن وعلم میں زمین وآسمان کا فرق ہے یہاں تک کہ اگر ولی اقرب کے ہوتے ولی ابعد اذن لے اور دوشیزہ سکوت کرے تاہم یہ سکوت اذن نہ ٹھہرے گا، تو جہاں اصلاً استیذان نہ ہو مجرد واقفیت پر خاموشی کیونکر اذن ہوسکتی ہے۔ درمختار میں ہے :

لا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ فان استاذنها هو اى الولى وهو السنة او وكيله او رسوله فسكتت عن رده مختارة فهو اذن اى توكيل ان علمت بالزوج لتظهر الرغبة فيه او عنه ولو في ضمن العام كجيراني او بني عمي لو يحصون والا فان استاذنها غير الاقرب كاجنبي او ولي بعيد فلا عبرة بسكوتها[1] اھ ملخصا وفي رد المحتار عن البحر عن المحيط ان زوجها بغير استئمار فقد اخطأ السنة وتوقف على

باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے بالغ ہوجانے پر اس پر کسی کی ولایت نہیں رہی، تو اگر اس سے اس کا ولی اجازت طلب کرے اور یہ سنت ہے، یا ولی کا وکیل یا اس کا قاصد اجازت طلب کرے اور لڑکی اپنے اختیار کے باوجود خاموش رہے تو یہ وکالت کی منظوری تصور ہوگی بشرطیکہ اس کے ہونے والے خاوند کا اس کو علم ہو تاکہ پسند یا ناپسند کرسکے، خاوند کا علم شخصی طور پر ضروری نہیں عمومی طور پر بھی مثلاً یہ کہ پڑوسی ہے یا چچازادوں میں سے ہے کافی ہے، جن کو وہ جانتی ہو، اگر خاوند کا علم بالکل نہ ہوسکے تو پھر یہ سکوت رضامندی نہ قرار پائیگا اگر ولی اقرب کی بجائے ولی بعید یا اجنبی نے بالغہ سے اجازت طلب کی تو اس وقت سکوت کو اجازت نہ قرار دیا جائے گا اھ ملخصاً۔ ردالمحتار میں بحر اور اس

---

[1] درمختار باب فی الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲-۱۹۱

رضاها[1] اھ وفیہ (قولہ لایحصون) عبارۃ الفتح وھم محصورون معروفون لھا[2] اھ۔

میں محیط کے حوالہ سے کہ اگر ولی نے بالغہ کے مشورہ اور اجازت کے بغیر نکاح کر دیا تو لڑکی کی رضامندی پر موقوف ہوگا اھ اور اس میں یہ بھی ہے کہ درمختار کا قول "لایحصون" کا مطلب فتح کی عبارت میں یہ ہے کہ لڑکی کے ہاں معروف و محدود ہوں اھ۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں اگر ولی اقرب نے بروجہ مذکور رہندہ سے اذن لیا اور اس نے سکوت کیا تھا جب تو یہ نکاح خود ہی جائز و نافذ ہوا کہ کنواریوں کا زبان سے صراحۃً اذن دینا ضرور نہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واذنھا صماتھا[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکی کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔ (ت)

ورنہ نکاح فضولی ہوا کہ قولاً یا فعلاً رد کر دے تو رد ہو جائے اور قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت دے تو جائز ہو جائے **ردِّ قولی** یہ کہ خبر نکاح سن کر صاف کہے میں نے رد کیا یا مجھے منظور نہیں یا میں نکاح کرنا ہی نہیں چاہتی یا اور کوئی کلمہ ان کے مثل اور **ردِّ فعلی** یہ کہ مثلاً ہاتھ ہلا دے کہ میں راضی نہیں یا اور کوئی حرکت ایسی کرے جس سے اس نکاح سے حقیقۃً نفرت و ناراضی ظاہر ہو اور **اجازتِ قولی** یہ کہ میں راضی ہوئی یا مجھے پسند ہے یا خدا مبارک کرے یا بہتر ہوا یا اس کی مثل اور الفاظ اور **اجازتِ فعلی** مثلاً بلا جبر و اکراہ شوہر کے یہاں رخصت ہو کر جانا یا خلوت میں اپنے پاس اُسے آنے دینا یا اُس سے مہر یا نفقہ طلب کرنا یا اور کوئی فعل کہ دلیل رضامندی ہو، اور **اجازتِ سکوتی** یہ کہ خود ولی یا اس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار یعنی جس کی عدالت و وثاقت معلوم ہو یا دو مستور الحال یعنی جن کا کوئی فسق نہ معلوم ہو نکاح ہو جانے کی عورت کو خبر دیں اور وہ شوہر کو پہچانتی ہو اور غیر اَب و جد نے نکاح کیا ہو تو مہر میں کمی فاحش نہ کی ہو اور شوہر اس کا کفو بھی ہو یعنی اُس کے دین یا نسب یا پیشہ وغیرہا میں کوئی بات ایسی نہ ہو جس کے باعث اُس سے نکاح اس کے اولیاء کے حق میں عار ہو اس صورت میں عورت خبر سُن کر خاموش رہے تو یہ خاموشی بھی اجازت تصور کی جائے گی۔ غرض یہ پانچ صورتیں ہیں دو رد کی کہ ان کے وقوع سے نکاح باطل ہو جائے گا اور تین اجازت کی کہ اُن کے وقوع سے نفاذ پائے گا، اور جب تک ان پانچ میں سے کوئی صورت واقع نہ ہو بدستور

---

[1] ردالمحتار باب فی الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۸-۹۹

[2] " " " " " ۲/ ۳۰۰

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۷۴۶ ۱۰/ ۳۷۲

موقوف رہے گا جب تک کہ ان میں سے ایک واقع ہو مثلاً ہنوز عورت کو نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی یا خبر دو اجنبی فاسقوں یا ایک اجنبی مستور الحال نے دی اور عورت خاموش رہی یا خود ولی خواہ اس کے فرستادہ نے اطلاع دی، مگر عورت شوہر کو نہ پہچانتی تھی یا پہچانتی تھی مگر جس سے اب جدے ہوا اور ولی نے نکاح کر دیا وہ کفو نہ تھا یا مہر مثل سے کمی فاحش کی تھی، تو ان سب صورتوں میں یہ خاموشی نہ اجازت ہوگی نہ رد، بلکہ عورت کو اختیار رہے گا چاہے جائز کر دے خواہ باطل۔

اتقن هذا التحرير فانك لا تجده بهذا التحبير في غير هذا التقرير والحمد لله الهادي القدير۔

اس تقریر کو محفوظ کر لو کہ اس مہارت سے کسی دوسری تقریر میں نہ پاؤ گے، تمام محامد اللہ تعالٰی ہادیِ اکمل کے لئے ہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو بلغها فردت ثم قالت رضيت لم يجز لبطلانه بالرد ولذا استحسنوا التجديد عند الزفاف لان الغالب اظهار النفرة عند فجأة السماع اھ قال ط اى فيحتمل انها نفرت من النكاح عند اعلامها به فيبطل العقد ولا يلحقه الرضا اھ[1] قلت فاذا تبين ذلك كان ردا محققا كما لا يخفى وفي الدر ايضا زوجها وليها واخبرها رسوله او فضولي عدل فسكتت فهو

اگر لڑکی کو نکاح کی خبر پہنچی تو اسے رد کر دیا پھر کہتی ہے میں راضی ہوں تو اس سے وہ نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ رد کر دینے پر وہ باطل ہو چکا ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا کہ (جب لڑکی سے پہلے اجازت لئے بغیر نکاح کیا ہو جس کو وہ بعد میں جائز قرار دے) ایسی صورت میں بہتر ہے کہ زفاف کے وقت نکاح کی تجدید کر لی جائے کیونکہ عام طور پر ایسی صورت میں اچانک نکاح کے متعلق سن کر لڑکی نفرت کا اظہار کر دیتی ہے اھ[2] طحطاوی نے فرمایا کہ اس احتمال کی بنا پر کہ نکاح کی خبر پا کر لڑکی نے بطور نفرت رد کر دیا ہو تو نکاح باطل ہو جائے گا جو بعد میں اظہارِ رضامندی سے جائز نہ ہوگا اھ قلت: اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو پھر یقینی طور وہ نکاح مردود ہوگا جیسا کہ واضح ہے،

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار باب الولی دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۹

اذن ای اجازۃ ان علمت بالزوج[1] اھ (ملخصا) قال الشامی الشرط فی الفضولی العدالۃ او العدد فیکفی اخبار واحد عدل او مستورین[2] الخ قال فی الدر فان استأذنھا غیر الاقرب فلابد من القول کالثیب او ماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مھرھا و نفقتھا ودخولہ بھا برضاھا و قبول التھنیۃ ونحو ذلک[3] اھ ملخصا، وفی رد المحتار عن البحر عن الظھیریۃ لوخلا بھا برضاھا عندی ان ھذا اجازۃ اھ و فی البزازیۃ الظاھر انہ اجازۃ اھ[4] قلت وتمام الکلام علی الافعال التی تدل علی الرضا فی فتاوٰنا ثم فی الشامیۃ فی البحر اختلف

اور درمیں یہ بھی ہے کہ ولی نے لڑکی کا نکاح کیا جس کی اطلاع ولی کے قاصد یا کسی اجنبی عادل شخص نے لڑکی کو دی تو لڑکی نے خاموشی اختیار کی تو یہ اجازت ہوگی بشرطیکہ اس کو خاوند کا علم ہو چکا ہو اھ شامی نے کہا کہ فضولی کی خبر میں عدالت یا عدد (دو) ہونا شرط ہے اس لئے ایک عادل یا دو مستور الحال حضرات کافی ہیں۔ درمیں فرمایا کہ بالغہ لڑکی سے ولی اقرب کے غیر نے اجازت طلب کی ہو تو ضروری ہے کہ لڑکی قولی یا فعلی طور پر جواب دے جس سے اس کی رضا معلوم ہو سکے، مثلاً مہر طلب کرے یا نفقہ طلب کرے یا مبارکباد قبول کرے یا خاوند کو اپنے پاس آنے کی اجازت دے دے وغیرہ، جیسا کہ ثیبہ یا اس جیسی عورت کے لئے ضروری ہوتا ہے اھ ملخصاً۔ ردالمحتار میں بحر کے حوالے سے ظہیریہ سے منقول ہے اگر لڑکی نے رضامندی سے خاوند کے ساتھ خلوت کرلی تو میرے نزدیک یہ اجازت ہے اھ، اور بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت ہے' قلت: ان تمام افعال جو رضامندی پر دلالت کرتے ہیں، کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے، پھر شامی میں ہے کہ بحر میں ہے اگر ولی نے بالغہ

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۹
[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲
[4] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۱

فیما اذا زوجها غیر کفؤ فبلغها فسکتت فقال لایکون رضا وقیل فی قول ابی حنیفة یکون رضا ان کان المزوج ابا و جدا و ان کان غیرهما فلا کما فی الخانیة اخذا من مسئلة الصغیرة المزوجة من غیر کفؤ اھ قال فی النهر وجزم فی الدرایة بالاول بلفظ قالوا[1] اھ ما فی الشامی قلت وقدمه فی الخانیة وهو لا یقدم الا لاظهر او الاشهر لکن قالوا یؤتی به للتبری وقد علل فی الخانیة للقول الثانی بتعلیل جلیل و التعلیل دلیل التعویل ونص فی المحیط و المبسوط و جامع قاضی خاں ثم الکافی شرح الهدایة ثم الشلبی علی التبیین انه قول الامام وقد صحح فی الکفایة والکافی و الدرایة والدرر التفرقة بین الاب والجد وغیرهما بناء علی مذهب الامام رضی اللہ تعالٰی۔

عاقلہ کو غیر کفو میں نکاح کر دیا تو اس وقت اجازت طلب کرنے پر یا معلوم ہونے پر لڑکی خاموش رہے تو کیا یہ اجازت ہوگی یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔ بحر نے کہا کہ رضا نہ ہوگی۔ بعض نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک قول کے مطابق اگر نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا ہو تو سکوت اجازت قرار پائیگی ورنہ نہیں، جیسا کہ خانیہ میں اس مسئلہ کو نابالغہ کو غیر کفو میں نکاح کر دینے کے مسئلہ سے اخذ کیا ہے اھ نہر میں کہا کہ درایہ میں اس پر "قالوا" کے لفظ کہہ کر پہلے قول پر جزم کیا ہے۔ شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ قلت: خانیہ میں اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور وہ زیادہ ظاہر اور مشہور قول کو مقدم ذکر کرتے ہیں لیکن علماء نے فرمایا کہ یہاں خانیہ کا اس کو مقدم ذکر کرنا اس سے فراغت کے طور پر ہے ورنہ انھوں نے دوسرے قول کی مضبوط دلیل ذکر کی ہے جبکہ دلیل کو ذکر کرنا اعتماد کی دلیل ہے۔ محیط، مبسوط، جامع قاضی خاں پھر کافی شرح ہدایہ میں پھر تبیین کے حاشیہ شلبی میں اس کو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بتایا ہے، اور کفایہ، کافی، درایہ، دُرر میں اس دوسرے قول کی تصحیح کی گئی ہے کیونکہ امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں باپ دادا اور غیر کے اقدام میں فرق ہے۔ (ت)

اور بے اذن لیے ولی کا نکاح کر دینا اگرچہ خلافِ سنّت ہے مگر گناہ نہیں، یوں ہی نکاح پڑھانے والے پر کوئی الزام نہیں کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۱۴ ۷ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نکاح لڑکی نابالغ کا جس کی عمر قریب

---

[1] رد المحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۹

تین سال کے ہے، ساتھ عمرو نابالغ کے جس کی عمر قریب چار سال کے ہے بولایتِ مادر لڑکی کے جائز ہے یا نہیں؟ درحالیکہ باپ کے چار پانچ پشت کے لوگ چچا تاؤ وغیرہ موجود ہوں، اور اب بعد بالغ ہونے کے وُہ لڑکی اُس نکاح سے ناراض بھی ہے۔

الجواب

اگر وُہ لڑکا جس سے اُس نابالغہ کا نکاح ہُوا اس کا کفو نہ تھا یعنی قوم و روش و مذہب وغیرہا امور معتبرہ سے کسی بات میں بہ نسبت دختر ایسا نقص رکھتا تھا کہ اس دختر کا اُس کے نکاح میں دیا جانا اولیائے دختر کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو تو وُہ نکاح سرے سے باطل واقع ہُوا۔ یُونہی اگر دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کر دی گئی مثلاً مہر مثل پچاس ہزار تھا اس نکاح میں پچیس ہزار بندھا تو بھی نکاح باطل محض ہُوا، ان دونوں صُورتوں میں بعد بلوغ اگر خود اجازت دے اور نکاح نہ صرف ماں بلکہ اُن سب اولیائے مل کر کیا ہو جب بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ نابالغہ کے ایسے نکاح کرنے کا باپ یا دادا کے سوا کسی کو اختیار نہیں۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الامر والقاضی لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا[1] (ملخصا)۔

اگر غیر باپ اور دادا نے غیر کفو یا مہر میں فحش کمی کے ساتھ نکاح کیا تو بالکل نکاح ناجائز ہوگا خواہ وُہ غیر والدہ ہو یا قاضی ہو۔ (ملخصا) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی فتح القدیر لو کبرت و اجازت لا یصح لانہ لم یکن عقدا موقوفا اذا لا مجیز لہ[2]

فتح القدیر میں ہے کہ اگر وُہ نابالغ لڑکی بالغ ہو اس غیر کے نکاح مذکورہ کو جائز بھی کر دے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ وُہ نکاح کی اجازت دینے والے کی اجازت پر موقوف نہ تھا۔ (ت)

اور اگر نہ لڑکا ایسا تھا نہ مہر مثل میں اس طرح کی کمی تو صحیح ہو گیا مگر ازانجا کہ یک جدی مردوں میں سے جب تک کوئی موجود ہو ماں کو ولایتِ نکاح نہیں ہوتی بلکہ ان میں جو در باب وراثت مقدم ہو وہی ولی ہوتا ہے

فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام[3]

درمختار میں ہے نکاح کا ولی وراثت کے استحقاق و حجب کی ترتیب پر عصبات ہیں، اور اگر عصبہ بنفسہ نہ ہو تو پھر والدہ کو ولایت ہوگی۔ (ت)

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۱۹۲

[2] ردالمحتار — باب الولی — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۳۰۵

[3] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۱۹۳

لہذا یہ نکاح اُس ولی کی بے اجازت صرف ماں نے کردیا تو نکاح فضولی ہُوا اور اجازتِ ولی پر موقوف رہا، اگر اُس نے خبر سُن کر رد کردیا مثلاً کہا میں اس نکاح کو جائز نہیں رکھتا یا رَد کرتا ہُوں یا میں راضی نہیں یا اس کے مثل اور الفاظ، تو رَد ہوگیا۔ اب دختر کی رضامندی و ناراضی کا بھی اعتبار نہیں کہ سرے سے نکاح باقی ہی نہ رہا، اور اگر ابتداءً باجازتِ ولی واقع ہُوا یا تزویجِ مادر کے بعد ولی نے اجازت دے دی تھی مثلاً کہا بہتر ہُوا یا میں نے پسند کیا یا مجھے منظور یا ان کے مانند اور کلمات، تو نکاح نافذ ہوگیا۔

فی الدر المختار لو زوج الاب بعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1]

درمختار میں ہے اگر بعید ولی نے اقرب ولی کے ہوتے ہُوئے نکاح کردیا تو یہ نکاح ولیِ اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

پھر بھی ازانجا کہ مزوج غیر اَب و جد اور دختر دوشیزہ ہے اُسے اتنا اختیار دیا جائے گا کہ پہلے سے نکاح کی خبر رکھتی ہو تو اپنے بالغ ہوتے ہی اور بعد بلوغ اطلاع پائے تو خبر سُنتے ہی فوراً بے وقفہ کہہ سکتی ہے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں یا میں نے اُسے فسخ کردیا مجھے ناپسند ہے یا اس کے مثل اور کوئی امر کہ دلیل ناراضی ہو۔ پس اگر بلوغ یا اطلاع پر فی الفور اس نے یہ ناراضی ظاہر کی تو اُسے اجازت دی جائے گی کہ قاضی کے حضور دعوٰی کرکے نکاح فسخ کرالے، اور اگر ایک لمحہ بھی بے عذر سکوت کیا یا کسی دُوسرے کام یا کلام میں مشغول ہُوئی تو اب وُہ نکاح لازم ہوگیا، اس کے بعد اظہارِ ناراضی کچھ بکار آمد نہیں۔ درمختار میں ہے:

وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح ولکن لھما ای لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ وبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[2] (ملخصا)

اگر کفو اور مہر مثل کے ساتھ نکاح کیا تو صحیح ہے لیکن نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بلوغ پر یا بلوغ کے بعد جب علمِ نکاح ہو فسخ کا اختیار ہوگا لیکن فسخ قاضی کے حکم سے ہوگا، اگر باکرہ بالغہ اپنے نکاح کا علم ہونے پر خاموش رہی تو اس کو فسخ کا اختیار نہ رہے گا اور نکاح کے علم والی مجلس کے آخر تک یہ اختیار باقی نہ رہے گا (ملخصا)۔ (ت)

اور اگر وُہ نکاح نہ ابتداءً اجازتِ ولی سے ہُوا نہ زمانۂ نابالغیِ دختر میں ولی نے اجازت دی نہ رَد کیا بلکہ اسے خبر

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴
[2] " " " ۱/۱۹۲-۹۳

ہی نہ ہُوئی یا بعد خبر سکوتِ محض کیا یہاں تک کہ دختر بالغہ ہُوئی تو اب وُہ خود اجازتِ دختر پر موقوف ہوا، پس اگر دختر نے اس اظہارِ ناراضی سے پہلے بعد بلوغ کوئی کلمۂ اجازت کہا یا دلالۃً اُس کے کسی فعل یا حال سے رضامندی ثابت ہُوئی تھی، مثلاً بالغ ہونے پر شوہر کے پاس گئی یا اس سے کوئی برتاؤ زن وشوئی کا کیا یا کسی نے فلاں کی دُلہن کہہ کر پکارا اُس نے جواب دیا تو نکاح لازم ہوگیا اب ناراضی محض بے سُود ہے اور اگر ہنوز قول یا فعل یا حال سے رضا ثابت نہ ہونے پائی تھی کہ اُس نے ایسی ناراضی ظاہر کی جس سے رَدِ نکاح مفہوم ہُوا تو بے شک نکاح باطل ہوگیا۔

فی فتح القدیر یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یخبرہ الولی فاجازہ بنفسہ نفذ لانہا کانت متوقفۃ ولا ینفذ بمجرد بلوغہ[1]

فتح القدیر میں ہے نابالغ کے نکاح کا جواز ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اور اگر ولی کی طرف سے اطلاع سے قبل خود بالغ ہوگیا اور اس نے اپنے نکاح کو جائز کردیا تو جائز اور نافذ ہوجائے گا کیونکہ یہ اجازت پر موقوف تھا اور اجازت کے بغیر محض بلوغ سے نافذ نہ ہوگا۔

مستفتی ان سب صورتوں کو سمجھ کر جو صورت واقعہ ہو اس کے حکم پر عمل کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۵ از راتے پور علاقہ جے پور ڈاک خانہ ہنڈون مرسلہ منشی محمد فرزند حسن صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طوائف قوم مسلمان نے جس کی عمر تخمیناً ۲۸ یا ۲۹ سال ہوگی زناکاری سے توبہ کرکے ایک شریف مسلمان سے اپنا نکاح کرلیا، اب اس کی نائکہ کہتی ہے کہ میں ولی ہُوں بے میری اجازت کے نکاح جائز نہیں۔ اور زید کہتا ہے کہ طوائف خود فعل مختار بالغہ ہے تیری اجازت کی حاجت نہیں، اور ولی واسطے ہدایت کار نیک کے ہوتا ہے زنا کے لئے ولی نہیں، نابالغ کا ولی بھی فعلِ بد کرانے کا مختار نہیں، ایسی ولایت شرعاً باطل ہے نائکہ کسی طرح ولی نہیں ہوسکتی، جو لونڈی اس نے حرام کی کمائی سے حرام کاری کے لئے خریدی وُہ شرعاً لونڈی نہیں ہوسکتی بلکہ جو شرعاً ایسی ولایت کا دعوٰی کرے وُہ قابلِ سزا ہے۔ پس صحیح قول زید کا ہے یا نائکہ کا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قول زید کا صحیح ہے اور نائکہ کا محض دعوٰی باطل و قبیح۔ ہندوستان میں جو بعض خدا ناترس محتاج اپنی اولاد قحط وغیرہ میں بیچ ڈالتے ہیں شرعاً یہ بیع کسی حالت میں جائز نہیں بلکہ باطل محض مہمل و بے معنی ہے وہ ہرگز لونڈی

---

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۸

غلام نہیں ہوسکتی، نہ خریدنے والا ان کا مالک ہوسکتا ہے نہ کسی وجہ سے استحقاق اُن میں رکھتا ہے کہ حُر کی بیع محض باطل ہے۔ ہدایہ میں ہے:

بیع المیتۃ والدم والحر باطل لانھا لیست اموالا فلا تکون محلا للبیع[1]

مردار، خون اور آزاد کی خرید وفروخت باطل ہے کیونکہ یہ چیزیں مال نہیں ہیں اس لئے یہ بیع کا محل نہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

الباطل لایفید ملک التصرف[2]

بیع باطل ملک تصرف کا فائدہ نہیں دیتی (ت)

اور جبکہ وُہ عورت بالغہ ہے تو اپنی جان کا آپ اختیار رکھتی ہے نکاح کہ اس نے بہ ہدایتِ الٰہی زنا سے تائب ہوکر ایک شریف مسلمان سے کرلیا قطعاً صحیح ولازم ہے جو کسی کے روکے رد نہیں ہوسکتا۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی[3]

حرہ عاقلہ بالغہ کا ولی کے بغیر اپنا نکاح صحیح ہے (ت)

اسی میں ہے:

سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزۃ عن امرأۃ شافعیۃ بکر بالغۃ زوجت نفسھا من حنفی بغیر اذن ابیھا والاب لا یرضٰی وردہ ھل یصح ھذا النکاح قال نعم[4]۔

شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے ایک باکرہ بالغہ شافعی عورت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے اپنا نکاح بغیر ولی ایک حنفی مرد سے خود کیا، والد کی اجازت اور مرضی نہ تھی، اور والد نے اس کے نکاح کو رَد کردیا، تو یہ نکاح صحیح ہوگا؟ تو اُنھوں نے جواب فرمایا: ہاں صحیح ہے۔ (ت)

جب خود باپ کی نسبت یہ حکم ہے تو نائکہ کا دعوٰی کیا قابلِ التفات ہوسکتا ہے، یہ محض جہل تامّ ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶ از پیلی بھیت محلہ ملک احمد خاں مرسلہ حافظ بشیر احمد خاں صاحب ۱۵ رجب ۱۳۱۰ھ

جناب عالی! گزارش یہ ہے کہ ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں باپ کی ولایت سے ہوا اب وُہ لڑکی

---

[1] ہدایہ باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۵۳

[2] " " " " " "

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷

[4] " " " " " "

بالغ ہوئی وہ اپنے باپ کے فعل کو ناپسند کرتی ہے، باپ کی ولایت سے نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے؟ فقط۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں حق جواب یہ ہے کہ باپ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح جس شخص سے کیا اگر وہ کفوء یعنی دین و نسب و پیشہ و مال وغیرہ میں کوئی امر ایسا نہیں رکھتا کہ اس سے تزویج باعثِ عار ہو نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی تو وہ نکاح مطلقاً صحیح و نافذ و لازم ہے اگرچہ دختر ناپسند کرے اگرچہ باپ اس سے پہلے معروف بسوئے اختیار ہو کہ اس نکاح میں اس کا حسنِ اختیار ظاہر تو پہلے کے سوءِ اختیار اس کی صحت میں مخل نہیں ہو سکتے، یوں ہی اگر باپ وقت تزویج نشہ میں نہ تھا نہ اس سے پیشتر اپنی کسی قاصرہ کا نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل میں کمی فاحش پر کر کے معروف بسوءِ اختیار ہو چکا تو بھی یہ نکاح صحیح و لازم ہے اگرچہ غیر کفو سے ہو اگرچہ مہر مثل میں کمی فاحش کی ہو، ہاں اگر دونوں امر مجتمع ہیں یعنی اس نکاح میں کفاءت بمعنی مذکور نہیں یا مہر میں کمی فاحش ہے اور ہنگام تزویج نشہ میں یا پہلے سے معروف بسوءِ اختیار تھا تو اس صورت میں نابالغہ کا نکاح اگرچہ بولایت پدری ہے اصلاً صحیح نہیں۔

درمختار[1] میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

وکذا لو کان سکران فزوجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ الظہور سوء اختیارہ فلا تعارضہ شفقتہ المظنونۃ، بحر۔

اور ایسے ہی اگر ولی نے نشہ کی حالت میں فاسق یا شریر یا فقیر سے یا باعثِ ہتک کام والے سے نکاح کر دے کیونکہ اس صورت میں اس ولی کا اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنا ثابت ہو چکا ہے اس کے مقابلہ میں اس کی شفقت جو کہ ظنی ہے معارض نہیں بن سکتی بحر۔

ردالمحتار میں ہے:

قلت ویقتضی التعلیل ان السکران او المعروف بسوء الاختیار لو زوجہا من کفوء بمہر المثل صح لعدم الضرر المحض (الی قولہ) وہذا مفقود فی السکران وسیئ الاختیار اذا خالف لظہور عدم رایہ و سوء اختیارہ

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت تفصیل کو چاہتی ہے کہ اگر نشے والا یا غلط اختیار کی شہرت والا اگر لڑکی کا نکاح کفوء میں اور مہر مثل کے ساتھ کرے تو یہ نکاح صحیح ہے کیونکہ اس میں لڑکی کے لئے کوئی ضرر نہیں ہے (ان کا کلام یہاں تک ہوا) کہ عدم ضرر کی صورت اس نشے والے اور غلط اختیار والے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

فی ذٰلک انتھی[1] واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

جنھوں نے غیر کفوٗ میں نکاح کیا ہے میں نہیں پائی جاتی کیونکہ نشے والے کی رائے ظاہر نہ ہوئی اور دوسرے کا غلط اختیار اس معاملہ میں ظاہر ہوچکا ہے انتھٰی۔ (ت) واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۷ از پیلی بھیت ایضاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا نکاح عمرو سے اُس حالت میں کہ اوضاع واطوار عمرو موصوف کے درست تھے اپنی ولایت سے کردیا، جب ہندہ مذکورہ رخصت کے زمانہ تک خود بلوغ کو پہنچی تو اس نے اپنے شوہر عمرو کو محرمات وممنوعاتِ شرعیہ کا مرتکب اور مامورات ومشروعات کا محترز پاکر اپنے باپ زید کے فعل کو قبیح سمجھا اس تزویج کو ناجائز رکھا، پس صورتِ مسئولہ میں ہندہ کا عمرو سے عقد منعقد رہا یا فسخ ہوا؟ بینوا توجروا

الجواب

جب ہنگامِ تزویج عمرو میں کوئی امرانِ بد اطواریوں سے نہ تھا بلکہ یہ باتیں اس نے بعد میں اختیار کیں تو عدمِ کفایت بعد نکاح حادث ہوئی اور ایسی عدمِ کفائت اصلاً مانع صحت نکاح نہیں خصوصاً تزویج پدر میں کہ آئندہ کا علم بندہ کی قدرت سے باہر ہے ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2] (اللہ تعالٰی کسی کو وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) پس اس بنا پر ہندہ کا اُس نکاح کو جائز رکھنا اصلاً قابلِ سماعت نہیں۔ درمختار میں ہے:

والکفاء اعتبارھا عند ابتداء العقد فلایضر زوالھا بعدہٗ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ابتداءِ نکاح کے وقت کفوٗ کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا بعد میں کفو کا زوال مضر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۸ ۲۳ رجب ۱۳۱۰ھ

بالغہ کا نکاح باپ خود کسی کفو سے کرے استیذان بالغہ ضرور ہے یا نہیں؟ نہیں تو مستحب و مسنون یا مباح یا کوئی حاجت نہیں؟

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۵

[2] القرآن ۲/۲۸۶

[3] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

الجواب

بالغہ پر ولایت نہیں، استیذان نفاذ نکاح کے لئے ضرور ہے، اگر بے استیذان نکاح کر دے گا نافذ نہ ہوگا بلکہ اجازتِ بالغہ پر موقوف رہے گا، اگر جائز کرے گی جائز ہوجائے گا، رد کرے گی رد ہوجائیگا کما صرحوا بہ قاطبۃ (جیسا کہ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ت) باقی واجب نہیں کہ ترک پر گناہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۹ ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا باپ مفقود الخبر ہے اور اس کا کچھ پتا نہیں، اور ہندہ کا ایک بھائی بالغ ہے جس کی عمر پندرہ برس کی ہے اور بسنہ آغاز ہندہ کا نکاح اس کی ماں اور اس کے بھائی نے کر دیا، اس صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں جبکہ ہندہ نابالغہ ہے اور اس کا باپ مفقود الخبر ہے اور ہندہ کے جوان بھائی نے اس کا نکاح کیا تو وہ نکاح ہوگیا بشرطیکہ جس شخص سے نکاح کیا ہو وہ اس کا کفو ہو یعنی اس کی قوم یا پیشہ یا مذہب وغیرہ میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ اس کے نکاح سے ہندہ کے اولیا کو ننگ و عار آئے اور بشرطیکہ مہر میں ایسی کمی نہ کی گئی ہو جس کا متحمل لوگ نہ کرتے ہوں اور اگر ان باتوں میں سے ایک بات ہوگی یعنی اس شخص کے قوم یا مذہب یا پیشہ وغیرہ میں کوئی امر موجبِ ننگ و عار ہوگا یا مہر میں ایسی سخت کمی کی گئی ہو مثلاً ہندہ کا مہر مثل دس ہزار تھا اور بھائی نے پانچ ہزار پر نکاح کر دیا تو ان صورتوں میں وہ نکاح اصلاً نہ ہوا، والمسائل منصوص علیہا فی الدر المختار وغیرہ (یہ مسائل درمختار وغیرہ میں منصوص ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ نکاح دخترِ نابالغہ کا باوجود انکارِ دخترِ نابالغہ اور حیات ہوتے اس کے باپ کے، بے اجازت اس کے باپ کے، اس کی ماں نے زید کے ساتھ کر دیا، آیا شرعاً یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ یہ نکاح مادر و برادرِ بالغ نے بریلی میں کیا اور اس کا باپ کان پور میں موجود ہے جسے ہنوز اس نکاح کی اطلاع نہ ہوئی، اور جس لڑکے سے نکاح ہوا وہ اس کا کفو ہے، اگر یہ سب بیان

واقعی ہیں تو دیکھا جائے گا کہ ناکح کفو اس قدر انتظام پر راضی ہو سکتا تھا کہ باپ کو خط لکھا جائے اور اس کی اجازت منگائی جائے یا وہ اس پر راضی نہ ہوتا بلکہ اتنے انتظار پر نکاح ہی نہ کرتا اگر یہ پچھلی صورت فرض کی جائے جس کے وقوع کی اُمید بہت ہی ضعیف بلکہ کالمعدوم ہے کہ انتظارِ جواب میں یہ بات ہاتھ سے جاتی تھی تو نکاح نافذ ہو گیا بشرطیکہ مہر مثل میں کمی فاحش نہ کی گئی ہو اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ انتظارِ جواب کر لیتا اور غالب ایسا ہی ہے تو یہ نکاح بشرط مذکور اجازتِ پدر پر موقوف ہے اگر جائز رکھے گا جائز ہو جائے گا اور باطل کر دے گا تو باطل ہو جائے گا۔

فی الدر المختار للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال انہ علیہ الفتوی[1] اھ مختصرا، وفی ردالمحتار قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رایہ فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب وفی البحر عن المجتبی عن المبسوط انہ الاصح وفی النہایۃ اختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل وفی الہدایۃ انہ اقرب الی الفقہ وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وفی شرح الملتقی من الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ ویشیر کلام النہر

درمختار میں ہے اگر ولی اقرب اتنی مسافت پر ہے کہ رشتہ طلب کرنے والا ہم کفو وہاں سے جواب کا انتظار نہ کرتا تو ولی ابعد کو نکاح جائز ہے، اس پر باقانی نے اعتماد کیا اور ابن کمال نے نقل کیا ہے کہ اس پر فتوی ہے اھ مختصراً۔ اور ردالمحتار میں ہے ذخیرہ میں کہا اصح یہی ہے کہ اگر ولی اقرب اتنی مسافت پر ہو کہ رشتہ طلب کرنے والا ہم کفو وہاں سے جواب یا اس کی رائے حاصل کرنے کا انتظار نہیں کرتا تو غیبتِ منقطعہ قرار پائی گئی اور کتاب میں اسی کی طرف اشارہ ہے، اور بحر میں مجتبی کے حوالہ سے مبسوط سے منقول ہے کہ یہ اصح ہے۔ اور نہایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ نے اسے پسند کیا ہے اور ابن فضل نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ یہ اقرب الی الفقہ ہے، اور فتح میں ہے کہ حق کے قریب ہے۔ اور ملتقی کی شرح میں حقائق سے منقول ہے کہ یہ تمام اقوال میں اصح ہے اور اس پر فتوی ہے، اور اختیار اور نقایہ میں اس کو قائم رکھا ہے، اور نہر کا کلام بھی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

الی اختیارہ وفی البحر والاحسن الافتاء بما علیہ اکثر المشائخ اھ ما فی ردالمحتار[1] قلت لاسیما فی ھذا الزمان فان العجلۃ الدخانیۃ قد جعلت مسافۃ القصر کمسافۃ ساعۃ واحدۃ بل اقل فوجب التعویل علی ما افتی بہ اکثر المشائخ۔

اس کے مختار ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور بحر میں ہے کہ جس پر اکثر مشائخ کا اعتماد ہو اس پر فتوٰی باعث اطمینان ہے۔ ردمحتار کی عبارت ختم ہوئی۔ قلت خصوصًا موجودہ زمانہ میں کہ جب ریل گاڑی نے مسافتِ قصر کو ایک گھنٹہ کی مسافت بنا دیا ہے بلکہ اس سے بھی کم کر دیا ہے لہذا جس پر اکثر مشائخ نے فتوٰی دیا ہے یہی قابلِ اعتماد ہے۔ (ت)

یہ سب اُس صورت میں ہے کہ عورت کے مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی ہو مثلاً مہر مثل سَو روپے کا تھا اس نکاح میں پچاس کا باندھا تو سرے سے نکاح ہی نہ ہوا۔

فی الدرالمختار[2] ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الاما لایصح النکاح بغبن فاحش۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر نکاح کرنے والا باپ دادا کا غیر ہو خواہ وہ ماں ہی کیوں نہ ہو مہر میں فحش کمی کے ساتھ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۱ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں صاحب ۱۵ شعبان ۱۳۱۱ھ۔

چہ می فرمایند علمائے اہل سنت وجماعت دریں مسئلہ کہ مسماۃ ہندہ ورثہ شرعیہ ندارد و نہ از نطفہ زید مگر زید بسعی تمام از ایام طفلی پرورش کردہ تا بعمر دہ سالہ در رسیدہ و بسبب اطلاق پرورش زید ولی ہندہ ظاہر بعد زید منکوحہ زید نکاح ہندہ بہمراہ خیراتی خاں کردہ فرار شد وقتیکہ زید آمدہ بر نکاحش وقوف یافتہ راضی نہ گشت درین صورت بدون اجازت

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ہندہ نامی لڑکی جو زید کی اولاد نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی شرعی وارث ہے لیکن زید نے اس کی بچپن سے دس سال کی عمر تک پرورش کی۔ اس پرورش کی وجہ سے زید ہندہ کا ولی معلوم ہوتا ہے تو زید کی عدم موجودگی میں زید کی بیوی نے ہندہ کا نکاح خیراتی خاں سے کر دیا، اور خیراتی خاں اس کے بعد بھاگ گیا، اب جب زید واپس آیا تو اس نے ہندہ

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

زید نکاحِ ہندہ خوردسالہ درست ست یا نہ، بیان فرمایند بعبارتِ کتب، رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔

کے نکاح کو ناپسند کیا اور راضی نہ ہوا، تو کیا مذکورہ صورت میں ہندہ نابالغہ کا نکاح زید کی مرضی کے خلاف درست ہُوا یا نہیں؟ کتب کے حوالہ سے جواب دیا جائے، اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے۔ (ت)

الجواب

اوّلاً دیدہ باید کہ شخصے کہ زن زید ہندہ را بحبالہ نکاحش داد با ہندہ کفایت دارد یا نے، اگر ندارد مثلاً در نسب یا حرفہ یا روش یا مذہب قصورے دارد کہ ہندہ را در نکاحش آمدن نزد اہلِ عرف موجبِ عار باشد آنگاہ ایں نکاح باطل محض افتد کہ باجازت ہیچ کس روئے نفاذ نہ بیند تا آنکہ ہندہ اگر توانستن بعد رسیدن اجازت کند ہم روئے نیاید زیرا کہ تزویج باغیر کفو جبر پدر یا غیر پدر کہ دریں کار بسوء اختیار معروف نباشد ہیچ کس را نمی رسد کما نصوا علیہ قاطبۃ وفی جامع الصغار ولی غیر الاب والجد زوج الصغیرۃ من غیر کفوٍ فادرکت الصبیۃ فاجازت لا یجوز[1]، واگر کفایت دارد آنگاہ دیدنی ست کہ ہندہ ہنگامِ نکاح ہیچ قریبے قریب یا بعید مرد یا زن از جانبِ پدر یا مادر اگرچہ در غایت بعد و دُوری می داشت یا نے، اگر می داشت پس ہماں کس ولی نکاح اوست نکاح مذکور را باجازتِ آں ولی موقوف ست خواہ ایں زید باشد یا دیگرے اگر اجازت دہد جائز شود اگر رد کند باطل

پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ زید کی بیوی نے جس شخص سے ہندہ کا نکاح کیا ہے وہ ہندہ کا ہم کفو ہے یا نہیں، اگر نہیں مثلاً نسب، کردار، حرفہ یا مذہب میں ایسی کمی والا ہے کہ عرف میں اس کو عار سمجھا جاتا ہے تو اس صورت میں یہ نکاح محض باطل ہے اور کسی کی اجازت حتی کہ ہندہ خود بالغ ہونے پر اس کو جائز نہیں کرسکتی، کیونکہ غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح کرنے کی ایسے باپ دادا جو سوءِ اختیار میں مشہور نہ ہوں، کے بغیر کسی کو اجازت نہیں ہے، جیسا کہ تمام فقہائے تصریح کی ہے جامع صغار میں ہے باپ دادا کے غیر کسی ولی نے نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کردیا ہو تو لڑکی بالغ ہوکر خود بھی اس نکاح کو جائز نہیں کرسکتی، اور اگر وہ شخص ہندہ کا ہم کفو تھا تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ ہندہ کا کوئی رشتہ دار مرد یا عورت قریب یا بعید جو کہ کسی طرح والد یا والدہ کی طرف سے ہندہ کے نکاح کی ولایت رکھتا ہو موجود ہے تو نکاح اسکی اجازت پر موقوف ہوگا، وہ جائز قرار دے تو جائز، اگر رد کردے تو رد ہوجائیگا، وہ ولی زید ہو یا کوئی اور ہو۔ اور اگر ہندہ کا کوئی بھی

---

[1] جامع احکام الصغار علی حاشیۃ جامع الفصولین فی مسائل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹

گردد، واگر باہندہ ہیچ کس را از زندگان وقت نکاح قرابت نسبی نبود ند زید نہ غیر او را آنگاہ دریں ما کہ زیر ولایت ہیچ قاضی شرع و حاکم اسلام نیست نظر کردن ست، اگر دراں شہر عالمے از علمائے دین کہ فقیہ و صاحب فتوی و اعلم علمائے بلد باشد موجود ست پس نکاح مذکور بر اجازتِ او موقوف ست اگر اجازت دہد نافذ شود و اگر رد کند باطل گردد، فی الحدیقۃ الندیۃ عن الفتاوی العتابیۃ اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم[1] واگر آنجا ہیچ عالمے نیز نباشد آنگاہ ایں نکاح اصلا انعقاد نیابد خود باطل محض ست لکونہ عقد فضولی صدر ولا مجیز فی جامع الصغار ان کان فی موضع لایکون تحت ولایۃ قاض فانہ لاینعقد[2] اھ وفی رد المحتار عن الفتح ما لامجیز لہ ای مالیس لہ من یقدر علی الاجازۃ یبطل کما اذا زوجہ الفضولی مجیزہ یتیمۃ فی دار الحرب او اذا لم یکن

زندہ لوگوں میں سے نسبی ولی نہیں، نہ زید ہے نہ کوئی اور ہے، تو ایسی صورت میں جبکہ ہمارے ملک میں کوئی قاضی یا شرعی حاکم سرکاری طور پر مقرر نہیں ہے، اگر اس شہر میں کوئی ایسا عالم جو مفتی، فقیہ اور علاقہ کا بڑا عالم ہو موجود ہے تو نکاح اسکی اجازت پر موقوف ہوگا کہ وہ اگر جائز کردے تو جائز اور اگر رد کردے تو رد ہوجائے گا۔ حدیقہ ندیہ میں فتاوی عتابیہ سے منقول ہے کہ جب زمانہ شرعی طور پر امور کو سرانجام دینے والے حاکم و قاضی سے خالی ہو تو یہ امور علماء کے سپرد ہوں گے اور اُمت پر لازم ہوگا کہ وہ ان علماء کی طرف رجوع کریں اور یہ علماء والی بن جائیں گے، اور اگر ایک عالم کی طرف سب کا رجوع مشکل ہو تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے علاقہ کے عالم کی طرف رجوع کریں گے اور کسی علاقہ میں ایسے علماء کی تعداد زیادہ ہو تو پھر ان میں سے بڑے عالم کی اتباع کریں گے، اور اگر وہاں کوئی ایسا عالم نہ ہو تو پھر یہ نکاح اصلاً منعقد نہ ہوگا اور خود بخود باطل ہوجائے گا، کیونکہ یہ فضولی کا ایسا نکاح ہوگا جسے کوئی بھی جائز کرنے والا نہیں، جامع الصغار میں ہے کہ اگر ایسی جگہ ہو کر وہاں کوئی سرکاری شرعی حاکم نہ ہو تو نکاح منعقد نہ ہوگا اھ، اور رد المحتار میں فتح سے منقول ہے کہ جہاں کوئی ایسا حاکم مجاز نہ ہو جو نکاح کو جائز کرسکے تو نکاح باطل ہوگا،

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثانی من الانواع الثلاثۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

[2] جامع احکام الصغار علی حاشیۃ جامع الفصولین فی مسائل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹

سلطان ولا قاض لعدم من یقدر علی الامضاء حالۃ العقد فوقع باطلا اھ[1] ملخصا بے قرابت مجرد پرورش ولایت نکاح ثابت نہ شود فی جامع الصغار من یتولی صغیرا او صغیرۃ لا یملک تزویجھما[2]۔ پس دریں صورت اجازت و عدم اجازت زید چیزے نیست ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ کسی فضولی نے نابالغہ یتیم لڑکی کا نکاح دارالحرب میں کردیا، یا وہاں کہ جہاں کوئی سلطان وقاضی نہ ہو تو ایسی صورت میں نکاح باطل ہوجائے گا کیونکہ وہاں کوئی جائز کرنے والا نہیں ہے اھ ملخصاً، زید کو محض پرورش کی وجہ سے ولایت حاصل نہ ہوگی۔ جامع الصغار میں ہے کہ کسی بچے یا بچی کی کفالت کرنے والا اس کے نکاح کا ولی نہیں بن سکتا لہذا مذکورہ صورت میں زید کی اجازت و عدم اجازت کوئی معنی نہیں رکھتی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۲ از قاضی باڑی ضلع ہردوئی، ڈاک خانہ شاہ آباد مرسلہ حضرت سید امیر حیدر صاحب

۲۶ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ سید سجاد حسین مرحوم نے چار لڑکیاں اور ایک زوجہ چھوڑ کر انتقال کیا بعد چند عرصہ کے ایک لڑکی فوت ہوگئی، بعد اس کے زوجہ نے انتقال کیا، تین لڑکیاں دو منسوبہ اور ایک نابالغہ چھوڑی، بعد دو سہ ماہ کے دختر کلاں نے بھی انتقال کیا، اب لڑکی نابالغ کے نکاح کی اجازت بموجب شرع شریف کے فوقیت ہمشیرہ حقیقی کو ہے یا نانی نانا کو حاصل ہے فقط۔

الجواب

اس نابالغہ کے دادا پردادا یا اُن کے باپ دادا پردادا کی اولاد پسری میں کوئی مسلمان عاقل بالغ مرد باقی ہے تو اس کے نکاح کی ولایت اُسی کو ہے، اُس کے ہوتے نانا نانی بہن بلکہ ماں بھی کوئی چیز نہیں اور اس طرح کے مرد متعدد ہیں، تو اُن میں جو قریب تر ہوگا یعنی جو اس نابالغہ کے نسب میں بہ نسبت دوسروں کے کم واسطوں سے ملے گا وہی ولایت پائے گا، اور جو برابر درجے کے ہیں وہ ہر ایک ولی ٹھہرے گا۔ مثلاً ہندہ بنت زید بن بکر بن خالد ہے اور سعید ورشید پسران حمید بن حامد بن خالد اور باقر ابن جعفر بن احمد بن حامد اور کبیر صغیر منیر پسران طاہر بن مطہر بن حامد مذکور ہیں تو ولایت نکاح ہندہ سعید ورشید دونوں کو یکساں ہے اور اُن کے ہوتے باقر وکبیر ومنیر کو استحقاق نہیں، ہاں اگر دو عیال میں کوئی مرد

---

[1] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲۷

[2] جامع احکام الصغار علی حاشیۃ جامع الفصولین فی مسائل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲

ایسا نہیں خواہ یوں کہ سرے سے کوئی مرد رہا ہی نہیں یا جو ہے وہ مجنون یا رفض وغیرہ بدمذہبوں میں حدِ کفر تک پہنچا ہوا ہے، تو اُس وقت اشخاصِ مذکورین سوال میں ولایتِ نکاح نانی کو ہے، وہ نہ رہے تو نانا کو، وہ نہ رہے تو بہن کو، اور ان سب میں بھی عقل و اسلام کی شرط ضرور ہوگی یعنی اگر مذہب میں فساد ہو تو حدِ کفر تک نہ پہنچا ہو ورنہ مرتد کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعوئ اسلام رکھتا ہو۔

فی الدرالمختار الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریة وتکلیف واسلام فی حق مسلمة وولد مسلم فان لم یکن عصبة فالولایة للام ثم الاب ثم للجد الفاسد ثم للاخت[1] الخ اھ ملخصا، وفی ردالمحتار صرح فی الجوھرة بتقدیم الجدة علی الاخت، ونقل ذٰلك الشرنبلالی عن شرح النقایة للعلامة قاسم قال ولم یقید الجدة بکونها لام اولاب اھ، وفیه عن الخیریة ان الجدة لاب اولی من الجدة لام قولا واحدا فتحصل بعد الام ام الاب ثم ام الام ثم الجد الفاسد تامل اھ قال وما جزم به الرملی افتی به فی الحامدیة[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے نکاح میں عصبہ بنفسہٖ یعنی وہ مرد جس کی نسبت میں عورت واسطہ نہ بنے، وراثت وحجب کی ترتیب پر ولی بنتے ہیں بشرطیکہ یہ حر، مکلف اور مسلمان ہوں جبکہ ان کی ولایت مسلمان لڑکی یا لڑکے کے لئے ہو۔ اور اگر عصبات بنفسہا نہ ہوں پھر والدہ کو، پھر دادی کو، پھر نانے کو، پھر اخت کو ولایت ہوگی الخ اھ ملخصاً، اور ردالمحتار میں ہے کہ جوہرہ میں جدہ کو بہن پر مقدم کرنے کی صراحت کی ہے۔ شرنبلالی نے اس کو علامہ قاسم کی شرح نقایہ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ جدہ کو سگی کی قید سے مقید نہیں کرسکتے اھ، اور اسی میں فتاوٰی خیریہ سے منقول ہے کہ دادی کا نانی سے مقدم ہونا ایک ہی قول ہے تو حاصل یہ ہوا کہ والدہ کے بعد دادی اور پھر نانی پھر نانا، غور کر، اھ۔ اور کہا کہ جس پر رملی نے خیریہ میں جزم کیا ہے اسی پر حامدیہ میں فتوٰی دیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۳ از کلکتہ اسٹریٹ ۱۶۲ دھرم تلا مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۴ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے ماموں نے درصورت نہ ہونے والد اور چچا اور برادر اور دادا اس لڑکی کے بہ موجودگی والدہ کے کر دیا تھا اب اس نے بحالتِ بلوغ

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۳

[2] ردالمحتار — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۱۳-۳۱۲

اس نکاح کو منظور نہ کیا تو وہ نکاح باقی رہے گا یا نہیں ؛ بینوا توجروا

الجواب

اگر عورت کی نامنظوری اس بنا پر ہے کہ ماموں نے جس کے ساتھ اس کا نکاح کیا وہ اس کا کفو نہیں یعنی اس سے قوم یا دین یا پیشہ وغیرہ امور معتبرہ میں ایسا گھٹا ہُوا جس سے نکاح اُس کیلئے باعث ننگ وعار ہے یا اس بنا پر کہ ماموں نے اس کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہے جب تو وہ نکاح خود ہی باطل محض ہوا جسے خود شرع مطہر نکاح نہیں ٹھہراتی، عورت کی منظوری و نامنظوری کو کچھ دخل نہیں، اور اگر یہ دونوں وجہیں نہیں بلکہ کسی اور سبب سے نامنظور کرتی ہے تو اس صورت میں اگر عورت نے کہ بکر تھی بعد بلوغ خبرِ نکاح سُنتے ہی یا پہلے سے معلوم تھا تو بالغہ ہوتے ہی فوراً بلا توقف اختیاری نامنظوری ظاہر نہ کی تو نکاح لازم ہوگیا، اب عورت کو اصلاً کوئی چارہ کار نہیں، اور اگر فی الفور آن بلوغ میں یا بعد بلوغ نکاح معلوم ہوا تو آن استماع خبر میں معاً اپنی نامنظوری ظاہر کی تو از انجا کہ نکاح غیر اَب و جَد کا کیا ہوا ہے عورت کو اختیارِ فسخ حاصل ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ بطورِ خود فسخ کردے اور اس کے حبالۂ زوجیت سے باہر ہوجائے بلکہ یہ کہ حاکم شرع کے یہاں دعوٰی رجوع کرے، حاکم بعد تحقیقات امور مذکورہ نکاح فسخ کردے۔ درمختار میں ہے :

ان کان المزوج غیر الاب و ابیہ لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا و من کفؤ و بمھر المثل صح و لصغیر و صغیرۃ خیار الفسخ و لو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ و شرط للکل القضاء و بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح و لا یمتد الی آخر المجلس و ان جھلت[1] اھ ملتقطا۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

اگر نابالغہ کا نکاح باپ اور دادا کے غیر نے کیا تو غیر کفو میں یا بہت کم مہر کے ساتھ کیا تو نکاح بالکل نہ ہوگا۔ اور اگر کفو یا مہر مثل سے کیا تو نکاح صحیح ہوگا، اور نابالغ لڑکی اور لڑکے کو نکاح کے فسخ کا اختیار ہوگا خواہ دخول کے بعد بلوغ یا نکاح کا علم ہوا ہو اس وقت فسخ کرسکتے ہیں۔ فسخ کی ان تمام صورتوں میں قضاء شرط ہے، اور باکرہ بالغہ لڑکی کا سکوت اس کے خیار فسخ کو ختم کردیتا ہے جبکہ وہ اپنے نکاح سے باخبر ہو اور اس سے اس کی اجازت طلب کی گئی ہو اگرچہ اس کو اپنے اختیار کے بارے میں علم نہ بھی ہو اور مجلس کے خاتمہ تک یہ اختیار باقی رہے گا، اھ، ملتقطا۔ اللہ سبحانہ وتعالٰی زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم اتم واکمل ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳-۱۹۲

مسئلہ ۳۲۴ از شہر کہنہ ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام و فضلائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے انتقال کیا اور دو لڑکی ایک قریب ایک سال، اور دوسری قریب تین سال، اور بیوی اور والدہ اور تین بھائی چھوڑے۔ ان لڑکیوں نے تا مدت سات سال زیرِ سایہ اپنی والدہ اور چچاؤں کے پرورش پائی، قضائے الٰہی بعد سات سال والدہ نے بھی انتقال کیا، چونکہ چچا اپنے اپنے تعلقوں پر تھے یہاں موجود نہ تھے، خالائیں آئیں اور حیلہ و فریب کرکے لڑکیوں کو لے گئیں کہ تا آنے چچاؤں کے یہ لڑکیاں ہمارے پاس ہیں جب چچا آئیں گے فوراً روانہ کر دیں گے، یہاں سے لے جاکر دونوں لڑکیوں کے نکاح عدم موجودگی چچاؤں میں باختیارِ خود اپنے لڑکوں کے ساتھ کرلئے۔ اس صورت میں یہ نکاح ہوئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آٹھ سال کی لڑکی ضرور نابالغہ ہے، یونہی دس سال کی بھی، جب تک حیض نہ آئے یا پندرہ سال کامل کی عمر نہ ہوجائے۔ اور نابالغ کے نکاح کا اختیار عصبہ کو ہے، عصبہ کے ہوتے ذوی الارحام کوئی چیز نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

لغیر العصبات من الاقارب ولایۃ التزویج عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی معناہ عند عدم العصبات[1]

نابالغ کے نکاح کی ولایت عصبات کی غیر موجودگی میں دیگر اقارب کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک حاصل ہے۔ (ت)

چچا عصبہ ہے اور خالہ ذوات الارحام سے، خالہ سگے چچا سے چھتیسویں درجے میں ہے کہ حقیقی چچا نہ ہو تو سوتیلے چچا کو نکاح کی ولایت ہے، پھر حقیقی چچا کے بیٹے کو، پھر سوتیلے چچا کے بیٹے کو، پھر باپ کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا، پھر باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے کا، پھر دادا کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا، پھر دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے کا، پھر اور دور کا سگا چچا، پھر سوتیلا، پھر اس کا بیٹا، پھر اس کا، پھر آزاد کرنے والا، پھر اس کا عصبہ، یہ سب عصبات ہیں، جب ان میں کوئی نہ ہو تو ماں ولی ہے، پھر دادی، پھر نانی، پھر بیٹی، پھر پوتی، پھر نواسی، پھر پسر کی پوتی نواسی، پھر دختر کی، پھر نانا، پھر سگی بہن، پھر سوتیلی بہن، پھر ماں کی اولاد جو باپ میں شریک نہیں، پھر سگی بہن کی اولاد، پھر سوتیلی کی، پھر اولادِ مادر کی، پھر پھوپھی، پھر ماموں۔ اور جب ان سب میں بھی کوئی نہ ہو تو خالہ۔ ان تمام درجات کی تفصیل عالمگیری و درمختار و ردالمحتار وغیرہا سے ظاہر۔ فتاوٰی قاضی خاں

---

[1] ہدایہ باب فی الاولیاء والاکفاء المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۲۹۸

میں ہے ؛

ولایۃ النکاح الی العصبات اقربھم الی الصغیر والصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوھما علی ھذا الترتیب وان سفلوا ثم العم لاب وام[1] اھ ملخصا۔

نکاح کی ولایت عصبات کو ہے اور نابالغ لڑکے اور لڑکی کے قریب ترین عصبات والد پھر دادا، پھر حقیقی بھائی، پھر باپ کی طرف سے بھائی، پھر ان دونوں کے لڑکوں کو اسی ترتیب سے نیچے تک، پھر حقیقی چچا کو، اھ ملخصاً (ت)

درمختار میں ہے ؛

فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (وعد دبعض درجات المتعصبۃ ثم قال) ثم الخالات[2]۔

اگر عصبہ نہ ہو تو ماں کو ولایت ہے، اور ولایت کے بعض درجات متعصبہ کو بیان کرنے کے بعد اُنھوں نے کہا کہ پھر خالاؤں کو ولایت ہوگی (ت)

پس چچا کے ہوتے جو نکاح خالہ کردے چچا کی اجازت پر موقوف ہے، اگر جائز رکھے جائز اور اگر رد کردے تو باطل ہوجائے۔ درمختار میں ہے ؛

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[3] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

اگر قریبی ولی کے ہوتے ہوئے بعید ولی نے نکاح کردیا تو قریب والے کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اللہ تعالٰی اعلم ہے اور اس کا علم اتم اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۵ از سورون ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان بالغ لڑکی نا کتخدا کا نکاح اُس کی ماں نے عدم موجودگی پدر میں اپنے عزیز واقارب کو جمع کرکے اپنے بھانجے کے ساتھ کردیا، باپ بھی اس لڑکے کو جانتا ہے اور اس پر راضی بھی تھا مگر یہ کہتا تھا کہ جب تک یہ نوکر نہ ہومت کرنا، اس صورت میں نکاح شرعاً درست ہوا یا نہیں؟ اور ماں کو بہ موجودگی باپ کے اولاد پر ایسا اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب

نابالغ اولاد پر باپ کے ہوتے ماں کے لئے ایسا اختیار اصلاً نہیں، اور بالغ اولاد پر ماں باپ کسی کیلئے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — فصل فی الاولیاء — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۶۳
[2] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۳
[3] " — " — " — ۱/۱۹۴

ولایت جبری نہیں۔ حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الایم احق بنفسھا من ولیھا[1] رواہ الستۃ الا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

بالغہ عورت ولی کی بنسبت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے، اسے کو امام بخاری کے سوا ائمہ ستہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ذکر کیا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[2]۔

بالغہ باکرہ لڑکی کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے بالغ ہوجانے پر اس پر جبر کی ولایت کسی کو حاصل نہ رہی۔ (ت)

صورتِ مذکورہ میں جبکہ لڑکی بالغہ ہے تو اس کا نکاح بے اس کے اپنے اذن کے نہ ماں کے کئے نافذ ہوسکے نہ باپ کے ہاں، جس عورت بالغہ کا ولی موجود ہو وہ غیر کفو سے اپنا نکاح نہ خود کرسکتی ہے نہ دوسرے کو اذن دے سکتی ہے جب تک ولی اُس شخص کے غیر کفو ہونے پر مطلع ہوکر پیش از نکاح بالتصریح اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے، ورنہ وہ نکاح محض باطل ہوگا کہ پھر رضائے ولی سے بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ[3] اھ ملخصا۔

ولی کی رضا کے بغیر حرہ عاقلہ بالغہ کا اپنی مرضی سے نکاح غیر کفو بعدم جوازہ اصلا بلا رضی ولی نافذ ہوتا ہے اور غیر کفو میں ولی کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح جائز نہ ہونے پر فتوٰی ہے جبکہ ولی غیر کفو میں ہونے کا علم حاصل کرچکا ہو اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ، بحر[4]۔

یہ اس صورت میں ہے جب لڑکی کا کوئی ولی ہو اور نکاح سے قبل وہ اس پر راضی نہ ہو تو نکاح کے بعد ولی کی رضا مفید نہ ہوگی، بحر۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم — کتاب النکاح — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۴۵۵
سنن ابوداؤد — فصل فی الثیب — آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۲۸۶
[2] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۱
[3] ایضاً
[4] ردالمحتار — باب الولی — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۹۷

اور کفو وُہ ہے جس کے قوم، مذہب، چلن، پیشے وغیرہ میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جس کے سبب اُس کے ساتھ نکاح اولیائے دختر کے لئے اہلِ عرف کے نزدیک موجبِ ننگ وعار و بدنامی ہو، نہ ایسی حالت محتاجی ناداری بے حرفگی و بے سامانی میں ہو کہ عورت کا نفقہ واجبہ نہ چل سکے، یا جس قدر مہر شرعًا یا عرفًا پیشگی دینا ٹھہرا ہے نہ دے سکے۔ درمختار میں ہے:

تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شھر لو غیر محترف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتھا لو تطیق الجماع وحرفۃ[1] اھ ملخصا۔

عرب وعجم میں کفو کیلئے دینداری اور مال کا اعتبار ہوگا کہ وہ مہر معجل دینے پر قادر ہو اور وُہ کاروبار والا نہ ہو تو ایک ماہ کا خرچہ ادا کرنے پر قادر ہو۔ ورنہ اگر وُہ کاروبار والا ہے تو روزانہ بیوی کی کفایت کے لئے نفقہ کی قدرت رکھتا ہو اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو ورنہ مہر معجل کی قدرت کافی ہے اور برابری معتبر ہے پیشہ میں اھ ملخصًا (ت)

پس اگر شخص مذکور ان سب نقائص سے خالی تھا اور نکاح باذنِ دختر ہُوا تو بلاشبہہ صحیح وتام ونافذ ہوگیا جس میں نا موجودی و ناراضیِ پدر کچھ خلل انداز نہیں، نہ اس کا فوکر نہ ہونا مخل ہوسکتا ہے جبکہ وہ اور مال رکھتا ہو یا کسی دستکاری سے اپنے اور زوجہ کے کھانے پہننے کے قابل کما سکتا ہے یا حسبِ عادتِ بلد اُس کے ماں باپ بہو بیٹے کی کافی خبرگیری رکھیں اور کچھ مہر پیشگی دینا ہو تو اس کے ادا پر بھی قادر ہو۔ درمختار میں ہے:

الصبی کفو بغنی ابیہ وامہ بالنسبۃ الی المھر المعجل لا النفقۃ لان العادۃ ان الاباء یتحملون عن الابناء المھر لا النفقۃ ذخیرۃ[2] اھ ملخصا۔

لڑکا باپ یا ماں کے غنی ہونے کی وجہ سے مہر کے بارے میں کفو بن سکتا ہے کیونکہ عادۃً والدین لڑکوں کے مہر کو خود برداشت کرتے ہیں، نفقہ کے معاملہ میں والدین کا غنا کارآمد نہیں کیونکہ والدین نفقہ کی کفالت نہیں لیتے، ذخیرہ، اھ ملخصًا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مقتضاہ انہ لو جرت العادۃ بتحمل النفقۃ ایضا عن الابن الصغیر کما فی

اس سے حاصل ہُوا کہ اگر نابالغ بیٹے کی طرف سے نفقہ کو اپنے ذمّے لئے جانا عادت ہو جیسا ہمارے زمانے میں ہے تو بھی کفو

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵
[2] ایضا

زمانناانه یکون کفوا بل فی زماننا یتحملها عن ابنه الکبیر الذی فی حجره والظاهر انه یکون کفوا بذلك لان المقصود حصول النفقة من جهة الزوج بملك اوکسب او غیره ویؤیده ان المتبادر من کلام الهدایة وغیرها ان الکلام فی مطلق الزوج صغیرا کان اوکبیرا الخ۔

ہوسکے گا بلکہ ہمارے زمانے میں تو لوگ اپنے پاس رہنے والے بالغ بیٹے کی طرف سے بھی نفقہ کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ تو اس صورت میں کفو ہونا ظاہر ہے کیونکہ مقصد تو لڑکے کی طرف سے بیوی کے لئے نفقہ کا حصول ہے مالک ہونے یا کاسب یا کسی اور طریقہ سے نفقہ حاصل ہو، اور اس بات کی تائید ہدایہ کے کلام سے بھی ہوتی ہے کہ انھوں نے مطلق خاوند کی بات کی ہے خواہ نابالغ ہو یا بالغ ہو الخ (ت)

ہاں اگر دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی گئی ہے تو باپ کو اس پر اعتراض پہنچتا ہے جس کا حاصل اس قدر کہ مہر مثل پورا کرایا جائے، اور پورا نہ کرے تو قاضی نکاح فسخ کردے۔ نہ یہ کہ خواہ مخواہ نکاح رد ہوجائے۔ درمختار میں ہے:

لو نکحت باقل من مهرها فللولی العصبة الاعتراض حتی یتم مهر مثلها او یفرق القاضی بینهما دفعا للعار۔[2]

اگر بالغہ نے اپنے نکاح میں مہر مثل سے کم مہر منظور کیا تو ولی عصبہ کو اعتراض کا حق ہے تاوقتیکہ لڑکی اپنا مہر مثل پورا کرائے یا پھر قاضی ولی کی عار کو ختم کرنے کے لئے نکاح کو فسخ کردے۔ (ت)

البتہ اگر امور مذکورہ بالا سے کسی امر میں ایسا بھی ہے جس کے باعث وہ شرعاً کفو نہ ٹھہرے، اور باپ نے اس پر مطلع ہوکر اپنی رضامندی ظاہر نہ کردی تھی تو بیشک یہ نکاح سرے سے باطل ہوا کہ اب باپ کی رضامندی سے بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس تقدیر پر فرض ہے کہ مرد وعورت فوراً جدا ہوجائیں اور اس نکاح کو ترک کردیں، پھر اگر چاہیں تو بعد اجازت صریحہ پدر از سرِ نو نکاح کرلیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۶ ۲۸ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ ہے اس کے باپ، دادا، بھائی، بھتیجا کوئی نہیں حقیقی چچا ہیں، چچا کا نابالغ لڑکا ہے، اگر یہ ولی جائز اپنی بھتیجی نابالغہ کا اپنے پسر نابالغ سے بولایت

---

[1] رد المحتار — باب الکفاءۃ — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۲۴

[2] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۵

خود ایسی حالت میں نکاح کر دے کہ لڑکی زیر پرورش نانی کے ہو اُس کے پاس موجود نہ ہو تو یہ نکاح صحیح و جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صحیح و جائز ہے جبکہ وُہ لڑکا اُس نابالغہ کا کفو ہو اور نابالغہ کے مہر مثل میں صریح کمی نہ کی جائے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیرہ ای غیر الاب والابیہ لایصح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح[1] الخ اھ ملخصا۔

اگر نکاح دینے والا باپ اور دادا نہ ہو تو غیر کفو یا مہر مثل سے صریح کم کی صورت میں نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا۔ اور کفو اور مہر مثل ہو تو نکاح صحیح ہوگا الخ اھ ملخصاً۔ (ت)

جبکہ یہ شخص لڑکے لڑکی دونوں کا ولی ہے تو دو گواہوں کے سامنے اس کا صرف اتنا کہہ دینا کہ "میں نے اپنی فلاں بھتیجی اپنے فلاں بیٹے کے نکاح میں اتنے مہر پر دی" کفایت کرتا ہے کچھ لڑکے یا لڑکی کا حاضر ہونا ضرور نہیں۔

نعم یجب ان لایکون غائبا غیبۃ منقطعۃ فانہ لایبقی ولیا حینئذ علی ما صححوہ کما نقحہ فی رد المحتار[2]

ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ چچا اس حد تک غائب نہ ہو کہ وہاں تک رسائی مشکل ہو کیونکہ ایسی صورت میں وُہ ولی نہ قرار پائے گا، جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصحیح کی ہے جس کی تنقیح ردالمحتار میں کی ہے (ت)

درمختار میں ہے:

یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول کأن کان ولیا من الجانبین[3] اھ ملخصا وفی رد المحتار کزوجت ابنی بنت اخی[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

ایک شخص نکاح میں دونوں جانب سے ولی ہوتے ہوئے ایجاب کر دے تو وہ قبول کے قائم مقام بھی ہو جائیگا مثلاً جب وُہ دونوں جانب سے خود ولی ہو اھ ملخصاً اور ردالمحتار میں ہے، مثلاً یوں کہے: "میں نے اپنی بیٹی کا اپنے بھتیجے سے نکاح کر دیا"۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۲
[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۱۵
[3] درمختار — باب الکفاءۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۶
[4] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۲۶

مسئلہ ۳۲۷

عمرو اور زید دو حقیقی بھائی ہیں اُن میں زید ایک لڑکی نابالغ چھوڑ کر مرگیا، عمرو اپنی بھاوج بیوہ زوجہ زید سے لڑکی نابالغ کو حیلہ کرکے اپنے مکان پر لے گیا، اس لڑکی نابالغ کا نکاح بلا اجازت اُس کی والدہ کسی شخص بیمار کے ساتھ اپنی اجازت سے کردیا، اب عمرو اپنی بھاوج سے متقاضی ہے کہ لڑکی کا نکاح ہم نے اپنی اجازت سے کردیا اور رخصت نہیں کیا اب رخصت کردو ورنہ عدالت ہوگی۔ اِس صورت میں بیوہ پوچھتی ہے کہ علمائے دین و مولویان شرع متین کیا فتوٰی دیتے ہیں کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ فتوٰی لکھ کر مہر و دستخط سے مزین فرمائیں۔

الجواب

نابالغہ کی ولایت اُس کے چچا کو ہے (بشرطیکہ کوئی جوان بھائی بھتیجا حاضر نہ ہو) چچا کے ہوتے ماں کو اختیار نہیں اور شوہر کی بیماری سے بھی درستی نکاح میں کوئی خلل نہیں آتا، پس اگر وہ شخص جس سے عمرو نے اپنی بھتیجی کا نکاح کردیا اُس کا کفو ہے (یعنی قوم، مذہب، پیشہ وغیرہ میں اُس کی بہ نسبت ایسا کم نہیں کہ اُس سے نکاح ہونا اس صغیرہ کے اولیا کو باعثِ عار ہو) اور مہر مثل میں فاحش کمی بھی نہ کی تو نکاح بے شک صحیح ہوگیا جس پر ماں کو کسی طرح اعتراض نہیں پہنچتا، ہاں لڑکی جوان ہوکر اگر خود ناراضی ظاہر کرے تو حاکم شرع کے حضور نالشی ہوکر فسخ کرا سکتی ہے، اور اگر وہ شخص کفو نہیں یا چچا نے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہے مثلاً مہر مثل سَو روپے کا تھا اس نے پچاس روپے باندھے تو یہ نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں۔

فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفوٍ وبمھر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ[1] اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر نکاح دینے والا باپ اور دادا کا غیر ہو خواہ وہ ماں ہو غیر کفو یا مہر مثل صریح کم ہو تو نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا اور کفو اور مہر مثل ہو تو صحیح ہوگا اور نابالغ لڑکے یا لڑکی کو بلوغ پر فسخ کا اختیار ہوگا یا اگر ان کو بلوغ کے بعد علم ہُوا ہو تو اس وقت بھی فسخ کا اختیار ہوگا اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نابالغ کا نکاح بہ اجازت ہندہ اُس کی پھوپھی کے محمودہ بالغہ کے ساتھ ہُوا، وقت نکاح عمر زید کی چودہ سال کی اور عمر محمودہ کی سولہ سال کی تھی، زید نکاح سے چار مہینے بعد فوت

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۲

ہوگیا، آیا یہ نکاح صحیح اور دین مہر محمودہ کا واجب الادا ہے یا نہیں ؟ اور ہے تو کس قدر ؟ اور زید و محمودہ دونوں سُنّی المذہب ہیں، بحوالہ کتاب جواب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہُوا کہ زید کا ایک جوان بھائی موجود ہے پس صورتِ مذکورہ میں اوّلاً اس قدر معلوم ہوجانا ضروری ہے کہ شرعاً بلوغ کا دار مدار خواہی نخواہی عمر ہی پر نہیں رکھا گیا جب تک آدمی اتنے سال کا نہ ہو بالغ نہ کہا جائے گا اگرچہ تمام آثارِ جوانی واضح و آشکار ہوں عالم میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ حقیقۃً لڑکوں میں مدارِ کار انزال و احتلام اور لڑکیوں میں حیض وغیرہ پر ہے، اس لئے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ لڑکا کم سے کم بارہ[1] برس اور لڑکی نو برس میں بالغ ہوسکتی ہے، ہاں جب یہ امور ظاہر نہ ہوں تو اس وقت عمر پر فیصلہ کیا گیا۔

فی الدر المختار بلوغ الغلام بالاحتلام و الانزال و الاصل هو الانزال و الجارية بالاحتلام و الحيض و الحبل فان لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى لقصور اعمار اهل زماننا وادنى مدته له اثنا عشرة سنة ولها تسع سنين هو المختار[2] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے لڑکے کا بلوغ احتلام، انزال اور بیوی کو حاملہ کرنے سے ثابت ہوگا جبکہ انزال اصل ثبوت ہے۔ اور لڑکی کا بلوغ احتلام، حیض اور حمل سے ثابت ہوگا۔ اگر ان علامات میں سے کوئی چیز دونوں میں پائی جائے تو پھر دونوں کی عمر پندرہ سال تک ہونا ان کا بلوغ ہوگا۔ اس پر ہی فتوٰی دیا جائے گا کیونکہ ہمارے زمانہ والوں کی عمریں کم ہوتی ہیں، اور لڑکے کے لئے کم از کم حدِ بلوغ بارہ سال اور لڑکی کے لئے کم از کم نو سال ہے، یہی مختار قول ہے، اھ، ملخصاً۔ (ت)

پس ممکن کہ زید چہاردہ[14] سالہ وقت نکاح بالغ ہو جب تو صحت نکاح و وجوب تمامی مہر میں کچھ نزاع ہی نہیں اسی طرح اگر نابالغ تھا اور نکاح باجازتِ برادر واقع ہُوا یا اس وقت معمولی اجازت صرف پھوپھی سے لی گئی ہو اور بھائی نے جبھی یا کسی اور وقت صراحۃً خواہ دلالۃً اس نکاح کو جائز رکھا اور پسند کیا یا یہ بھی نہ ہُوا مگر چند مدت بعد زید بالغ ہوگیا اور خود اس نے نکاح جائز رکھا، ان سب صورتوں میں نکاح بھی نافذ اور مہر بھی کامل واجب۔

فی الدر المختار للولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرًا[1] اھ،

درمختار میں ہے کہ ولی کو اختیار ہے، جس کا بیان آگے آرہا ہے کہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح اپنی

---

[1] درمختار — کتاب الحجر — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۱۹۰
[2] " — باب الولی — " " " — ۱/ ۱۹۲

وفی تنویر الابصار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ[1] اھ وفی الدر المختار لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[2] اھ وفی الخانیۃ نفذ باجازۃ الصبی بعد بلوغہ[3] اھ وفی الدر المختار المھر یتاکد عند وطء او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما[4] اھ۔

مرضی سے کرتے اھ، اور تنویر الابصار میں ہے کہ نکاح میں عصبہ بنفسہٖ ولی ہوتا ہے اھ اور درمختار میں ہے اگر ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے نکاح کردیا تو اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا اھ، اور خانیہ میں ہے کہ بچے کے بالغ ہوکر اجازت دینے سے نکاح نافذ ہوجائے گا اھ، اور درمختار میں ہے کہ وطئ، خلوتِ صحیحہ اور خاوندبیوی میں سے کسی ایک کے فوت ہوجانے سے مہر لازم ہوجاتا ہے اھ (ت)

ہاں اگر ان امور میں سے کچھ نہ واقع ہوا یعنی نہ زید بالغ تھا نہ نکاح بہ تجویز ولی واقع ہوا، نہ ولی نے کسی وقت صریحًا یا دلالۃً اس کی اجازت دی، نہ زید خود لائقِ اجازت ہوا یہاں تک کہ مرگیا تو بے شک نکاح باطل ہوگیا،

لان الموقوف یبطل بالموت قبل الاجازۃ کما لا یخفی علی احد۔

کیونکہ موقوف نکاح، اجازت سے قبل موت سے باطل ہوجاتا ہے، جیسا کہ سب پر واضح ہے (ت)

اور جلسۂ نکاح میں ولی کا مجرد خاموش بیٹھا رہنا اجازت و پسندی پر یقین نہیں دلاسکتا بلکہ اس کا کوئی فعل ایسا ہونا چاہئے جس سے رضامندی سمجھی جائے، مثلاً دُلہن کو رُونمائی دینا یا دُولہا کی سلامی کے روپے لینا یا مبارک باد لینا دینا،

وغیر ذلک مما یدل علی الرضا وفی رد المحتار تقدم ان البالغۃ لو زوجت نفسھا غیر کفو فللولی الاعتراض مالم یرض صریحا او دلالۃ کقبض المھر ونحوہ فلم یجعلوا سکوتہ

ان کے علاوہ دیگر امور جو رضا کی دلیل ہوسکتے ہیں، اور ردالمحتار میں ہے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اگر بالغہ لڑکی نے اپنا نکاح خود غیر کفو میں کرلیا اور ولی صراحۃً یا دلالۃً رضامندی ظاہر نہ کرے مثلاً مہر وصول کرنا وغیرہ عمل

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳
[2] الدر المختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴
[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی شرائط النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۵۷
[4] الدر المختار باب المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۷

اجازۃ والظاھر ان سکوتہ ھنا کذٰلک فلا یکون سکوتہ اجازۃ لنکاح الابعد و ان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحا او دلالۃ تامل[1]۔

نہ کرے، تو ولی کو اس نکاح پر اعتراض کا حق ہے تو فقہاء نے اس کے سکوت کو اجازت نہیں قرار دیا اور ظاہر یہی ہے کہ اس کا یہاں موقعہ پر سکوت کا یہی مطلب ہے تو اس کا سکوت ابعد ولی کے نکاح کی اجازت قرار نہیں پائے گا اگرچہ یہ اقرب مجلس نکاح میں موجود ہو جب تک صریحاً یا دلالۃً رضامندی ظاہر نہ کردے، غور کرو۔ (ت)

اور اس صورت میں مہر بھی لازم نہ آئے گا،

لان النکاح باطل والباطل معدوم والمعدوم لا یفید۔

کیونکہ یہ نکاح باطل ہے اور باطل کالعدم ہوتا ہے اور معدوم چیز مفید نہیں۔ (ت)

البتہ اگر ایسی صورت میں یہ ثابت ہو کہ زید نابالغ نے بعد اس عقد غیر نافذ کے محمودہ سے بالجبر قربت کی اور محمودہ اُس وقت حقیقۃً حالتِ جبر و اضطرار میں تھی نہ وہ حالت جو ابتداء بوجہ شرم و حجاب عموماً انکار و ابکار کی باعث ہوتی ہے بلکہ وہ حالت جو زنِ عفیفہ کو مرد اجنبی کے ساتھ ہوتی ہے تو اس تقدیر پر ہندہ کا مہر مثل ذمۂ زید لازم ہونا چاہئے،

وذٰلک لان الموقوف قبل الاجازۃ لا یحل الوطی بل ولا النظر[2] کما صرح بہ فی احکام الخلوۃ من باب المھر من رد المحتار عن النھر عن النھایۃ وقد تبین بالموت انھا لم تکن زوجتہ ولا حد للشبھۃ و للصبی فیجب العقر الا ان تکون مطاوعۃ فلا یوجب لعدم الفائدۃ اذ لو لزم لرجع بہ الولی علیھا لانھا مکفیۃ وقد وقع ما وقع بامرھا لکونھا طائعۃ کما فی رد المحتار عن الشرنبلالی عن الفتح۔ واللہ

یہ اس لئے کہ اجازت سے قبل موقوف نکاح میں وطی حلال نہیں بلکہ اس کو دیکھنا بھی حلال نہیں جیسا کہ مہر کے باب میں خلوت کے احکام میں رد المحتار نے نہر سے انھوں نے نہایہ سے نقل کیا ہے اور اجازت سے قبل موت سے ظاہر ہو گیا کہ یہ اس کی بیوی نہ تھی اگر قبل از اجازتِ ولی اقرب وطی یا خلوت ہو جائے تو حلال نہ ہونے کے بعد زنا کی حد نہ ہوگی کیونکہ مقامِ شبہہ ہے نیز لڑکا نابالغ ہے، تاہم عُقر یعنی جوڑا خرچہ واجب ہو جائے گا بشرطیکہ لڑکی کی خواہش پر یہ عمل نہ ہوا ہو ورنہ عُقر واجب نہ ہوگا کیونکہ اس میں فائدہ نہیں ہے

---

[1] رد المحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۵
[2] رد المحتار باب المھر " " " ۲/ ۳۴۱

تعالٰی اعلم۔ اس لئے کہ اگر واجب قرار دیا جائے تو لڑکے کا ولی لڑکی سے تعرض کرے گا، کیونکہ جو واقعہ ہُوا ہے وُہ لڑکی کی مرضی اور کہنے سے ہُوا اس لئے کہ لڑکی بالغ ہے جس کی خواہش پر یہ کچھ ہُوا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں شرنبلالی سے اور اس نے فتح سے نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۹ از کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ نمبر ۱۰۲ مرسلہ حافظ عزیز الرحمان صاحب ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح بسبب نہ رہنے باپ دادا کے اُس کے ماموں نے اپنی ولایت سے کردیا تھا اب بحالتِ بلوغ لڑکی نے اُس نکاح کو منظور نہ کیا اور بعین حالتِ بلوغ دو چار آدمیوں کو بُلا کر اظہار کیا کہ میں اس وقت بالغ ہُوئی اپنے ولی کے نکاح کو نامنظور کرکے فسخ کیا آپ لوگ اس امر کے شاہد رہیں، اور اس فسخ کی خبر اس کے ناکح کو ہوئی اور دین مہر بھی معاف کردیتی ہے، تاہم صفائی نہیں کرتا، قریب سال کے گزرا اور دربارہ مسئلہ فسخ درمختار وغیرہ میں ہے کہ فسخ کی خبر قاضی کو کرے، قاضی تفریق کردے۔ اور اس سلطنت انگریزی میں قضایا نہیں حکم قضایا حکام ہائی کورٹ کے متعلق ہے اور ہائیکورٹ میں خبر کے واسطے وکیل اور بیرسٹر مبلغ ایک ہزار طلب کرتے ہیں اور لڑکی مذکورہ نان نفقہ کو محتاج اور عالم شباب رکھتی ہے، خوفِ شیطانی غالب ہے، پس ایسی صورت میں کیا کرے؟ بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

فی الواقع اُس فسخ کے لئے قضائے قاضی شرط ہے کما فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ت) اور حاضریِ شوہر وقتِ تفریق بھی ضرور،

فی ردالمحتار الزوج لو کان غائبا لم یفرق بینھما ما لم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نھر. قلت و بہ صرح الاستروشنی فی جامعہ[1]۔

ردالمحتار میں ہے جب تک خاوند حاضر نہ ہو قاضی تفریق نہ کرے، ورنہ اس کی غیر موجودگی میں تفریق، قضاء علی الغیب ہوگی، نہر۔ میں کہتا ہوں استروشنی نے اپنی جامع میں یہی تصریح کی ہے۔ (ت)

اور ہائی کورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں دارالقضاء شرعی نہیں، نہ وہ حُکّام و قضاۃِ شرع، تو ایسے مسائل میں اُن کی طرف رجوع اگر آسان بھی ہو تو اصلاً مفید نہیں کہ ان کے فسخ کئے یہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور عورت بدستور زوجۂ شوہر رہے گی بلکہ وہاں جو عالم فقیہ سُنّی تمام اہلِ شہر سے علمِ فقہ میں زائد ہو اس قسم کے خاص دینی کاموں میں اُس کی طرف رجوع لازم ہے، اور اگر وہاں یہ بھی نہ ہو تو چارۂ کار یہ ہے کہ زن و شوہر

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۷

اس معاملہ کو پنچایت پر رکھیں، مسلمان پنچ بعد ثبوت بموا جہہ شوہر تفریق کردے نکاح فسخ ہو جائے گا،

فان الحکم کالقاضی فی کل مالیس بحد و لاقود ولادیۃ علی عاقلۃ کما نصوا علیہ۔

حکم یعنی ثالث، قصاص، حد اور عاقلہ پر دیت کے سوا باقی امور میں قاضی کی طرح ہے، جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص کی ہے۔ (ت)

اور اگر شوہر پنچایت پر راضی نہ ہو تو عورت کسی اسلامی ریاست کے شہر میں جائے جس طرح یہاں ریاست رام پور وغیرہ اور وہاں قاضی شرع کے حضور (جس کی قضا کو نواب والی ملک مسلمان نے نہ اُس شہر والوں سے خاص کردیا ہو نہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر حکم کے لئے مقید کیا ہو) استغاثہ کرے وُہ بلحاظ قواعد شرعیہ تفریق کرسکتا ہے، اور اگر شوہر بھی وہاں جانے پر راضی ہو یا قاضی کی طلبی پر اُسے جانا ضرور ہو جب تو امر آسان ہے۔ اب اُس قاضی میں صرف اتنی شرط ہوگی کہ والی نے صرف اہلِ شہر کے ساتھ اُس کی قضاء کو خاص نہ کردیا ہو جیسا کہ اکثر یہی ہے کہ تخصیص نہیں کرتے۔

وذلک لما عرف ان القضاء یتخصص بکل ما خصص بہ المقلد کما فی الاشباہ و الدر وغیرھما واذا لم یخصص باھل البلد لم یشترط ان یکون المتداعیان من اھل البلد[1] کما فی رد المحتار وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ اس لئے کہ قضاء کا دائرہ قاضی کو مقرر کرنے والے کی تخصیص سے خاص ہوتا ہے جیسا کہ اشباہ، درمختار وغیرہ کتب میں مذکور ہے، اور جب قاضی کا دائرہ کسی خاص علاقہ سے مخصوص نہ ہو تو دعوٰی کے فریقین کا اہلِ بلد سے ہونا شرط نہیں ہے، جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ کے باہم شادی بولایت پدران عالم نابالغی زوجین میں ہُوئی، بعد ایک عرصہ کے زید نابینا ہوگیا اور ہنوز وُہ دونوں نابالغ ہیں اور پدر ہندہ نے وفات پائی اب مادر و عم ہندہ اسے رخصت کرنا نہیں چاہتے اور کہتے ہیں ہم اپنی بیٹی زید کو نہیں دیں گے اس صورت میں ماں کے انکار سے اُس نکاح میں خلل آیا یا نہیں؟ اور ماں اور چچا کو فسخ کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مسئولہ میں نکاح مذکور بحالہٖ باقی ہے اور ام و عم ہندہ بلکہ کسی کے انکار سے اُس میں خلل نہیں

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۵۷

آتا، نہ انھیں اختیارِ فسخ حاصل، یہاں تک کہ اگر خود ہندہ بعد بلوغ فسخِ نکاح چاہے تاہم منفسخ نہ ہوگا،

فی تنویر الابصار لزم النکاح ولو بغبن فاحش ان کان الولی ابا او جدا[1] الخ وفی فتاوی قاضی خان اذا بلغ الصغیر او الصغیرۃ قد زوجھما الاب والجد لاخیار لھما[2] انتھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویر الابصار میں ہے کہ ولی باپ یا دادا ہو تو بہت کم مہر سے بھی نکاح لازم ہوتا ہے الخ، اور فتاوٰے قاضی خاں میں ہے کہ لڑکا یا لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار نہ ہوگا انتہٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۱ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر مرگیا اور دو لڑکی ایک کی عمر تین برس کی اور ایک کی چھ برس کی، چھ برس کی عمر کی لڑکی کو اس کی پھوپھی چوری سے لے گئی اپنے گھر کو، جب ہندہ کو معلوم ہوا تو وہ اس فکر میں رہی کہ جب موقع پاوے اپنی لڑکی کو لے آئے، اور اپنے عزیزوں سے بھی کہہ رکھا کہ جب موقع ملے تو میری لڑکی کو میرے پاس لے آؤ، حسبِ اتفاق وہ لڑکی ہندہ کی کسی دکان پر گوشت لے رہی تھی اور ہندہ کا بھانجا اُس طرف سے آرہا تھا اُسے گودی میں اٹھالایا اور ہندہ کو دے دیا، جب وہ لڑکی ہندہ کے پاس آگئی تو چھ سات روز بعد اس کی پھوپھی آئی اور ہندہ سے کہا میں نے اس کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کردیا ہے اب اس کو بھیج دو، ہندہ نے کہا میں ماں تھی میری بلا اجازت تم نے کیوں نکاح کیا میں اس لڑکی کو نہیں دوں گی اور اس کے نکاح کا مجھے اختیار ہے، اور وہ لڑکی ایک برس اپنی پھوپھی کے رہی اور چھ برس کی عمر میں گئی تھی اور اس کو ماں کے پاس آئے ہوئے چار پانچ برس کا عرصہ ہوا اس حساب سے اب گیارہ بارہ برس کی عمر ہے تو اس صورت میں وہ نکاح فاسد رہا یا قائم رہا؟ اور ہندہ اس کا اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، آیا بموجب شرع شریف کے کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اُن لڑکیوں کا کوئی جوان بھائی، بھتیجا، چچا، چچا کا بیٹا، پوتا غرض دادا پردادا کی اولاد سے کوئی عاقل بالغ مرد نہ تھا تو اُن کے نکاح کی ولایت ان کی ماں ہی کو تھی پھوپھی کو ماں کے ہوتے کچھ اختیار نہ تھا جو نکاح پھوپھی نے بے اجازت ماں کے کیا جبکہ ماں نے اُسے رَد کردیا کہ تم نے کیوں کیا میں اس کو نہ دوں گی

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۱۹۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں — فصل فی الاولیاء — منشی نولکشور لکھنؤ — ۱/ ۱۶۴

اس کا مجھے اختیار رہے وُہ نکاح باطل ہوگیا اب ہندہ کو اختیار ہے جہاں مناسب دیکھے لڑکی کا نکاح کر دے۔

فی الدر المختار ان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام[1] واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

درمختار میں ہے اگر کوئی عصبہ نہ ہو تو پھر ولایت ماں کو ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب (ت)

مسئلہ ۳۳۲ ازشہر اعظم گڑھ مرسلہ عنایت اللہ خاں صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ مسماۃ محمودہ کا نکاح حامد ایک شخص ہم کفو کے ساتھ مندرجہ ذیل صورت میں ہُوا ہے صرف پدرِ محمودہ کو یہ نکاح حامد کے ساتھ کرنا منظور نہیں تھا مگر مادرِ محمودہ و نیز تمام خاندان کو بہرصورت منظور تھا اس لئے یہ نکاح بہ تحریک مادرِ محمودہ و دیگر بزرگانِ خاندان بغیبت پدرِ محمودہ کے جبکہ وُہ اپنے علاقہ پر بہ فاصلہ بارہ تیرہ کوس کے تھا باعلانِ عام منعقد کیا گیا، چونکہ محمودہ عاقلہ بالغہ تھی اس لئے ایک روز قبل از انعقادِ نکاح اس کی ہم عمر ایک کمخدا لڑکی واسطے استمزاج محمودہ کے بھیجی گئی، اُس سے محمودہ نے کہا کہ یہ نکاح مجھ کو بدل منظور ہے، یہ بھی کہا کہ اس میں یہ خُوبی ہے کہ میں تم اور نیز تمام اعزہ سے جُدا نہ ہُوں گی اور ایک ہی جگہ رہوں گی، دوسرے روز بروز جمعہ اس کا عقد قرار پایا، ایک وکیل اور دو گواہ جس کمرہ میں محمودہ تھی واسطے دریافت رضامندی کے گئے وحسبِ رواج اس ملک کے سوال جواب کرکے واسطے پڑھانے نکاح کے باغ حامد میں جہاں نکاح پڑھانے والا واعزہ اور نیز شہر کے معزز ومتاز لوگ موجود تھے واپس آئے، واپس آنے پر یہ معلوم ہُوا کہ وکیل وگواہان نے محض مادرِ محمودہ سے رضامندی حاصل کی ہے، اس پر حاضرین کی یہ رائے ہُوئی کہ مسماۃ محمودہ عاقلہ بالغہ ہے اس سے پُوچھنا ضروری امر ہے لہذا پھر وکیل وگواہان گھر میں جائیں اور خاص محمودہ سے دریافت کریں، چنانچہ وکیل وگواہان و نیز چند اعزہ محمودہ کے گھر میں گئے، معلوم ہوا کہ مسماۃ محمودہ نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھ رہی ہے۔ وکیل نے یہ کہا کہ محمودہ جب نماز سے فارغ ہُوئے تو دریافت کیا جائے، تھوڑی دیر کے بعد محمودہ نماز پڑھ چکی، ایک گواہ نے محمودہ کو بایاں سلام اور ایک عزیز نے دونوں سلام پھیرتے دیکھا اور اس جگہ قریب محمودہ کے مادرِ محمودہ و بہن حامد بیٹھی ہُوئی تھیں، بعد فراغتِ نماز حسبِ احکامِ شرعیہ ایجاب وقبول کے الفاظ محمودہ سے بغرض حصول رضامندی کے گئے تو مادرِ محمودہ نے حسبِ رواج اس ملک کے وموافق رسم شرفائے اس دیار کے کہا کہ ہاں منظور ہے اور محمودہ ساکت رہی، مگر وکیل نے کہا کہ محمودہ خود عاقلہ بالغہ ہے اُس کو اپنی زبان سے ایجاب وقبول کے الفاظ کا اعادہ کرنا چاہئے، اس بات پر مادرِ محمودہ نے و نیز اور لوگوں نے کہا کہ ہندوستان میں شریفوں کی کوئی لڑکی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

کنواری آج تک کبھی بولی ہے کہ یہ بولے گی بلکہ بالعموم سکوت علامتِ رضامندی ہوتی ہے مگر باایں ہمہ وکیل نے بمقابلہ گواہان کے محمودہ کا نام لے کر کلماتِ ایجاب وقبول کو پوچھا کہ محمودہ تم کو منظور ہے؟ محمودہ اس وقت محض ساکت رہی اور کچھ سرنگوں ہوگئی، اس طور پر دوبارہ باصرار دریافت کیا گیا تو اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر اور زیادہ جھکی، تیسری دفعہ وکیل نے اسی طرح تقریر کی، محمودہ کی حالت وہی حالتِ سکوت و خاموشی کی رہی، بعد اس کے وکیل و گواہان بارِ حامد میں آئے اور حسبِ اصولِ شرعیہ و دستورِ مروجہ نکاح محمودہ کا حامد کے ساتھ جماعتِ کثیرہ کے رُوبرو ہوگیا اور نکاح مکانِ محمودہ میں حسبِ دستور سب اعزہ آئے و باہم مبارک وسلامت ہُوئی اور رسوم شربت نوشی کی عمل میں آئی جس پر مادر و بہن و نانی محمودہ نے شادمانی کا اظہار کیا اور یہ واقعہ قبل از نمازِ جمعہ کے تھا اور شب میں آٹھ بجے والد محمودہ کا علاقہ سے مکان پر آگیا اور اس نے ایک شور و غل برپا کیا صبح کو تمام اعزہ کو بُلا کر یہ کہا کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا، اور کہنے لگا کہ مادرِ محمودہ یہ کہتی ہے کہ محمودہ کو یہ نکاح منظور نہ تھا اور وقت اعادہ الفاظ نکاح بغرض حصولِ رضامندی کے محمودہ نماز میں تھی اور جب وہ سجدۂ سہو میں جانے لگی تو حامد نے اس کا سر پکڑ لیا، آپ لوگ چلیں اور گھر میں دریافت کرلیں، اعزہ گھر میں آئے، اُن کے روبرو پدرِ محمودہ نے مادرِ محمودہ سے یہ پُوچھا کہ آیا محمودہ کو یہ عقد منظور تھا یا نہیں، وہ نماز میں تھی یا نہیں، بجواب اس کے مادرِ محمودہ نے یہ کہا کہ محمودہ سے یہ کہا کہ تجھ کو منظور ہے اور سجدہ سہو کی بابت مادرِ محمودہ نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتی اگرچہ بکرر سہ کرر والدِ محمودہ مادرِ محمودہ سے دیر تک سجدہ سہو کی نسبت پوچھتا رہا مگر وہ انکار ہی کرتی رہی اگرچہ بیان والدِ محمودہ کا بالکل خلاف وقوع واقعہ کے تھا اور صریح بے اصل تھا، دوپہر تک والدِ محمودہ اس امر پر غلو کرتا رہا کہ بوجہ مشغولی نماز کے یہ نکاح نہیں ہوا، جب یہ امر بے اصل کسی طرح سے ثابت نہ ہُوا کہ وقت نکاح کے محمودہ نماز میں تھی تو اُس نے بعد دوپہر کے اعزہ کو جمع کر کے یہ خواہش ظاہر کی کہ علیحدہ ہوجائے، جس علیحدگی کا مطلب یہ تھا کہ طلاق ہوجائے، حامد اور اعزہ حامد نے اس علیحدگی کو منظور نہیں کیا اگرچہ عرصہ تک والدِ محمودہ کا اس پر اصرار تھا، محمودہ خواندہ ہے اس عرصہ میں محمودہ نے ایک رقعہ دستخطی اپنے والد کو لکھا کہ مجھے آپ کی خوشی منظور ہے مجھے سوائے نماز و روزہ کے اور کوئی چیز نہیں چاہیئے مگر لفظ طلاق کا ہرگز درمیان میں نہ آنے پائے اور انہی الفاظ کا اعادہ محمودہ نے اپنی چند ہم عمروں سے بھی کیا، صورت استمزاج ماقبل نکاح و سکوت بوقت نکاح و تحریر رقعہ بعد نکاح و اظہارِ خیال از ہم عمران سے منظوری و رضامندی محمودہ کی اس نکاح کی نسبت بخوبی ثابت ہے اور اس وقت تک یہ نکاح محمودہ کو منظور ہے، چونکہ یہ نکاح باپ محمودہ کی غیبت میں برضامندیِ محمودہ و مادرِ محمودہ و نیز تمام خاندان فریقین ہُوا ہے تو ایسی صورت میں یہ نکاح از رُوئے فقہ جائز ہوا یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر حامد محمودہ کا کفو شرعی ہے یعنی اس کے نسب و مذہب و روش و پیشہ وغیرہ میں کوئی بات ایسی نہیں کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے محمودہ کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو تو نکاح مذکور منعقد ہوجانے میں اصلاً شبہہ نہیں اگرچہ وُہ وقت طلب اجازت نماز ہی پڑھتی ہو بلکہ اگرچہ اُس سے اصلاً اجازت نہ لی گئی ہو، والدِ محمودہ کا ادعا کہ نکاح نہ ہُوا محض باطل و بے معنی ہے عقد بے اجازت غایت یہ کہ عقد فضولی ہو۔ پھر عقد فضولی صحیح و منعقد ہوتا اور اجازتِ صاحبِ اجازت پر اس کا نفاذ موقوف رہتا ہے نہ کہ اصلاً باطل ٹھہرے۔

فی الدر المختار الفضولی من یتصرف فی حق غیرہ بغیر اذن شرعی کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا کطلاق وعتاق ولہ من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا۔[1]

درمختار میں ہے فضولی وُہ ہوتا ہے جو شرعی اجازت کے بغیر، غیر کے حق میں خود بخود تصرف کرے، فضولی کا کوئی تصرف خواہ مالک بنانے کے لئے ہو جیسا کہ بیع و نکاح یا ملکیت کو ساقط کرنے کے لئے ہو، جیسا کہ طلاق و عتاق، تو اس کے تصرف کے وقت اگر کوئی اس کو جائز کرنے والا ہو تو فضولی کا یہ تصرف موقوف ہوگا۔ (ت)

نظر بوقائع مذکور سوال عقد محمودہ ایسا ہی واقع ہُوا، نکاح سے ایک دن پہلے ہم عمر لڑکی سے جو گفتگو آئی اور محمودہ نے پسند ظاہر کی وُہ صرف رائے تھی نہ کسی شخص کو نکاح کرنے کی توکیل وقت تزویج اذن لینے پر جو سکوت محمودہ نے کیا وُہ بھی توکیل کے لئے ناکافی تھا کہ ولی اقرب یعنی پدر چند ہی کوس پر تھا اور اذن لینے والا جب نہ خود ولی اقرب ہو نہ اُس کا وکیل نہ اس کا رسول، تو دوشیزہ کا سکوت بھی معتبر نہیں اذن صاف درکار ہے۔

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار ان استاذنها غیر الاقرب کاجنبی (المراد بہ من لیس لہ ولایۃ لکن رسول الولی قائم مقامہ فیکون سکوتها رضا عند استیذانہ کما فی الفتح والوکیل کذلک کما فی البحر عن القنیۃ) او ولی بعید (کالاخ مع الاب اذا لم یکن الاب غائبا

تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار میں ہے اگر لڑکی سے نکاح کی اجازت چاہنے والا ولی اقرب کا غیر مثلاً اجنبی یعنی غیر ولی ہو یا ولی ابعد ہو مثلاً والد کی موجودگی میں بھائی، جبکہ والد لمبے سفر پر نہ ہو (جیسا کہ خانیہ میں ہے) تو لڑکی کی اجازت کے لئے اس کا سکوت معتبر نہ ہوگا بلکہ اس موقعہ پر اس کا بولنا ثیبہ عورت کی طرح ضروری ہے یا کوئی ایسا فعل ضروری ہے جو بولنے کے قائم مقام

---

[1] درمختار فصل فی الفضولی مجتبائی دہلی ۲/۳۱

غیبۃ منقطعۃ کما فی الخانیۃ) فلا عبرۃ لسکوتھا بل لابد من القول کالثیب البالغۃ اوما ھوفی معناہ من فعل یدل علی الرضا۔[1]

رضا پر دلالت کرسکے، لیکن ولی اقرب کا قاصد یا وکیل ہو تو وہ ولی کے قائم مقام ہوتا ہے لہذا ان کے اجازت طلب کرنے پر لڑکی کی خاموشی کو رضا قرار دیا جائے گا، جیساکہ فتح میں ہے، اور وکیل کے بارے بحر میں قنیہ سے منقول ہے (ت)

معہذا رسم اکثر دیار ہندیہ یوں ہے کہ وکالت واذن زید کے نام لیتے ہیں اور پڑھانے والا عمرو ہوتا ہے یوں باوصف اذن صریح بھی عقد عقد فضولی رہتا ہے کہ جسے اذن تھا اُس نے نہ پڑھایا،

فی رد المحتار عن الرحمتی عن الحموی عن کلام محمد فی الاصل ان مباشرۃ وکیل الوکیل بحضرۃ الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرۃ الوکیل بنفسہ بخلافہ فی البیع اھ وفی وکالۃ غمز العیون عن الولوالجیۃ ھوالصحیح۔[2]

ردالمحتار نے رحمتی اور انھوں نے حموی کے واسطہ سے امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا مبسوط میں بیان کردہ کلام نقل کیا ہے کہ وکیل کا وکیل، نکاح کے معاملہ میں اصل وکیل کی موجودگی میں، وکیل والا حکم نہیں پاتا، بیع کا معاملہ اس کے خلاف ہے اھ، اور غمز العیون کے باب وکالت میں ولوالجیہ سے ہے کہ یہی صحیح ہے (ت)

بہرحال یہ نکاح نکاح فضولی ہُوا اور اجازتِ محمودہ پر موقوف رہا، اب بعد نکاح محمودہ کا رقعہ اگرچہ بنظر بعض تدقیقات علمیہ کہ عوام خصوصاً عورات کی بات اُن پر محمول ہونی مستبعد و نامقبول مدارک فقہیہ ہے رد و اجازت کا قطعی فیصلہ نہ کرے تاہم شک نہیں کہ اس سے ظاہر و متبادر یہی ہے کہ محمودہ نے اس نکاح کو جائز رکھا اگرچہ رضائے پدر کے لئے شوہر سے علیحدہ اور عمر بھر نماز روزے پر قانع رہنا قبول کرتی ہے مگر طلاق پر ہرگز راضی نہیں اور طلاق باآنکہ مزیلِ نکاح ہے خود ہی سبقت نکاح چاہتی ہے نہ کہ اس کی ناپسندی کہ بقائے نکاح کی رضامندی ہے اور اُسی قدر نفاذ نکاح موقوف کے لئے کافی ہے،

لما مر من الدر المختار من قولہ اوما ھوفی معناہ من فعل یدل علی الرضا۔[3]

درمختار میں اس کے قول" اور جو فعل رضا پر دلالت کرنے میں کلام جیسا ہو" کی وجہ سے۔ (ت)

---

[1] رد المحتار حاشیہ درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۱
[2] " " " " " ۲/ ۳۰۰
[3] الاشباہ والنظائر مع غمز العیون کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۱
[4] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

پس صورت مستفسرہ میں بشرطِ کفاءت مذکورہ نکاحِ محمودہ جائز و تام و نافذ و لازم ہے جس پر پدر وغیرہ کسی کو حق اعتراض نہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳۳ از بھوندپوری ضلع ترائیں نینی تال ۲۰ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح خالد نابالغ سے ہوا، ہندہ اُس وقت نو برس کی تھی، ہندہ کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ کوئی ولی سوا ماں کے نہیں، یہ نکاح ماں کی رضامندی سے ہوا مگر اذن ہندہ نابالغہ سے لیا اور خالد کا نکاح اُس کے باپ نے کیا مگر قبول خود خالد سے کرایا گیا، بعد نکاح ہندہ نے خالد کے یہاں جانا نہ چاہا، اس بنا پر اس کے ماموں نے روک رکھا مگر پیشکار کی تنبیہ سے جو یہاں دیہات میں مثل حاکم سمجھا جاتا ہے، ہندہ پندرہ برس یا اس سے کم کی عمر میں رخصت ہوکر خالد کے یہاں گئی اور چار برس وہیں رہی، وقت نکاح ہندہ و خالد دونوں نابالغ سمجھ والے تھے نہ تو بالغ تھے نہ ناسمجھ بچے۔ ہندہ پندرہ برس کی عمر میں بالغ ہوئی، اب پھر اس نے اپنی ناراضی ظاہر کی اور دوسری جگہ اپنا نکاح کیا چاہتی ہے اس صورت میں یہ اختیار اُسے ہے یا نہیں؟ ہندہ کا بیان ہے کہ آج تک ہمبستری نہ ہوئی، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں کے لوگ بوجہ نقصان آب و ہوا کے ضعیف و کمزور بہت ہوتے ہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ خالد ہندہ کا نسب و مذہب وغیرہما میں ہر طرح کفو ہے اور مہر اُس کے یہاں کے رواج سے زیادہ باندھا گیا لہٰذا نکاح صحیح ہوگیا، ہاں اس وجہ سے کہ ہندہ کا نکاح کرنے والا اُس کا باپ دادا نہیں، ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اختیارِ فسخ تھا، اگر اس نے حیض آتے ہی معاً ناراضی اور فسخ کی طلب گاری ظاہر کی تو نکاح فسخ کیا جائے گا، اور اگر ذرا بھی دیر کی تو اب نکاح لازم ہوگیا کہ ہرگز فسخ نہیں ہوسکتا۔

فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الاملا یصح النکاح من غیر کفو اوبغبن فاحش اصلا وان من کفوٍ و بمھر المثل صح ولھما خیار الفسخ بالبلوغ و بطل خیار البکر بالسکوت[1] اھ ملتقطا۔

درمختار میں ہے جب نکاح کرکے دینے والا باپ دادا کا غیر ہو تو اگرچہ وہ ماں ہی کیوں نہ ہو، غیر کفو اور انتہائی قلیل مہر سے اصلاً نکاح نہ ہوگا، اور اگر کفو اور مہر مثل ہے تو صحیح ہوگا لیکن لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے پر فسخ کا اختیار ہوگا، اور باکرہ بالغہ کی خاموشی اس فسخ کے اختیار کو ختم کردے گی اھ ملتقطاً (ت)

سے بہت کامل تحقیق کرنی ضرور ہے کہ معاً حیض آتے ہی عورت کا مطالبۂ فسخ کرنا بہت نادر ہے خصوصاً

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳-۹۲

جبکہ جاہلہ ہو، اور تقریر سوال سے ظاہر اس کا خلاف ہے اور پیش از بلوغ اظہار ناراضی کوئی چیز نہیں، عورت اگر اس میں فریب کرے گی اور بعد بلوغ ایک ذرا دیر بھی خاموش رہی یا کوئی اور بات کی تھی اور اب یہ ظاہر کرے گی کہ میں نے فوراً فوراً بالغ ہوتے ہی بلا تاخیر سب میں پہلے یہی لفظ کہا تھا اور اس بنا پر فسخ کا حکم لے کر دوسرے سے نکاح کرلے گی تو ہمیشہ ہمیشہ زناکاری کی بلا میں گرفتار رہے گی۔ اتنا اور بھی معلوم رہے کہ مدت کے بعد اس کا یہ دعوٰی کہ میں نے حیض کے آتے ہی فوراً نکاح فسخ کردیا تھا بے گواہان عادل شرعی کے ہرگز قبول نہ ہوگا کما بینہ فی ردالمحتار (جیسا کہ اس کو ردالمحتار میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴ از اعظم گڑھ مرسلہ خواجہ عنایت اللہ خاں صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے جو اہل کفو ہندہ سے تھا ہندہ بالغہ باکرہ کا نکاح بغیبت اس کے باپ کے جو صرف بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے علاقہ پر تھا برضامندی مادر و نانی و بہ سکوت و گریہ ہندہ اپنے ساتھ بوکالت و شہادت تین اقربا خاص ہونا ظاہر کیا، زید اب کہتا ہے کہ ہندہ نے خود اپنی زبان سے صراحت کے ساتھ میرے نکاح کو قبول کیا تھا، وکیل گواہان زید حسب بیان زید شہادت دیں، ہندہ کہتی ہے میں نے ہرگز ہرگز نہ زبان سے اقرار و نہ کسی طرح منظوری اپنی ظاہر کی تھی و بلا رضامندی اپنے باپ کے مجھ کو یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے، باپ ہندہ کا نہ پہلے راضی تھا نہ اب راضی ہے، پس ایسا نکاح وقعہ عند اللہ والرسول کیسا اور ہوا یا نہیں؟ اور سوال یہ ہے کہ زید و گواہان زید وکیل کو ترجیح ہے یا کیا صورت، کس کے مقابلہ میں کس کو ترجیح؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ نکاح مذکورہ بالا حسب اظہار ہندہ اگر بحالت سکوت و گریہ ہندہ بغیبت اس کے باپ کے حسب کیفیت نارضامندی و فاصلہ مرقومہ اس کے ہوا ہو تو ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تقریر سوال سے واضح کہ یہ نکاح بغیبت پدر ہندہ بوجہ ناراضی پدر ہندہ عمل میں آیا ایسی حالت میں ۱۲ کوس کا فاصلہ کسی قول پر غیبت منقطعہ نہیں ہوسکتا، مسافت قصر نہ ہونا ظاہر، اور یہاں ولی ابعد کی تعجیل (بحالیکہ ماں یہاں ولی ابعد ہو بھی) اس وجہ سے نہیں کہ ولی اقرب سے مشورہ لینے میں دیر لگے گی اور اتنی دیر میں کفو حاضر ہاتھ سے نکل جائے گا بلکہ اس لئے کہ ولی اقرب کی رائے اپنے ارادہ کے خلاف معلوم ہے اور اس کے خلاف کام کرنا منظور تو ہرگز یہ صورت ناقل ولایت بولی ابعد نہیں والا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض (ورنہ زمین پر فتنہ اور وسیع فساد برپا ہوگا۔ ت) ایسا ہو تو شرع مطہر نے جس حکمت سے ترتیب رکھی ہے رأساً باطل ہوجائے، ہر ولی ابعد سے ابعد ہر زن بے عقل و بے خرد کو اختیار حاصل ہو کہ پدر مہربان یا برادر شفیق ولی قریب کو وہ کوس بلکہ گھر سے باہر مسجد یا بازار ہی تک جائے اور وہ اس کے خلاف رائے جس سے چاہے نکاح کردے، یہ مقاصد شرع سے

منزلوں دُور ہے بالجملہ قولِ آخر میں انتقال ولایت جب ہے کہ انتظار کی دیر باعث فوت کفو ہو، نہ یہ کہ بوجہ علم ناراضی، قصداً انتظار نہ کیا جائے۔

فی ردالمحتار اختلف فی حد الغیبة واختار المصنف تبعا للکنز انها مسافة القصر، ونسبه فی الهدایة لبعض المتأخرین والزیلعی لاکثرهم قال وعلیه الفتوی اھ وقال فی الذخیرة الاصح انه اذا کان فی موضع لو انتظر حضوره او استطلع رایه فات الکفؤ الذی حضر فالغیبة منقطعة والیه اشار فی الکتاب اھ وفی النهایة واختارہ اکثر المشائخ وفی شرح الملتقی عن الحقائق علیه الفتوی اھ مختصرا، فی الدر المختار وثمرة الخلاف فیمن اختفی فی المدینة هل تکون غیبة منقطعة۔[1]

ردالمحتار میں ہے کہ غیبۃ منقطعہ کی حد کے متعلق اختلاف ہے تو مصنف نے کنز کی اتباع میں فرمایا کہ وہ مسافتِ قصر کا سفر ہے اور اس کو ہدایہ نے بعض متاخرین اور زیلعی نے اکثر متاخرین کی طرف منسوب کیا ہے اور زیلعی نے فرمایا اسی پر فتوٰی ہے اھ، اور ذخیرہ میں کہا ہے اصح یہ ہے کہ وہ اتنا دور ہو کہ اگر اس کی واپسی کا انتظار یا اس سے مشورہ حاصل کرنے سے موجود رشتہ کفو فوت ہوجائے تو یہ "غیبۃ منقطعہ" ہوگی، اور کتاب میں اسی کی طرف اشارہ ہے اھ، اور نہایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ نے اس کو پسند کیا ہے، اور ملتقی کی شرح میں حقائق سے منقول ہے کہ اس پر فتوٰی ہے اھ مختصراً، اور درمختار میں اس اختلاف کا ثمرہ بیان کیا کہ شہر میں ہی کوئی ولی چھپا ہوا ہو تو کیا وہ غیبۃ منقطعہ ہوگی یا نہیں۔ (ت)

اور ولی ابعد بحالت عدم انتقال ولایت یا کوئی اجنبی کہ ولی اقرب کا وکیل و رسول نہ ہو جب بکر بالغہ سے اذن نکاح مانگے تو اس کا سکوت معتبر نہیں بلکہ قولاً یا فعلاً صاف اظہارِ رضا ضرور ہے، بحالِ سکوت نکاح فضولی ہوگا، اور اجازت عروس پر موقوف رہے گا، اسی طرح اگر غیر ولی اقرب نے بلا اذن بکر بالغہ نکاح کردیا پھر اسے خبر ہوئی تو اجازتِ صریحہ سے نافذ ہوگا، سکوت کافی نہیں۔

فی الدر المختار ان استاذنها الولی او وکیله او رسوله او زوجها ولیها واخبرها رسوله او

درمختار میں ہے کہ اگر بالغہ سے ولی نے اجازت طلب کی یا ولی کے قاصد یا وکیل نے اجازت طلب کی یا ولی نے اس کا نکاح کردیا اور قاصد نے

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ او ضحکت غیر مستہزیۃ او تبسمت او بکت بلا صوت فہو اذن فان استأذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ بسکوتہا بل لابد لہا من القول کالثیب البالغۃ او من فعل یدل علی الرضا کطلب مہرہا و نفقتہا و تمکینہا من الوطی اھ[1] مختصرا ، وفی الہندیۃ عن جامع المضمرات ان کان لہا ولی اقرب من المزوج لایکون السکوت منہا رضا و لہا الخیار ان شاءت رضیت وان شاءت ردت[2]

یا اجنبی عادل شخص نے اس بالغہ کو نکاح کی اطلاع دی تو وہ خاموش رہی اور نکاح کو رد نہ کیا، یا سنجیدگی سے ہنس پڑی یا آواز کے بغیر رو پڑی تو اجازت قرار پائے گی، اور اگر کسی غیر اقرب مثلاً اجنبی یا ولی بعید کے اجازت طلب کرنے پر بالغہ نے خاموشی اختیار کی تو وہ رضا معتبر نہ ہوگی، بلکہ ثیبہ بالغہ کی طرح صریح قول یا فعل کرے جو اس کی اجازت واضح کرسکے، مثلاً اس موقعہ پر مہر یا نفقہ کا مطالبہ کردے یا خاوند کو جماع کا موقعہ دے اھ مختصراً، اور ہندیہ میں جامع المضمرات سے منقول ہے کہ اگر نکاح دینے والے کی نسبت کوئی اقرب دوسرا ہے تو یہ اس کا سکوت رضا نہ قرار پائے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ نکاح کو رد کردے یا راضی ہوکر جائز قرار دے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں کہ زید نے اولاً اجازت نکاح بسکوت وگریہ ہندہ ظاہر کی اور بعد کو اجازت بلفظ صریح کا مدعی ہُوا، اگر یہ دونوں بیان وقت واحد کی نسبت ہیں مثلاً پہلے کہتا تھا کہ ہندہ سے جب اذن لیا گیا تو اس نے سکوت وگریہ کیا اب کہتا ہے صریح اذن دیا تو اگرچہ پھر یہاں بیان سابق کے خلاف اور صاف صورت تناقض ہے،

لانہ اقر اولا بعدم ثبوت الملک لہ علیہا اذ لاملک حیث لانفاذ ولذا لایحل الوطؤ فی الموقوف۔

کیونکہ پہلے لڑکی پر اپنے حق نہ ہونے کا اقرار کرچکا ہے اور جب ملکیت نہ ہُوئی تو نکاح کا نفاذ نہ ہُوا، تو نکاح موقوف رہا جس میں وطی حلال نہیں ہوتی (ت)

مگر یہ تناقض محل خفا میں ہے کہ زوج وقت استیذان دُلھن کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا اور یہ فعل خاص دُلھن کا ہے جس پر زوج کو اطلاع بذریعہ حکایت ہی ہوتی ہے ممکن کہ پہلے کسی نے غلط طور پر صرف سکوت و گریہ بیان کیا اور اس نے اُس کے اعتبار پر یہی ظاہر کیا بعدہٗ تحقیق ہُوا کہ اذن بالفاظِ صریحہ تھا بلکہ دُلھنوں

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۹۲-۱۹۱
[2] فتاوٰی ہندیہ — الباب الرابع فی الاولیاء — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/ ۲۸۷

سے استیذان میں دیر لگتی ہے، ممکن کہ جس وقت ناقل اول وہاں موجود تھا سکوت وگریہ ہی کیا ہو اُس کے اُٹھ جانے کے بعد مثلاً "ہوں" کہا زوج کو اول حکایت اولٰی ہی پہنچی تھی، بعد کو دُوسری تحقیق ہُوئی، ایسا تناقض شرعاً عفو ہے۔

اشباہ میں ہے:

التناقض غیر مقبول الا فیما کان محل الخفاء[1]

بیان میں تناقض مقبول نہیں ہے مگر ایسے مقام میں جہاں خفاء ہو۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

فی الفواکہ البدریۃ قد اغتفروا التناقض فی کثیر من المسائل التی یظھر فیھا عذرھا لو قال ھذہ رضیعتی ثم اعترف بالخطاء یصدق وله ان یتزوجھا بعد ذلک اذا لم یثبت علی اقرارہ والعذر انه مما یخفی علیه فقد یظھر بعد اقرارہ علی خطاء الناقل[2] اھ مختصراً۔

فواکہ بدریہ میں ہے کہ بہت سے ایسے مقامات میں جہاں عذر واضح ہو تو تناقض کو فقہاء نے نظر انداز کیا ہے ایسے مقامات میں سے ایک یہ ہے ایک شخص نے پہلے کہا یہ لڑکی رضاعی بیٹی ہے، پھر اس بات کے بارے میں خطاء کا اعتراف کرتا تو اس اعترافِ خطاء کو تسلیم کرلیا جائے گا اور اس لڑکی سے اس کا نکاح جائز قرار دیا جائے گا کیونکہ رضاعت کا معاملہ اس پر مخفی ہوسکتا ہے کہ پہلے ناقل کی غلطی پر اقرارِ رضاعت کرنے کے بعد اس کی حقیقت معلوم ہُوئی اور اپنے اقرار کو خطاء پر مبنی قرار دیا اھ مختصراً (ت)

تو اس صُورت کا حاصل یہ قرار پایا کہ مرد نکاح نافذ کا دعوٰی کرتا ہے اور عورت انکار، اور اگر یہ بیان دو وقت مختلف کی نسبت ہیں یعنی سکوت وگریہ استیذان پیش از نکاح یا بلوغ خبر نکاح کے وقت بیان کیا تھا، اور اب مدعی ہے کہ اس کے بعد دُلھن نے بلفظِ صریح نکاح جائز کردیا تو یہ رد و اجازت نکاح موقوف میں اختلاف زوجین کی صورت ہے، بہرحال صورتِ مسئولہ میں اگر جانب شوہر شہادت عادلہ کافیہ نہ ہو تو قول عورت کا قسم کے ساتھ معتبر ہے، اگر قسم کھالے گی نکاح باطل ٹھہرے گا اور جبکہ دعوٰی شوہر اجازت بالفاظ صریحہ ہے تو یہاں ہر صورت میں بینہ شوہر ہی کو ترجیح ہے، اگر گواہان عادل شرعی سے اپنا دعوٰی ثابت کردے گا نکاح ثابت و نافذ قرار پائے گا، یونہی بحالت عدم گواہان اگر دُلھن قسم کھانے سے انکار کرے گی دعوٰی شوہر ثابت ہوجائیگا

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۵۰

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر " " "

یہ سب حکم قضا ہے۔ رہا واقع کا حال، وہ رب العزت کے علم میں ہے اور دونوں اہلِ معاملہ اور اُن کے شرکاء واقف جو جھوٹا ہوگا عند اللہ عذاب الیم شدید کا سزاوار ہوگا، والعیاذ باللہ تعالیٰ،

فی الدر المختار قال الزوج للبکر البالغة بلغك النكاح فسكت، وقالت ردد ت النكاح ولا بينة لهما على ذلك ولم يكن دخل بها طوعا في الاصح فالقول قولها بيمينها على المفتى به وتقبل بينته على سكوتها لانه وجودي بضم الشفتين ولو برهنا فبينتها اولى الا ان يبرهن على رضاها اواجازتها[1]، قلت فرض المسألة في تزويج الاقرب فقوله سكت بمعنى اجزت وقوله يبرهن على رضاها اواجازتها اى صريحا كما بينه في رد المحتار ولنذكر طرفا من كلامه لاتضاح المقام قال رحمه الله تعالى قوله فالقول قولها لانه يدعى لزوم

درمختار میں ہے: خاوند نے باکرہ بالغہ کو کہا کہ تو نکاح کی اطلاع پر خاموش رہی، لڑکی نے جواب میں کہا میں خاموش نہ رہی بلکہ میں نے نکاح رد کر دیا تھا جبکہ دونوں کے پاس گواہ نہیں، اور نہ ہی لڑکی نے ابھی تک خاوند کو جماع کا موقع دیا، تو اس صورت میں لڑکی کی بات قسم کے ساتھ قبول کر لی جائے گی، یہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق ہے، اور اگر خاوند نے گواہوں کے ذریعہ لڑکی کی خاموشی پیش کی اور لڑکی کے گواہ نہیں تو اس صورت میں سکوت پر گواہی قبول کر لی جائے گی کیونکہ سکوت وجودی امر ہے، اور اگر دونوں نے اپنے اپنے موقف پر گواہ پیش کر دئے تو لڑکی کے گواہوں کو ترجیح ہوگی، ہاں اگر خاوند نے سکوت پر گواہی کے بجائے لڑکی کی رضا یا اجازت پر گواہی پیش کی ہو تو پھر خاوند کی طرف سے شہادت کو ترجیح ہوگی۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ نکاح ولی اقرب نے کرایا ہو، تو خاوند کا کہنا کہ "تو خاموش رہی" کا مطلب یہ ہے کہ تو نے اجازت دی تھی، اور مصنف کا قول کہ "رضا یا اجازت پر گواہ پیش کئے" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خاوند صریحاً اجازت کا مدعی ہو، جیسا کہ رد المحتار میں بیان کیا ہے، ہم یہاں رد المحتار کے کلام کا کچھ حصہ

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۲

العقد وملك البضع والمرأة تدفعه فكانت منكرة[1]، ثم ذكر في البحر ذكر الحاكم الشهيد في الكافي لو ادعى احدهما ان النكاح كان في صغره فالقول قوله ولا نكاح بينهما[2] اھ

قلت علله في الذخيرة بقوله لان النكاح في حالة الصغر قبل اجازة الولي ليس نكاحا معنًا وذكر قبله ان الاختلاف لو في الصحة والفساد فالقول لمدعي الصحة بشهادة الظاهر ولو في اصل وجود العقد فالقول لمنكر الوجود[3]، ثم ان الظاهر ان ما نحن فيه من قبيل الاختلاف في اصل وجود العقد لان الرد صير الايجاب بلا قبول **قوله الا** ان يبرهن اى فترجح بينته لاستوائهما في الاثبات

ذکر کرتے ہیں تاکہ مقام واضح ہو سکے۔ انھوں نے کہا **قولہ** کہ لڑکی کی بات کو ترجیح ہوگی" کیونکہ خاوند لڑکی پر نکاح کے لزوم اور اپنے لئے ملک بضع یعنی جماع کے حق کا دعوٰی کرتا ہے جبکہ لڑکی دفاع کرتے ہُوئے انکار کرتی ہے اور وُہ منکر ہے۔ پھر بحر میں کہا کہ حاکم شہید نے کافی میں ذکر کیا ہے کہ اگر اختلاف یہ ہے کہ لڑکے کی نابالغی میں ہُوا یا نہیں، تو جس نے نابالغی میں نکاح کا دعوٰی کیا اس کا قول معتبر ہوگا، اور نکاح ثابت نہ ہوگا اھ ــــــ

قلت (میں کہتا ہوں کہ) ذخیرہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ بچپن میں ولی کی اجازت سے قبل نکاح معنًی درست نہیں، اور اس سے قبل ذخیرہ میں ذکر ہے کہ اگر اختلاف نکاح صحیح یا فاسد ہونے میں ہو تو صحت کے مدعی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ نکاح صحیح ہوتا ہے۔ اور اختلاف اگر نکاح کے ہونے نہ ہونے میں ہو تو وجود نکاح کے انکار والے کی بات معتبر ہوگی، پھر بلاشبہ ظاہر ہے ہماری بحث اصل نکاح کے وجود میں ہے تو لڑکی کا انکار اور رَدِّ قبول ہے تو یہ ایجاب بغیر قبول ہوگا لہٰذا لڑکی کی بات معتبر ہوگی **قولہ** "مگر یہ کہ خاوند گواہ پیش کردے" یعنی اس کی گواہی کو ترجیح ہوگی کیونکہ خاوند اور لڑکی دونوں کے گواہ اثبات میں

---

[1] رد المحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۲
[2] و [3] رد المحتار " " " ۲/۳۰۳

وزيادة بينة باثبات اللزوم كذا في الشروح وعزاه في النهاية للتمرتاشي وكذا هو في غير كتاب من الفقه لكن في الخلاصة عن ادب القاضي للخصاف ان بينتها اولى ففي هذه الصورة اختلاف المشائخ ولعل وجهه ان السكوت لما كان مما تحقق الاجازة به لم يلزم من الشهادة بالاجازة كونها بامر زائد على السكوت مالم يصرحوا بذلك كذا في الفتح وتبعه في البحر واستفيد منه التوفيق بين القولين بحمل الاول على ما اذا صرح الشهود بانها قالت اجزت او رضيت وحمل الثاني على ما اذا شهدوا بانها اجازت او رضيت باحتمال اجازتها بالسكوت فافهم[1] اھ ملتقطا، وفي الهندية لو اقام الزوج البينة انها اجازت العقد حين اخبرت و اقامت البينة انها ردت

مساوی ہیں لیکن خاوند کی طرف سے گواہی میں نکاح کے ثبوت کے ساتھ لزوم نکاح بھی ثابت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کو ترجیح ہوگی۔ شروح میں ایسے ہی بیان ہے، اور اس کو نہایہ میں تمرتاشی کی طرف منسوب کیا ہے، بہت سی کتب فقہ میں ایسے ہی ہے لیکن خلاصہ میں خصاف کی ادب القاضی سے منقول ہے کہ لڑکی کی گواہی کو ترجیح ہوگی، تو اس طرح اس مسئلہ میں مشائخ کا اختلاف سامنے آیا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ سکوت پر لڑکی کی شہادت سے لزوم نکاح متحقق نہ ہوتا ہو لہٰذا یوں خاوند کی طرف سے شہادت زیادہ اثبات نہ کرسکتی ہو جب تک کہ گواہ صراحۃً اجازت کی بات نہ کریں، یوں ہی فتح میں ہے اور اس کی اتباع بحر نے کی ہے، اس سے حاصل یہ ہوا کہ دونوں قولوں میں موافقت یوں ہوگی کہ پہلے یعنی خاوند کی شہادت کی ترجیح کو اس صورت پر محمول کریں کہ جب گواہوں نے تصریح کی ہو کہ لڑکی نے کہا ہے "میں اجازت دیتی ہوں" یا "راضی ہوں" اور دوسرے قول یعنی لڑکی کی شہادت کی ترجیح کو اس صورت پر محمول کریں کہ گواہوں نے شہادت میں کہا ہو کہ "اس نے اجازت دی یا راضی ہوئی تھی" جس میں گواہوں کے سکوت رضا قرار دیا ہو، اس میں غور کرو، اھ، ملتقطاً۔ اور ہندیہ میں ہے اگر خاوند یہ شہادت پیش کرے کہ لڑکی کو جب نکاح

---

[1] رد المحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۳

37
37

حین اخبرت کانت البینۃ بینۃ الزوج کذا فی السراج الوھاج[1]۔

کی خبر ملی تو اس نے نکاح کو جائز قرار دیا، اور لڑکی یہ شہادت پیش کرے جب مجھے خبر ملی تو رد کر دیا تھا تو اس صورت میں خاوند کی شہادت معتبر ہوگی، یونہی سراج الوہاج میں ہے۔ (ت)

رہی باپ کی ناراضی، وہ صحت و نفاذ میں خلل انداز نہیں جبکہ عورت حرّہ، عاقلہ، بالغہ اور شوہر کفو ہے،

فی الدر المختار نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا[2] اھ ملخصا وفیہ لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اھ[3]۔

درمختار میں ہے: آزاد، عاقلہ، بالغہ کا اپنا نکاح ولی کی رضا کے بغیر صحیح ہے، اور یہ نکاح غیر کفو سے ہوا تو ناجائز ہونے کا فتوی ہوگا اھ ملخصاً، اور اسی میں ہے کہ باکرہ بالغہ پر نکاح کے بارے میں جبر نہیں کیا جائے گا کیونکہ بلوغ کی وجہ سے اس پر جبر کی ولایت ختم ہو جاتی ہے اھ (ت)

ہاں اگر مہر مثل میں کمی فاحش واقع ہوئی تو باپ کو حقِ اعتراض حاصل ہے یہاں تک کہ مہر مثل پورا کر دیا جائے یا قاضی زن و شوہر میں تفریق کردے۔

فی الدر المختار لو نکحت باقل من مھرھا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مھر مثلھا او یفرق القاضی بینھما دفعا للعار[4] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے: اگر عاقلہ بالغہ نے قلیل مہر پر نکاح کیا تو ولی عصبہ کو مہر تام کرنے تک اعتراض کا حق ہے۔ مہر مثل تام کرے یا پھر قاضی خاوند بیوی میں تفریق کردے تاکہ ولی کی عار ختم ہو سکے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۵ از مہدپور علاقہ اندور مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پدرِ ہندہ نے نکاح اپنی دختر کا بعمر چہار سالہ کیا تھا، جب وہ ایامِ شعور پر فائز ہوئی تو اس شوہر کو پسند و قبول نہیں کرتی، اس صورت میں نکاح اس کا جائز ہے یا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — باب الاولیاء — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۸۹
[2] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۱
[3] ایضاً
[4] درمختار — باب الکفالۃ — " " " — ۱/۱۹۵

منسوخ ؟ اور بعد جُدائی زوجین مہر اس کا ذمّہ شوہر عائد ہوتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

باپ جو اپنے نابالغ بچّے کا نکاح کردے وُہ مطلقاً لازم ہوتا ہے کہ نابالغ کو بعد بلوغ بھی اس پر اعتراض کا حق نہیں ہوتا اگرچہ نکاح غیر کفو سے یا مہر میں غبنِ فاحش کردے، مثلاً دختر کو کسی رذیل قوم یا کسی ذلیل پیشے والے یا غلام یا فاسق کے نکاح میں دے یا اس کا مہر مثل ہزار روپے ہو یا نسو یا سَو پر نکاح کردے یا پسر کا نکاح کسی کنیز یا ذلیل قوم یا فاسقہ فاجرہ سے کرے یا عورت کا مہر مثل ہزار روپے ہو پسر کی طرف سے دو ہزار باندھ دے، ان سب وجوہ میں باپ کا کیا ہُوا نکاح لازم و ناقابلِ فسخ ہے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ ایسا نکاح خلافِ شفقتِ پدری کرتے وقت باپ نشے میں ہو، دوسرے یہ کہ اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچّے کے نکاح میں ایسی ہی بے شفقتی برت چکا ہو تو البتہ یہ نکاح ناجائز ہوگا،

فی الدر المختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها وزيادة مهره او بغير كفؤ ان كان الولي المزوج بنفسه ابا او جدا لم يعرف منهما سوء الاختيار وان عرف لا يصح النكاح اتفاقا وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق او شرير او فقير او ذي حرفة دنيئة لظهور سوء اختياره فلا تعارضه شفقته المظنونة بحر[1] اھ وفی رد المحتار زوج بنته من فاسق صح و ان تحقق بذلك انه سئ الاختيار واشتهر به عند الناس فلو

درمختار میں ہے، اگر نکاح کرنے والا ولی خود باپ یا دادا ہو تو اس کا کیا ہُوا نکاح لازم ہو جائے گا خواہ لڑکی کا مہر انتہائی قلیل ہو یا لڑکے پر مہر بہت زیادہ مان لیا ہو یا نکاح غیر کفو میں ہو بشرطیکہ پہلے باپ دادا اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے میں معروف نہ ہوں، اور اگر وُہ غلط اختیار میں معروف ہوں تو پھر بالاتفاق مذکورہ صورتوں میں نکاح صحیح نہ ہوگا، اور اگر یونہی باپ یا دادا نشے میں ہوتے ہوئے لڑکی کا نکاح فاسق یا شر پسند یا فقیر یا کسی کمینے کسبی سے کردیا تو یہ اختیار کا غلط استعمال ہوگا تو اس صورت میں باپ دادا کی مظنونہ شفقت اس اقدام کو غلط قرار دینے میں آڑے نہ آئے گی اور یہ سوء اختیار کہلائے گا، بحر، اھ، اور رد المحتار میں ہے کہ فاسق سے بیٹی کا نکاح کیا تو صحیح ہوگا اگرچہ

---

[1] درمختار باب الولی

زوج بنتا اخری من فاسق لم یصح الثانی لانه کان مشهورا بسوء الاختیار قبله بخلاف العقد الاول[1] اھ وفیه قوله فزوجها من فاسق وکذا لو زوجها بغبن فاحش فی المهر لا یجوز اجماعا والصاحی یجوز بحر عن الذخیرة ثم قال وکذا السکران لو زوج من غیر الکفوء کما فی الخانیة و به علم ان المراد بالاب من لیس بسکران و لا عرف بسوء الاختیار اھ وفی الخانیة اذا زوج الرجل ابنه امرأة باکثر من مهر مثلها او زوج بنته الصغیرة باقل من مهر مثلها او وضعها فی غیر کفوء او زوج ابنه الصغیر امة او امرأة لیست بکفوء له جاز فی قول ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه وقال صاحباه رحمهما الله تعالٰی لا یجوز ان فحش واجمعوا علی انه لا یجوز ذلك من غیر الاب والجد ولا من القاضی[2] اھ

یہ سوءِ اختیار ہے جس کی بنا پر باپ اختیار کے غلط استعمال میں لوگوں کے ہاں معروف ہو جائے گا تو اس نے اگر دُوسری بیٹی کا نکاح کسی فاسق سے کیا تو یہ دُوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا کیونکہ قبل ازیں وُہ اختیار کے غلط استعمال (سُوءِ اختیار) میں مشہور ہو چکا ہے جبکہ پہلی لڑکی کے نکاح کے وقت ایسا معروف نہ تھا، یوں ہی اگر اس نے دُوسری بیٹی کے نکاح میں انتہائی قلیل مہر قبول کیا تو یہ مہر جائز نہ ہوگا یہ اجماع ہے۔ بحر میں ذخیرہ سے منقول کہ اس کے بعد ردالمحتار میں کہا یونہی اگر نشے کی حالت میں باپ نے غیر کفو سے کیا تو نکاح نہ ہوگا جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ باپ سے مراد وہ ہے جو نشہ میں نہ ہو اور سُوءِ اختیار میں مشہور نہ ہو۔ اھ، اور خانیہ میں ہے: اگر کسی نے اپنے لڑکے کا کسی ایسی عورت سے مہر مثل سے زائد پر کردیا یا نابالغ بیٹی کا نکاح انتہائی کم مہر یا غیر کفو میں کردیا یا نابالغ بیٹے کا نکاح لونڈی یا غیر کفو والی عورت سے کردیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر نکاح صحیح ہے، اور ان کے صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر نکاح ناجائز ہے، اور اس بات پر اجماع ہے کہ غیر باپ اور دادا اور قاضی کا کیا ہُوا یہ نکاح جائز نہ ہوگا اھ اور بحرالرائق

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵-۳۰۴
[2] " " " " ۲/ ۳۰۵
[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الاولیاء منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۴

وفی البحر الرائق ثم الخیریۃ ظاھر کلامھم ان الاب اذا کان معروفا بسوء الاختیار لم یصح عقدہ باقل من مھر المثل ولا باکثر فی الصغیر بغبن فاحش ، ولا من غیر الکفوء فیھما سواء کان عدم الکفاءۃ بسبب الفسق اولا[1] الخ۔

پھر خیریہ میں ہے کہ فقہاء کرام کا ظاہر کلام یہ ہے کہ باپ جب سوءِ اختیار میں مشہور ہو جائے تو لڑکی کا مہر مثل سے کم اور لڑکے کا مہر مثل سے زیادہ جبکہ یہ کمی اور زیادتی انتہائی ہو، اور غیر کفو میں لڑکی اور لڑکے کا کیا ہوا باپ کا نکاح صحیح نہ ہوگا خواہ غیر کفو فسق کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو الخ۔ (ت)

واقع اگر یہ صورتیں ہوں جن میں نکاح شرعاً جائز نہیں تو اگر ہنوز ہمبستری یعنی جماع حقیقی وقوع نہ ہوا مہر اصلاً لازم نہیں ورنہ مہر مثل دینا ہوگا،

فان الوطء فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او عقر کما نصوا علیہ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

کیونکہ دار الاسلام میں وطئ پر حد یا مہر بصورت خرچہ ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی صورت نہیں ہے جیسا کہ فقہاء کرام کی اس پر نص ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۳۶ از امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ سعید الدین خاں صاحب رئیس امریا ۲۷ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

عرض بخدمت علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغ صغیر سن کہ والد اُس کا فوت ہوگیا، اور دادا اور بھائی اُس کا کوئی نہیں تھا، اور اس کے سگے چچا نے اپنے بھائی مرحوم کی زوجہ یعنی اُس لڑکی نابالغہ کی والدہ سے بغیر رضامندیِ والدہ اُس لڑکی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا، اب وُہ لڑکی بالغ ہُوئی تو وُہ کہتی ہے کہ میرا نکاح اس شخص کے ساتھ نہیں اور نہ کروں گی۔ عرض پرداز ہُوں کہ نزد خدا و رسول مقبول نکاح فسخ ہوگیا یا وہی نکاح قائم رہا؟ اگر فسخ ہوگیا تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ کیا جائے ورنہ جیسا حکم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع جبکہ دختر نابالغہ کا نہ باپ ہو نہ دادا، نہ جوان بھائی نہ جوان بھتیجا، تو چچا ہی اس کا ولی اقرب ہے اُس کے کئے ہُوئے نکاح میں ماں کی رضامندی و نارضامندی کا لحاظ نہ ہوگا۔ تنویر الابصار

---

[1] بحر الرائق فصل فی الاکفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۳۵

میں ہے:

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریۃ وتکلیف فان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للامۃ الخ ملخصا۔

نکاح میں ولی وہ عصبہ بنفسہ ہوتا ہے یعنی وہ عصبہ جو لڑکے اور لڑکی کی طرف کسی عورت کے واسطہ میں منسوب نہ ہو، ان کی ولایت وراثت اور حجب کی ترتیب پر ہوتی ہے بشرطیکہ یہ عصبہ لوگ آزاد اور بالغ عاقل ہوں، اور اگر کوئی عصبہ نہ ہو تو پھر ماں کو ولایت حاصل ہوگی الخ ملخصا (ت)

ہاں یہ دیکھا جائے گا کہ جس سے چچا نے نکاح کر دیا اگر اُس دختر کا کفو نہیں یعنی اس سے کم قوم ہے جس کے ساتھ اُس کے نکاح میں ننگ وعار ہے یا ذلیل پیشہ یا محتاج یا بدمذہب یا بدرویہ ہے غرض کسی وجہ سے وہ صورت ہے کہ اس کے ساتھ نکاح میں دختر واقربائے دختر کی مطعونی وذلت ہے یا مہر جو چچا نے باندھا اس میں دختر کے مہرمثل میں کمی فاحش کر دی ہے کہ لوگ اپنے جو نرم گرم کر لیا کرتے ہیں اُن میں یہاں تک کمی نہیں پہنچتی مثلاً ہزار روپیہ مہرمثل تھا پانسو باندھ دیا، تو ان دونوں صورتوں میں وہ چچا کا کیا ہُوا نکاح محض باطل ہُوا، دختر سچ کہتی ہے کہ میرا نکاح نہ ہُوا۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب والابیہ لایصح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا[2]۔

اگر نکاح دینے والا باپ، دادا کا غیر ہو تو مہر کی انتہائی کمی بیشی اور غیر کفو میں نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر ان دونوں خللوں سے خالی ہے یعنی جس سے نکاح کیا وہ وقت نکاح دختر کا کفو بمعنی مذکور تھا اور مہرمثل میں بھی ویسی کمی نہ کی گئی تو نکاح صحیح ہوگیا مگر ہندہ کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو بالغہ ہونے پر اس نکاح کو پسند نہ کرے اور دعوٰی کر کے فسخ کرالے۔ تنویر میں ہے:

وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح ولھا خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ[3]۔

اور مہرمثل اور کفو میں کیا ہُوا نکاح صحیح ہوگا اور لڑکی کو بالغ ہونے یا بلوغ کے بعد اطلاع ملنے پر فسخ کا اختیار ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۳

[2] 〃 〃 〃

دُرمیں ہے: بشرط القضاء للفسخ[1] (اس فسخ کے لئے قضا ضروری ہے۔ ت) لیکن کنواری لڑکی کو یہ اختیار اسی قدر ملتا ہے کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہے تو بالغہ ہوتے ہی یعنی جس وقت علامتِ بلوغ مثل حیض وغیرہ ظاہر ہو یا پندرہ برس کامل کی عمر ہو جائے فوراً ابلا توقف اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کردے اور اگر نکاح کی خبر بالغہ ہونے کے بعد ملی تو جس وقت خبر ہُوئی فوراً اُسی وقت ناپسندی جتادے، اور اگر ذرا دیر لگائی یا اس سے جُدا کوئی آدھی بات کی یا کچھ چُپ رہی یا بیٹھی تھی کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی ایک قدم اُٹھالیا اُس کے بعد ناراضی کا اظہار کیا تو ہرگز نہ سُنا جائے گا اور نکاح لازم ہو جائے گا۔ تنویر الابصار میں ہے:

خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[2]۔

بالغہ باکرہ لڑکی کی خاموشی اس کے اختیار کو ختم کردیتی ہے جبکہ وہ نکاح کا علم رکھتی ہو تو خاموشی کے بعد مجلس کے اختتام تک بھی اختیار نہیں رہتا بلکہ خاموش ہو جانے پر ختم ہو جاتا ہے۔ (ت)

اس نابالغہ کے بارے میں اس کا دیکھ لینا ضرور ہے کہ اُس نے بالغہ ہوتے ہی فوراً ناراضی ظاہر کی ہے یا ایک لحہ کی دیر بھی لگائی تھی تو اب اسے نکاح سے انکار حرام ہے وہ ضرور اس کی زوجہ ہے ورنہ اختیارِ دعوٰی رکھتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۷: از مراد آباد محلہ بازار دیوان متصل مکان نواب تفضل علی خاں مرسلہ حکیم برہان الحق صاحب ۲۷ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح کردیا اُس وقت عمر اس کی تخمیناً سات یا آٹھ برس کی ہوگی اور پیشتر نکاح سے لڑکی کا باپ اور چچا اور تایا قضا کرگئے تھے مگر ایک بھائی تایازاد حقیقی جس کی عمر تخمیناً ۲۶، ۲۷ برس اُس وقت تھی اب موجود ہے مگر بوقتِ نکاح والدۂ دختر نے اپنی ولایت سے نکاح اس لڑکی کا کردیا، شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جس نابالغہ کے باپ، دادا، جوان بھائی، بھتیجا، چچا نہ ہوں تو جوان بھائی چچازاد ہی اس کے نکاح کا ولی ہے، اس کے ہوتے ماں کو اپنی دختر کے نکاح کردینے کا اختیار نہیں۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

[2] " " " " " "

اقرب العصبات الی الصغیر والصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوھما ثم العم لاب وام ثم العم لاب ثم بنوھما وعند عدم العصبۃ الاقرب الام اھ[1] مختصرا۔

نابالغ لڑکے اور لڑکی کے قریب ترین عصبہ باپ، پھر دادا، پھر حقیقی بھائی، پھر ان کے لڑکے، پھر حقیقی چچا، پھر اس کے لڑکے، پھر صرف باپ کی طرف چچا، پھر اس کے لڑکے، اور عصبات نہ ہونے کی صورت میں ماں کو ولایت ہے اھ مختصرا (ت)

پس صورت مذکورہ میں ماں کا کیا ہُوا نکاح اس بھائی کی اجازت پر موقوف ہے اگر یہ رَد کر دے گا رَد ہوجائے گا یا جائز کردے گا جائز ہوجائے گا بشرطیکہ وُہ نکاح کسی غیر کفو یعنی ایسے شخص سے نہ ہُوا ہو جو اس دختر سے قوم یا پیشے یا مذہب وغیرہ میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا باعثِ ننگ و عار ہو، نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہو، ورنہ وُہ نکاح سرے سے باطل ہے، بھائی بھی اسے جائز نہیں کرسکتا۔ درمختار میں ہے،

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفؤ اوغبن فاحش[2]۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اگر نکاح دینے والا باپ دادا نہ ہو خواہ ماں بھی ہو تو غیر کفو میں اور انتہائی کمی کے مہر سے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الاولیاء مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۳
[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

تجویز الرد عن تزویج الابعد

۱۵ ھ ۱۳

(ولی اقرب کی غیبت میں ولی ابعد کے نکاح پڑھانے کا حکم)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۳۸ تا ۳۴۲ از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ رجب ۱۳۱۵ھ

سوال اوّل

ولی ابعد ولی اقرب کی غیبت میں اگر نکاح کردے تو ولی اقرب درصورت خلاف مرضی اُس کے فسخ کرسکتا ہے یا نہیں؟

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب

ہاں جبکہ غیبت منقطعہ نہ ہو،

فی الدر المختار فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1] واللہ تعالٰی اعلم

درمختار میں ہے اگر بعید ولی نے قریب ولی کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب الولی

سوال دوم

غیبت کی تفاسیر میں سے کہ مدتِ قصر یا دشواری استطلاع رائے یا اس بلد میں قافلہ سال بھر میں ایک مرتبہ جاتا ہو، میں کون سی تفسیر معتمد علیہ ہے؟

الجواب

اول پر بھی فتوٰی دیا گیا اور ثالث اختیار امام قدوری ہے، اور کتاب التجنیس والمزید میں یک ماہہ راہ کو اختیار اکثر مشائخ و اعدل الاقاویل فرمایا کما فی مجمع الانہر[1] (جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے۔ ت) اور امام سغدی نے مفقود الخبری اختیار فرمائی، امام محمد سے ایک روایت بیس ایک پچیس منزل کی آئی کما فی جامع الرموز[2] (جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) تو یہ سات قول ہیں جن میں اقوی واوثق و مذہل باکد الفاظ فتیا صرف اول و دوم ہیں مگر اصح التصحیحین وارجح الترجیحین وماخوذ و معتمد علیہ یہی ہے کہ جب اس کی رائے لینے تک کفو حاضر انتظار نہ کرے اور اس پر اٹھا رکھنے میں یہ موقع ہاتھ سے جاتا ہے تو غیبت غیبتِ منقطعہ ہے یہاں تک کہ اگر ولی اقرب شہر ہی میں روپوش ہو اور پتا نا معلوم یا رسائی نہیں اور انتظار باعثِ فوتِ کفو ہو تو غیبت منقطعہ سمجھی جائے گی اور ولی بعید کو جو مراتب ولایت میں اس اقرب کے متصل ہے ولایت ہاتھ آئے گی اور اگر اقرب ہزار کوس دور ہے اور کفو حاضر نہیں یا انتظار پر راضی تو یہ غیبت منقطعہ نہیں، ولی بعید نکاح کرے گا تو نافذ نہ ہوگا بلکہ اجازتِ اقرب پر موقوف رہے گا،

فی تنویر الابصار للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر[3] اھ فی رد المحتار[4] نسبہ فی الھدایۃ لبعض المتأخرین والزیلعی لاکثرھم قال وعلیہ الفتوی[5] اھ قلت[6] وکذا قال علیہ الفتوی فی الولوالجیۃ

تنویر الابصار میں ہے ولی اقرب سفر کی مسافت پر غائب ہو تو ولی ابعد کو نکاح کر دینا جائز ہے اھ ردالمحتار میں ہے کہ ہدایہ میں اس کو بعض متاخرین کی طرف منسوب کیا ہے اور زیلعی میں اس کو اکثر کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اس پر فتوٰی ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) یوں ہی ولوالجیہ میں کہا کہ اس پر

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — باب الاولیاء والاکفاء — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۱/۳۲۹

[2] جامع الرموز — باب الولی والکفو — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۴۶۹

[3] درمختار شرح تنویر الابصار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۴

[4] ردالمحتار — 〃 — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۱۵

کما فی مجمع الانہر قال القہستانی فی جامع الرموز ھو الصحیح و بہ یفتی اھ[1] فی الدر و اختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفؤ الخاطب جوابہ و اعتمدہ الباقانی و نقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی وثمرۃ الخلاف فی من اختفی فی المدینۃ ھل تکون غیبۃ منقطعۃ اھ[2] قال الشامی قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفؤ الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ و الیہ اشار فی الکتاب اھ وفی البحر عن المجتبی و المبسوط انہ الاصح وفی النہایۃ واختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل وفی الہدایۃ انہ اقرب الی الفقہ وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وانہ لاتعارض بین اکثر المتاخرین واکثر المشائخ ای کان المراد من المشائخ المتقدمون وفی شرح الملتقی عن الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی اھ وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ ویشیر کلام النہر

فتوی ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے کہ قہستانی نے جامع الرموز میں کہا: یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اھ۔ دُر میں ہے، اور اس کو ملتقی میں پسندیدہ قرار دیا جب منگنی کرنے والا کفو کے جواب کا انتظار نہ کرے اور باقانی نے اس کو معتمد قرار دیا، اور ابن کمال نے اس پر فتوی کو نقل کیا اور ثمرہ اختلاف اس شخص کے متعلق ظاہر ہوگا جو شہر میں چھپ گیا ہو، تو کیا اس صورت میں غیبتِ منقطعہ ہوگی اھ، شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ اگر ایسی صورت ہو کہ حاضر کفو، اس کی انتظار اور اس کی رائے معلوم کرنے تک، ضائع اور فوت ہوجانے کا خطرہ ہو تو یہ غیبۃ منقطعہ ہوگی، اور کتاب میں اسی صورت کی طرف اشارہ ہے اھ، بحر میں مجتبیٰ اور مبسوط سے منقول ہے کہ یہی اصح ہے، اور نہایہ میں ہے کہ اس کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے اور ابن فضل نے اس کی تصحیح کی ہے، اور ہدایہ میں ہے کہ یہ اقرب فقہ ہے، اور فتح میں کہا کہ یہ فقہ کے اشبہ ہے اور یہ کہ اکثر متاخرین اور اکثر مشائخ میں کوئی تعارض نہیں ہے، یعنی اکثر مشائخ سے مراد متقدمین ہیں، اور شرح ملتقی میں حقائق سے منقول ہے کہ اقوال میں سے یہی اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے اھ، اور اختیار اور نقایہ میں اسی پر رجحان ہے، اور نہر کی کلام میں اس کے

---

[1] جامع الرموز — باب الولی والکفاءۃ — مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۴۶۹

[2] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۴

الی اختیارہ وفی البحر والاحسن الافتاء بما علیہ اکثر المشائخ اھ کلام الشامی، قلت والزیلعی مع قولہ للاول علیہ الفتوی ذکر تصحیح الثانی عن شمس الائمۃ السرخسی ومحمد بن الفضل ثم قال وھذا احسن اھ وقال فی جواھر الاخلاطی وعلیہ الفتوی کما فی الھندیۃ وبھا یتبنی کتبت ھھنا علی ھامش ردالمحتار علی قول البحر الاحسن الافتاء الخ ما نصہ قلت لاسیما فی ھذا الزمان فان العجلۃ الدخانیۃ قد ردت مسافۃ القصر الی اکثر من مسافۃ ساعتین فکیف یبنی الامر علیھا بل وجب التعویل علی ما افتی بہ اکثر المشائخ رحمھم اللہ تعالی اھ ما کتبت اقول وشیٔ اخر وھو ان القول الثانی بنی الامر علی الحاجۃ والتضرر ولا شک ان الولایۃ انما ھی للنظر ودفع الضرر فکان من الفقہ اثبات الولایۃ للذی یلی الاقرب عند کونہ بحیث لو وقف الامر علی رائہ لتضررت بہ القاصرۃ وعدمہ

مختار ہونے کا اشارہ ہے، اور بحر میں کہا کہ جس پر اکثر مشائخ ہوں اس پر فتوی بہتر ہے، شامی کا کلام ختم ہوا، قلت (میں کہتا ہوں) زیلعی نے پہلے قول پر فتوی کہا اس کے باوجود انھوں نے شمس الائمہ سرخسی اور محمد بن فضل کی دوسرے قول پر تصحیح نقل کی، پھر کہا یہ احسن ہے اھ، اور جواہر اخلاطی میں کہا کہ اس پر فتوی ہے جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔ مجھے یہاں پر ردالمحتار پر اپنا حاشیہ یاد ہے جب انھوں نے بحر کے قول کہ "اس پر فتوی ہے" الخ کو بیان کیا حاشیہ کی عبارت یہ ہے: میں کہتا ہوں کہ خصوصا اس زمانہ میں جبکہ ریل گاڑی نے سفر کی مسافت کو ایک دو گھنٹہ کی مسافت میں تبدیل کر دیا ہے تو مسافت کو بنیاد بنانا کیسے درست ہوگا بلکہ اکثر مشائخ کے فتوی پر اعتماد ضروری ہے۔ میرا حاشیہ ختم ہوا۔ اقول ایک اور چیز ہے وہ یہ کہ دوسرے قول کی بنیاد حاجت اور نقصان پر ہے اور اس میں شک نہیں کہ ولایت کا اثبات شفقت اور دفع ضرر پر مبنی ہے، تو فقہ یہ ہوگی کہ اقرب ولی کے بعد والے کو ولایت تب ہی ہو سکتی ہے جب ولی اقرب ایسے مقام پر ہو کہ اگر اس کی رائے اور اجازت حاصل کی جائے تو نابالغہ کو نقصان ہو اور اگر نقصان

۱؎ ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۵
۲؎ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الاولیاء والاکفاء مکتبہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۲۷
۳؎ فتاوی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۵
۴؎ جدالممتار باب الولی قول ۶۱۴ المجمع الاسلامی مبارکپور، بھارت ۲/ ۳۸۴

عند عدمه كما اذا كانت صغيرة جدا ولا كفؤ يستعجل ولا حرج في الانتظار ففيم يفتات على الاب الشفيق ويوكل الامر الى بعيد سحيق وربما لا يومن ان يترك النظر لها لمصلحة نفسه او لجلب حطام فظهر ان في القول الاول سلب الولاية حيث يحتاج اليها كالمختفي في البلد واثباتها حيث لا حاجة اليها كما في هذه الصورة هذا ورأيتني كتبت على قول الدر وثمرة الخلاف الخ ما نصه اقول وحيث المدار عند اهل القول الثاني على فوات الكفؤ فكما لم يعتبر مسافة القصر شرطا للانتقال كذلك لا نظر اليها عند عدم الفوات والاستعجال فلو وجدت ولو فقت الكفؤ بانتظاره او استطلاع رائه لم يجز تزويج الابعد على الثاني خلافا للاول فالثمرة غير محصورة فيما قال هذا ما ظهر لي

نہ ہو تو پھر بعد والے کو ولایت نہیں ہوگی، مثلاً ایک چھوٹی بچی ہو جس کے لئے کفو کی کوئی عجلت نہیں اور نہ ہی اس کے نکاح کے لئے ولی اقرب کے انتظار میں کوئی حرج ہے تو پھر کیونکر ولی اقرب شفیق باپ کی ولایت کو ختم کرکے دوسرے بعید غیر شفیق کو ولایت سونپی جائے جبکہ یہ ممکن ہے کہ وہ بعید اپنے ذاتی فائدہ اور اپنی مصلحت کی خاطر بچی کے فائدہ کو نظر انداز کردے، تو ظاہر ہوا کہ پہلے قول میں اقرب کی ولایت کے سلب ہونے کی بات وہاں ہوگی جہاں حاجت اور ضرورت ہوگی جیسا کہ کوئی شہر میں گم ہو جائے اور حاجت پیدا ہو جائے، اور جہاں حاجت نہیں وہاں ولایت ثابت رہے گی، جیسا کہ مذکورہ صورت ہے۔ مجھے دُر کے قول "وثمرة الخلاف" پر اپنا حاشیہ یاد ہے جس کی عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) جب دوسرے قول والوں کے ہاں مدار کفو کا فوت ہونا ہے اس بنیاد پر ولایت کے منتقل ہونے کے لئے جیسے مسافت سفر (قصر) شرط نہیں ہے ایسے ہی یہ مسافت سفر، کفو فوت ہونے کے باوجود عجلت کے لئے بھی پیش نظر نہیں ہے، تو مسافت سفر ہونے کے باوجود اقرب کی انتظار اور اس کی رائے حاصل کرنے میں کفو فوت نہ ہو تو ولی ابعد کا نکاح کرنا درست نہ ہوگا، یہ دوسرے قول کا ماحصل ہے جبکہ پہلا قول اس کے خلاف ہے، تو ثمرۃ اختلاف، ان کے بیان میں محصور نہ رہا، یہ ہے

ف: جد الممتار میں خط کشیدہ عبارت یوں ہے: لا تعتبر علة تامة له بل ان وجدت المسافة الخ۔ نذیر احمد

فلیحرر[1] اھ وھوکما تری ظاھر محرر لما علمت ولما مر من عبارات الملتقی و الذخیرۃ وغیرھما فان مفاھیم الخلاف معتبرۃ فی عبارات العلماء بالوفاق کما نصوا علیہ بالاطباق ثم رأیت فی مجمع الانھر فلو انتظرہ الخاطب لم یتزوجھا الابعد[2] فھذا عین ما فھمت وللہ الحمد، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جو مجھے ظاہر ہُوا تو تحقیق چاہئے اھ تو یہ بیان ظاہر ہے جیسا کہ آپ معلوم کرچکے ہیں اور ملتقٰی، ذخیرہ وغیرہما کی عبارات سے گزرا، کیونکہ بالاتفاق علماء کی عبارات میں مفہومِ مخالف معتبر ہے، جیسا کہ اس پر سب کی نص موجود ہے، اس کے بعد میں نے مجمع الانہر میں دیکھا کہ اگر منگنی والا انتظار کرے تو ولی ابعد نکاح نہ دے، یہی میرا موقف ہے وللہ الحمد، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

سوال سوم

یہ جو فقہاء لکھتے ہیں کہ ولی ابعد غیبت میں اقرب کے نکاح کرا سکتا ہے، یہاں ولی ابعد سے کیا مراد ہے عصبہ یا مطلق وارث؟ گو ذوی الارحام میں سے ہو۔ اگر مراد عصبہ ہے تو حدیثِ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے جو موطائے امام محمد کے باب الرجل یجعل امر امرأتہ بیدھا میں مخرج ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اپنی بھتیجی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی کا نکاح عبداللہ بن زبیر سے کرادیا باوجودیکہ عبدالرحمٰن شام میں تھے، کیا جواب ہے کہ عمہ ذوی الارحام سے ہے۔

الجواب

ابعد میں افعل التفضیل اپنے باب پر نہیں بلکہ اس سے ہر ولی بعید مراد ہے مگر نہ مطلقاً بلکہ وہی جو اُس ولی اقرب کے متصل ہو یعنی باقی تمام اولیاء میں کوئی اُس سے اقرب نہ ہو سب اُس سے نیچے ہوں یا برابر، مثلاً باپ غائب اور جد و برادران وعم موجود ہیں تو ولایت جد کے لئے ہے، نہ برادران وعم کے واسطے، اور جد نہ ہو تو سب برادران ہمسر کو، نہ عم کو۔

فی ردالمحتار المراد بالابعد من یلی الغائب فی القرب کما علیہ فی کافی الحاکم وعلیہ فلو کان الغائب اباھا ولھا جد وعم فالولایۃ

ردالمحتار میں ہے کہ ابعد سے مراد ولی اقرب کے بعد دوسرے مرتبے والا ہے جیسا کہ اس کی تعبیر امام حاکم کی کافی میں ہے، اس بنا پر اگر والد غائب کے بعد لڑکی کا دادا اور چچا دونوں موجود ہوں تو ولایت دادا کو

---

[1] جدالممتار باب الولی قول ۶۱۶ المجمع الاسلامی مبارکپور بھارت ۲/۳۸۴
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی الاولیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۳۹

للجد لا للعم[1]

ہوگی، چچا کو نہ ہوگی۔ (ت)

اور جبکہ ذوی الارحام بلکہ مولی الموالاۃ بھی ہمارے نزدیک سلسلۂ اولیاء میں داخل تو من یلی الغائب فی القرب (جو قرب میں بعد والے مرتبہ پر ہو۔ ت) اُنھیں بھی شامل، مثلاً ولد الام ولی اقرب غائب ہے تو اس کے من یلی فی القرب یہی ذوی الارحام ہیں اور ذوی الارحام اقرب الاولیاء الموجودین ہوں تو اُن کی غیبت میں مولی الموالاۃ من یلی ہے کما ھو قضیۃ الترتیب وھو ظاھر جدا (جیسا کہ ترتیب کا تقاضا ہے، یہ بالکل ظاہر ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

ثم لولد الام ثم لذوی الارحام ثم مولی الموالاۃ ثم للسلطان[2] الخ۔

پھر والدہ کے بیٹے اور پھر ذوی الارحام کو پھر معاہدہ والے کو پھر سلطان کو حق ولایت ہے الخ (ت)

اور ردالمحتار میں اختیار سے ہے:

ولا تنتقل الی السلطان لان السلطان ولی من لا ولی لہ وھذہ لھا اولیاء[3]

سلطان کو ولایت منتقل نہ ہوگی کیونکہ سلطان اس وقت ولی بنتا ہے جب دوسرا کوئی ولی نہ ہو جبکہ اس کے یہ اولیاء موجود ہیں۔ (ت)

جب ہمارے نزدیک ذوی الارحام و مولی الموالاۃ بھی سلطان پر مقدم تو بحکم ھذہ لھا اولیاء (یہ اس کے اولیاء ہیں۔ ت) یہاں بھی لا تنتقل الی السلطان (سلطان یعنی حکم کو منتقل نہ ہوگی۔ ت) کا حکم محکم مگر صرف اس قدر کہ ذوی الارحام بھی کبھی بحالتِ غیبت اقرب ولایت پاتے ہیں، حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے رفع شبہۂ مذکورہ نہ کرے گا، اوپر معلوم ہو چکا کہ مطلقاً ہر بعید ولی نہیں ہوجاتا بلکہ وہی جو اس اقرب کے بعد سب سے اقرب ہے، پدر و عمہ کے درمیان تمام عصبات و تمام اصحاب فروض و بعض ذوی الارحام بکثرت اولیاء ہیں، حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لئے بحالتِ غیبتِ پدر اُن میں کسی کا اصلاً موجود نہ ہونا یہاں تک کہ ولایت حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہا کے لئے ثابت ہو بہت مستبعد ہے، بلکہ جواب یہ ہے کہ واقعہ عین لا عموم لھا (یہ خاص واقعہ ہے اس میں عموم نہیں ہے۔ ت) وقائع عین ہرگز نہ احتمال کے محل ہوتے ہیں، ممکن کہ حضرت حفصہ

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث بیروت ۲/۳۱۵
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳
[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵

وقتِ نکاح بالغہ ہوں تو ان پر ولایت مجبرہ کسی کو نہیں۔ ممکن کہ حضرت امّ المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو تزویج کے لئے تجویز و پسند فرمایا اور اقرب الاولیاء الحاضرین کو اُن سے نکاح کر دینے کا حکم کیا اور انھوں نے حسبِ حکم والا نکاح کر دیا ہو تو نکاح ہُوا تو ولی مستحق ہی کی ولایت سے، مگر حضرت کے حکم حضرت کی رائے حضرت کی تجویز سے ہونے کے باعث حضرت کی طرف منسوب ہُوا ایسی نسبتیں شائع و ذائع ہیں جیسے:

فتح الامیر الحصن وقطع السلطان اللص وغسل علی فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

امیر نے قلعہ فتح کیا، سلطان نے چور کا ہاتھ کاٹا، علی نے فاطمہ کو غسل دیا رضی اللہ تعالٰی عنہما (ت)

جب منذر بن زبیر نے حضرت عبدالرحمٰن کی ناراضی پاکر اُنھیں اختیار دیا کہ وُہ چاہیں تو تفریق کر دیں حضرت عبدالرحمٰن نے اس پر اپنی خواہر مطہرہ سے عرض کی ماکنت لارد امرا قضیتہ[1] مجھے نہیں پہنچتا کہ اس بات کو رد کروں جس کا آپ نے حکم فرمایا، اور اگر انھا نہ زوجت حفصۃ کے معنے یہی رکھے جائیں کہ ام المومنین نے بنفسِ نفیس تزویج فرمائی تو ممکن کہ ولی مستحق سے ذکر فرماکر اجازت لے لی ہو۔ اب یہ صورت توکیل کی ہوجائیگی بہرحال کوئی مقام شُبہہ و اشکال نہیں، یہ وہ وجوہ ہیں کہ خاطرِ فقیر میں آئیں، اور امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی نے ام المومنین کے خصائص سے شمار فرمایا کہ بوجہ اس قرب کے جو حضرت قدسی منزلت کو حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تھا، اُن کی یہ تزویج جائز رہی، زرقانی علی مؤطا للامام مالک میں ہے:

قال مالک فی الموازیۃ انما کان ذلک لمثل عائشۃ لمکانہا من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام مالک نے موازیہ میں فرمایا: یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حق تھا کیونکہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خاص تعلق تھا الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سوال چہارم

اُس مسئلہ میں اگر ولی ابعد نے غیر برادری میں نکاح کر دیا تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب

ولی اقرب کہ غائب ہے پدر یا جد صحیح ہے ہر ایک غیر معروف لبسوئے اختیار یا معروف کہ اس سے

---

[1] مؤطا الامام مالک کتاب الطلاق ما لایبین من التملیک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۱۳
[2] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک کتاب الطلاق مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ۳/ ۱۷۲

پہلے اپنی ولایت سے کسی بچے کا نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ کر چکا ہو یا اُن دونوں کا غیر، اور جبکہ غائب پدر ہو تو ولی ابعد جد معروف بسوئے اختیار یا غیر معروف یا کوئی اور، یہ نو صورتیں ہوئیں اور ہر تقدیر پر غیبت منقطعہ ہے یا غیر۔ وہ غیر برادری خواہ برادری والا کفو ہے یا غیر یعنی نسب یا مذہب یا حرفت یا روش یا مال غرض کسی بات میں اس سے ایسی کمی رکھتا ہے کہ اس سے نکاح اس کے اولیاء کے لئے باعثِ ننگ وعار ہے، نکاح مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ ہُوا مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار تھا پانسو باندھے یا زوجہ پسر کا پانسو تھا ہزار باندھے یا غیر۔ یہ جملہ بہت[1] صورتیں ہوئیں، ان کے حکم کا ضابطہ بتوفیق اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر **غیبت غیر منقطعہ** تھی اور ولی غائب پدر یا جد غیر معروفین بسوئے اختیار ہیں تو یہ نکاح مطلقاً ان کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ غیر کفو و غبن فاحش سے ہو، اور اگر غائب مذکور معروف بسوء اختیار تو نکاح مطلقاً باطل محض، اگرچہ غیبت پدر میں جد صحیح غیر معروف بسوئے اختیار نے کیا ہو۔

والوجه فی ذلك ان الغيبة اذا لم يكن منقطعة لا تكون الولاية لغيره كما قدمنا فی مسئلة الاولى والاب والجد لهما التزويج بغير الكفؤ وبالغبن الفاحش اذا لم يعرفا بسوء الاختيار لا اذا عرفا به كما فی الدر المختار[1] وغيره من الاسفار وقد قال فيه وفی متنه تنوير الابصار فی فصل الفضولی كل تصرف صدر منه كتزويج وله مجيزا ای من يقدر علی اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا وما لا مجيز له حالة العقد لا ينعقد[2] اھ فاذا لم يعرفا به

اس میں وجہ یہ ہے کہ جب تک غیبۃ منقطعہ نہ ہو تو غیر کو ولایت حاصل نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے مسئلہ میں ہم نے ذکر کیا ہے، اور باپ اور دادا کو اس وقت غیر کفو اور گراں مہر یا انتہائی کم مہر کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے جب وہ سوء اختیار میں معروف نہ ہوں، اس میں معروف ہونے کی صورت میں جائز نہیں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے جبکہ درمختار اور اس کے متن تنویر الابصار میں فضولی کی بحث میں مذکور ہے کہ تمام وہ تصرفات جن کے صادر ہونے پر وہ کسی کی اجازت پر موقوف ہوں تو اجازت دینے والے کی موجودگی میں وہ تصرفات موقوف قرار پائیں گے اور اگر ایسے تصرفات کی اجازت دینے والا موجود نہ ہو تو پھر یہ تصرفات منعقد ہی نہ ہوں گے اھ، تو جب

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۲
[2] درمختار شرح تنویر الابصار — فصل فی الفضولی — " " " — ۲/۳۱

فهذا عقد وقع وله من يملك تنفيذه فوقف وان عرفا فلا فلا توقف بتزويج جد لم يعرف به بغيبة اب معروف به وان كان الجد يملكه اذا لم يعرف به فان هذا انما هو حين قيام ولايته وهو عند غيبة للاب غيبة غير منقطعة لا يلي اصلا ولو من كفؤ فضلا عن غيره۔

باپ دادا سوء اختیار سے معروف نہ ہوں تو یہ عقد درست ہوکر اجازت پر موقوف رہے گا کیونکہ اس عقد کو جائز کرنے والا خود موجود ہے، اور اگر سوء اختیار میں معروف ہوں تو منعقد نہ ہوگا اور نہ موقوف ہوگا، تو اس صورت میں سوء اختیار میں غیر معروف دادا، اگر اس باپ کی غیبت غیر منقطعہ میں جو سوء اختیار میں معروف ہو نکاح کردے تو یہ نکاح موقوف نہ رہے گا اگرچہ دادا غیر معروف بسوء اختیار خود نکاح دینے کا مالک ہوتا ہے مگر یہاں اس لئے نہیں کہ باپ غیبۃ منقطعہ میں غائب نہیں بلکہ وہ غیر منقطعہ غیبۃ میں غائب ہے تو ایسی صورت میں دادے کو ولایت منتقل نہیں ہوتی اگرچہ دادا کفو میں بھی کرے چہ جائیکہ غیر کفو میں کرے۔ (ت)

اور اگر ولی غائب غیر اب وجد ہے تو کفو سے بے غبن فاحش اجازت غائب پر موقوف لقیام ولایتہ بعدم الانقطاع (عدم انقطاع کی بناء پر ولایت باقی رہنے کی وجہ سے۔ ت) اور غیر کفو یا غبن فاحش سے مطلقاً باطل لعدم المجیز (جائز کرنے والا نہ ہونے کی وجہ سے مطلقاً باطل ہے۔ ت) اگرچہ اس ولی غائب بغیبت غیر منقطعہ کے سوا صغیر وصغیرہ کا باپ یا دادا غیر معروف بسوئے اختیار غائب بغیبت منقطعہ زندہ موجود ہو کہ غیبت منقطعہ مثل موت ہے،

بناء علی ما صحح فی البدائع انها تنتقل الولایة عن الاقرب الی من یلیه فی القرب حتی لو زوجها حیث هو لم یجز و الیه یمیل کلام المبسوط و الهدایة و الفتح بل هما مصرحان

بدائع میں مذکورہ تصحیح کی بناء پر کہ ولایت اقرب سے منتقل ہوکر اس کے بعد والے قریبی کو حاصل ہوگی، حتی کہ اگر اقرب نے جہاں پر وہ ہے وہاں نکاح کردیا ہو تو نافذ نہ ہوگا، اسی کی طرف مبسوط، ہدایہ اور فتح کا کلام مائل ہے، بلکہ آخری دونوں نے اس کی تصریح

عہ ای ان عن فالبسوء الاختیار فلا مجیز فلا توقف بل یبطل ثم فرع علیه فقال فلا توقف بتزویج جد الخ ۱۲ منه۔ (م)

یعنی اگر وہ معروف بسوء اختیار ہیں تو یہ نکاح موقوف نہیں بلکہ باطل ہوگا، پھر اس پر تفریعاً کہا فلا توقف بتزویج جد الخ ۱۲ منہ (ت)

به وسیأتی بعض نصوصهما فی جواب الخامس وقواه الزیلعی روایة ودرایة و علیه فرع فی محیط السرخسی و ذکر الشامی انه الذی فی اکثر الکتب وقد قال فی الهدایة والبحر ففوضناه الی الاقرب اذا مات الاقرب[1] اھ اما علی ما استظهر فی الخانیة والظهیریة والتنویر والدرر و علیه فرع الاسبیجابی فی شرح مختصر الطحاوی وعلیه مشی فی البحر من انها لاتنتقل ولایته وانما تتحد ثها لمن یلیه فیکون کان هنا ولیین مستویین کاخوین او عمین فایهما عقد نفذ فاظاهر فیما ذکرنا التوقف اذا لم یکن الاب او الجد معروفا بسوء الاختیار لانه وقع وهو مجیز فافهم۔

کی ہے اوران کی بعض نصوص پانچویں سوال کے جواب میں آئیں گی اور اسی کو زیلعی نے قوی قرار دیا درایۃً وروایۃً، اور اسی پر محیط سرخسی میں تفریع قائم کی اور شامی نے کہا کہ یہی اکثر کتب میں ہے جبکہ ہدایہ اور بحر میں کہا کہ ہم یہ ولایت ہمیشہ کے لئے دوسرے مرتبہ والے کو سونپ دیں گے جیسا کہ اقرب کے فوت ہوجانے پر ہوتا ہے اھ لیکن خانیہ، ظہیریہ، تنویر اور درر نے جس کو ظاہر قرار دیا اور شرح مختصر الطحاوی میں اسبیجابی نے جس پر تفریع قائم کی ہے اور بحر نے اسی کو اپنایا، وہ یہ ہے کہ اقرب غائب کی ولایت ختم نہ ہوگی، ہاں قربت میں دوسرے مرتبہ والے کے لئے بھی ولایت ثابت ہوجائے گی، گویا یوں دو مساوی ولی قرار پائیں گے جیسے دو بھائی یا دو چچے برابر ہوں تو دونوں کو ولایتِ نفاذ حاصل ہوتی ہے، جو بھی عقد کرے گا نافذ ہوگا، تو ظاہر وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ باپ یا دادا سوء اختیار سے معروف نہ ہوں تو نکاح موقوف رہے گا کیونکہ یہ حضرات نکاح کو جائز کرنیوالے موجود ہیں، غور کرو۔ (ت)

والمسائل ظاهرة وفی کتب المذهب

یہ مسائل واضح اور مذہب کی کتب میں مذکور ہیں جبکہ

اور اگر غلبیت منقطعہ تھی تو غیر کفو یا غبن فاحش سے مطلقاً بالکل مگر اُس صورت میں کہ غائب پدر ہو اور مزوج جدید صحیح کہ نہ معروف بسوئے اختیار ہو نہ اُس تزویج کے وقت نشے میں کہ اس تقدیر پر یہ عقد نہ صرف صحیح ونافذ بلکہ لازم ہوگا جو کسی طرح رد نہیں ہوسکتا اور اگر نکاح کفو سے بے غبن فاحش ہے تو مطلقاً تام ونافذ مگر ولی مزوج اگر جد ہے تو لازم بھی ہوگیا ورنہ غیر لازم کہ قاصر وقاصرہ کو اگر پیش از بلوغ نکاح کی خبر ہے تو بلوغ ہوتے ہی ورنہ بعد جب خبر پائیں اختیار ملے گا کہ اُس پر معترض ہوکر قاضیِ شرع سے نکاح فسخ کرالیں۔

---

[1] الہدایۃ باب الاولیاء والاکفاء مکتبہ عربیہ کراچی ۲/۲۹۹
[1] بحر الرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۳۶

دائرة وقد قال فی الخیریة قد نصوا علی
ان غیر الاب والجد اذا زوج الصغیر او
الصغیرة مع وجود احدهما ان کان
بغیبة وبموت الولایة له بالغیبة المجونة
لذلك فلهما خیار البلوغ لانه زوج بالولایة[1] اھ
تنبیه کتبت ههنا علی هامش
رد المحتار ما نصه وانظر هل اذا
عاد الاب او الجد حتی عادت ولایته
کما نصوا علیه هل یکون له ایضا
الاعتراض قبل بلوغ الصغیرین ام
هو لهما خاصة حتی یبلغا والظاهر
هو الاول لانه لدفع ضرر خفی کما فی
الهدایة او ضرر غیر متحقق
کما فی الفتح فینبغی ثبوته
لمن له النظر وانما النظر
لدفع الضرر فلم ذا یؤخر مع
امکان الدفع قبل ان یتقرر
ثم ان قلنا بحصول ذلك للاب
والجد ولم یعارضا حتی بلغ
الصغیران فهل یکون هذا
الاعتراض عن الاعتراض مبطلا
لخیار الصغیرین کما لو زوج
الابوان بانفسهما الظاهر
لان النکاح اذا وقع لغیبتهما
فقد نفذ غیر موقوف علی

خیریہ میں کہا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ باپ اور دادا
کی غیر موجودگی میں اگر کسی غیر نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا
نکاح کردیا تو اگر باپ اور دادا ایسے غائب ہیں جس کی
بنا پر اس غیر کو ولایت اور اجازت ہوسکتی ہے تو لڑکے
اور لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا کیونکہ غیر نے یہ نکاح اپنی
ولایت سے کیا ہے اھ **تنبیہ** میں نے یہاں رد المحتار
کے حاشیہ پر لکھا ہے جس کی عبارت یوں ہے کہ غور کرنا
ہوگا کہ کیا باپ یا دادا واپس آگئے تو لڑکے یا لڑکی کے
بالغ ہونے سے قبل ان کو دوبارہ ولایت لوٹ آئیگی
جس کی وجہ سے لڑکے اور لڑکی کے کئے ہوئے نکاح پر
ان کو اعتراض کا حق ہوگا یا اب ان کو اعتراض کا حق
نہیں بلکہ لڑکے یا لڑکی کو ہی اپنے بلوغ پر اختیار
رہے گا جیسا کہ عام فقہا نے تصریح کی ہے جبکہ ظاہر
پہلی صورت ہے کیونکہ کسی مخفی ضرر کی بنا پر جیسا کہ
ہدایہ میں ہے یا احتمال ضرر کی بنا پر جیسا کہ فتح میں ہے
صاحبِ شفقت کو اختیارِ ولایت ثابت ہے جبکہ
ولایتِ شفقت دفعِ ضرر کے لئے ہی ہوتی ہے، تو
بچوں کے بلوغ کی انتظار تک کیوں مؤخر کی جائے جبکہ
ضرر واقع ہوجانے سے قبل اس کے دفاع کا امکان
موجود ہے، پھر قابلِ غور یہ ہے کہ جب ہم تسلیم کرلیں
کہ باپ دادا کو ولایت دوبارہ مل گئی ہے اب وہ
نابالغ کے نکاح پر تعرض نہ کریں حتی کہ وہ بچے بالغ
ہوجائیں تو کیا باپ دادا کا تعرض نہ کرنا بچوں کے
خیارِ بلوغ کو ختم کردے گا جیسا کہ خود باپ دادا نے
نکاح کیا ہو تو نابالغ کا خیارِ بلوغ باطل ہوتا ہے،

[1] فتاوی خیریہ باب الاولیاء دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۵

اجازتھما فلم ینسب الیھما ایقاعا ولا انفاذ او اعراضھما عن اعتراضھما لا یوجب ابطال حق الصغیرین کما اذا لم یزاحما ظالما یتصرف فی مالھما فلیتامل ولیحرر[1] ماکتبت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تو ظاہر یہی ہے کہ والدین کے عدم تعرض سے خیارِ بلوغ ختم نہ ہوگا کیونکہ نکاح کے وقت ان کے غائب ہونے کی بنا پر ان کی اجازت پر موقوف نہ تھا تو نکاح کا نفاذ ان کی طرف منسوب نہ رہا، تو اب عدمِ تعرض اور اعتراض نہ کرنے کی وجہ سے بچوں کو حاصل شدہ اختیار باطل نہ ہوگا جیسا کہ ظالم نے بچوں کے مال میں تصرف کیا اور باپ دادا نے تعرض نہ کیا ہو۔ اس میں غور چاہئے اور واضح کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سوال پنجم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سو کوس سے زائد سفر میں گیا ہے اُس کے مکان پر اُس کی والدہ اور اُس کی دختر زینب نامی اور اس کا پھوپھی زاد بھائی خالد موجود ہیں، زید نے اپنی والدہ کو لکھا کہ زینب کا نکاح بغیر میری اجازت کے نہ کرنا میں خود سفر سے آکر اپنے برادر کے پسر کے ساتھ کروں گا، مگر اس کی والدہ نے بغیر دریافت کئے زید کے اور بغیر دریافت کئے خالد کے جو موجود تھا اپنی رائے سے اپنی پوتی زینب نابالغہ کا نکاح بہت دُور کے عزیزوں میں کردیا اس صورت میں زید سفر سے آنے کے بعد فسخِ نکاح کرا سکتا ہے یا نہیں؟ اور خالد جو بحالتِ عقد اپنے مکان پر موجود تھا اور اس کی رائے کے خلاف نکاح ہوگیا تو آیا یہ بھی زینب نابالغہ کا نکاح فسخ کرا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

خالد تو یہاں کوئی چیز نہیں، نہ اسے کچھ اختیار کہ ابن عمّ الاب ذوی الارحام سے ہے، اور دادی بالاتفاق اُن پر مقدم،

فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب الی قولہ ثم ذوی الارحام[2]

درمختار میں ہے: نکاح میں ولی، وراثت وحجب کی ترتیب پر عصبات بنفسہ ہوتے ہیں، اگر عصبات نہ ہوں تو پھر ولایت ماں کو پھر دادی کو ہوتی ہے، ان کا بیان ذوالارحام تک ہوا۔ (ت)

---

[1] جد الممتار باب الولی قول ۵۶۹ المجمع الاسلامی مبارکپور ۲/ ۳۶۹
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

مگر تقریرِ سوال سے جو صورت ظاہر وہ صاف شہادت دے رہی ہے کہ یہ نکاح اس وجہ پر واقع نہ ہُوا جو شرع مطہر نے غیبتِ ولی اقرب میں ولی ابعد کے لئے رکھی ہے قطع نظر اس سے کہ یہاں دادی ولی ابعد ہے بھی یا نہیں (کہ ابعد وُہ جو اقرب کے بعد مرتبۂ ولایت میں ہو غیبتِ پدر میں دادی اس وقت ولی ابعد ہوسکتی ہے کہ دادا، بھائی، بھتیجا، چچا، چچا کا بیٹا سگے سوتیلے، غرض دادا پردادا کی اولاد کا کوئی مرد عاقل بالغ کتنے ہی دُور کے رشتے کا اصلاً موجود نہ ہو، نہ زینب کی ماں حاضر ہو کہ یہ سب مراتب ولایت میں دادی پر مقدم کما تقدم وقد حققنا تقدم الام علی ام الاب فیما علقنا علی ہامش المختار) (جیسا کہ پہلے گزر چکا اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے کہ ماں کو دادی پر تقدم حاصل ہے۔ت) مذہبِ معتمد میں بحالتِ غیبتِ اقرب ولی ابعد کو بے اجازت اپنی رائے سے صغیرہ کا نکاح کردینے کا اختیار صرف اس ضرورت سے دیا جاتا ہے کہ سرِدست صغیرہ کے لئے کوئی کفو خواستگار حاضر و موجود ہے اور اُسے اتنی مہلت منظور نہیں کہ ولی اقرب واپس آئے یا اُس کا جواب لیا جائے، اگر اتنا انتظار کرتے ہیں تو اس دیر کے باعث کفو موجود نکاح پر راضی نہ ہوگا اور موقع ہاتھ سے نکل جائے گا فواتِ کفو کے سبب صغیرہ کو نقصان پہنچے گا کہ کفو ہر وقت میسر نہیں آتا، کیا معلوم پھر ہاتھ نہ لگے، لہذا بضرورت اُس ولی اقرب کے بعد کے درجے کا جو ولی حاضر ہے شرع مطہر اسے اجازت دیتی ہے کہ تو کردے وجہ یہ کہ اجرائے کفو شرع مطہر میں سخت مہم و مہتم بالشان ہے اور کفو حاضر کا ہاتھ سے کھو دینا ضرور نقصان، بلکہ سرے سے نابالغ پر ولایت تزویج کی تشریع اگرچہ باپ ہی کی ہو اسی حکمت کے لئے واقع ہوئی ورنہ بچپن میں نکاح کی کیا ضرورت۔ فتح القدیر میں ہے،

النکاح یراد لمقاصدہ ولا تتوفر الابین المتکافئین عادۃ ولا یتفق الکفؤ فی کل زمان فاثبات ولایۃ الاب بالنص بعلۃ احراز الکفؤ اذا ظفر بہ للحاجۃ الیہ اذ قد لا یظفر بمثلہ اذا فات بعد حصولہ[1]

نکاح بعض مقاصد کے لئے ہوتا ہے جو عادتاً دو ہم مثل حضرات سے پورے ہوتے ہیں، اور یہ مماثلت اور کفو ہر وقت میسر نہیں ہوتی، اور باپ کو ولایت نص سے ثابت ہُوئی ہے تاکہ وُہ ضرورت کے وقت کفو کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکے، کیونکہ ہر وقت کفو میسر آنے کے بعد ضائع ہوجانے پر حاصل نہیں ہوتی۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

یا علی ثلاث لا تؤخرہا الصلوٰۃ اذا

اے علی! تین چیزوں میں دیر نہ کرنا، نماز جب اس کا

---

[1] فتح القدیر باب الاولیاء المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/ ۱۷۳

انت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لہا کفوا۔ رواہ الترمذی و الحاکم عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

وقت آئے، اور جنازہ جب حاضر ہو، اور رنڈی بے شوہر جب اس کے لئے کفو پائے (اس کو ترمذی اور حاکم نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا جاءکم الاکفاء فانکحوھن ولا تربصوا بھن الحدثان۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب تمہارے پاس کفو آئیں تو لڑکیاں بیاہ دو اور اُن کے لئے حادثوں کا انتظار نہ کرو (اس کو مسند فردوس میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

یعنی دیر میں شاید کوئی حادثہ پیش آئے کہ فی التاخیر آفات (تاخیر میں کئی آفتیں ہیں۔ ت) چند حدیثوں میں ہے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اتاکم من ترضون خلقہ ودینہ فزوجوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض و فساد عریض۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ و الحاکم عن ابی ھریرۃ وابن عمر والترمذی والبیہقی فی السنن عن ابی حاتم المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کا چال چلن اور دین تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کردو ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔ (اسے ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی نے ابن عمر، اور ترمذی اور بیہقی نے سُنن میں ابوحاتم المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

ذخیرہ و ردالمحتار میں ہے:

الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع

اصح یہ ہے کہ اگر ایسے مقام پر ہو کہ اس کی واپسی کے انتظار اور اس کی رائے حاصل کرنے سے موجودہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ ص ۲۰۴، ابواب الجنائز ص ۱۲۷ امین کمپنی کتبخانہ رشیدیہ دہلی ۱/
المستدرک للحاکم کتاب النکاح باب تزوجوا الودود الولود دارالفکر بیروت ۲/ ۶۳-۱۶۲

[2] کنز العمال بحوالہ فر عن ابن عمر حدیث ۴۴۹۳ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۳۱۷

[3] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء من ترضون دینہ الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۸
المستدرک کتاب النکاح دارالفکر بیروت ۲/ ۱۶۵

انه فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب[1]

کفو فوت ہوجائے گا تو ایسے مقام پر ولی اقرب کی نیبۃ منقطعہ ہوگی، اور اسی کی طرف کتاب میں اشارہ ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

اذا یقینا ولایۃ الاقرب ابطلنا حقھا وفاتت مصلحتھا[2]

ولی اقرب کی (باوجود غائب ہونے کے) ولایت کو باقی رکھیں تو لڑکی کا حق باطل اور اس کی بھلائی فوت ہوجائے گی۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

ھذا اقرب الی الفقہ لانہ لانظر فی ابقاء ولایتہ حینئذ[3]

یہ بات فقہ سے اقرب ہے کیونکہ یہاں اقرب کی ولایت کو باقی رکھنے میں بچی پر شفقت نہیں ہے (ت)

تو ابعد کے لئے حصولِ ولایت تین شرط پر مشروط،

اوّل یہ ابعد بغیبت اقرب جس کے نکاح میں دے صغیرہ کا کفو ہو،

فانہ ان لم یکن کفوا فایش یفوت بفوتہ والام تمس الحاجۃ۔

اگر وہ کفو نہ ہو تو پھر کس چیز کے فوت ہونے کا خطرہ اور ماں کو کس کی حاجت محسوس ہوئی (ت)

دوم وہ کفو ولی اقرب کا جواب آنے تک نہ رُکے ورنہ ہرگز ابعد کو اختیار نہ ہوگا۔ جامع الرموز و مجمع الانہر میں ہے:

لو انتظرہ الخاطب لم ینکح الابعد[4]

اگر منگنی طلب کرنے والا ولی اقرب کا انتظار کرتا ہے تو پھر ولی ابعد نکاح نہ کرے (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

ان رضی الخاطب ان ینتظر الی استیذان الولی الاقرب لم یصح للابعد العقد[5]

اگر منگنی والا ولی اقرب سے اجازت حاصل کرنے پر راضی ہے تو ابعد کا نکاح درست نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] رد المحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۵
[2] فتح القدیر باب فی الاولیاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۸۴
[3] الہدایہ باب فی الاولیاء والاکفاء المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۲۹۹
[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۳۹
[5] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحر الرائق باب الاولیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۲۶

سوم اس جاری کرنے والے کفو کے سوا اور کوئی کفو خواستگار نکاح ایسا حاضر نہ ہو جو جواب آنے تک انتظار پر راضی ہو،

فانه حینئذ لایفوتها الکفو الخاطب بالفعل انما یفوت ان فات احدهما ولیس فی ذلك ابطال حقها ولا تفویت مصلحتها حتی تسلب الولایة من قریب شفیق الی بعید سحیق وهذا ظاهر لاستوة علیه۔

کیونکہ اس صورت میں لڑکی کے لئے کفو والا رشتہ فوت نہ ہوگا، ہاں دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہوا، مگر اس سے لڑکی کا حق باطل ہوا نہ اس کی مصلحت فوت ہوئی جس کی بنا پر اقرب ولی کی ولایت سلب کی جائے جو کہ نہایت شفیق ہے اور بعید غیر شفیق کو دی جائے، یہ بالکل ظاہر بات ہے۔ (ت)

یہاں اولاً زید کا بھتیجا جس کے ساتھ تزویج زینب کا ارادہ وہ اپنے خط میں لکھ چکا ظاہراً صریح کفو خواستگار موجود ہے یہ دوسرا جس کے ساتھ نکاح کیا گیا اگر کفو بھی تھا اور اتنی دیر میں ہاتھ سے نکل بھی جاتا تو دوسرا تو موجود تھا تو وہ ضرورت جس کے لئے ولی ابعد کو اختیار ملنا متحقق نہ ہوئی، ولہذا علامہ خیر الدین رملی حاشیہ بحر الرائق مسئلہ عضل ولی اقرب میں فرماتے ہیں:

الولایة بالعضل نیابة انما انتقلت للقاضی لدفع الاضرار بها ولا یوجد مع ارادة التزویج بکفو غیره۔[1]

رکاوٹ کی وجہ سے ولایت قاضی کو بطور نیابت منتقل ہوتی ہے تاکہ وہ لڑکی کو ضرر رسانی کا دفاع کر سکے، جبکہ ایک کفو کی بجائے دوسرے کفو کو نکاح دینا لڑکی کے لئے ضرر نہیں ہے۔ (ت)

علامہ شامی حاشیہ بحر میں لکھتے ہیں:

ان کان الکفء الآخر حاضرا وامتنع الاب من تزویجها من الاول واراد تزویجها من الثانی لایکون عاضلا لان شفقته دلیل علی انه اختار لها الانفع۔[2]

اگر دوسرا کفو موجود ہے اور باپ پہلے کو نکاح نہ دے اور وہ دوسرے کو دینا چاہتا ہے تو اس کو باپ کی رکاوٹ نہ کہا جائے گا کیونکہ اس کی شفقتِ پدری اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بچی کے لئے زیادہ مفید کو پسند کرتا ہے (ت)

---

[1] منحۃ الخالق بحوالہ الرملی فصل فی الاکفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۲۷
[2] منحۃ الخالق حاشیہ علی البحر الرائق " " " "

ثانیاً جب خط مذکور آنے اور ارادۂ زید ظاہر ہوجانے کے بعد یہ نکاح واقع ہوا تو ظاہر کہ یہ جلدی اس لئے نہ تھی کہ کفو حاضر کو اتنی مہلت نہیں زید کا جواب آنے تک بیٹھا نہ رہے گا بلکہ قصداً اس کی رائے کے خلاف جان کر بالا بالا کارروائی کرلی گئی کہ وہ نہ آنے پائے اور اپنا مطلب ہوجائے یہ ہرگز نہ ضرورت نہ مصلحت نہ مراد شرع ہے اسے مناسبت بلکہ مقصود شرع سے صاف مناقضت شرع مطہر نے مراتب ولایت کی ترتیب اسی دن کے لئے رکھی تھی کہ جس کی عقل کامل صغیر السن پر شفقت وافران بے چاروں کے کام آرام کا انتظام اہتمام اس کے ہاتھ میں دیا جائے نہ کسی کم شفقت یا ناقص العقل کے قبضے میں۔ اگر ترکِ انتظار اسی کا نام رکھا جائے کہ ولی اقرب کی رائے اپنے خلاف معلوم ہے لہٰذا اس سے دریافت کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ پوچھے سے منع کردے گا تو ایسی غیبت تو ہر وقت نقد وقت ہوسکتی ہے آخر مذہب معتمد پر غیبت منقطعہ میں سفر در کنار شہر سے باہر ہونا بھی شرط نہیں کما فی الخانیۃ والبحر والدر وغیرھا (جیسا کہ خانیہ، بحر اور درر وغیرہ میں ہے۔ ت) صغیرہ کا مہربان باپ اس کی مصلحت کا خواہاں اس کی مضرت سے ترساں جب مسجد میں نماز کو جائے گھر میں کوئی عورت ناقصۃ العقل والدین اپنی خواہش کے مطابق جس کفو کو چاہے بیٹی دے دے اگرچہ باپ جانتا ہو کہ اس سے رشتہ میں صغیرہ کی شامت ہے تو شرع مطہر میں باپ کی تقدیم اور اس کی رائے وشفقت پر اس قدر اعتماد عظیم (کہ اگر وہ ایک بار کفو کے ہوتے غیر کفو سے بیاہ دے تو تمام جہان میں کسی کو اختیاراً اعتراض نہیں کہ اس نے کفاءت سے بڑھ کر کوئی مصلحت سوچ لی ہوگی،

فی ردّ المحتار انہ لو فوّر شفقتہ بالا بوۃ لا یزوج بنتہ من غیر کفؤ او بغبن فاحش الا لمصلحۃ تزید علی ھذا الضرر کعلمہ بحسن العشرۃ معھا وقلۃ الاذی ونحو ذلک[1]

ردالمحتار میں ہے کہ وہ پدری شفقت کی بنا پر اپنی بیٹی کا نکاح غیر کفو اور انتہائی کم مہر سے نہیں کریگا مگر جبکہ اس ضرر کی نسبت زیادہ فائدہ اور مصلحت پیش نظر ہو مثلاً لڑکی کے لئے اچھی معاشرت اور لڑکی کو اذیت سے تحفظ وغیرہ مقصود ہو۔ (ت)

سب بیکار ومعطل ہوکر رہ گئے ان ھذا البعید من الفقہ ای بعید (یہ فقہ سے بہت بعید ہے۔ ت) بلکہ ایسی باگ چھوڑنے میں سخت فتنوں کا احتمال قوی ہے مثلاً زن بے خرد اپنے کسی عزیز کے ساتھ بوجہ قرابت خواہ کسی طمع سے یا دلالۂ خبائث کی باتوں میں آکر کسی شخص سے دختر قاصرہ کا نکاح چاہتی ہو پدر شفیق آگاہ ہو کہ یہ بدمذہب یا کم نسب ہے اور کسی وجہ سے کفو نہیں وہ منع کردے اس کے جاتے ہی یہ ناقصۃ العقل اس بری جگہ

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۵

کی اٹھاوے اور دعوے کرے کہ یہ کفو تھا انتظار میں فوت ہو جاتا لہٰذا مجھے ولایت ملی اب کہیں یہ ہوکا رہ ہی سہی آدمی معاذ اللہ ایسے معاملات کچہری تک لے جاتے غیرت کرے اور قہر درویش بر جانِ درویش کہہ کر خاموش رہے تو ابالغہ کو کیسا ضرر عظیم پہنچا اگر دعوے کرے تو عدمِ کفاءت کا ثبوت دینا دشوار ہو خصوصاً مثل مذہب میں کہ بہت بد مذہب خصوصاً روافض ایسی جگہ تقیہ کی بڑی ڈھال رکھتے ہیں تو ایسی اجازتوں میں کیسی آفتوں کا فتح باب ہے والعیاذ باللہ العزیز الحکیم (عزت وحکمت والے اللہ کی پناہ۔ ت)۔

ثالثاً مذہبِ معتمد بلکہ قولِ مقابل پر بھی ولی اقرب کی غیبت منقطعہ میں ابعد کو ولایت دینے کا منشا صرف یہ کہ ولایت اس لئے رکھی ہے کہ اس کی رائے سے نابالغ کو نفع پہنچے اور جب وہ ایسا غائب ہے تو اس کی رائے سے نفع معدوم، لہٰذا جو اس کے بعد درجہ رکھتا ہے اس کی رائے پر رکھیں گے۔ ہدایہ میں ہے:

ان ھذہ ولایۃ نظریۃ ولیس من النظر التفویض الی من لاینتفع برائہ فوضناہ الی الابعد والغیبۃ المنقطعۃ ان یکون بحال یفوت الکفؤ باستطلاع رأیہ[1] اھ ملتقطا۔

یہ نکاح کی ولایت شفقت پر مبنی ہے تو جس کی رائے سے انتفاع نہ ہو سکے ایسے کو ولایت سونپنا شفقت نہ کہلائے گی، لہٰذا ہم یہ روایت اس کے بعد والے ولی کو سونپتے ہیں، اور غیبۃ منقطعہ یہ ہے کہ وہ اقرب ایسی جگہ ہو کہ اس کی رائے حاصل کرنے میں کفو فوت ہو جائے، اھ ملتقطاً (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لانظر فی التفویض الی من لاینتفع برائہ لان التفویض الی الاقرب لیس لکونہ اقرب بل لان فی الاقربیۃ زیادۃ مظنۃ للحکمۃ وھی الشفقۃ الباعثۃ علی زیادۃ اتفاق الرائی للمولیۃ فحیث لاینتفع برائہ اصلا سلبت الی الابعد[2]۔

جس کی رائے سے انتفاع ممکن نہ ہو اس کو ولایت سونپنا شفقت نہیں ہے کیونکہ اقرب کو ولایت اس لئے نہیں کہ وہ اقرب ہے بلکہ اس لئے کہ اقرب ہونے میں زیادہ شفقت کا پہلو ہے جو کہ لڑکی کے لئے فوائد سے اتفاق ہے، تو جہاں اس کی رائے سے انتفاع ممکن نہ ہو وہاں اسے ابعد کی طرف منتقل کیا جائے گا۔ (ت)

---

[1] الھدایۃ باب الاولیاء والاکفاء المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۲۹۹

[2] فتح القدیر باب الاولیاء المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/ ۱۸۳

بحرالرائق میں ہے:

قولہ وللابعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر ای ثلثۃ ایام فصاعدا لان ھذہ ولایۃ نظریۃ ولیس من النظر التفویض الی من لاینتفع برائہ ففوضناہ الی الابعد[1]

ماتن کا قول کہ "ابعد کو نکاح کر دینے کی ولایت ہے جبکہ اقرب اتنی مسافت پر ہو جس سے قصر لازم ہو" یعنی تین دن یا زیادہ کی مسافت، کیونکہ یہ ولایت شفقت پر مبنی ہے، تو ایسے کو ولایت سونپنا جس کی رائے قابلِ انتفاع نہ ہو تو وہ شفقت نہ ہوگی، اس لئے ہم نے یہ ولایت ابعد کو سونپی ہے۔ (ت)

یہاں کہ ولی اقرب کی رائے سے انتفاع بالفعل حاصل وہ خط لکھ چکا اپنی رائے ظاہر کر چکا تو اب ابعد کی رائے پر رکھنے کا کیا منشا اس کی رائے تو اس لئے لی جاتی ہے کہ اقرب کی رائے سے انتفاع معدوم، نہ اس لئے کہ اس کی رائے سے جو نفع حاصل ہے اس کے رَدّ و ابطال کے واسطے یہ سراسر عکس مقصود ہے تو نظر بحالات واقعہ صاف ظاہر کہ یہ اس صورت سے بہت ابعد ہے جس میں شرع مطہر اقرب سے ابعد کی طرف ولایت نقل فرمائے، لاجرم غَیبتِ زید غیبت منقطعہ نہیں اور وہی بدستور ولی اقرب ہے، اس کے سوا داوی وغیرہا کسی کا کیا نکاح نکاحِ فضولی ہے کہ زید کی اجازت پر موقوف تو فسخ کرا سکتا کیا معنی زید خود اپنے قول سے فسخ کر سکتا ہے زبان سے کہہ دے "میں نے یہ نکاح رد کیا" فوراً رد و باطل ہو جائے گا۔ محیط و ہندیہ و شرح تنویر وغیرہا میں ہے:

واللفظ للاخیر لو تزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[2]

عبارت آخری کتاب کی ہے کہ اگر ابعد نے اقرب کی موجودگی میں نکاح دیا تو یہ اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

یہ سب کلام اُس حالت میں ہے کہ جس سے زینب کا نکاح ہُوا زینب کا کفو ہو اور اگر کفو نہیں یعنی نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن یا مال غرض کسی بات میں ایسا لم ہے کہ اس سے اس کا نکاح ہونا زید کے لئے باعثِ عار ہو جب تو حکم بلا دقت ظاہر کہ مذہب معتمد پر یہاں سرے سے غیبت منقطعہ کی پہلی ہی شرط متحقق نہ ہُوئی تو ایسا نکاح قطعاً اجازتِ پدر پر موقوف ہے اگرچہ باپ ہزار کوس پر ہو وہ بھی جبکہ زید اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی نکاح غیر کفو سے نہ کر چکا ہو ورنہ یہ نکاحِ زینب اُس کی اجازت پر بھی موقوف نہ رہا، سرے سے خود ہی باطل محض ہُوا لصدورہ من فضولی ولا مجیز (فضولی سے صادر ہونے اور اس کو جائز کرنے والا نہ ہونے کی بنا پر۔ ت)

---

[1] بحرالرائق باب الاولیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۲۶
[2] درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴

ظاہر حال صورت سوال تو یہ ہے اور اگر فرض کیجئے کہ جدہ زینب کی یہ جلدی اور جس سے نکاح ہوا اس کی بے انتظاری اُس بنا پر نہ تھی بلکہ واقعی یہی امر تھا کہ صرف یہی کفو خواستگار ہے بھتیجا وغیرہ یا تو خواستگار ہی نہیں یا ہیں تو کفو نہیں، اور یہ کفو اپنی کسی ضرورت کے باعث اس درجہ مستعجل ہے، زید نے کہ خط لکھا اس وقت کوئی کفو خواستگار نہ تھا، اب اگر اُسے اطلاع ہو کہ یہ موقع ہاتھ آیا اور ایسا خواستگار پایا عجب نہیں کہ وہ بھی رضامند ہو مگر بے مہلتی کے باعث خط یا آدمی بھیج کر دریافت کرنے کا وقت کہاں انتظار میں کفو فوت ہوگا زینب کو ضرر پہنچے گا فی الواقع اگر حالت یہ تھی تو بیشک زید کی غیبت پر غیبت منقطعہ کی تعریف مذکور صادق نظر آئے گی اور کہا جائے گا کہ اب جو ولی حاضر درجات ولایت میں اُس کے بعد ہے اُس نے ولایت پائی، اب اوّل تو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نکاح میں زینب کے مہر مثل میں کمی فاحش تو نہ ہوئی مثلاً اُس کا مہر مثل پچاس ہزار تھا پچیس ہزار بندھے، اگر ایسا ہے تو یہ نکاح مطلقاً باطل محض ہوا کہ اب باپ بھی جائز کرے تو جائز نہ ہوگا، مگر یہ کہ باپ کی غیبت منقطعہ میں زینب کا جد صحیح ولی حاضر ہو جو اس سے پہلے کوئی نکاح اپنے کسی زیر ولایت کا ایسی بے شفقتی کا نہ کر چکا ہو، اور یہ نکاح دادی نے اُس کی اجازت سے کیا یا بعد وقوع اس نے جائز رکھا اور نافذ کر دیا، اور اس اجازت سابقہ یا لاحقہ کے وقت نشے میں نہ تھا البتہ جائز بلکہ لازم ہوگا کہ پھر کسی طرح رد نہیں ہو سکتا، مگر تقریر سوال سے زینب کا دادا موجود ہونا مفہوم نہیں۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها او بغیر کفؤ ان الولی المزوج اباً او جدا لم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران اھ وفی الخیریة ومثل الوکالة السابقة الاجازة اللاحقة۔[2]

اگر باپ یا دادا نکاح دینے والا ہو جس کے بارے سوء اختیار معروف نہ ہو تو اس کا غیر کفو اور انتہائی کم مہر سے کیا ہوا نکاح بھی لازم ہوگا، اور اگر وہ سوء اختیار سے معروف ہوں تو بالاتفاق یہ نکاح صحیح نہ ہوگا، یوں ہی اگر وہ نشہ میں ہوں تو بھی صحیح نہ ہوگا اھ اور خیریہ میں ہے: پہلی وکالت کی طرح ہی بعد والی اجازت کا حکم ہے۔ (ت)

اور اگر یہ نکاح اس عیب سے بھی خالی ہے یعنی مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی تو اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ باپ اور جدہ کے درمیان جس قدر اولیاء ہیں جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ان میں سے کوئی موجود تھا یا نہیں، اگر تھا تو دادی نے

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۲

[2] فتاوٰی خیریہ — باب الاولیاء والاکفاء — دارالمعرفۃ بیروت — ۱/۲۵

اُس سے اجازت لے لی تھی یا نہیں، اگر نہ لی تھی تو بعد وقوعِ نکاح قبل واپسیِ پدر اُس نے اجازت دے دی تو بیشک یہ نکاح صحیح و تام و نافذ ہوگا کہ باپ اُسے رَد نہیں کرسکتا۔

فی فتح القدیر لو حضر الاقرب بعد عقد الابعد لا یرد عقدہ وان عادت ولایتہ یعود[1]۔

فتح القدیر میں ہے کہ اگر ابعد کے نکاح کردینے کے بعد اقرب آجائے تو ابعد کے نکاح کو رَد نہ کرسکے گا اگرچہ اقرب کے واپس آنے پر اس کو ولایت لوٹ آئی ہے۔

مگر یہ ولی جس نے اول یا بعد اجازت دی اگر زینب کا دادا نہیں جیسا کہ صورتِ سوال سے بھی ظاہر ہے تو یہ نکاح اُس کی اجازت سے نافذ سہی لازم اب بھی نہ ہُوا زینب کو بعد بلوغ اختیار ملے گا کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہے تو بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً ورنہ بلوغ کے بعد جس وقت خبر ملے اُسی وقت معاً اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کردے کہ اس صورت میں حاکم اس نکاح کو فسخ کردے گا اگرچہ پیش از بلوغ زینب ہمبستری بھی واقع ہولی ہو مگر ازانجا کہ زینب دوشیزہ ہے دیر لگانے کا اختیار نہ ہوگا اگر پہلے سے خبر ہے تو بالغہ ہونے پر ورنہ خبر پانے پر بلا عذر وضرورت ایک لمحہ کی دیر کرے گی تو اختیار ساقط اور نکاح لازم ہوجائے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ سے ناواقف ہو اور انجانی کے سبب فوراً مبادرت نہ کی ہو، درمختار میں ہے:

ان کان العقد زوج غیر الاب وابیہ ولو الامص کفؤ وبمہر المثل صح ولکن لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ و بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الی آخر المجلس و ان جہلت بہ اھ ملتقطا۔[2]

اگر باپ دادا کے غیر نے نکاح دیا خواہ ماں ہو بشرطیکہ کفو میں اور مہر مثل سے کیا ہو تو وہ نکاح صحیح ہے لیکن لڑکی اور لڑکے کو بالغ ہونے کے بعد فسخ کا اختیار ہوگا فسخ کا اختیار لڑکی کو دخول کے باوجود بلوغ پر یا بلوغ کے بعد نکاح کے علم پر بھی ہوگا اور فسخ کے لئے قضا شرط ہے، اور باکرہ کا اس موقعہ پر خاموش رہنا اس کے اختیار کو باطل کردے گا بشرطیکہ وہ اپنے نکاح کا علم رکھتی ہو اور عاقلہ ہو، اس کا یہ اختیار مجلسِ علم کے آخر تک باقی نہ رہے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ سے جاہل ہو، اھ ملتقطاً (ت)

اور اگر دادی سے بالاتر جو ولی موجود تھا باپ کے آنے سے پہلے اس نے رَد کردیا تو باطل ہوگیا باپ کو فسخ

---

[1] فتح القدیر باب الاولیاء والاکفاء المکتبۃ النوریۃ الرضویہ سکھر ۳/ ۱۸۴
[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳-۱۹۲

کی کیا حاجت ، اور اگر ہنوز نہ اُس ولی نے اجازت دی نہ رد کیا تھا کہ زید آگیا تو اب وہ توقف اس ولی سے منتقل ہوکر خود زید کی اجازت پر رہے گا اگر رد کردے گا اسی وقت باطل ہوجائے گا۔

فی الدر المختار و تبیین الحقائق للامام الزیلعی و اللفظ له و عنه فی الهندیة تبطل ولایة الابعد بمجئ الاقرب لانها عقد لانه حصل بولایة تامة۔

درمختار اور تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے زیلعی کی عبارت ہیں، اور ہندیہ میں زیلعی سے منقول کہ اقرب کے واپس آنے پر ابعد کی ولایت باطل ہوجائے گی اور ابعد کا کیا ہُوا نکاح باطل نہ ہوگا کیونکہ یہ اس کی کامل ولایت میں حاصل ہے۔ (ت)

تنبیہ نفیس : اقول وباللہ التوفیق ، یہ تمام کلام فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے کلماتِ علمائے کرام کے اُس ظاہری مفاد پر مبتنی کیا کہ بادی النظر میں اذہانِ عامہ اس طرف جائیں اور اگر حقِ تحقیق وعین تدقیق چاہئے تو نگاہ مقصود شناس جزم وقطع کے ساتھ اُسی ابتدائی بات پر حکم کرے گی جسے ہم نے اوّلاً ظاہر صورت سوال بناکر دوبارہ فرضاً اس سے تنزّل کیا تھا یعنی اس غیبت کا غیبت منقطعہ نہ ہونا اور ولایتِ پدر کا بدستور باقی رہنا اور اگر یہ نکاح منعقد واقع ہُوا تو مطلقاً بلا استثناء ہر حال وہر صورت میں اجازت ولی اقرب پر توقف پانا اور اس کے رُد کئے سے فوراً رَد ہوجانا، جب مذہب معتمد میں بناءِ کار اس پر ٹھہری کہ ولی اقرب کے ایاب وجواب کے انتظار میں کفو فوت ہوتا اور موقع ہاتھ سے نکلا جاتا ہو کیا معلوم پھر کفو ملے یا نہیں تو یہ بات ہمارے اعصار وامصار میں کنواری لڑکیوں کے حق میں جبکہ ولی اقرب کا پتا معلوم اور وہاں تک ڈاک کی آمد ورفت بے وقت مرسوم ہو متصور نہیں، ادھر تو از منۂ سابقہ میں نہ راہیں ایسی آسان تھیں نہ ڈاک کے ایسے انتظام ، مدتوں میں منزلیں طے ہوتیں، خط جاتا تو آدمی لے جاتا ، پھر تنہا کی گزر دشوار ، نہ ہر وقت قافلے میسر نہ ہر شخص قاصد بھیجنے پر قادر ، اُدھر اُن بلادِ طیبہ میں نکاح کی یہ رسم کہ آج خطبہ ہُوا کل نکاح ہوگیا ، دو ایک روز کی دیر لگی تو دوسری جگہ موجود ۔ یہاں یہ رواج کہ مہینوں میں منگنی ، مدتوں میں بیاہ ، بات ٹھہرتے ٹھہرتے سال پلٹ جائیں ، اگر خوش قسمتی سے دو چار مہینے کی آمد ورفت پیام سلام میں کسی کا نکاح ہوگیا تو لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ہیں جھٹ منگنی پٹ بیاہ ۔ پھر خطوط کی آمد ورفت وُہ کہ تیسرے دن کلکتہ خط پہنچے چوتھے دن بمبئی ، وُہ کون سا جلد باز ہوگا کہ آج پیام دے اور آج ہی نکاح چاہے ایک ہفتہ کا انتظار ہو تو نکاح ہی نہ کرے یا صبح وشام دوسری جگہ نکاح ہوجائے ، ہندوستان کی لڑکیاں سہل نہیں ملتیں ایک ایک بُڑھیا کے مُنہ سے سُن لیجئے کہ میاں لڑکیاں آندھی کی بیر تو نہیں ، نہ جوتیاں

لہ فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۵
تبیین الحقائق باب الاولیاء والاکفاء مطبعہ امیریہ کبرٰی مصر ۲/ ۱۲۷

ٹوٹیں، نہ چادریں پھٹیں، کیا کوئی پھٹ سے ہاں کہہ دیتا ہے، تو مقاصد علماء پر نظر شاہد عدل کہ یہاں غیبت منقطعہ وہی کہی جاسکتی ہے کہ یا تو ولی اقرب کا پتا نہ معلوم ہو آخر بے نشان کا کب تک کوئی انتظار کرے یا کسی ایسے دُور دراز ملک غیر میں جہاں ڈاک پر اطمینان نہ ہو خطوط جائیں اور پتا نہ چلے آدمی بھیجو تو صرفِ کثیر، وہ ایسی صورتوں میں کفو کا یہ عذر ہوسکتا ہے کہ کب تک بیٹھیں، اور ممکن کہ زبان نہ دو تو انتظار میں وُہ مدتیں گزریں کہ دُوسری جگہ اس کی ٹھیک ٹھاک ہو جائے ورنہ ہندوستان بلکہ آج کل برہما میں بھی جو موجود اور پتا معلوم ہے اُس کی نسبت عادۃً کوئی کفوِیہ تقاضا نہ کرے گا کہ ہم آٹھ دس روز کا انتظار ہرگز نہ کریں گے کرنا ہے تو آج کردو، اور بالفرض کوئی زبان دینے میں جلدی بھی کرے تو یہاں کفو کی روک تھام کے لئے منگنی وُہ عمدہ صیغہ ہے جس سے اُس کا اطمینان ہوجائے اور رائے ولی اقرب فوت نہ ہونے پائے، منگنی کے بعد مدتوں دونوں طرف ساز وسامان کی درستی میں گزرتے ہیں بلکہ یہاں کے رواج سے اپنی منگیتر کو بھی من وجہ گویا اپنی ناموس جانتے اور دُوسری جگہ اس کے نکاح سے بُرا مانتے اور اُس کے انتظار میں سال گزارتے ہیں منگنی کے بعد خدا جانے کتنی بار ولی اقرب کی رائے لے سکتے ہیں اُس کے جواب ملنے تک انتظار نہ ہونا کیا معنی، یہ عذرِ مصنوع وہیں پیش ہوگا جہاں اپنی اغراضِ فاسدہ سے ولی اقرب کے خلاف رائے بالا بالا کارروائی کرنی ہوگی جو شرع مطہر کے بالکل نقیض مراد ہے اور اس کی توسیعوں میں اُنھیں آفات کا دروازہ کھلنا جو ابھی ہم ذکر کر آئے، شاید شاذ نادر برخلاف عادتِ ملک اگر کہیں ایسی جلدی پائی جائے تو اُمورِ نادرہ بنائے احکامِ شرعیہ نہیں ہوسکتے بلکہ عادت شائعہ پر حکم دینا واجب،

کما نصوا علیہ فی غیرما مسألۃ منہا مسألۃ دخول النساء الحمام فی الدر المختار وغیرہ ومنہا مسألۃ جوار الحرمین فی فتح القدیر ومنہا مسألتنا ھذہ بناء علی ماکان معتادا عندھم علی خلاف ماھو العادۃ عندنا فیہ ایضا الی غیر ذٰلک مما لا یخفی علی من خدم کلماتھم الطیبۃ۔

جیسا کہ انھوں نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے ان میں سے ایک مسئلہ حمام میں عورتوں کے داخلہ کا ہے جس کو درمختار وغیرہ میں بیان کیا ہے، انہی مسائل میں سے فتح القدیر میں حرمین شریفین میں رہائش کا مسئلہ ہے، ان مسائل میں سے ایک یہ ہمارا مسئلہ جو ان کی عادت کے مطابق تھی اور ہماری عادت کے خلاف ہے، اس کے علاوہ اور بھی ہیں جو کہ فقہاء کے کلماتِ طیبہ پر اطلاع رکھنے والا جانتا ہے۔ (ت)

بلکہ انصافاً وہ علماء بھی جنھوں نے مسافتِ قصر اختیار فرمائی، اگر ریل اور ڈاک اور یہاں کے عادات ملاحظہ فرماتے ہرگز حکم نہ دیتے، بریلی کا ساکن مراد آباد تک گیا اور اس کی ولایت اپنی اولاد پر سے سلب ہوئی جس کے دن میں دو پھیرے ہوسکتے ہیں بالجملہ جب مدارکار انتظار کے سبب فوتِ کفو پر ٹھہرا تو اس مناط کا تحقق ضروری،

جب تک یہ حالت نہ ہو غیبت منقطعہ ہرگز نہیں، اس پر نظرِ کامل رکھنا اور اصحابِ اغراض کے فریبوں سے بچنا لازم، ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانہ کے عرف سے ناواقف ہو وہ جاہل ہے۔ ت) ہاں کوئی بیوہ سن رسیدہ باختیارِ خود کسی سے شرعی نکاح خالی از رسوم کرلینا چاہے تو وہاں جلدی متصور، وہ اوّل تو ہندیوں کی عادت نہیں اور ہو بھی تو ہماری بحث سے خارج کہ یہاں کلام قاصرہ میں ہے اور قواصر کے باب میں ضرور وہی عادت، لہذا فقیر اُن صُوَرِ مذکورۂ بالا کے سوا یہاں غیبت منقطعہ کے حکم پر زنہار جسارت روا نہیں رکھتا، یہ بعونہٖ تعالٰی فقہِ انیق وحق تحقیق ہے،

وباللہ التوفیق وھدایۃ الطریق والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد والہٖ وصحبہٖ اجمعین اٰمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کی مدد سے توفیق اور راستہ کی راہنمائی ہے الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین آمین، واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴۳ کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ مسجد ٹیپو سلطان مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک لڑکی بعمر سہ سال تھی زید نے اس کی منگنی عمرو سے کردی، بعدہٗ زید کا انتقال ہوگیا، جب لڑکی تیرہ برس کی ہوئی کوئی علامت بلوغ کی اُس سے ظاہر نہیں، زید کے پدرِ خاص نے لڑکی کی عدم موجودگی میں اُس کا نکاح عمرو سے کردیا، چار مہینے کے بعد زید متوفی کے چچا نے لڑکی کی موجودگی میں اُس کا نکاح عقد بکر سے کردیا بخیال اُس کو بالغہ ٹھہرانے کے، مگر کوئی نشانی بلوغ کی آج تک لڑکی سے ظاہر نہیں، اس صورت میں شرعاً کون سا نکاح معتبر ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یتیمہ نابالغہ کا سب سے زیادہ ولی اقرب واقدم اُس کا حقیقی دادا یعنی اُس کے باپ کا باپ ہے، اُس کے ہوتے باپ کے چچا خواہ کسی شخص کو کچھ اختیار نہیں ہے، اُس کے دادا کا کیا ہُوا نکاح کسی کے رَد کئے رَد نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر وُہ خود بالغہ ہوکر اُس نکاح کو رَد کرے ہرگز رَد نہ ہوگا، نہ ولی کے نکاح کرتے وقت نابالغہ کا موجود ہونا درکار ہے کہ نابالغ پر ولایت جد جبری ہے اور اُس کا حاضر ہونا نہ ہونا سب یکساں، تو اگر مان بھی لیا جائے کہ وُہ نابالغہ اس چار مہینے میں بالغہ ہوگئی اور باپ کے چچا نے اُس کی موجودگی میں اس کی رضا سے اُس کے بالغہ ہونے پر اُس کا نکاح بکر سے کردیا جب بھی یہ نکاح محض باطل و نامعتبر ہے، وُہ لڑکی عمرو کی زوجہ ہے جب تک موت یا طلاق نہ ہو، دوسرے سے اُس کا نکاح نہیں ہوسکتا، قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور آزاد پاکیزہ عورتیں۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

لزم النکاح بلا توقف علی اجازۃ احد و بلا ثبوت خیار فی تزویج الاب والجد[1] الخ

باپ یا دادا کے دئے نکاح کسی کی اجازت پر موقوف ہوئے بغیر اور ثبوتِ خیارِ بلوغ بغیر فوراً نافذ اور لازم ہوجاتے ہیں۔ (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۴۴ از اوجین حویلی میر صاحب مرسلہ مرزا مختار علی بیگ صاحب وکیل ۱۹ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی اللہ بیلی حجام نے اپنی دختر زیتون کا نکاح ۱۲۰۶ھ میں مسمی احمد قوم حجام سے کہ اللہ بیلی کا ہم قوم ورشتہ دار ہے کیا، وقتِ نکاح زیتون چار پانچ سال کی تھی، اب ۱۳۱۵ھ میں جبکہ زیتون قریب ۱۳ یا ۱۴ سال کے ہوئی، احمد نے رخصت چاہی، اللہ بیلی نے انکار کیا، احمد نے فوجداری میں نالش کی، اللہ بیلی نے عذر کیا کہ داماد میرا نامرد ہے ہجڑوں میں گاتا بجاتا ہے اگر ڈاکٹر اس کا مرد ہونا تحریر کردیں تو رخصت میں عذر نہیں، ڈاکٹر نے بعد معائنہ ظاہر کیا کہ احمد کے اعضائے تناسل کو حالتِ تندرستی میں پایا ہنوز فوجداری سے حکم اخیر نہ ہوا تھا کہ اللہ بیلی نے دیوانی میں دعوٰی فسخ نکاح ان وجوہ پر کیا کہ وہ نامرد ہے ہجڑوں کے افعال قبول کرکے حالت شرمناک اختیار کرلی ہے میری برابری کا نہ رہا زیتون کا نکاح نابالغی میں ہوا ہے فسخ قرار دیا جائے، احمد کو ان الزاموں سے قطعی انکار ہے، جانبین سے شہادتیں اپنے اپنے موافق گزریں، اگر بالفرض الزاماتِ نامردی وغیرہ تسلیم بھی کرلئے جائیں تو ایسی صورت میں حسبِ استغاثۂ پدرِ زیتون یا زیتون کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں یا خود بخود بوجوہات مظنونۂ پدرِ زیتون نکاح فسخ ہے اور دعوٰی منجانب پدرِ زیتون بوجہ اس کے کہ عمرِ زیتون ۱۳، ۱۴ سال کی ہے جائز ہے یا نہیں یا ایک سال قمری کی مہلت تاریخ یکجا ہونے زن وشو سے دی جائے گی اور زوجہ رخصت پر مجبور کی جائے گی یا نہیں اور بہتری احمد و زیتون کی کرائی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں پدرِ زیتون کا دعوٰی اصلاً قابلِ سماعت نہیں، زنانوں کے افعال کرلینا اگرچہ مسقط کفاءت ہے مگر کفاءت وقتِ نکاح درکار ہے بعد نکاح شوہر کیسے ہی شرمناک افعال اختیار کرے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

الکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد

نکاح کے ابتداء میں کفو کا اعتبار ہوتا ہے، اس کے

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۴

فلایضرزوالها بعدہ فلوکان وقتہ کفوًا ثم فجر لم یفسخ۔[1]

بعد کفو کے زائل ہونے سے کوئی ضرر نہیں، اگر نکاح کے وقت کفو تھا پھر فاسق وفاجر ہوگیا تو نکاح فسخ نہ ہوگا۔ (ت)

رہا دعوٰی نامردی وہ بھی منجانب پدرِ زیتون اصلاً مسموع نہیں کہ اگر زیتون ہنوز نابالغہ ہے جب تو یہ دعوٰی دائر ہی نہیں ہوسکتا کہ اس دعوے کے لئے عورت کا بالغہ ہونا شرط ہے، اور اگر بالغہ ہے تو خود زیتون کا مدعیہ ہونا درکار، باپ کو دعوٰی کا کوئی حق نہیں۔ درمختار میں ہے:

فرق الحاکم بطلبها لو حرۃ بالغۃ۔[2]

اگر حرہ بالغہ ہو تو اس کے مطالبہ پر حاکم تفریق کردے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلو صغیرۃ انتظر بلوغها فی المجبوب والعنین لاحتمال ان ترضی بهما بحر وغیرہ۔[3]

اگر نابالغہ ہو تو اس کے بلوغ تک نامرد اور شرمگاہ کٹے ہوئے خاوند کے معاملہ میں انتظار کیا جائیگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بالغہ ہونے کے بعد اس پر راضی ہوجائے، بحر وغیرہ (ت)

نیز درمختار وردالمحتار میں ہے:

طلبها یتعلق بالجمیع ای جمیع الافعال وهی فرق واجل وبانتح عن النهر۔[4]

عورت کے مطالبہ کا تعلق تمام افعال یعنی تفریق اور مہلت سے ہے، اس پر وہ بائنہ ہوجائے گی، نہر سے منقول ہے۔ (ت)

اور اگر فرض کیا جائے کہ زیتون نے خود ہی بعد بلوغ دعوٰی کیا پدرِ زیتون محض وکیل ہے جب بھی ہنوز کہ رخصت تک نہ ہوئی زن وشو میں ہمبستری واقع نہ ہوئی طلبِ فسخ کا کوئی محل نہیں، حکمِ شرعی یہ ہے کہ عورت شوہر سے ہمبستر ہو، اگر شوہر اس پر قدرت نہ پائے تو اُس وقت دعوٰی کرے جب حاکم کو ثابت ہو کہ فی الواقع اس نے قدرت نہ پائی تو اُس کے بعد حاکمِ شرع شوہر کو ایک سال کامل کی مہلت دے اور اس مدت میں عورت کو اس سے جُدا

---

[1] درمختار	باب الکفاءۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۵
[2] "	باب العنین وغیرہ	" " "	۱/۲۵۴
[3] ردالمحتار	" " "	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۵۹۳
[4] "	" " "	" " "	۲/۵۹۶

رہنے کا کوئی حق نہیں، جتنے دنوں خود اس سے جُدا رہے گی مدت میں مجرا نہ ہوں گے، سال گزرنے پر بھی اگر قدرت نہ پائے تو عورت پھر دعوٰی کرے اور حاکم پھر ثبوت قدرت نہ پانے کا لے اگر ثابت ہوجائے تو عورت کو اختیار دے کہ خواہ شوہر کے پاس رہنا پسند کرے یا اس کے نکاح سے جُدا ہونا، اگر عورت فوراً فوراً ابلا توقف جُدا پسند کرلے تو حاکم شوہر کو طلاق کا حکم دے وُہ نہ دے تو آپ تفریق کردے، اور اگر عورت ذرا بھی اختیار جُدائی کے اظہار میں تاخیر کرے تو دعوی باطل اور اختیار زائل۔ درمختار میں ہے:

وجدته عنينا اجل سنة قمرية و رمضان وايام حيضها منها لا مدة غيبتها و مرضه و مرضها فان وطئ مرة فيها والا بانت بالتفريق من القاضي ان ابى طلاقها بطلبها و بطل حقها لو وجد منها دليل اعراض بان قامت من مجلسها او اقامها اعوان القاضي او قام القاضي قبل ان تختار شيئا لامكانه مع القيام[1] اھ مختصرا۔

بیوی مرد کو نامرد پائے تو ایک سال بحساب قمری سے مہلت دی جائے گی، رمضان اور حیض کے دن بھی اس میں شمار ہوں گے، اور عورت کے غیر حاضر ہونے اور مرد یا بیوی کے مرض کے دن گنتی میں شامل نہ ہوں گے، اس مدت میں خاوند نے ایک دفعہ بھی وطی کرلی تو بہتر، ورنہ سال کے بعد تفریق پر بیوی بائنہ ہوجائیگی تفریق قاضی کرے گا، جب خاوند بیوی کے مطالبہ پر طلاق دینے سے انکار کردے اور بیوی کا مطالبہ تفریق باطل ہوجائے گا جب اس سے کوئی بھی ایسی دلیل پائی جائے جس سے مطالبہ سے اعراض سمجھا جائے جیسا کہ بیوی مطالبے کی مجلس سے اُٹھ کر چلی جائے، یا قاضی کا عملہ اس کو قائم رہنے پر مجبور کردے، یا قاضی کی موجودگی میں وُہ فیصلہ کرسکتی تھی اس کے باوجود وُہ فیصلہ نہ کرپائی تھی کہ قاضی اُٹھ گیا اھ مختصراً (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں پدرِ زیتون رخصت کردینے اور زیتون ہم بستری پر مجبور کی جائے گی، اُس کے بعد اگر نامردی پائے تو طریقہ مذکورہ عمل میں لائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴۵

۲۹ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بالغ ہے اور اُس کا باپ دادا چچا بھائی وغیرہ نہیں، ایک ماموں ہے، اُس نے عورت سے اذن نکاح کا نہ لیا، باہر سے باہر دو گواہ کرکے نکاح کردیا، یہ نکاح ہُوا یا نہیں؛ دوسری ایک عورت بالغ ہے اس کی ماں موجود ہے نہ عورت نے اذن دیا نہ اُس کی ماں نے، بلکہ سوتیلے باپ نے نکاح کا اذن دیا، یہ نکاح ہوا یا نہیں؛ بیّنوا توجروا

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۲

الجواب

دونوں صورتوں میں جبکہ عورتیں بالغہ ہیں اور اُن سے بغیر اذن لئے نکاح کر دئے گئے تو وُہ نکاح ان عورتوں کی اجازت پر موقوف رہے، اگر اُنھوں نے خبر سُن کر جائز رکھے جائز ہو گئے اور اگر رَد کر دئے رَد ہو گئے، اور اگر اب تک ساکت ہیں نہ رَد کئے نہ جائز رکھے تو اب اُنھیں اختیار ہے چاہے جائز کر دیں چاہے باطل۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴۶ از کان پور مدرسہ احسن المدارس مرسلہ محمد عبدالحلیم صاحب ۱۳ رجب ۱۳۱۶ھ

چہ می فرمایند علمائے محققین وفضلائے مدققین اندریں مسئلہ کہ باوجود برادر حقیقی مخطوبہ عم حقیقی مخطوبہ استیذان نکاح از مخطوبہ کردہ و مخطوبہ بالغہ باکرہ است صامت ماندہ آں صموت را اذن دانستہ عم حقیقی مخطوبہ وکالۃً نکاح او را منعقد کردہ با او خلوت صحیحہ ہم گردید دریں صورت نکاح باطل خواہد شد یا چہ؟ بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے محققین اور فضلائے مدققین اس مسئلہ میں کہ حقیقی بھائی موجود ہونے کے باوجود حقیقی چچا نے لڑکی سے نکاح کی اجازت طلب کی جبکہ لڑکی باکرہ بالغہ ہے اور اجازت کے وقت خاموش رہی، اس خاموشی کو چچا نے اجازت سمجھ کر بطور وکالت اس کا نکاح کسی سے کر دیا خلوتِ صحیحہ بھی ہو چکی ہے تو یہ نکاح باطل ہوگا یا کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

سکوتِ بکر کہ بجائے اذن داشتہ اند دراں صورت ست کہ استیذان خود ولی اقرب یا وکیل یا رسولِ او کردہ باشد کما فی الدر وغیرہ اینجا کہ استیذان ولی ابعد بحال قیام اقرب کردہ است اگر نہ بروجہ وکالت ورسالت از اقرب بود بسکوت زن اصلاً کارے نکشود نکاح نکاحِ فضولی شدہ بر اجازت زن موقوف ماند اگر پیش ازیں خلوت یا اجازتے دیگر قولاً یا فعلاً یا سکوتاً چنانکہ در فتاوائے خود وجہ آنہا روشن کردہ ایم از زن قولے یا فعلے مظہر رَد نکاح بمیان نیامدہ بود واین خلوت برضائے او

باکرہ کی خاموشی وہاں اجازت قرار دی جاتی ہے جب اجازت طلب کرنے والا خود ولی اقرب ہو یا اس کا وکیل یا قاصد ہو، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے، یہاں کی صورت میں ولی ابعد نے اجازت ولی اقرب کی موجودگی میں طلب کی ہے تو اگر اس نے ولی اقرب کی وکالت یا قاصد ہونے کی حیثیت سے اجازت نہ طلب کی ہو تو اس صورت میں باکرہ کی خاموشی رضا کے لئے کارآمد نہیں ہے، یہ نکاح نکاحِ فضولی ہُوا جو کہ عورت کی اجازت پر موقوف تھا، اگر باکرہ نے خلوت سے قبل قولاً فعلاً یا خاموش رہ کر کسی قول یا

رُوئے نمود نکاح موقوف نفاذ یافت فی الدر المختار ان استأذنها غیر الاقرب کولی بعید فلا عبرة لسکوتها بل لابد من القول او ما هو فی معناه من فعل یدل علی الرضا کتمکینها من الوطئ[1] (ملخصاً) وفی رد المحتار عن الظهیریة لو خلا بها برضاها هل یکون اجازة لا روایة لهذه المسألة وعندی ان هذا اجازة اھ قال فی البزازیة الظاهر انه اجازة[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

فعل کے ذریعے نکاح کو رَدّ نہ کیا ہو (جیسا کہ رَدّ کے وجوہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں واضح کئے ہیں) تو یہ خلوت جو باکرہ کی رضامندی سے ہوئی ہے اجازت قرار پائے گی اور موقوف نکاح نافذ ہو جائیگا۔ درمختار میں ہے کہ اگر لڑکی سے غیر اقرب مثلاً ولی ابعد نے اجازت طلب کی ہو تو لڑکی کے سکوت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ لڑکی کی طرف سے صراحۃً قول یا اس کے قائم مقام کسی اپنے فعل جو رضا پر دلالت کرتا ہو، کا اظہار ضروری ہے مثلاً وہ خاوند کو وطی کی اجازت دے دے، اور ردالمحتار میں ہے جو بحر سے منقول انھوں نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ اگر لڑکی کی رضامندی سے خلوت کی ہو تو کیا یہ رضا ہوگی، تو اس مسئلہ میں روایت نہیں ہے، جبکہ میرے نزدیک یہ اجازت ہے اھ، اور فرمایا کہ بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت ہے اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴۷ از عظیم آباد پٹنہ لودی کٹرہ مرسلہ جناب مولٰنا مولوی قاضی عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ تعالٰی

سلخ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

عمرو نامی ایک شخص نے بوقتِ انتقال اپنے، ایک لڑکی ہندہ نامی، ایک بی بی زبیدہ، ایک بھائی حقیقی خالد، ایک بھائی علاتی بکر چھوڑا۔ ہندہ ہمراہ اپنی مادر اور نانی کے پرورش پاتی رہی، اب وہ بالغ ہے سن اُس کا زائد چودہ سال سے ہے، ہندہ کی ولایت کا سارٹیفکیٹ گورنمنٹ سے ہندہ کی ماں کو ملا ہے، اس وقت تک ہندہ نے مادر و نانی کے مکان میں ابتدائے پیدائش سے رہ کر پرورش و تعلیم پائی ہے، خالد نے یعنی چچا حقیقی ہندہ کے براہ چالاکی و بخیال نفع معاش بلا علم و رضامندی ہندہ و چچا علاتی و مادر و نانی وغیرہ کے ایک شخص غیر کے مکان میں اپنے بیٹا سے بولایت اپنے ایک شخص کو وکیل مقرر کر کے ہندہ کا عقد کر دیا ہے اور کوئی خبر ہندہ کو نہیں دی گئی، جس وقت ہندہ کو اتفاقاً خبر نکاح کی پہنچی اُسی وقت اُس نے نکاح کو نامنظور کیا اور بہت بیزار ہوئی، علماء بدلائل کتاب جواب سے سرفراز فرمائیں، فقط

الجواب

شرعاً عورت کے بالغہ ہونے کے لئے پندرہ[15] سال کامل کی عمر ضرور ہے یا اس سے پہلے حیض وغیرہ

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۲

[2] ردالمحتار — باب الولی — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۰۱

علامات کا ہونا بغیر اس کے صرف چودہ سال سے زیادہ عمر ہونا کافی نہیں۔ ہاں نو سال کے بعد سے پندرہ سال کے قبل تک جو عورت کے لئے امکان و احتمال بلوغ کی عمر ہے اگر عورت اپنا بالغہ ہونا ظاہر کرے تو بے خصومت شہادت بغیر قسم لئے اس کا قول مان لیا جائے گا جبکہ اُس کے جسم و قویٰ کی حالت اس دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو، اور وُہ بالغہ ہونے کی وجہ بھی بیان کردے، یعنی مثلاً کہے مجھے حیض آیا، خواب میں احتلام ہُوا اس سے میں نے اپنا بلوغ جانا۔ خالی دعوے بے بیان معنے بلوغ مقبول نہیں، اور اگر بدن و قویٰ کی حالت ظاہرہ قابلیت بلوغ نہ بتاتی ہو تو اُس کا دعویٰ اصلاً مسموع نہ ہوگا جب تک دلیل شرعی سے بلوغ ثابت نہ ہو، یہی احکام بارہ سال کے بعد سے پندرہ سال کے قبل تک پسر کے لئے ہیں۔

فی الدر المختار بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد شئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار فان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر وھو ان یکون بحال یحتلم مثلہ و الا لا یقبل قولہ شرح وھبانیۃ وفی الشرنبلالیۃ یقبل مع تفسیر کل بما ذا بلغ بلا یمین[1] اھ مختصرا و فی رد المحتار عن جامع الفصولین عن فتاوی النسفی عن القاضی محمود السمرقندی

درمختار میں ہے کہ لڑکے کا بلوغ احتلام، حاملہ کر دینا اور انزال ہے، اور لڑکی کا بلوغ احتلام، حیض اور اس کا حاملہ ہونا ہے۔ اگر دونوں کے لئے مذکورہ علامات میں سے کوئی نہ پائی جائے تو بلوغ ہر ایک کی عمر کے پندرہ سال پورے ہونا ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔ اور لڑکے کے بلوغ کے لئے کم از کم بارہ سال اور لڑکی کے لئے کم از کم نو سال کی عمر ہے، یہی مختار ہے۔ اگر یہ عمر پُوری ہو جائے تو ان کا کہنا کہ ہم بالغ ہیں، تسلیم کیا جائے گا بشرطیکہ کوئی ظاہر امر ان کی بات کو نہ جھٹلائے، مثلاً یہ کہ ان جیسے عمر والوں کو احتلام ہو سکتا ہو، ورنہ ان کی بات قبول نہ کی جائے گی۔ شرح وہبانیہ و شرنبلالیہ میں ہے کہ ان کی بات بلوغ کی علامت کی وضاحت کرنے پر تسلیم کی جائے گی اور قسم نہ لی جائے گی اھ مختصراً، اور رد المحتار میں جامع الفصولین کے حوالے سے فتاوی نسفی سے منقول قاضی محمود سمرقندی کے بارے

---

[1] درمختار کتاب الحجر فصل فی البلوغ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۹

ان مراھقا اقر فی مجلسہ ببلوغہ فقال بما ذا بلغت قال باحتلام قال فما ذا رأیت بعد ما انتبھت قال الماء قال ای ماء فان الماء مختلف قال المنی قال ما المنی قال ماء الرجل الذی یکون منہ الولد قال علی ما ذا احتلمت علی ابن او بنت او اتان قال علی ابن فقال القاضی لابد من الاستقصاء فقد یلقن الاقرار بالبلوغ کذا قال شیخ الاسلام ھذا من باب الاحتلام وانما یقبل قولہ مع التفسیر وکذا اجاریۃ اقرت بحیض[1] اھ۔

میں حکایت کی ایک قریب البلوغ نے ان کی مجلس میں اپنے بالغ ہونے کا اقرار کیا تو قاضی نے پوچھا تو کیونکر بالغ ہُوا، اس نے جواب میں احتلام کا ذکر کیا تو اس پر قاضی نے پُوچھا کہ تُو نے نیند سے بیدار ہو کر کیا دیکھا تو جواب میں کہا کہ تری دیکھی، تو پھر سوال کیا کہ رطوبت تو کئی قسم کی ہوتی ہے تُو نے کون سی دیکھی ہے، تو اس نے کہا منی دیکھی ہے۔ پھر سوال کیا کہ منی کیا ہوتی ہے، تو جواب میں کہا کہ مرد کا وُہ پانی جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو سوال کیا کہ تجھے احتلام میں کیا شکل نظر آئی جس پر تجھے احتلام ہوا، لڑکی، لڑکا، گدھی وغیرہ کیا تھا، جواب میں کہا کہ لڑکا تھا، تو قاضی محمود سمرقندی نے کہا کہ یُوں پُورے سوالات کرنے ضروری ہیں کیونکہ کبھی کسی کے سکھانے پر جھوٹا اقرار کر دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام نے کہا یہ احتلام کے بارے میں تفسیر ہے۔ اگر لڑکی حیض کے ذریعہ بلوغ کا اقرار کرے تو پھر بھی ایسے ہی اس سے تفسیر کرائی جائے اھ ت۔

پس صورتِ مستفسرہ میں اگر وقتِ نکاح ہندہ کا بلوغ ثابت ہو خواہ شہادت شرعیہ خواہ ہندہ کے بیان مفصل سے جسے ظاہر حال ہندہ تکذیب نہ کرتا ہو، نہ صرف اتنی بات سے کہ اس کی عمر چودہ سال سے زائد ہے، تو بیشک اس پر چچا خواہ ماں کسی کی ولایت جبریہ نہ تھی اُس کا نکاح بے اُس کی اجازت کے نافذ نہیں ہوسکتا، جب اس نے خبر پاکر نامنظور کیا رد و باطل ہوگیا،

فی الدر المختار الولایۃ نوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکرا و ولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا[2] وفیہ بلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد[3]۔

درمختار میں ہے کہ ولایت کی دو قسمیں ہیں، ایک محض فضیلت کے طور پر جو کہ بالغہ پر ہوتی ہے اگرچہ باکرہ ہو، اور دوسری ولایت اجبار جو کہ نابالغہ پر ولی کو حاصل ہوتی ہے اگرچہ نابالغہ ثیبہ ہو، اسی میں ہے کہ اگر بالغہ کو نکاح کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے نکاح کو رد کر دیا بعد میں اس نے کہا کہ میں راضی ہُوں تو

---

[1] رد المحتار کتاب الحجر فصل فی البلوغ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۹۷
[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[3] " " " ۱/۱۹۲

نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ پہلے رَد کرچکی جس کی وجہ سے نکاح باطل ہوچکا ہے۔ (ت)

اور اگر اُس وقت ہندہ بالغہ نہ تھی اگرچہ بعد نکاح معاً بلوغ ہوگیا ہو تو بلاشبہہ اس کا ولی شرعی وہی عم حقیقی تھا اُس کے ہوتے ماں یا علاتی چچا کوئی چیز نہیں، نہ سارٹیفکیٹ شرعاً کچھ اثر رکھتا ہے۔

فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام[1]۔

درمختار میں ہے کہ نکاح کا ولی عصبہ وراثت اور حجب کی ترتیب پر بنتے ہیں، اگر عصبہ نہ ہو تو پھر ماں ولی ہے۔ (ت)

اس حالت میں یہ چچا کا بیٹا جس کے ساتھ چچا نے اس نابالغہ کا نکاح کردیا، اگر مذہب یا اطوار یا پیشے وغیرہ کی رُو سے ایسا نقص رکھتا ہو جس کے سبب اُس کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہونا عرفاً موجبِ عار ہو یا چچا نے ہندہ کے مہر مثل میں کمی فاحش کی مثلاً مہر مثل ہزار روپے کا تھا پانسو باندھا تو ان صورتوں میں وُہ نکاح سرے سے مردود و باطل محض ہوا اور ان نقائص سے پاک تھا تو بیشک نکاح صحیح و نافذ ہوگیا جسے نہ ماں یا علاتی چچا کی ناراضی سے ضرر نہ قبل بلوغ ہندہ کی نامنظوری و بیزاری کا اثر۔ ہاں بعد بلوغ اُسے اختیار ملے گا کہ نکاح سے ناراضی ظاہر کرکے حاکم شرع سے بحضور شوہر نکاح فسخ کرالے۔

فی الدر المختار ان کان الزوج غیر الاب وابیہ لایصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ اھ مختصرا وفی ردالمحتار فیہ ایماء الی ان الزوج لو کان غائبا لم یفرق بینہما ما لم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نہر[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ اگر باپ دادا نہ ہو تو غیر کفؤ اور انتہائی کم مہر کی صورت میں غیر کا دیا ہُوا نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا اور اگر کفؤ میں اور مہر مثل سے ہو تو پھر نکاح صحیح ہوگا اور لڑکے لڑکی نابالغہ کو بلوغ پر یا بلوغ کے بعد جب نکاح کا علم ہو فسخ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ فسخ قاضی کی نگرانی میں ہو، اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ اگر خاوند غائب ہو تو قاضی فسخ کی کارروائی نہ کرے کیونکہ اس سے قضاء علی الغیب لازم آتی ہے، نہر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۳

[2] " — " — " — ۱/۱۹۲-۹۳

[3] ردالمحتار — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۰۷

مسئلہ ۳۴۸ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

زید کا نکاح عمرو کی لڑکی کے ساتھ قرار پایا تھا اور شرائط یہ تھیں کہ شرع پیمبری نکاح و مہر باندھا جائے ہنگام نکاح پڑھانے کے کچھ حجت زیادتی مہر پر زید و عمرو کے مابین ہوئی جس پر زید مجلس سے اُٹھ کر مکان کو چلا گیا، عمرو نے بحالت غصہ و رنج کے اُسی وقت ایک مؤذن سے کہا کہ تم میری لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کر دو، چنانچہ بکر اُس وقت مجلس میں موجود تھا، مؤذن صاحب نے جو کہ قاضی یا مولوی نہیں ہیں صرف تین کلمے پڑھائے اور ایجاب وقبول کرا دیا، کوئی وکیل وگواہ نہیں تھا اور نہ مہر کی تعداد بکر کو بتائی، صرف یہ کہہ دیا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا جائے، عمرو کی لڑکی بالغ ہے جس کی عمر پندرہ سال ہے، لڑکی کی ماں نے اور نہ خود لڑکی نے اجازت نکاح کی دی تھی صرف لڑکی کے والد نے اجازت نکاح کی بحالت رنج وغصہ کے دی تھی، تو ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل مظہر کہ اُس جلسہ میں بہت آدمی تھے تو وہی سُننے والے گواہ کافی تھے نکاح ہو گیا مگر عورت جبکہ بالغہ ہے تو اگر باپ نے اُس سے اجازت خاص بکر کے ساتھ نکاح کر دینے کی یا مطلق نکاح کی نہ لی تھی تو نکاح عورت کی اجازت پر موقوف رہا اگر وہ جائز کر دے گی جائز ہو جائے گا اور رد کر دے گی رد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴۹ از کان پور نئی سڑک متصل گرجا گھر متصل مکان احسان اللہ وکیل ڈاکٹر اللہ یار خاں مرسلہ خداداد خاں صاحب ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

جناب مولانا صاحب زیدت معالیکم فی الدارین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجھے تعجب ہے کہ آج کل ندوہ کی ایسی خراب حالت کیوں ہو گئی، میں نے وہاں کے مفتی صاحب کے نام سے ٹکٹ رکھ کر ایک استفتا بھیجا مگر مطلقاً جواب نہیں دیا، اُن سے اگر اُس کا جواب نہیں ہو سکتا تھا تو واپس کر دینا چاہئے تھا نہ کہ دبا بیٹھنا۔ افسوس علماؤں کا نام بدنام کرنے کو جلسہ قائم کیا گیا ہے بے شک ؎

بدنام کنندہ نکو نامی چند

(نیک نامی کو بدنام کرنے والا)

میرا تو پہلے ہی سے ارادہ تھا کہ آپ کے پاس بھیجوں مگر غلطی ہوئی کہ وہاں بھیج دیا، خیر، اب بعینہٖ آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں کہ آپ براہِ نوازش جواب سے مشرف فرمائیے۔ جواب کے لئے ٹکٹ پیشِ خدمت ہے، زیادہ حدِ ادب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا علاتی بھائی اُس کی عینی ماں اور ماموں کے مقابلہ میں ولی جائز ہے یا نہیں، وبرتقدیر ولی جائز ہونے کے اُس کی عدم موجودگی میں بلا اطلاع ورضا لڑکی بالغہ کا غیر کفو کے ساتھ ماموں اور اس کی ماں کا عقد کردینا کیسا ہے اور نیز لڑکی کی ماں اپنے شوہر کا متروکہ دین مہر میں پاچکی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُس لڑکی کا ولیِ نکاح اس کا علاتی بھائی ہے، ماں یا ماموں اس کے ہوتے کچھ استحقاق نہیں رکھتے۔

فی الدرالمختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الی قولہ) ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال الخ اھ ملتقطاً۔

درمختار میں ہے، نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ ہوتا ہے اگر وُہ نہ ہو تو پھر ولایت ماں کو ہوتی ہے، انھوں نے ذوی الارحام پھوپھیاں پھر ماموں تک کو بیان کیا، الخ ملتقطاً (ت)

شرع مطہر میں غیر کفو وُہ ہے جس کے نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے باعث اس عورت کا اُس سے نکاح ہونا اس کے اولیا کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو، اور یہاں عوام غیر قوم کو غیر کفو کہتے ہیں اگرچہ شرافت میں اپنا ہمسر ہو، بلکہ بعض تو یہاں تک توسیع کرتے ہیں کہ اگر اپنے سے برتر ہو شرع میں اس میں نظر نہیں، مغل پٹھان کفو ہیں، شیخ، قریشی وسادات کرام کفو ہیں، اپنا ہم قوم بد مذہب کفو نہیں، یہاں اگر عدمِ کفاءت یہی محاورۂ عامیہ کے طور پر تھا یعنی وُہ شخص اس دختر کا ہم قوم نہ تھا مگر اُس طرح کا کوئی نقص نہ رکھتا تھا کہ شرعاً غیر کفو ہو جب تو یہ نکاح مطلقاً صحیح ومنعقد ہوگیا رضا واطلاع برادر کی حاجت نہیں، دختر کہ بالغہ ہے اگر اُس سے اذن لے کر ہُوا تو نافذ ہوگیا ورنہ دختر ہی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر جائز کرے گی نافذ ہوگا رَد کردے گی باطل ہوجائے گا، برادر وغیرہ کسی ولی سے کوئی تعلق نہیں لانقطاع الولایۃ بالبلوغ کما نصوا علیہ (کیونکہ بالغ ہونے پر ولایت منقطع ہوگئی جیسا کہ اُنھوں نے اس پر نص کی۔ ت) اور اگر عدمِ کفاءت بہ معنی مذکور شرعی تھا تو یہ نکاح کہ بے رضائے ولی عصبہ ہُوا اصلاً نہ ہوا کہ اگر باجازت دختر تھا تو عورت جو نکاح غیر کفو سے بے رضائے عصبہ کرے باطل ہے، اور اگر ماں یا ماموں نے بطور خود بے اذنِ دختر کیا تو یہ وُہ عقد فضولی ہوگا جسے نافذ کرنے والا کوئی نہیں کہ اختیارِ تنفیذ عورت کو ہوتا وُہ خود ایسے نکاح پر

لہ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

قادر نہیں، اور ہر عقد فضولی کہ وقتِ وقوع جس کا کوئی منفذ نہ ہو باطل ہے، ولی عصبہ بھی اپنی رضا شامل کرکے اسے صحیح نہیں کرسکتا کہ یہاں رضائے ولی قبل عقد لازم ہے بعد عقد لغو و بیکار رہے،

فی الدر المختار یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان[1]، فی رد المحتار ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض به قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ[2] ۱ھ بحر، فی الدر من فصل الفضولی کل تصرف صدر منه کبیع وتزویج وطلاق وله مجیز ای من یقدر علی اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا وما لا مجیز له حالة العقد لا ینعقد اصلا[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے جائز نہ ہونے کا فتوی ہے، زمانہ کے فساد کی وجہ سے یہی مختار ہے۔ رد المحتار میں کہا کہ اگر لڑکی کا ولی نکاح سے قبل اس نکاح پر راضی نہ تھا تو بعد کی رضا مفید نہیں، بحر۔ دُر میں فضولی کی فصل میں ہے کہ فضولی کا ہر ایسا تصرف کہ اس کے صدور کے وقت کوئی اس کو جائز کرنے پر قدرت رکھنے والا موجود ہو تو فضولی کا وُہ تصرف موقوف ہونے کی حد تک جائز ہوگا، جیسا کہ بیع، نکاح دینا، طلاق وغیرہ، اور اگر کوئی اس وقت جائز کرنے والا موجود نہ ہو تو یہ تصرف قطعاً منعقد نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۵۰ از ستارگنج ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی دختر کی منگنی کرکے زوجہ اور دختر چھوڑ کر فوت ہُوا، ایک دن والدہ کی غیبت میں اُس لڑکی بالغہ کو چند شخصوں نے زبردستی ایک گھر میں کردیا، والدہ نے کچہری میں دعوٰی کیا، اُدھر کا جواب یہ ہے کہ متوفی کا ایک بھائی جو دُوسرے باپ سے تھا اُس نے بلا اجازت دختر و والدہ دختر کے نکاح کردیا، پس اس صُورت میں ولایتِ نکاح ماں کو ہے یا نہیں اور کس کس رشتے دار کو ماں کے سامنے اجازتِ ولایت ہے، جس نے زبردستی اُس لڑکی کو گھر میں رکھا ہے اس نے لڑکی کی والدہ کا دُودھ پیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بالغہ پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں، ولیِ نکاح ہر عصبہ ہے یعنی نزدیک یا دُور کے دادا پردادا کے اولاد میں

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[2] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷
[3] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱

جو مرد عاقل بالغ ہو رشتے میں سگا ہو یا سوتیلا مثلاً عورت کے پردادا کے سوتیلے پردادا کی نسل میں پرپوتے کا پرپوتا، جب تک ان میں سے کوئی شخص عاقل بالغ موجود ہو ماں کو اصلاً ولایت نہیں، اور بعد بلوغ تو ماں کو ولایت سے کوئی تعلق ہی نہیں خواہ عصبہ موجود ہو یا نہ ہو،

لان حق الاولیاء بعد ذٰلك انما هو فی الاعتراض ان نکحت غیر کفؤ او بغبن فاحش فی مهر المثل[1] و ابطال النکاح بغیر الکفو اذا لم یرض الولی به قبل العقد صریحا مع العلم بعدم الکفاءة و ذٰلك انما هو فی حق العصبة لا غیر[2] کما نص علیه فی الدر وغیره۔

کیونکہ اس کے بعد اولیاء کا حق اعتراض صرف اس صورت میں ہے جب لڑکی نے غیر کفو اور انتہائی کم مہر پر نکاح کیا ہو یا جب نکاح سے قبل ولی کو غیر کفو ہونے کا علم ہوا تو صراحتاً اس نے اپنی عدم رضا کا اظہار کر دیا ہو تو اس کو نکاح باطل کرنے کا حق ہے، اور حق اعتراض بھی صرف اولیاء عصبہ کو حاصل ہے کسی دوسرے کو نہیں، جیسا کہ درر وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔

دودھ شریک بھائی سے نکاح نہ ہو سکنا خود ظاہر ہے مگر الزام اس حالت میں ہے جب انھیں دودھ شریک ہونا معلوم ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۵۱ از کانپور محلہ فراش خانہ عقب آبکاری سڑک جدید متصل کوٹھہ گھر مکان حافظ زبیر حسن عطار

مرسلہ سید سعید الحسن صاحب ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کے ایک بیٹی مسماۃ رضیہ شوہر متوفی سے ہے، جب رضیہ کی عمر آٹھ برس دو مہینے کی تھی ہندہ نے رضیہ کا عقد بزمانۂ نابالغی ساتھ خالد کے کر دیا لیکن بوجہ نابالغی رضیہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رخصت ہوئی بدستور اپنی ماں کے ساتھ رہی، اب زمانۂ عقد کو چار سال سے زیادہ عرصہ گزرا اور رضیہ بھی اب ہوشیار و بالغ ہوئی، اس درمیان میں خالد نے ایک دوسری عورت کو رکھ لیا جس سے اطفال بھی پیدا ہوئے، خالد کی وضع اور اطوار و چال چلن ہندہ و رضیہ کو تمام تر ناگوار ہیں اور تعلق ہونا خالد سے نہیں چاہتی کمال درجہ نفرت و انکار رکھتی ہے اور خلع چاہتی ہے، بحکم شرع شریف مسماۃ رضیہ کو کیا کرنا چاہئے جس سے اس کو خالد سے قطع تعلق ہو جائے اور عقد فضولی یہ عقد نابالغی کا قرار پائے گا یا نہیں؟ اور تعمیل حکم خلع کا کس طریقہ سے کیا جائے گا اور مدت نابالغی از روئے شرع شریف ہندوستان میں علی الخصوص ممالک مغربی و شمالی کے لئے کس سنہ و سال کی مقدار سے ہے؟ بینوا توجروا۔

---

[1] و [2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲-۱۹۱

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اگر خالد رضیہ کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا پیشے وغیرہ میں ایسا کم ہے کہ اُس کے ساتھ رضیہ کا عقد ہونا اولیائے رضیہ کے لئے موجب ننگ و عار ہو جب تو یہ نکاح سرے سے نہ ہُوا، مگر یہ نکاح کرنے والا رضیہ کا دادا ہو جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی نابالغ کا نکاح غیر کفو سے نہ کر چکا ہو یہ نکاح اُس کے اذن سے ہوا یا بعد نکاح اُس نے اپنی ولایت کی حالت میں نافذ کر دیا جائز رکھا تو نکاح صحیح و لازم ہے کہ بعد بلوغ رضیہ کی ناراضی بھی اُسے کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی، اور اگر خالد رضیہ کا کفو بمعنی مذکور ہے مگر رضیہ کے لئے کوئی ولی عصبہ مثلاً عاقل بالغ بھائی یا بھتیجا یا چچا یا چچا کا بیٹا غرض دادا کی اولاد سے کوئی مرد موجود تھا اور ماں نے بغیر اُس کے اذن کے نکاح کر دیا تو تین صورتیں ہیں اگر اُس ولی نے نکاح کی اطلاع پا کر اپنی حالت ولایت میں رَد کر دیا تو اس صورت میں بھی وہ نکاح باطل ہو گیا کہ اب رضیہ کی رضا بھی اُسے نافذ نہیں کر سکتی اور اگر سُن کر اب تک ساکت رہا نہ رَد کیا نہ جائز رکھا تو وہ نکاح نکاحِ فضولی اور اجازتِ ولی پر موقوف تھا، جب رضیہ بالغ ہُوئی وہ اجازت خود اس کی طرف منتقل ہو آئی، اب اسے اختیار ہے چاہے جائز کر دے جائز ہو جائے گا چاہے رَد کر دے، مثلاً کہہ دے میں نے اس نکاح کو رَد کر دیا میں اس نکاح پر راضی نہیں، یا مجھے یہ نکاح نامنظور ہے، صرف اتنے کہنے سے رَد ہو جائے گا زیادہ کسی امر کی حاجت نہیں، اور یہ اختیار رضیہ کو ہمیشہ رہے گا جب تک نکاح کو جائز نہ کر دے کہ اُس کے بعد پھر اختیارِ رَد نہیں رہتا اور اگر نکاح مذکور ولی غیر جد نے سُن کر جائز کر دیا یا ابتداءً نکاح ماں نے باذنِ ولی مذکور کیا یا رضیہ کے لئے کوئی ولی عصبہ تھا ہی نہیں خود ماں ولی تھی جس نے نکاح کر دیا تو ان سب صورتوں میں وُہ نکاح صحیح و نافذ ہو گیا مگر ازانجا کہ نکاح کنندہ غیر اَب و جد اور رضیہ دوشیزہ ہے اسے اتنا اختیار ملا کہ معًا بالغ ہوتے ہی فورًا فورًا اس نکاح کا فسخ چاہے تو فسخ کر دیا جائے گا اگر بعد بلوغ ذرا دیر گزری اور اُس نے فسخ کا ارادہ ظاہر نہ کیا تو نکاح تام و لازم ہو گیا کہ اب اس کی رضا و عدمِ رضا کچھ دخل نہ رہا، اس صورت اخیرہ اور نیز اُس صورت سابقہ میں جبکہ نکاح دادا کے کر دینے سے لازم ہو چکا ہو رضیہ اگر جُدائی چاہے تو اُس کے ہاتھ کوئی ذریعہ سوا خلع چاہنے کے نہیں یعنی بعوض مہر خواہ اور مال کے جس پر شوہر راضی ہو شوہر سے طلاق مانگے، اگر وُہ دے دے گا قطع تعلق ہو جائے گا ورنہ صبر لازم ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

الصبی اذا باع او اشتری او تزوج یتوقف	بچے نے جب خرید و فروخت یا نکاح کر لیا تو یہ امور
علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر	ولی کی اجازت پر موقوف ہوں گے، اور اگر اس ولی
فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی	نے بچے کے بلوغ سے قبل اجازت نہ دی ہو تو لڑکا
فاجازہ بنفسہ نفذ لانہا کانت	اپنے بلوغ کے بعد خود ان امور کو نافذ کر سکتا ہے کیونکہ

متوقفة ولا تنفذ بمجرد بلوغه[1] اھ مختصرا وفی تنویر الابصار بطل خیار البکر بالسکوت عالمة بالنکاح ولا یمتد الی المجلس وان جهلت به[2] الخ وباقی المسائل مشهورة وفی الکتب مذکورة۔

موقوف تھے اس لئے صرف لڑکے کے بلوغ سے نافذ نہ ہوں گے اھ مختصراً۔ اور تنویر الابصار میں ہے باکرہ بالغہ اگر اپنے نکاح کا علم ہوجانے پر خاموش رہے تو اس کا حق فسخ باطل ہوجاتا ہے اور جس مجلس میں علم ہُوا اس مجلس کے اختتام تک باقی نہ رہے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ میں جاہل ہو۔ باقی مسائل مشہور اور کتب میں مذکور ہیں۔ (ت)

نابالغی کی حد پندرہ[15] سال کی عمر تک ہے، اس مدت سے پہلے اگر دختر کو نو برس یا پسر کو بارہ[12] برس کی عمر کے بعد آثارِ بلوغ مثل احتلام وحیض ظاہر ہوگئے تو اُسی وقت سے حکمِ بلوغ ہوجائے گا ورنہ پندرہ[15] برس کی عمر پوری ہونے پر لڑکا لڑکی دونوں مطلقاً بالغ سمجھے جائیں گے اگرچہ کوئی علامتِ بلوغ ظاہر نہ ہو بہ یفتی کما فی الدر المختار[3] وغیرہ لقصور زماننا (اور اسی پر فتوٰی ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے کیونکہ ہمارے زمانے کی عمریں کم ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵۲ از احمد آباد گجرات محلہ چکلہ کالپور متصل پُل گلیارہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کی منگنی کرنے کے لئے سفر سے دوسرے شخص پر لکھا کہ میری لڑکی کی منگنی فلاں لڑکے کے ہمراہ کرنا لڑکی لڑکا دونوں نابالغ ہیں یہاں اس شخص نے جس کو فقط منگنی کی اجازت دی گئی تھی خود ولی ہوکر بعد منگنی کے نکاح بھی کر دیا اُس کے والد کو خبر ہوئی کہ لڑکی کا نکاح جس کو منگنی کا اختیار دیا تھا کر دیا اُس سے یہ شخص خوش ہُوا اور اُس کے پڑھائے ہُوئے نکاح پر انکار نہ کیا اب یہ نکاح عندالشرع منعقد ہُوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

منگنی کی اجازت نکاح کی اجازت نہ تھی،

فان هذا عقد وذاك وعد وقد يفعل الوعد لينتظر الخاطب ثم ينظر

کیونکہ نکاح عقد ہے اور منگنی صرف وعدہ ہے جبکہ وعدہ کبھی اس لئے کرلیا جاتا تاکہ منگنی کرنے والے کا

---

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۹۸

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

[3] درمختار کتاب الحجر فصل فی البلوغ " " " ۲/ ۱۹۹

ویتأتی فیہ فان وافق اجیب والا منع فلا یکون الرضا بالوعد رضا بالعقد وھذا ظاھر جدا۔

جائزہ لیا جائے اور غور کیا جائے اور تاخیر کی جاتی ہے تاکہ وہ موافق ہو تو منگنی قبول کی جائے ورنہ انکار کیا جائے لہذا وعدہ پر رضا کو عقد نکاح پر رضامندی نہیں قرار دیا جا سکتا، یہ معاملہ ظاہر ہے۔ (ت)

تو یہ نکاح نکاحِ فضولی ہُوا اور اجازتِ ولی پر موقوف رہا، بعد سماع خبر اگر ولی نے قولاً یا فعلاً اس کی تنفیذ ظاہر کی نافذ ہوگیا صرف دل میں خوش ہونا اور زبان سے انکار نہ کرنا کافی نہیں لانہ سکوت والسکات لاینسب الیہ قول (کیونکہ یہ سکوت ہے اور ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہو سکتا۔ ت) درمختار میں ہے:

قبض ولی لہ الاعتراض المھر ونحوہ مما یدل علی الرضی دلالۃ لاسکوتہ مالم تلد اھ[1] مختصرا۔

لڑکی کے ولی کو مہر پر اعتراض تھا اس کے باوجود اس نے مہر وصول کیا اور ایسا کام کیا جس کو رضا پر دال قرار دیا جا سکتا ہے تو دلالۃً رضا ہوگی محض سکوت رضا نہ قرار پائے گا جب تک لڑکی کے ہاں بچہ پیدا نہ ہو جائے اھ مختصراً (ت)

پس اگر واقع اسی قدر ہے تو نکاح بدستور اس کی اجازت پر موقوف ہے باطل کر دے خواہ نافذ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۵۳ ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ نے اپنا عقد ایک شریف اپنے خاندانی سے کرلیا اس پر عمرو بکر و خالد نے اُسے اور اُس کی ماں اور شوہر کو برادری سے نکال دیا اور ایذا دی، اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ نے عقد ثانی بعد عدت گزرنے کے کیا اور شوہر دوم بدمذہب نہیں جس سے نکاح باطل یا گناہ ہو اور ہندہ اگر کوئی عصبہ اپنا ولی رکھتی ہے تو شوہر دوم اس کا کفو ہوگا یا اگر کفو نہیں اور ولی نے دیدہ و دانستہ پیش از نکاح صریح اجازت دے دی ہو تو ان صورتوں میں ہندہ اور اس کی ماں اور شوہر پر کچھ الزام نہیں خالد عمرو بکر صرف بوجہ نکاح ثانی انھیں ایذا دیتے ہیں ظالم و گنہ گار اور حق العبد میں گرفتار ہیں ان پر تو بہ فرض ہے اگر نہ کریں تو خود یہی لوگ برادری سے نکال دینے کے قابل ہیں جو لوگ ان خالد عمرو بکر کا ساتھ دیں گے وہ بھی مستحقِ عذاب ہوں گے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] گناہ اور زیادتی میں باہم مدد نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذٰی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2] جس نے کسی مسلمان کو ناحق ستایا اس نے مجھے ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذادی۔

واللہ تعالٰی اعلم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵۴ ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی دس برس کی ہے، ماں نانی چچا میں سے کس کو اس کے نکاح کا اختیار ہے، اور دختر کا ایک بھائی بھی دوازدہ سالہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

چچا کو ہے اگر بھائی نابالغ ہو ورنہ بھائی کو۔ بارہ برس کی عمر میں بلوغ ممکن ہے اگر وہ دعوٰی بلوغ کرے مانا جائے گا کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵۵ مسئولہ کرم الدین صاحب ساکن جلالپور جٹاں محلہ ساہدوان ضلع گجرات ملک پنجاب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے اسلام مبین اس صورت میں کہ خالد نے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر اندازی دس یا گیارہ برس کی تھی رحیم بخش بالغ کے ساتھ نکاح پڑھادیا اب بوجہ کوئی فساد کے دختر بالغہ مذکور چاہتی ہے کہ نکاح فسخ ہوجائے آیا شرعاً ممکن ہے کہ عقد مذکور باختیار دختر موصوفہ فسخ ہوجائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

باپ دادا جو نکاح نابالغہ کا کردیں وہ لازم ہوجاتا ہے، لڑکی بعد بلوغ کے خواہ کوئی اور اُسے فسخ نہیں کرسکتا، مگر صرف دو تین صورتوں میں جس کی اس وقت تفصیل کی حاجت نہیں ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانے کے عرف سے ناواقف ہے وہ جاہل ہے۔ ت) مستفتی صاحب کو چاہئے کہ مفصل کیفیت سے مطلع کریں کہ وہ کیا فساد ہے جس کے سبب اب عورت فسخ چاہتی ہے اور اس فساد پر

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن انس حدیث ۴۳۷۰۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۱۰

الترغیب والترہیب الترہیب من تخطی الرقاب یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۴

کب اطلاع ہوئی ؛ اور باپ بھی وقتِ نکاح اس پر مطلع تھا یا نہیں ؛ وُہ فساد بعد نکاح حادث ہُوا یا پہلے سے تھا ؛ غرض سب حال بتفصیلِ تام بیان کیا جائے تو جواب دیا جائے ۔ درمختار میں ہے :

لزم النکاح ولو بغبن او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا[1] الخ ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

نکاح لازم ہوجائے گا جب نکاح دینے والا خود باپ یا دادا ہو اگرچہ انتہائی کم مہر سے یا غیر کفو میں ہو الخ ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵۶ مسئولہ شاہ معین احمد صاحب از ڈاک خانہ نگر اسٹیشن فتوحہ ضلع پٹنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زینب کی کُل ایک اولاد ہے یعنی ہندہ دختر بکر بالغہ ہے ہندہ کے باپ نے قضا کیا ، زید ہندہ کا علاتی بھائی ہے ، زینب ہندہ کی ماں اور زید برادر علاتی نے ہندہ کی نسبت خالد بن بکر ساکن فلاں جگہ سے مقرر و پختہ پز کیا ۔ اس کی خبر ہندہ کو بخوبی ہوگئی اس طرح سے کہ ہندہ اسی مکان میں رہتی تھی اور اس کے سامنے نسبت کی گفتگو ہُوئی اور اس پر ثابت ہوگیا کہ میری نسبت فلاں جگہ فلاں شخص سے ہے گو اُس سے خاص کر کسی نے کہا اور پُوچھا نہیں اُس کے بعد رقعہ تقرری تاریخ آمد برات کا خالد بن بکر کے یہاں سے آیا اس کی اطلاع بھی ہندہ کو ہُوئی چنانچہ اُس روز وہ سنواری بھی گئی اور جو جو مراسم کہ قبل نکاح اس طرف رائج ہیں مثلاً مانجہ وغیرہ میں بیٹھنا اُس سب کو اس نے انجام دیا اور کسی طرح کی نارضامندی نہیں ظاہر کیا یہاں تک کہ تاریخ مقررہ پر برات آئی اور احباب و اقربا اندر باہر جمع ہُوئے ، اس کی اطلاع بھی ہندہ کو ہُوئی اس وقت بھی ہندہ نے کسی طرح نارضامندی ظاہر نہیں کی ، زید برادر علاتی نے چند شخصوں کے سامنے عمرو کو وکیل بالنکاح مقرر کیا اور عمرو نے جہاں برات کا قیام تھا وہاں جاکر سب لوگوں کے سامنے خالد بن بکر سے ہندہ کا نکاح مہر مثل پر کرادیا مگر اس کی اطلاع ہندہ کو عمرو وکیل نے یا زید برادر علاتی نے نہیں دیا بلکہ عورتوں میں کہہ دیا گیا کہ نکاح ہوگیا ــــــــ اور یہ بات مشتہر ہوگئی کہ نکاح ہوگیا ، اُس کے بعد جو جو مراسم شادی اس طرف رائج ہیں ان سب کو ہندہ نے بخوبی ادا کیا اور کسی طرح کی نارضامندی نہیں ظاہر کیا یہاں تک کہ رخصتی بھی ہُوئی اور نوبت استراحت کی بھی آئی ان تمام متذکرہ بالا زمانہ میں کبھی ہندہ نے اپنی نارضامندی ظاہر نہیں کی اور نہ اس وقت تک کسی طرح کی نارضامندی ظاہر کرتی ہے تو یہ نکاح صحیح ہُوا یا کسی طرح کا شُبہہ یا نقص رہ گیا ، یہ شبہہ صرف اس وجہ کر پیدا ہے کہ ہندہ بکر بالغہ تھی اُس سے قبل نکاح زید برادر علاتی نے یا کسی شخص نے صراحۃً استمزاج نہیں لیا اور نہ بعد نکاح صراحۃً اس کو خبر دیا ، گو اُس کو خارجی طریقہ سے سب باتیں معلوم تھیں اور معلوم ہوئی اور نہ اس وقت تک اپنی رضامندی ظاہر کرتی ہے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

بلکہ ظاہراً خوشی معلوم ہوتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں یہ نکاح فضولی تھا، اگر خبر نکاح سُن کر ہندہ نے کوئی قول یا فعل اظہار ناراضی کا نہ کیا بلکہ عادل ثقہ سے نکاح کی خبر سُن کر خاموش ہی ہو رہی یا خبر کسی عادل سے نہ سُنی نہ ولی نے اُسے اطلاع کرا بھیجی تو ساکت رہی یہاں تک کہ شوہر سے برضا ہم خواب ہوئی تو نکاح نافذ و تام ہوگیا،

فی الھندیۃ اذا مکنت الزوج من نفسھا بعد ما زوجھا الولی فھو رضا[1] وفی الدر المختار زوجھا ولیھا واخبرھا رسولہ او فضولی عدل فسکتت فھو اذن[2] واللہ تعالٰی اعلم

ہندیہ میں ہے کہ جب بالغہ نے خاوند کو جماع کا موقعہ دے دیا تو یہ ولی کے نکاح پر اس کی رضامندی ہوگی۔ درمختار میں ہے کہ اگر ولی نے نکاح دیا تو ولی کے قاصد نے یا کسی عادل اجنبی نے بالغہ کو اطلاع دی اور وہ اس پر خاموش رہی تو یہ رضامندی ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵۷ ازصاحب گنج گیا مرسلہ مولوی امیرالدین صاحب ۴ شعبان ۱۳۲۴ھ

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں زید اور اس کی زوجہ ہندہ میں جنگ باغوائے مفسدان بدکاران پیدا ہوا، اور ہندہ کے بطن سے ایک لڑکی زید کی جس کا نام سعیدہ تھا اور عمر گیارہ برس گیارہ مہینے کی تھی بکر نے اپنے لڑکے خالد کی منسوب سعیدہ سے چاہا زید کو منظور نہ ہوا تب بکر نے ہندہ زوجۂ زید کو برہم کرایا اور ہندہ نے اس قدر فساد مچایا کہ زید کو مجبوری ہوئی مجبوری و تاکید و خوف حکام ضلع بخیال اس کے کہ رفع جملہ فساد و قصہ ہوجائے گا اور یہ ثابت بھی کیا گیا تھا کہ اگر یہ عقد ہوگا تو قصہ سب دفع ہوگا وصلح سے زمانہ گزرے گا اس منسوب کو منظور کیا اور سعیدہ نے اپنی لڑکی کا نکاح خالد سے بلا اذن کردیا لیکن خالد و سعیدہ سے آج تک ملاقات نہ ہوئی و نہ سعیدہ سے کسی قسم کی رضامندی لی گئی نہ سعیدہ کو سمجھایا گیا کہ کیا ہوتا ہے اور بعد نکاح کے خالد لندن چلا گیا اور بحیلہ تحصیل انگریزی وہاں فسق و فجور و لہو و لعب میں مبتلا ہوا چھ برس ہوا کہ خالد لندن میں ہے نہ پڑھتا ہے نہ آتا ہے اور نہ کسی قسم کی خبر گیری یا پرسش سعیدہ کی کرتا ہے زید نے بکر کو و خالد کو یعنی دونوں پدر و پسر کو لکھا کہ شادی کرلی جائے اور خالد آئے اور اپنی منکوحہ کو لے جائے، مگر نہ خالد آتا ہے نہ کسی قسم کی کفالت خرچہ کی سعیدہ کی خالد یا بکر اُس کے باپ کی طرف سے ہوتی ہے اور بلکہ زید سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷
[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

خرچہ لندن کے قیام کا طلب کیا جاتا ہے ان حالتوں سے فسخ ہوگیا یا نہیں ؟ اور سعیدہ مجاز ہے کہ اپنے باپ کے نکاح کو جو بخوشی نہیں بلکہ محض مجبوری و بخوف حکام وقت و توقع رفع خرخشہ کیا تھا اور رفع بھی نہ ہُوا بلکہ بعد از بسیاری جنگ کے خلع و جُدائی درمیان زید و ہندہ کے ہوگئی تو ایسے نکاح کو سعیدہ توڑ سکتی ہے یا نہیں اور خالد کا کب تک انتظار کیا جائے گا، نہ وہ آتا ہے اور نہ کسی قسم کی خبر گیری اخراجات کی بھی سعیدہ کی کرتا ہے بدستور سعیدہ اپنے باپ کے گھر ماں سے بھی جُدا پڑی ہے اور زید کو یہ بھی خیال ہے کہ خالد ہرگز نہیں آئے گا اور آئے گا تو بوجہ طرزِ معاشرت بدل جانے و صحبت غیر مذاہب کے حقوق کی تعمیل پوری پوری خالد سے ادا نہ ہوگی، ایسی حالت میں شریعت کیونکر سعیدہ کو مجبور کرے گی اور باپ کے ایک لغو و مجبوری سے عمل کے باعث وہ غریب بدقسمت سعیدہ پریشانی میں مبتلا رہے گی۔

الجواب

باہمی جھگڑے قصے نہ حدِ اکراہ تک پہنچتے ہیں نہ نکاح میں اکراہ کو دخل ہے اگر ولی کسی کے جبر و اکراہ ہی سے نکاح کردے نکاح ہوجائے گا۔

فی الھندیۃ من الاکراہ زوجھا اولیاؤھا مکرھین فالنکاح جائز[1] ہندیہ میں ہے کہ اگر اولیاء نے کسی جبر کی بنا پر نابالغہ کا نکاح دیا ہو تو نکاح جائز ہوگا۔ (ت)

نہ نابالغہ سے اجازت لینے کی حاجت نہ باپ کے کیے ہُوئے نکاح پر عورت کو بعد بلوغ حق اعتراض، مگر اُس حالت میں کہ شوہر وقتِ نکاح کفو نہ تھا اور باپ اس سے پہلے بھی کبھی اپنی ولایت سے کسی لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو، غیر کفو وہ جس سے نکاح ہونا عرفاً اولیائے ہندہ کے لئے وجہ ننگ و عار ہو کہ وہ نسب یا پیشے یا مذہب یا چال چلن میں رذیل و ذلیل و بدنام ہو، یہاں جب یہ صورتیں نہیں نکاح بے شک نافذ و تام و لازم ہوگیا جو کسی کے رد کیے سے رد نہیں ہوسکتا، یہ اُس حالت میں ہے کہ سعیدہ وقتِ نکاح نابالغہ ہو جیسا کہ بظاہر اس کی عمر مذکور سے مترشح ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اس عمر پر بلوغ نادر ہے، اگر بالغہ تھی کہ لڑکی نو برس کی عمر میں بالغہ ہوسکتی ہے تو وہ نکاح کہ باپ نے اس کے بے اذن کیا نکاح فضولی تھا اسے خبر پہنچنے پر اختیار رہا کہ رد کردیتی مگر یہ رد اسی جلسہ خبر میں ہوسکتا تھا اگر جلسہ بدل کر رد کرے تو مقبول نہ ہوگا، اور تقریر سوال سے سعیدہ کا رد کرنا اصلاً ظاہر نہیں بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ساکت رہی اور بکر کا سکوت بھی اذن ہے تو نکاح یُوں بھی لازم ہوگیا جس کے رد کی طرف سبیل نہیں مگر صورت

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاکراہ باب الثانی فیما یحل للمکرہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴۵

مذکورہ میں عورت کا ضرر صریح ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[1]۔ عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

اور فرماتا ہے: وعاشروھن بالمعروف[2] (عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ ت) اور فرماتا ہے:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[3]۔ جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور انھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ۔

اور فرماتا ہے:

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ[4]۔ پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورت کو یوں چھوڑ دو جیسے ادھر میں لٹکتی۔

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولا ضرار فی الاسلام[5]۔ دینِ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ مضرت پہنچانا۔

لہذا حاکم پر واجب ہے کہ خالد پر جبر کرے کہ یا تو ہندہ کو رخصت کرائے یا طلاق دے۔ اور اگر وہاں کی صحبت سے خالد کا دین فاسد ہوگیا کہ نیچریوں کی طرح ضروریاتِ دین پر ہنسنے لگا تو آپ ہی نکاح جاتا رہے گا والعیاذ باللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۳۵۸ مرسلہ حاجی احمد اللہ خاں صاحب مرحوم از پیلی بھیت ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں ایک عورت ہندہ جس کی عمر ۱۳ برس کی تھی باپ اس کا فوت ہوگیا اب ہندہ کے نکاح کی اجازت اس کی ماں نے ہندہ کی سوتیلی بہن جس کی عمر تخمیناً قریب چالیس کے ہوگی اس بہن نے ہندہ کو بچپن سے مثل اولاد کے پالا تھا اجازت دی تھی بلکہ ہندہ نے خود بھی اقرار کیا تھا ہندہ کی بہن نے سوتیلی بہن سے یہ کہلا بھیجا تھا کہ تم کو اختیار ہے جہاں چاہو اس کا نکاح کردو ہندہ کی بڑی بہن اور بہنوئی نے اپنے کفو میں ایک شریف خاندان کے لڑکے کے ساتھ بلکہ رشتہ داری میں نکاح کردیا اب بعد دو برس کے کچھ جھگڑا عورات میں باہم کسی بات پر ہوا یعنی ہندہ کی ساس اور ہندہ کی بڑی بہن میں، اس پر مسماۃ ہندہ کی ماں اور بہن دونوں اب یہ کہتی ہیں کہ ہندہ کا نکاح اس وجہ سے کہ اس عمر تک بالغ نہیں ہوئی تھی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳۱ [2] القرآن الکریم ۴/ ۱۹
[3] " ۶/ [4] " ۴/ ۱۲۹
[5] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۹۱

وقت نکاح کے ہندہ کے چچا اور بھائی نہیں موجود تھے مگر ان کو علم تھا اور ہندہ کی ماں اور بہن میں ایک مدت سے رنج تھا آمد و رفت نہیں تھی جس پر ہندہ کی ہمشیرہ نے اُس کی والدہ سے اجازت چاہی تھی قبل از مہینہ بیس روز آگے دونوں میں صلح ہوگئی اور والدہ ہندہ کی لڑکی کو دو چار روز آگے اپنے مکان کو لے گئی تھی جب تاریخ نکاح قریب آئی تو پھر ہندہ کو اس کی بڑی بہن جس نے کہ اس کو پالا تھا اُس کے مکان پر بھیج دیا واسطے نکاح کے، اب ہندہ کی والدہ اپنے مکان پر ہندہ کو لے گئی بڑی بہن کے مکان سے بخوشی، ہندہ کی بڑی بہن کے خاوند ہندہ کے بہنوئی ہندہ کے نکاح میں گواہ تھے، اور بہنوئی کے بڑے بھائی وکیل نکاح کے تھے، نکاح خواں نابینا تھے، تو ایسی صورت میں نکاح ہندہ صحیح قرار پائے گا یا باطل؛ بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ وقتِ نکاح فی الواقع نابالغہ تھی اور اس کے نکاح کی اجازت اُس کے جوان بھائی نے نہ دی تھی تو جو نکاح بڑی بہن نے ماں کی اجازت سے کیا بھائی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر بھائی نے نکاح کی اطلاع پا کر انکار کر دیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا اور اگر پسند کیا اجازت دی تو نافذ ہوگیا، اور اگر ہنوز کچھ نہ کہا اور ہندہ اب بھی نابالغہ ہے تو اب بھی بھائی کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز کر دے گا نافذ ہوجائیگا رَد کر دے گا تو باطل ہو جائے گا، اور اگر ہندہ کے بالغہ ہونے تک بھائی نے نہ رَد کیا نہ اجازت دی اور اب ہندہ بالغہ ہوگئی یعنی اس کی عمر پُورے پندرہ سال کی ہوگئی یا اسے حیض آنے لگا تو اب وہ نکاح خود ہندہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز کر دے گی جائز ہو جائے گا اور اگر رَد کر دے گی باطل ہو جائے گا، اور اگر نکاح بھائی کی اجازت سے ہُوا تھا یا بعد نکاح بھائی نے قبل بلوغ ہندہ اجازت دے دی تو نکاح نافذ تو ہوگیا مگر ہندہ کو خیار بلوغ ملے گا یعنی بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً اگر اُس نکاح سے اُس نے انکار کر دیا ایک لفظ کی دیر نہ لگائی تو دعویٰ کر کے اُس نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۵۹ تا ۳۶۶ مرسلہ حکیم محمد علی حسین خاں صاحب جاگیردار ریاست گوالیار صدر لشکر نیا بازار

۱۸ ذی القعدہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین سوالاتِ مندرجہ ذیل کی نسبت:۔

(۱) لڑکی کے والد نے مظہر کو دہلی سے واسطے عقد لڑکی اپنی کے بہ مقام بھوپال طلب کیا اور بعد پہنچنے برات کے سرکار عالیہ میں ایک درخواست تحریر کر کے پیش کی کہ میں نے لڑکے کو بُلا لیا ہے سرکار عالیہ خداوندی فرما کر اس کارِ خیر کو اپنے روبکاری سے اہتمام فرمائیں، میں نے تاریخ عقد ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ یومِ دوشنبہ مقرر کر دی ہے۔

(۲) سرکار عالیہ نے یہ درخواست منظور فرما کر جملہ انتظامات ضروری کیا تب حکم نافذ فرمادیا اور صاحبزادگان دام اقبالہ اور قاضی صاحب وغیرہ کو بلاوا بھی پہنچ گیا۔

(۳) لڑکی اپنے ماموں کے یہاں تھی، لڑکی کے والد عقد کے دن لڑکی کو لانے کی غرض سے ماموں کے مکان پر گئے۔ ماموں نے عین وقت پر بھیجنے لڑکی سے قطعی انکار کیا، بیچارے شریف باپ نے اس غیرت کی وجہ سے زہر کھاکر اپنی جان کو ہلاک کیا۔

(۴) باپ ولی جائز کی اجازت تحریری بعد فوتی اُس کے یہ عقد کیا تب کچھ وقعت اور اثر رکھتی ہے یا نہیں؟

(۵) اب ماموں لڑکی کا بوجہ نفسانیت مظہر کے ساتھ عقد کرنے سے انکاری ہے اور اسی کے قبضہ میں لڑکی ہے۔

(۶) لڑکی کا سن گیارہ سال کچھ ماہ کا ہے۔

(۷) ورثار میں لڑکی کے ایک چچا حقیقی اور ایک ماموں حقیقی، ایک بھائی حقیقی نابالغ اور والدہ مطلقہ یہ شخص غیر کے نکاح میں ہیں۔

(۸) لڑکی کے چچا صاحب اِس لڑکی کا مظہر سے عقد کرنے پر رضامند ہیں ان کی یعنی چچا صاحب موصوف کی محض اجازت سے عدم موجودگی اور بغیر اطلاع لڑکی کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں یا کہ لڑکی کا موجود ہونا وقتِ نکاح لازمی ہے؟ فقط

الجواب

صورتِ مذکورہ میں جب تک وُہ لڑکی نابالغ ہے (یعنی) اسے حیض شروع نہ ہوا یا پندرہ سال کامل کی عمر نہ ہوئی اُس وقت تک اُس کا ولی نکاح اس کا چچا ہے اور لڑکی کے بلوغ سے پہلے اس کا بھائی بالغ ہوجائے تو ولایت چچا سے بھائی کی طرف منتقل ہوجائے گی بہرحال ماموں یا ماں کو اس کے نکاح کا کچھ اختیار نہیں۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم للاخت ثم لولد الام ثم لذوی الارحام ثم للعمات ثم الاخوال۔[1]

نکاح کا ولی، وراثت اور مانع ہونے کی ترتیب کے مطابق عصبات بنفسہ ہوتے ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو پھر ولایت ماں کو حاصل ہوگی، پھر بہن پھر والدہ کی طرف سے بھائی پھر ذوی الارحام میں پھوپھی پھر ماموں کو حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

دختر کی نابالغی میں چچا یا بالغ ہو کر بھائی اگر اس کا نکاح ایسے شخص سے کر دے گا جو اس لڑکی کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس دختر کا نکاح باعثِ ننگ و عار ہو نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کرے مثلاً لاکھ روپیہ مہر مثل ہو یہ پچاس ہزار باندھ دیں، جب ان دونوں نقصانوں سے خالی ہو تو چچا یا بھائی کا وہ کیا ہوا نکاح نافذ و صحیح و تام ہوگا نہ لڑکی سے اذن لینے کی اُن کو حاجت نہ اطلاع دینے کی نہ وقتِ نکاح لڑکی کے وہاں موجود ہونے کی، یہ سب بے ضرورت امور ہیں۔ درمختار میں ہے:

للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرًا۔ [1] — باپ دادا کو نابالغہ پر جبری نکاح کی ولایت ہے (ت)

اُسی میں ہے:

لونہ وجہا الاقرب حیث ھو جاز النکاح [2] — اقرب جہاں بھی نکاح کرے جائز ہوگا۔ (ت)

ماں یا ماموں کو اس نکاح پر اصلاً اعتراض نہیں پہنچ سکتا، ہاں لڑکی کہ دوشیزہ ہے اگر بالغہ ہوتے ہی معًا کہہ دے گی کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں، یا اوّل سے اسے اطلاعِ نکاح نہ تھی تو بعد بلوغ جس وقت خبر پائی فورًا نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے تو اس صورت میں البتہ خود اس کو اختیار ہوگا کہ حاکمِ شرع کے حضور رجوع کر کے چچا یا بھائی کا کیا ہُوا نکاح فسخ کرا لے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ان کان من کفو وبمھر المثل صح ولھما ای لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ ویبطل خیار البکر بالسکوت لو عالمۃ بالنکاح ولایمتد الی اٰخر المجلس [3] — اگر نکاح دینے والا باپ دادا نہ ہو تو کفو اور مہر مثل کی صورت میں نکاح صحیح ہے لیکن نابالغ اور نابالغہ کو بلوغ پر یا بلوغ کے بعد علم ہونے پر بشرطِ قضاء فسخ کا اختیار ہوگا، اور بالغہ باکرہ کا اختیار اس کو علم ہو جانے پر سکوت کی وجہ سے باطل ہو جائے گا، اور مجلس کے اختتام تک یہ اختیار باقی نہ رہے گا (ت)

ہاں چچا یا بھائی جس سے نکاح کر دیں اگر وہ بمعنی مذکور دختر کا کفو نہ ہو اگرچہ ہم قوم ہو یا مہر مثل میں کمی فاحش کریں تو سرے سے نکاح ہوگا ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیرھما لایصح النکاح — اگر غیر باپ دادا نے نابالغہ کا نکاح غیر کفو یا انتہائی

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۲
[2] " — " — " — ۱/۱۹۴
[3] " — " — " — ۱/۱۹۲-۹۳

من غیر کفؤ اوبغبن فاحش اصلا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کم مہر سے دیا تو بالکل جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

باپ کی اجازت تحریری کی عبارت محتاج نظر ہے، دیکھا جائے کیا لکھا ہے اور اب اس کا کیا اثر ہے اور اس کی چنداں حاجت بھی نہیں کہ ولی شرعی موجود ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۷ مسئولہ محمد صبور صاحب ولد منشی محمد ظہور صاحب مرحوم مغفور ساکن بریلی محلہ پل قاضی ۱۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ عورت نے ایسے رنڈوے شخص کے ساتھ نکاح کیا کہ جس کے دو لڑکے زوجۂ اولٰی سے تھے اب ان زن وشو سے ایک دختر پیدا ہوئی بعدہٗ اس شوہر ثانی کا انتقال ہوگیا، ازاں بعد اس بیوہ عورت نے پھر اپنا نکاح کرلیا اب وہ لڑکی جو شوہر ثانی سے پیدا ہوئی تھی نابالغ ہے کہ جس کا نکاح اس عورت اور حال کے تیسرے شوہر نے ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ بموجودگی اس کے والدین کے کردیا کہ جس کے اندر ابتداء قرار داد نسبت میں قبل از نکاح دوسرے شوہر کے دونوں لڑکوں کا بھی مشورہ رضامندی تھا لیکن وقت نکاح کے یہ دونوں لڑکے موجود نہ تھے اب یہ دونوں لڑکے اس نکاح سے نارضامند ہیں، آیا یہ نکاح جائز طریقہ سے ہوا یا ناجائز طور پر؟ اور اب قابل رہنے کے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

شوہر دوم یعنی پدر دختر کے دونوں لڑکے کہ زوجۂ اولٰی سے ہیں اگر بالغ ہیں اس دختر کے ولی ہیں، اگر ان دونوں یا ان میں ایک نے پیش از نکاح عورت کے شوہر سوم یا خود عورت کو اس دختر کا نکاح اس نابالغ کے ساتھ کرنے کی اجازت دی تھی اور وہ نابالغ اس دختر کا کفو تھا یعنی نسب وغیرہ میں ایسا کم نہ تھا جس کے سبب اس سے نکاح اس دختر کے اولیاء کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو تو یہ نکاح صحیح وجائز ونافذ واقع ہوا اور بلاوجہ صحیح شرعی اب ان لڑکوں کی ناراضی معتبر نہیں،

فان من سعی فی نقض ما تم من جھتہ فسعیہ مردود علیہ۔

جو اپنے تام کیے ہوئے معاملہ کو توڑنے کی کوشش کرے تو اس کی یہ کوشش مردود ہے۔ (ت)

ہاں دختر کو اختیار رہوگا کہ اگر پسند نہ کرے تو بالغہ ہوتے ہی معًا انکار کردے نکاح فسخ کرادیا جائے گا لانہ غیر اب وجد (کیونکہ یہ غیر باپ دادا ہیں۔ ت) اور اگر لڑکوں نے ان کو نکاح کرنے کی اجازت نہ دی تھی اگرچہ وقت مشورہ اپنی رضامندی ظاہر کی تھی تو یہ نکاح کہ دختر کی ماں اور اس کے شوہر سوم نے بے اجازت اولیاء کیا اجازت اولیاء پر موقوف رہا ان لڑکوں نے خبرِ نکاح سُن کر اگر کوئی کلمہ رضا کہہ دیا یا کوئی فعل

۱؎ درمختار۔ باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

کہ رضا پر دال ہوگیا تو نکاح نافذ ہوگیا اور اب ان کی نارضامندی بلا وجہ صحیح شرعی معتبر نہیں بلکہ وہی بحال بلوغ دختر کو اختیار انکار تو دعوٰی فسخ ہوگا اور اگر کوئی قول وفعل رضا کا بعد نکاح اُن سے صادر نہ ہوا تھا کہ انھوں نے اُسے رد کر دیا تو نکاح رد ہوگیا اور اب یہ دختر اس سے محض اجنبیہ ہے اور اگر وہ لڑکا اس عورت کا کفو نہیں یعنی کوئی ایسی کمی رکھتا ہے جس سے اُس کے ساتھ نکاح اولیائے دختر کے لئے باعثِ بدنامی ومطعونی ہو تو یہ نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں اگرچہ خود لڑکوں نے کیا ہوتا اگرچہ دختر بعد بلوغ اس پر راضی ہوتی،

لانہ یفتی فی غیر الکفو بعد م الصحۃ اصلا لفساد الزمان[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ زمانہ کے فساد کی وجہ سے غیر باپ دادا کا دیا ہُوا نکاح غیر کفو اور غیر مہر مثل میں بالکل صحیح نہ ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶۸ از بدایوں براہم پور مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پدر ہندہ نابالغہ کو بکر نے ازراہِ فریب یہ تیقن دلایا کہ خالد اس کا ہم قوم اور شریف الخاندان ہے اور اس طرح زید کو اس امر کی ترغیب دی کہ وہ اپنی نابالغہ دختر ہندہ کا نکاح خالد نابالغ سے کرے، چنانچہ خالد کے ساتھ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا عقد کرا دیا ہندہ بعد عقد خالد کے ماموں زاد ہمشیر کے گھر جس کے زیر پرورش خالد بیان کیا گیا تھا رہی، صغیرہ ہندہ کو اب علم اس بات کا ہُوا کہ خالد اس کا ہم قوم وکفو نہیں ہے بلکہ ولد الحرام ذلیل قوم ہے تو ہندہ نے خالد کو اپنا شوہر نہیں جانا اور نہ اس کے پاس آئی گئی اور معاہدۂ نکاح جو مترتب ہُوا تھا بوقتِ بلوغ فسخ کر دیا، یہ انفساخ مطابق شرع محمدی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں صورتِ مستفسرہ میں نکاح فسخ کیا جائے گا یعنی ہندہ کو اختیار دعوے اور بعد دعوٰی حکماً فسخ ہوگا قاضیخاں و فتح القدیر و بزازیہ و ردالمحتار وغیرہ میں ہے:

زوج بنتہ من رجل ظنہ مصلحا لا یشرب مسکرا فاذا ھو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح ان لم یکن ابوھا یشرب المسکر

کسی شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح ایسے شخص کو دیا جس کے متعلق باپ کو گمان تھا کہ صالح ہے اور شراب نہیں پیتا تو بعد کو معلوم ہُوا کہ وہ شراب کا عادی ہے، بیٹی نے بلوغ پر بالغ کئے ہُوئے نکاح کے بارے میں کہا کہ میں راضی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

ولا عرف به وغلبة اهل بیتها مصلحون فالنکاح باطل بالاتفاق اھ۔[1]

نہیں ہوں تو اگر باپ شرابی نہیں اور لڑکی کا خاندان غالب طور پر صالح لوگ ہیں تو بالاتفاق یہ نکاح باطل ہے اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

معناہ انه سیبطل کما فی الذخیرة لان المسألة مفروضة فیما اذا لم ترض البنت بعد ماکبرت کما صرح به فی الخانیة والذخیرة وغیرهما وعلیه یحمل ما فی القنیة زوج بنته الصغیرة من رجل ظنه حرا الاصل وکان معتقا فهو باطل بالاتفاق اھ وعلم من عبارة القنیة انه لا فرق فی عدم الکفائة بسبب الفسق او غیرہ حتی لو زوجها من فقیر او ذی حرفة ولو یکن کفوا لها لم یصح افاده فی البحر۔[2]

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ باطل کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، کیونکہ مسئلہ کی صورت اس مفروضہ پر ہے کہ لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد عدم رضا کا اظہار کیا ہو جیسا کہ ذخیرہ اور خانیہ وغیرہما میں اس کی تصریح کی ہے، اور قنیہ کے اس مسئلہ کو کسی نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے کردیا جس کے بارے میں اسے گمان تھا کہ یہ اصلی آزاد ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کسی کا آزاد کردہ ہے، تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے بھی اسی پر محمول کیا جائے گا اھ اور قنیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر کفو فسق یا کسی اور وجہ سے ہو دونوں میں فرق نہیں، حتی کہ کسی نے نابالغہ کا نکاح فقیر یا کسی کسبی سے کردیا اور یہ کفو نہ تھا، تو بھی نکاح صحیح نہ ہوگا، اس کا افادہ بحر میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الفرقة ان من قبلها ففسخ وان من قبله فطلاق وشرط للکل القضاء الا ثمانیة۔[3]

اگر لڑکی کی طرف سے تفریق کی وجہ ہے تو فسخ ہوگا، اور اگر خاوند کی طرف سے ہو تو وہ طلاق ہے اور ہر صورت میں قضا شرط ہے ماسوائے آٹھ صورتوں کے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲۱
فتاوی قاضی خاں فصل فی الکفاءۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۲
فتح القدیر " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۹۵

[2] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۵

[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

خانیہ میں ہے:

لایکون الفسخ لعدم الکفاءۃ الا عند القاضی لانہ مجتہد فیہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

کفو نہ ہونے کی بنا پر فسخ صرف قاضی کے ہاں ہی ہوسکتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اھ (ت)

مسئلہ ۳۶۹ مسئولہ خان بہادر مولوی محمد خلیل اللہ خاں ڈاک خانہ گولہ ضلع کھیری

مسماۃ ہندہ نے انتقال کیا اور اولاد دختری سے دو لڑکیاں چھوڑیں۔ وقت انتقال مسماۃ مذکورہ کی لڑکیوں نے اپنے حقیقی نانا کی پرورش ہر قسم کی اس وقت تک پائی، دختران کی عمر سن بلوغت کو پہنچی ہے۔ والد لڑکیوں کا اپنے وطن میں موجود ہے اور کسی قسم کی امداد پرورش دختران مذکور نہیں کرتا۔ والد والدہ دختران مذکور کا شادی کا انتظام کرتا ہے تو والد منع آتا ہے، والد شریک شادی دختران مذکور بوجہ اس کے کہ صرف شادی سے علیحدہ رہے، نہیں ہوتا ہے، تو ایسی حالت میں حقیقی نانا بحیثیت ولی کے نکاح کرسکتا ہے اگر نکاح دختران مذکور کا حقیقی نانا ایسی حالت مذکورہ میں کردے تو کیا مناسب ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

لڑکیاں جبکہ بالغہ ہوگئیں اُن پر ولایت جبریہ کسی کی نہ رہی، اُن کی رضا سے جو نکاح ان کا ہو صرف دو حالت میں ولی یعنی ان کے باپ کو اُن پر اعتراض کا حق ہوگا، اوّل یہ کہ جس سے نکاح کیا جائے وہ اس دختر کا کفو یعنی نسب یا مذہب یا چال چلن یا پیشہ وغیرہ کسی بات میں اُس سے اتنا کم ہو کہ اس سے نکاح ہونا پدر دختر کے لئے باعث ننگ و عار ہو، اس صورت میں تو جب تک باپ پیش از نکاح اُس شخص کو غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت نہ دے نکاح ہوگا ہی نہیں محض باطل ہوگا۔ دوم یہ کہ دختروں کے مہر میں کمی فاحش کی جائے مثلاً اُس کا مہر مثل ہزار روپے ہو اور پانسو باندھا جائے، اس صورت میں باپ کو اعتراض کا حق ہوگا یہاں تک کہ شوہر مہر پورا کردے اور جب ان صورتوں سے پاک ہو یعنی جس سے نکاح کیا جائے وہ نسب و مذہب وغیرہ میں دختر سے ایسا کم بھی نہ ہو کہ اس سے نکاح ہونا پدر دختر کے لئے باعث مطعونی و بدنامی ہو، اور مہر مثل میں بھی کمی فاحش نہ کی جائے، تو لڑکیوں کی اجازت سے نانا کا ایسا کیا ہُوا نکاح صحیح و تام و نافذ و لازم ہوگا جس پر پدر دختران کو کوئی اعتراض نہیں پہنچتا۔ درمختار میں ہے:

لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[2]۔

باکرہ بالغہ پر ولایت اجبار نہیں کیونکہ اس کے بالغ ہوجانے پر یہ ولایت ختم ہوچکی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکفاءۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۲

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

اسی میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ولہ اذا کان عصبۃ الاعتراض فی غیر الکفو ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا۔[1]

آزاد عاقلہ بالغہ کا اپنا کیا ہُوا نکاح ولی کی رضا کے بغیر بھی نافذ ہوگا، ولی اگر عصبہ ہو تو اس کو غیر کفو کی صورت میں اعتراض کا حق ہے اور غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کا فتوٰی دیا جائے گا۔ (ت)

اسی میں ہے:

لو نکحت باقل من مھرھا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مھر مثلھا ویفرق القاضی بینھما دفعا للعار۔[2] واللہ تعالٰی اعلم

اگر لڑکی نے انتہائی کم مہر پر اپنا نکاح کیا ہو تو ولی عصبہ کو حق اعتراض ہے حتی کہ مہر مثل پورا کریں، اور قاضی ولی کی عار کو ختم کرنے کے لئے نکاح کو فسخ کرسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷۰ از موضع ساندھن ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

والدِ ہندہ نابالغہ کے فوت ہونے پر ہندہ کے شرعی وارث موجود ہیں مگر وُہ ولی بننے سے انکار کرتے ہیں ہندہ کی ماں حقیقی جس نے اب عقد ثانی کرلیا ہے وہ یا اس کا شوہر ثانی ولی بن سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

ولی بننا نہ بننا اپنا اختیاری نہیں، جس کو شرع مطہر نے ولی کیا وُہ ولی ہے اس کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا، ہاں اگر صورت یہ ہے کہ کفو موجود ہے اور ولی بلاوجہ شرعی اس کے نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے اور اُس انکار میں کفو کے فوت ہونے کا اندیشہ صحیح ہے تو جو ولی ابعد ہے اگرچہ ماں ہو اگرچہ نکاح کرچکی ہو وُہ وہاں کے عالم دین سُنی صحیح العقیدہ کے صوابدید سے نابالغ کا نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷۱ از افضل گڑھ ضلع بجنور محلہ قاضی سرائے مرسلہ راغب الدین صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ایک دختر پیدا ہوئی، جب عمر دختر کی تین سال کی ہُوئی زید نے ہندہ کو طلاق دی، وُہ دختر بھی ہندہ کے پاس رہی، بعد ختم ہونے عدت کے ہندہ نے اپنا نکاح بکر سے کیا، جب دختر کی عمر قریب نو سال کے ہُوئی تب اُس کا نکاح ہندہ اور بکر نے ایک سے کردیا وُہ شخص بالکل اسلام سے

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۱

[2] " — باب الکفاءۃ — " " " — ۱/۱۹۵

واقف نہیں، نہ روزہ رمضان شریف نہ نماز کبھی ادا کرتا ہے، اب عمر دختر کی پندرہ سال ہے، وہ پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور کلام مجید اور دو چار کتاب مسائل کی جانتی ہے وہ اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی، اور ولی اصلی زندہ ہے اس نے اجازتِ نکاح نہیں دی، یہ نکاح عند الشرع درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اتنے گول سوال کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا، نکاح بکر و ہندہ نے کیا، اُس وقت لڑکی نو برس کی تھی، معلوم ہونا چاہیے کہ بالغہ تھی یا نابالغہ، نو برس کی لڑکی بھی بالغہ ہوسکتی ہے، اس نکاح کی خبر زید کو کب پہنچی، اور اُس نے اُس وقت یا اُس کے بعد کیا کہا، وہ لفظ لکھے جائیں، رخصت کس کے اختیار سے ہوئی، شوہر کے یہاں سے باپ کے یہاں بھی آنا جانا رہا یا نہیں، لڑکی اگر اُس وقت نابالغہ تھی تو کب بالغہ ہوئی، اس کو کتنا زمانہ گزرا پھر وہ جو شوہر کے یہاں نہیں رہنا چاہتی یہ کتنے زمانہ سے ہے، اور یہ کراہت صرف قلب سے ہے یا زبان سے بھی کچھ کہا، کہا تو کیا لفظ کہے اور کب کہے، شوہر سے اس کے کوئی اولاد بھی ہوئی یا نہیں، ان سب باتوں کا مفصل جواب لکھنے پر حکم لکھا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷ از چھاؤنی ملتان مرسلہ کریم بخش صاحب خانساماں ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حسین بخش خانساماں کی دختر کی شادی پیر بخش خانساماں از کوہ سپاٹو ضلع شملہ عرصہ گیارہ بارہ برس کا ہوا کہ جس وقت برخورداری کی نسبت پیر بخش خانساماں کے ساتھ بندوبست کیا گیا تھا تو اُس وقت پیر بخش خانساماں کی پہلی زوجہ جو کہ شادی کی ہے سبب نہ اولاد ہونے کے دوسری شادی کا انتظام کیا دختر حسین بخش کے ساتھ، پیر بخش اقرار گھر دامادی کا کیا جو رجسٹر مسجد کوہ سپاٹو ضلع شملہ میں موجود ہے، اور پیش امام مسجد کے جنھوں نے نکاح پڑھایا تھا وہ بھی اسی وقت موجود ہیں، جس وقت نکاح وغیرہ سے فارغ ہوئے تو دوسرے دن پیر بخش نے جھگڑنا شروع کیا کہ میری زوجہ میرے ہمراہ بھیج دو، لڑکی کے والدین نے پنچ کی رُو سے انکار کیا کہ چند عرصہ تم ہمارے ہمراہ رہو جب تمھاری بی بی کی رضا تمھارے ساتھ جانے کی ہو لے جاؤ، اس شخص نے اصرار کیا کہ میرے ہمراہ ابھی بھیج دو، یعنی شروع سے جھگڑا یہاں کئی ایک ماہ ان کا جھگڑا رہا، چند عرصہ کے بعد جو کہ زوجہ پیر بخش کا چھوٹا بھائی تھا اس نے فیصلہ کیا کہ پیر بخش کی زوجہ کو پیر بخش کے ہمراہ کر دیا، بعد عرصہ کے لڑکی حمل سے ہوئی تو اپنی ماں کے پاس آئی، لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت تیرہ چودہ برس کی ہے، جس وقت لڑکی دو ماہ کی ہوئی تو زوجہ پیر بخش اپنے خاوند کے ساتھ چلی گئی، بہ سبب نااتفاقی ان دونوں عورتوں میں جھگڑا رہا، چھ ماہ کے بعد زوجہ پیر بخش پھر اپنے والدین کے پاس آگئی پھر ان کا اتفاق کر دیا گیا، پھر زوجہ پیر بخش اپنے خاوند کے ہمراہ چلی گئی، عرصہ تین ماہ بعد پھر واپس بھیج دی، پیر بخش کے پھر بعد کو لڑکا پیدا ہوا جو کہ عمر گیارہ بارہ برس کا ہے، نہ تو اس شخص

40
40

نے کھانا کپڑا دیا نہ اپنے بچوں کو لے گیا، چار دفعہ پنچایت میں فیصلہ ہوا کہ جو کچھ زر بچوں کی پرورش کرنے میں ہوا وہ ادا کردو اور اپنے بال بچوں کو لے جاؤ، مگر یہ شخص پنچوں میں بھی اقرار کر گیا وہ پورا نہ کیا نہ جواب دیا یعنی بہتیرا کچھ اس شخص کو سمجھایا گیا لیکن اس عرصہ گیارہ بارہ برس میں کوئی خیال نہ کیا، پچھلے سال اس لڑکی کے ماموں نے منگنی بھی کر دی اس وقت بھی کوئی خیال نہ کیا بلکہ خود جا کر لڑکی کے ماموں نے کہا کہ یا تو تم لڑکی کی شادی کرو اگر تم لڑکی کی شادی نہیں کر سکتے تو تم لا دعوٰی ہو، کوئی جواب نہیں دیا، اب لڑکی کے ماموں نے چاہا کہ شادی کر دی جائے، تو پیر بخش نے اپنے خسر کے نام نوٹس دی کہ تم لڑکی کی شادی نہ کرنا ورنہ ہم کچہری میں دعوٰی کریں گے آپ کی زیر باری ہوگی اس لڑکی کا ماموں ملتان گیا پیچھے نوٹس دی، اس گیارہ بارہ برس کے اندر ایک پیسہ اپنے بال بچوں کو نہیں دیا گواہ موجود ہیں، یہ فیصلہ آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے کہ آپ شریعت کی رُو سے فتوٰے عنایت فرمائیں۔

الجواب

لڑکی بالغہ ہے یعنی اُسے ماہواری عارضہ آتا ہے جب تو نکاح میں خود لڑکی کی اجازت کافی ہے بشرطیکہ کسی غیر کفو سے نکاح نہ ہو، یعنی ایسے سے نہ ہو جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں انتظام ہو جس سے نکاح اس دختر کا پیر بخش کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو، اور اگر لڑکی نابالغہ ہے تو نہ و اُس کے باپ کی اجازت درکار ہے بے اُس کی اجازت کے اگر ماں یا ماموں یا کوئی نکاح کر دے گا تو پیر بخش کی اجازت پر موقوف رہے گا وہ جائز کر دے گا جائز ہو جائے گا رد کر دے گا باطل ہو جائے گا، ہاں اگر کفو کے ملتے ہوئے پیر بخش نکاح میں تاخیر کثیر کرے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو نہ آپ نکاح کرے نہ دوسرے کو اجازت دے تو اُس وقت پیر بخش سے اُتر کر نابالغہ کا جو ولی ہوگا مثلاً دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا، غرض دادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ کہ باپ کے بعد اُس سے قریب تر کوئی نہ ہو اسے اختیار ہوگا کہ لڑکی کا نکاح کسی کفو یعنی مذکور سے کر دے اور اُس وقت باپ کو اعتراض کا کوئی حق نہ ہوگا اگر دادا پردادا دُور و نزدیک کی اولاد قریب و بعید میں کوئی ایسا مرد نہ ہو اُس وقت ماں کو اختیار ملے گا۔

دُرمختار میں ہے:

ان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام[1] — اگر عصبات نہ ہوں تو ولایت ماں کو حاصل ہوگی (ت)

اسی میں ہے:

یثبت للابعد التزویج بعضل الاقرب — اقرب کے نکاح نہ کرنے پر ابعد کو نکاح دینے کا

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۳

ای بامتناعه عن التزویج اجماعًا خلاصۃ[1]۔ بالاجماع اختیار ثابت ہے، خلاصہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بامتناعه عن التزویج من کفؤ بمهر المثل اما لو امتنع عن غیر الکفؤ او لکون المهر اقل من مهر المثل فلیس بعاضل[2]۔

مہر مثل اور کفو میں اقرب کے نکاح نہ کرنے پر ابعد کو اختیار ہے ورنہ اگر اقرب کم مہر اور غیر کفو میں نکاح سے انکار کرے تو پھر اس کو مانع قرار دینا درست نہیں ہے۔ (ت)

یہاں ضرر سے مراد یہ ہے کہ کفو ملتا ہو اور اُس کے ساتھ اس نابالغہ کا نکاح کسی وجہ سے خلافِ مصلحت نہ ہو مہر مثل بھی پُورا دینے کا کہتا ہو اور بلاوجہ باپ نہ مانے اور نکاح نہ کرے نہ کوئی دوسرا کفو موجود ہو جس سے وُہ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس حالت میں اور جو اولیا ہم نے شمار کئے اُن میں سے جو قریب تر ہو اُس سُنّی دیندار عالم کی رائے سے جو وہاں سب سے زیادہ فقیہ ہو اس کفو موجود سے مہر مثل یا اُس سے زائد پر نکاح کردے،

وذلك لانهم اختلفوا فی المراد بالابعد الذی یثبت له التزویج بعضل الاقرب فذهب فی شرح الوهبانیة ان المراد الابعد من اولیاء النسب وبه جزم فی البحر ونقله فی الدر ثم استدرك علیه بما فی القهستانی عن الغیاثی لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفؤ اھ قال ش ای خوف فوته ثم نقل عن رسالة العلامة الشرنبلالی کشف المعضل فیمن عزل نصوصا وافرة متظافرة علی

یہ اس لئے کہ اس ابعد کے بارے جن کو اقرب کے انکار پر نکاح دینے کا جواز ہے میں فقہاء کا اختلاف ہے تو وہبانیہ میں اس طرف رجحان ہے کہ ابعد اولیا سے مراد نسبی اولیاء ہیں اور بحر میں اسی پر جزم کیا ہے، اور درمیں اس کو نقل کیا اور پھر اس پر استدراک کرتے ہوئے قہستانی میں غیاثی کے حوالہ سے کہا کہ اگر اقرب نکاح نہ دے تو کفو کے فوت ہونے کی صورت میں قاضی نکاح کردے اھ شارح نے کہا کہ کفو کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو قاضی نکاح کردے۔ پھر انھوں نے علامہ شرنبلالی کے رسالہ کشف المعضل فیمن عزل

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث بیروت ۲/۳۱۶

[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

[4] ردالمحتار " داراحیاء التراث بیروت ۲/۳۱۶

ان المراد بالابعد القاضی ولا قاضی ھھنا فقد تدارکنا بما ذکرنا من جمیع النظرین، واللہ المستعان واللہ تعالٰی اعلم۔

سے بہت سی نصوص نقل کیں کہ ابعد سے مراد قاضی ہے اور یہاں قاضی نہیں ہے اس لئے ہم نے نقصان کا تدارک کرتے ہوئے مذکور اولیاء کو ذکر کیا ہے تاکہ دونوں مصلحتیں جمع ہوجائیں، اور اللہ تعالٰی سے ہی امداد طلب کی جاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷۳ از موضع پکریا ڈاک خانہ بانکی ضلع ڈالٹن گنج مرسلہ سید منہاج الحق صاحب احراری ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ہندہ کے شوہر نے قضا کیا اور عمرو سے بیوہ کا ناجائز تعلق ہوا، بعد خبر پانے کے بکر جو ہندہ کا چچا ہے بیسا سرزنش گھر میں بند رکھا اور کچھ دنوں باہر نکلنے نہ دیا اور بزور اپنے لڑکے زید سے جس کی بی بی موجود ہے بے رضامندی جو بخوفِ ہلاکت ہندہ نے قبول کیا نکاح کردیا، وکیل نکاح واقعہ معلومہ نے بمقابلہ شاہدین اجنبی جو چچازاد بھائی بیوہ کے ہیں برضامندی اجازتِ عقدِ نکاح چاہی، بخوفِ جان ہندہ نے قبول کیا اور اذن دیا بعد دو چار ماہ کے موقع وقت پاکر عمرو کے یہاں چلی آئی اور ہنوز اس کے مکان میں موجود ہے، ہندہ سے بمقابلہ چند گواہاں پوچھا گیا حلفاً بیان کیا کہ ہم کو ہرگز ہرگز منظور نہ تھا جبر سے بکر وغیرہ کے جو دھمکی ہلاکت دیا تھا اقبال کیا بعدہٗ ہم دونوں کو یعنی ناکحین کو لوگوں نے ایک مکان میں بند کردیا، چنانچہ خلوتِ صحیحہ بھی اسی قاعدہ مسطورہ صدر سے ہوا پس صورتِ مستفسرہ میں امیدوار جواب باصواب کا ہوں، ایسا نکاح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں کیونکہ ہندہ نے اقرار زبانی کیا دلی حالت کسی کو معلوم نہیں، صورتِ مذکورۂ بالا میں طلاق کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ حسب بیان وخواہش ہندہ بغیر طلاق عمرو سے نکاح یا بعد طلاق وعدت؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر واقعی اکراہ ومجبوری کی صورت نہ تھی صرف دھمکی تھی اور اسے بھی صحیح طور پر اندیشۂ جان نہ تھا جب تو وہ اذن صحیح ہوگیا اور اگر اس وقت واقعی اکراہ تھا اور شوہر کے پاس جانا بلا اکراہ ہوا تو اگر پہلے نہ بھی تھی اب ہوگئی، ان دونوں صورتوں میں نکاح ہوگیا اور بغیر موت یا طلاق شوہر وانقضائے عدت دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا، اور جانا بھی باکراہ تھا اور جیسا کہ ہندہ کا بیان ہے خلوت بھی باکراہ ہوئی، تو یہ مسئلہ شدید الاشکال ہے کتابوں میں اس کا جزئیہ کہیں نہیں، علامہ خیرالدین رملی کی نظر حاشیۂ بحرالرائق میں صحت توکیل کی طرف گئی اور حاشیہ منح الغفار میں عدمِ جواز کی طرف علامہ شامی نے کتاب الاکراہ میں اول کی طرف میل فرمایا اور آخر میں بھی لکھا کہ:

الحاصل ان المحل محتاج الٰی مزید تتبع

حاصل یہ کہ یہ مقام زیادہ تحریر وتحقیق کا محتاج ہے

التحریر وھذا غایۃ ماوصل الیہ فھمنا القاصر، واللہ تعالٰی اعلم۔

اور جہاں ہمارا قاصر فہم پہنچا وُہ یہی ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فقیر نے اُس پر اپنی تعلیقات میں اُن کی ابحاث سے جواب دئے اور تعلیقات کتاب الطلاق میں اوّلاً وجوہِ جواز لکھ کر اُنھیں رَد کیا اور عدمِ جواز کی ترجیح بیان کی اور آخر میں یہی لکھا کہ:

بالجملۃ محل اشتباہ ولابد من تحریر فوق ذٰلک، واللہ تعالٰی اعلم۔

غرض یہ کہ محلِ اشتباہ ہے تو اس کی صفائی کے لئے اس سے زائد تحقیق کی ضرورت ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ایسی شدید مشتبہ حالت میں بھی احتیاط یہی ہے کہ بلا طلاق و مرورِ عدت نکاح ثانی کی جرأت نہ کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷۴ از شہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد طاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

نابالغ کے نکاح میں اُس کے ولی سے ایجاب کرانے کی نوبت پہنچے گی تب تعیّن مہر بحیثیت ولی کے ہوگی پس بعد بلوغ اقبال سے وُہ نابالغ اُس مہر کے ناراض ہو اور انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وُہ ولی جس نے نابالغ کا نکاح کیا اس کا باپ یا باپ نہ ہونے کی حالت میں دادا ہے ایسا جو اس سے پہلے کوئی نکاح اپنی ولایت سے مہر میں ایسے فرق کثیر پر یا غیر کفو سے نہ کر چکا ہو نہ اس نکاح کے وقت نشہ میں ہو جب تو نکاح صحیح اور یہی مہر لازم ہوگیا، نابالغ کو کسی وقت کوئی حقِ اعتراض نہیں، اور اگر نکاح کرنے والا اَب و جَد کے سوا اور کوئی ولی ہے یا اَب و جَد ہیں اور اُس وقت نشہ میں تھے یا اس سے پہلے بھی کوئی نکاح اپنی ولایت سے ایسا کر چکے تھے اور مہر میں مہرِ مثل سے فرق کثیر ہے مثلاً پسر کا نکاح ہے اور عورت کا مہر مثل دس ہزار تھا انھوں نے پندرہ ہزار بندھوایا یا دختر کا نکاح ہے اور مہر مثل دس ہزار تھا انھوں نے پانچ ہزار بندھوایا تو اس صورت میں نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت ہے ، اور اگر فرق فاحش نہیں مثلاً پسر کے نکاح میں دس ہزار کا گیارہ ہزار یا دختر کے نکاح میں دس ہزار کا نو ہزار، تو نکاح ہوگیا، پھر اگر وہ ولی جس نے نکاح کیا غیر اَب و جَد ہے تو صغیر و صغیرہ کو خیار بلوغ ملے گا جو غیر اَب و جَد کے نکاح کرنے میں مطلقاً ملتا ہے اگرچہ مہرِ مثل میں کوئی کمی بیشی نہ ہُوئی ہو، صغیرہ اگر بکر ہے تو بالغہ ہوتے ہی فوراً یا اس کے بعد علمِ نکاح ہو تو علم پاتے ہی معًا اگر اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے گی تو دعوٰی کر کے قاضی سے فسخ کرا سکے گی اور صغیرہ اگر ثیب ہے یا صغیرہ کا نکاح ہے تو اُنھیں بعد بلوغ مطلقاً اختیارِ اعتراض رہے گا جب تک صراحۃً

اپنی رضا ظاہر نہ کریں یا کوئی فعل ایسا نہ کریں مثلاً بوسہ وکنار جو رضا پر دلیل ہو۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها و زیادة مهره او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج اباً او جداً لم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران وان کان المزوج غیرهما لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمهر المثل صح ولهما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعده و بطل خیار البکر بالسکوت عالمة بالنکاح و لا یمتد آخر المجلس و خیار الصغیر و الشیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالة کقبلة و لمس و لا یقیامها عن المجلس لان وقته العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اھ[1] ملتقطا۔

اگر نکاح دینے والا باپ یا دادا ہو تو انتہائی کم یا زیادہ مہر یا غیر کفو میں نکاح لازم ہو جائے گا بشرطیکہ یہ باپ دادا سوءِ اختیار میں معروف نہ ہوں، اور اگر وہ اس میں معروف ہوں تو کم مہر اور غیر کفو میں ان کا دیا ہوا نکاح بالاتفاق صحیح نہ ہوگا اور ایسے ہی اگر وہ نشہ میں ہوں تو بھی صحیح نہ ہوگا، اور باپ دادا کا غیر نکاح دے تو غبن فاحش یعنی انتہائی کم مہر اور غیر کفو میں نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا، اور اگر انھوں نے مہر مثل اور کفو میں کیا ہو تو صحیح ہوگا، لیکن نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے پر یا بلوغ کے بعد نکاح کے علم پر فسخ کا اختیار رہوگا، اور اگر لڑکی باکرہ بالغہ ہو تو غیر کے کئے ہوئے نکاح پر خاموشی سے اس کا خیارِ فسخ ختم ہو جائے گا بشرطیکہ اس کو اپنے نکاح کا علم ہو اور خاموشی کے بعد مجلس کے اختتام تک یہ اختیار باقی نہ رہے گا، اور نابالغ لڑکے اور ثیبہ کا اختیار محض خاموشی پر ختم نہ ہوگا جب تک بالغ ہونے پر صراحۃً اظہارِ رضامندی نہ کردیں، یا دلالۃً مثلاً بوس وکنار وغیرہ سے رضا ظاہر نہ ہو جائے اور ان دونوں کے اختیار والی مجلس سے اُٹھ جانے سے بھی ان کا اختیار باطل نہ ہوگا، کیونکہ اظہارِ رضا کے لئے ان دونوں کو عمر بھر اختیار باقی رہتا ہے جب تک کہ راضی نہ ہو جائیں یا رد نہ کردیں اھ ملتقطاً (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اذا زوج الرجل ابنه بامرأة باکثر من مهر مثلها او زوج ابنته الصغیرة باقل من مهر مثلها او وضعها فی غیر کفؤ

جب کوئی شخص اپنے بیٹے کا مہر مثل سے زائد مہر پر یا نابالغہ لڑکی کا مہر مثل سے کم مہر پر یا غیر کفو میں نکاح دے یا نابالغ بیٹے کا نکاح لونڈی سے یا غیر کفو والی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳-۱۹۲

او زوج ابنه الصغیر امۃً او امرأۃ لیست بکفؤ له جاز فی قول ابی حنیفۃ رحمه الله تعالٰی وقال صاحباه رحمهما الله تعالٰی لا یجوز ان فاحش واجمعوا علی انه لا یجوز ذٰلك من غیر الاب والجد ولا من القاضی[1]

عورت سے کر دے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کے مطابق یہ نکاح جائز ہوگا، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر جائز نہ ہوگا، جبکہ باپ دادا کے غیر حتی کہ قاضی کے دئے ہوئے یہ نکاح ناجائز ہونے پر اجماع ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لو زوج ولده من غیر کفؤ بان زوج ابنه امۃً او ابنته عبدا او زوج بغبن فاحش بان زوج البنت ونقص من مهرها او زوج ابنه وزاد علی مهر امرأته جاز عند ابی حنیفۃ تبیین وعندهما لا تجوز الزیادۃ والحط الا بما یتغابن الناس فیه قال بعضهم فما اصل النکاح فصحیح والاصح ان النکاح باطل عندهما کافی والخلاف فیما اذا لم یعرف سوء الاختیار الاب اما اذا عرف فالنکاح باطل اجماعًا وکذا اذا کان سکران السراج الوهاج[2] اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر اپنے بیٹے کا نکاح غیر کفؤ مثلاً لونڈی سے یا نابالغہ بیٹی کا نکاح غلام سے کر دیا یا اس کا نکاح انتہائی کم مہر پر کر دیا، یا بیٹے کا نکاح کر کے اس کی بیوی کا مہر زائد کر دیا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر جائز ہوگا، تبیین، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر اتنی زیادتی یا کمی پر نکاح کیا جو مروج کے مطابق نہ ہو تو یہ جائز نہیں ہے، بعض کے نزدیک صاحبین کے قول پر اصل نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر اصح یہ ہے کہ ان کے قول پر یہ نکاح باطل ہے، کافی، یہ امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ باپ سوءِ اختیار سے معروف نہ ہو اور اس میں مشہور ہو تو بالاجماع باطل ہے، اور یوں ہی اگر وہ نشہ میں ہو تو بھی باطل ہے، سراج الوہاج، اھ ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷۵ از مندیاہو ضلع جونپور محلہ قضیانہ مرسلہ حافظ کریم بخش صاحب ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ

زید نے قضا کی اُس کا ایک حقیقی بھائی جو مدتِ دراز سے علیحدہ رہتا ہے اور مرحوم سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتا تھا زندہ ہے، زید کی ایک لڑکی جو اب قریب بلوغ ہے اور اُس کی شادی برادری میں ۱۰ رجب المرجب کو

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الاولیاء نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۴

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۹۴

ہونے والی ہے، اس لڑکی کی ایک سوتیلی ماں ہے جس نے اس کی پرورش کی اور شادی بھی کرتی ہے، زید کے حقیقی بھائی سے اُس نے اس کی شادی کے متعلق مدد چاہی کہ تمام اہلِ برادری کے سامنے اس نے انکار کیا کہ میں نہ اس شادی میں شریک ہوں گا نہ مجھ سے کسی قسم کا واسطہ ہے جہاں چاہیں شادی کریں مجھ سے کوئی واسطہ نہیں، اس لئے سخت پریشانی ہے کہ اس کی بیوہ سوتیلی ماں نے کل انتظام شادی کا کر لیا ہے خدانخواستہ اگر دُعین وقت مخل ہو تو اُس بیوہ کا سخت نقصان ہوگا گو امید نہیں ہے کہ وُہ ایسا کرے، کیونکہ اُس نے سب اہلِ برادری کے سامنے اپنی بے تعلقی بیان کیا ہے مگر احتیاطاً ضرورت ہے کہ علماء کی بھی سند موجود ہو، لڑکی کا ولی اُس کی بڑی بہن کا شوہر ہوسکتا ہے، اس کی بڑی بہن کا انتقال ہوچکا ہے اور دُوسری بہن مع شوہر موجود ہے اور سوتیلی ماں کے چار لڑکے اس کے باپ کے نُطفہ سے موجود ہیں جن میں سے دُو کی عمر ۱۶، ۱۴ سال کی ہے اور ایک سوتیلی ماں ہے اور تمام اہلِ برادری ہیں ان میں اس کا ولی کون ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں اس نابالغہ لڑکی کے نکاح کا ولی نہ اس کا حقیقی چچا ہوسکتا ہے نہ بہن نہ بہنوئی نہ ماں بلکہ لڑکی کا سوتیلا بھائی کہ سولہ سال کا ہے اس کے نکاح کا ولی ہے، اور دُوسرا کہ چودہ سال کا ہے اگر وُہ بالغ ہے تو وُہ بھی ہے، دُرمختار وغیرہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب[1]

نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ وراثت اور مانع ہونے کی ترتیب پر ہوتے ہیں (ت)

لہٰذا لڑکی کا نکاح کفو میں مہر مثل یا زائد پر جوان سوتیلے بھائی کی اجازت سے ہونا چاہئے، اگر ماں حقیقی بھی ہوتی تو اُس کا کیا ہُوا نکاح بھی اس بھائی کی اجازت پر موقوف رہتا اور جبکہ اس بھائی کی اجازت سے ہو یا بعد نکاح قبل رُد یہ اسے جائز کر دے اور نکاح میں مہر مثل سے کمی فاحش نہ کی گئی ہو اور جس سے نکاح ہُوا وُہ کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ان بھائیوں کے لئے وجہِ عار و بدنامی ہو تو وُہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور چچا اس میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہوسکتا، ہاں لڑکی کو اختیار رہے گا کہ بالغہ ہوتے ہی اگر فوراً اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے تو دعوٰی کر کے فسخ کرا سکے گی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷۶، ۳۷۷ از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی عمر چار پانچ سال کی تھی کہ اُس کے

---

[1] دُرمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

ماں باپ نے قضا کی اور ہندہ کو اس کی حقیقی نانی نے پرورش کیا جبکہ ہندہ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو اُس کی حقیقی نانی نے ہندہ کا عقد اپنے دوسرے نواسے کے ساتھ کردیا، گو ہندہ کے بھائی حقیقی تھے مگر اُس موقع پر موجود نہ تھے جبکہ اُس کا عقد اُس کی نانی نے کیا تھا، لہٰذا شادی ہونے کے بعد سے پانچ چھ برس کامل تک ہندہ کو نہ اُس کے شوہر نے روٹی کپڑا دیا اور نہ اُس کے ساس سسر نے، بدستور سابق ہندہ اپنی نانی کے پاس رہی اور اس نے اس کو روٹی کپڑا دیا جبکہ ہندہ کی عمر چودہ سال کچھ ماہ کی ہوئی اور اُس کو پہلا ایام ہوا، اُس وقت ہندہ مع اپنی نانی کے اپنے محلہ کے ایک گھر میں آئی اور اُس نے دو مرد اور تین عورتوں کے روبرو کہا کہ میری شادی میری نانی نے جس کے ساتھ کی تھی اُس سے میں رضامند نہیں ہوں اور میں اُس کے ساتھ اپنی عمر کسی طرح بسر نہیں کرسکتی ایسی حالت میں وہ نکاح ہندہ کا رہا یا ٹوٹ گیا؟

(۲) اُس کے پانچ ماہ بعد ہندہ کا دوسرا نکاح ہندہ کی رضامندی سے دوسرے شخص کے ساتھ کردیا گیا جبکہ وہ بالغ ہوچکی تھی اس صورت میں یہ نکاح جائز سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اگر ہندہ کا پہلا شوہر عدالتی لڑائی فساد سے اپنی عورت کو لینا چاہے وہ ان تمام امورات کو مدِنظر رکھ کر ہندہ کو لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جس سے ہندہ کا پہلا نکاح ہوا اگر وہ ہندہ سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم تھا کہ اُس کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہونا برادرانِ ہندہ کے لئے باعثِ ننگ و عار و بدنامی ہو تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں،

یفتی بعدم الصحۃ فی غیر الکفؤ لفساد الزمان[1] درمختار وغیرہ۔

فتوٰی یہ ہے کہ غیر کفو میں زمانہ کے فساد کی بنا پر اصلاً نکاح نہ ہوگا، درمختار وغیرہ۔ (ت)

اور اگر ایسا نہ تھا تو وہ نکاح صحیح و منعقد ہوگیا لصدورہ من فضولی ولہ مجیز (فضولی سے صادر اور اس کو جائز کرنے والا موجود ہونے کی وجہ سے۔ ت) ہندہ اگر بالغ ہوتے ہی ناراضی ظاہر کرتی اُس نکاح کو فسخ کرا سکتی اب کہ دیر لگائی وہاں سے دوسری جگہ جاکر وہ الفاظ کہے اب نکاح لازم ہوگیا بے موت یا طلاقِ شوہر اوّل اُس سے جُدا نہیں ہوسکتی۔

(۲) دوسرا نکاح جو کیا باطل محض ہے اُس پر فرض ہے کہ فوراً اس سے جُدا ہوجائے۔ دُرمختار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

یبطل خیار البکر بالسکوت مختارۃ عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

باکرہ بالغہ کو جب علم ہو جائے تو خاموشی پر اس کا اختیارِ فسخ ختم ہو جاتا ہے اور خاموشی کے بعد مجلس کے اختتام تک باقی نہ رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷۸ از موضع سموال ڈاکخانہ سیکتر ریاست جموں ضلع میرپور ملک پنجاب براستہ جہلم

مرسلہ حافظ مطیع اللہ صاحب ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں مثلاً زید کی لڑکی نابالغہ کا بعد وفاتِ زید لڑکی کی والدہ نے کسی جگہ ناتا یعنی ساک کر دیا اور ان نے لڑکی مذکورہ کو کسی قدر زیور اور کپڑا دیا، اپنے زعم میں اُنھوں نے لڑکی اپنی منکوحہ سمجھ لی، بعد گزرنے دو تین سال کے والدۂ لڑکی کے پاس گئے تاکہ شادی کر دیوے، اس نے کہا مجھے فرصت نہیں، پھر چلے گئے، دوبارہ جس کے ذریعہ سے منگنی کی تھی بھیج کر سوال کیا، پھر والدۂ لڑکی نے انکار کیا، منگنی والوں نے کہا زیور وغیرہ واپس کر دو ہم اس سے رہے، غرض وُہ اپنے زیورات وغیرہ لے کر واپس چلے آئے اور دعوٰی ناتا چھوڑ دیا، اب لڑکی بالغ ہے اور اُس کی والدہ مرگئی ہے دوبارہ ناتے والے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم نے ناتا نہیں چھوڑا اور نہ ہم نے زیور لیا وکیل نے لیا ہوگا۔ آیا بروقت منگنی نابالغ کا اُس کی والدہ یا چچا یا برادر نے کر دیا اس کو بموجب شریعت اختیارِ فسخ ہے بکر ولھما الخیار فی غیر الاب والجد (نابالغ اور بالغہ کو غیر باپ دادا کے دیئے ہوئے نکاح میں اختیار ہوتا ہے۔ ت) لیکن بروقت بلوغ قاضی کے نزدیک بیان دیوے اور قاضی حکم فسخ کرے، چونکہ اس ولایت میں کوئی قاضی نہیں تو کیا اس ملک میں اعلم علماء فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

محض منگنی کوئی چیز نہیں اور اُن کا منکوحہ سمجھ لینا باطل ہے جبکہ ایجاب قبول نہ ہُوا ہو، اس صورت میں فسخ کی کیا حاجت کہ نکاح ہی نہ تھا جسے فسخ کیا جائے، ہاں اگر ایجاب وقبول ہو گیا تو بے شک صورت مذکورہ میں نابالغہ کو خیارِ فسخ ہے، اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً اسی مجلس میں انکار و اعتراض کرے تو دعوٰی فسخ کر سکتی ہے، اعلم واقفہ اہلِ بلد بحضور زوج فسخ کرے اور اس کی تنفیذ بذریعہ کچہری کرالے۔ اور اگر مجلسِ بلوغ میں سکوت کیا تو اب دعوٰی فسخ نہیں کر سکتی نکاح لازم ہو گیا جبکہ کفو سے ہوا ہو یعنی زوج زوجہ سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس کا نکاح اولیا کے لئے عرفاً باعثِ ننگ و عار ہو کہ اس صورت میں غیر اب و جد کا کیا ہُوا نکاح باطل محض ہوتا ہے، جب سرے سے ہُوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت،

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

والمسائل کلها مصرحة بها فی عامة کتب المذهب کالدر المختار وغیرہ و مسألة العالم فی الحدیقة الندیة عن فتاوی الامام العتابی وقد فصلنا الکل فی فتاوینا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ تمام مسائل مذہب کی عام کتب میں تصریح شدہ ہیں جیسے درمختار وغیرہ، اور عالم فقیہ والا مسئلہ حدیقہ ندیہ میں امام عتابی سے منقول ہے، ہم نے ان تمام کی تفصیل اپنے فتاوے میں ذکر کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷۹ از شہر بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ حمید اللہ صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی عمر ۱۴ سال کی ہے اور اُس کے والد نے خط اپنی بیوی کے نام اس مضمون کا بھیجا ہے کہ جس طرح چاہو کرو تمہیں اختیار ہے، ماں نکاح کرنا چاہتی ہے اور والد اس کے یہاں موجود نہیں ہیں، عدم موجودگی میں والد کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر ثابت ہو کہ خط اُس کا ہے تو ماں کو اختیار ہے اگر لڑکی نابالغہ ہو اور بالغہ کی خود اپنی اجازت معتبر ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸۰ از کوٹیلی ڈاک خانہ خاص ضلع مظفر پور مرسلہ عبد الحلیم شاہ صاحب ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو تین شادی محل اولیٰ (مرحوم) سے دو لڑکے ایک لڑکی اور محل ثانی لاولد مرحوم، محل سوم (قائم) سے دو لڑکے اور ایک لڑکی، زید نے محل اولے کی اولاد کو اپنی حیات میں علیحدہ کردیا جو کہ زید کو بدرمیاں اولاد محل اولیٰ کے کوئی سروکار نہیں بلکہ سننے میں آتا ہے کہ زید نے محل اولیٰ والی اولاد کو عاق کیا تھا اور زید محل سوم کے ساتھ مع اولاد کے رہتے تھے، زید نے اپنی حیات میں محل سوم کی لڑکی کی نسبت بکر کے لڑکے سے کی تھی یعنی نسبت شادی کی مقرر ہوئی تھی، چونکہ عمر لڑکی کی دس برس کی تھی بعد مقرر کرنے نسبت مذکورہ کے زید نے قضا کیا، بعد قضا کرنے زید کے ایک سال بعد مسماۃ محل سوم نے اپنی لڑکی کی شادی بولایت خاص بکر کے لڑکے کے ساتھ کردی، اُسی درمیان میں محل اولیٰ والی اولاد سے جو کہ عاق شدہ ہے اُس سے معاملہ حقداری کا ساتھ محل سوم مسماۃ کے تھا، بعد شادی ہونے تھوڑے زمانہ کے اور اُٹھ جانے معاملہ حقداری کے محل اولیٰ والی اولاد نے محل سوم والی مسماۃ کو اپنی رائے میں یعنی میل میں لے آئے، اب محل اولیٰ والی اولاد کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ عقد ناجائز ہوگا کیونکہ اس لڑکی کا وارث میں ہوسکتا ہوں یعنی اُس کا ولی میں ہوں گا بلکہ اس لڑکی کو اپنی سسرال سے لاکر اپنے گھر میں رکھ لیا ہے اور دوسری شادی کرنے پر لڑکی آمادہ ہے آیا یہ عقد جو کہ مسماۃ محل سوم والی نے بولایت اپنے کیا ہے کیا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الواقع بھائی اگرچہ سوتیلا ہو اس کے ہوتے ماں کو ولایت نہیں، جو نکاح ماں نے کیا اور کسی جوان بھائی کا اذن نہ تھا نہ بعد نکاح کسی جوان بھائی نے جرأ کیا اُسے جو جوان بھائی فسخ کرے فسخ ہوجائے گا، اور عاق کردینا شرعاً کوئی چیز نہیں، نہ اس سے ولایت زائل ہو۔ درمختار میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر ولی ابعد ولی اقرب کی موجودگی میں نکاح کردے تو یہ نکاح اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۸۱ از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ محمد ایوب حسن صاحب سلمہٗ ولد قاضی محمد یوسف صاحب ۲۱ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہاجرہ خاتون عرف بنو دختر راحت حسین مرحوم کا جس کی عمر اس وقت پندرہ برس چھ ماہ ہے اُس کی ماں نے بسازا اپنے بھائی اولاد حسین اور بھانجے قطب الحسن (قطب الحسن کو ہاجرہ کی بڑی بہن بیاہی ہے) جبکہ مکان پر کوئی شخص از ذکور موجود نہ تھا اپنی بہن کے لڑکے عزیز الحسن سے جو قطب الحسن مذکور سے چھوٹے ہیں بوکالت اپنے بھائی حقیقی اولاد حسین مذکور و بگواہی بندہ حسن جو قطب الحسن و عزیز الحسن مذکور کے عم زاد ہیں و بگواہی احمد حسین جو قطب الحسن کے قریبی رشتہ دار ہیں نکاح پڑھوادیا، بیان ہاجرہ خاتون جو کہ بموجودگی ممتاز حسین و فرحت حسین و صولت حسین کلام پاک پر ہاتھ رکھ کر بیان کیا میرے سامنے قبل نکاح کے واقع کے چند مرتبہ میری بہن زوجہ قطب الحسن نے عزیز الحسن سے میرا نکاح کئے جانے کا تذکرہ کیا مگر میں نے قطعی انکار کیا اور میرے اس انکار کی خبر قطب الحسن و عزیز الحسن اور ان کی والدہ اور میری ماں اور بہنوں کو کما حقہٗ ہوچکی تھی اب بوقت نکاح جب مجھ سے اذن طلب کیا گیا میں بوجہ لحاظ و شرم بآواز بلند اس مجمع میں انکار نہ کرسکی مگر انکاری سر ہلایا اور اُدں بُونھ جو انکار رتھا کیا تھا میری آواز نکلتے ہی میری بہنوں اور خالہ و ماں نے غل و شور مچادیا کہ ہوگیا ہوگیا، میں عزیز الحسن کے ساتھ نکاح کئے جانے کو نہ قبل اس واقعہ کے نہ اُس وقت اور نہ اب رضامند ہوں مجھ پر خدا اور اس کے رسول کی پھٹکار ہو جو اس وقت ایک لفظ بھی غلط کہتی ہوں۔ بیان گواہ بندہ احسن جو تحریر کرلیا گیا ہے۔ بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۸ء بوقت ۵ بجے شام قطب الحسن مجھ کو قاضی ٹولہ بغرض نکاح عزیز الحسن کے لئے گئے وہاں پر جاکر مجھ کو معلوم ہُوا کہ تم گواہ ہو کہ مسماۃ بنو

لہ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

دختر راحت حسین کے گیا تھا وہاں جاکر مجھ کو گواہ بنایا گیا میں نے اندر جاکر اس کی والدہ سے دریافت کیا اُس نے اقرار کیا اور اجازت نکاح کی دی پھر میں نے لڑکی سے اذن طلب کیا وہ پردہ میں تھی اندر سے اُوں کی آواز آئی پھر نکاح پڑھوا دیا گیا فرحت حسین بوقتِ نکاح موجود نہ تھے، دستخط احمد حسین۔ وکیل صاحب مسمّی قاضی اولاد حسین علیل تھے اور اس کے بعد زیادہ علیل ہو گئے اور انتقال ہو گیا، کوئی بیان تحریری حاصل نہ ہو سکا۔ قاضی صاحب نے جنھوں نے کہ نکاح پڑھایا ہے مکان پر یا اُس موقع پر قسم ذکور سے کسی کو نہ پاکر قطب الحسن سے کہا کہ ایسا نکاح پڑھوا کر مجھ کو کسی مقدمہ میں ماخوذ تو نہ کراؤ گے جو کوئی مرد مکان پر موجود نہیں ہے جس کا جواب قطب الحسن نے یہ دیا کہ کسی مرد کی کچھ ضرورت نہیں ہے لڑکی خود بالغ ہے قاضی صاحب نے لڑکی سے ایجاب قبول کرا دیا، اندر کا کچھ حال اُس وقت قاضی صاحب کو گواہان اور وکیل صاحب کے بیانات سے طرح طرح کے شکوک عدم جواز نکاح کے پیدا ہوئے جس کی وجہ سے ضرورت فتوے لینے کی ہوئی، معروضہ احقر۔ اب وہ لوگ طرح طرح کے دباؤ رخصت کے ڈالتے ہیں اور لڑکی بالکل قطعی انکار کرتی ہے حتی کہ جان دینے پر آمادہ مگر وہاں رخصت کئے جانے کو منکر ہے۔ معاملہ مذکور بالا کو غور فرما کر حکم شرع شریف سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب

اللہ واحد قہار عالم الغیب والشہادہ ہے یہ معاملہ حلال حرام اور وہ بھی خاص شرمگاہ کا ہے جس کی حرمت سخت اشد ہے، اگر واقع میں ہاجرہ بالغہ نے اذن دے دیا تھا اگرچہ دباؤ سے اگرچہ جبراً تو نکاح صحیح ہو گیا اور اب اُسے انکار کا کچھ اختیار نہیں اگر نہ مانے گی اور دوسری جگہ نکاح کرے گی زنا ہوگا زنا زنا۔ اور اگر واقع میں اُس نے انکار کیا تھا اور اُسے اذن بنا کر ہو گیا ہو گیا اڑایا تو حرام حرام سخت حرام ہے کہ اُسے عزیز الحسن کی زوجہ سمجھا جائے پہلی صورت میں ہاجرہ اور دوسری میں عزیز الحسن وغیرہ اس کے ساعی مستحق لعنت الٰہی و عذاب شدید ہوں گے باقی جو شہادتیں مذکور ہوئیں ثبوت اذن کے لئے محض ناکافی ہیں اُن کی بنا پر ہاجرہ کو اذن سے منکر ہے مجبور نہیں کی جا سکتی۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۸۲ از پیلی بھیت محلہ شیخ چاند متصل سرائے پختہ مرسلہ حافظ ولایت احمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح چچا حقیقی کی ولایت سے جو اُس کے علم میں نابالغہ تھی بعدم موجودگی ہندہ و مادرِ ہندہ زید نابالغ کے ساتھ بولایت دادا حقیقی زید عرصہ پانچ سال کا گزرا ہوا تھا دو سال سے زید بالغ ہے اب رخصت کرانا چاہتا ہے تو مادرِ ہندہ سے معلوم ہوا کہ ہندہ وقت نکاح کے بالغہ تھی ماں ہندہ کی رخصت نہیں کرتی ہے اور کہتی ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہے مادر ہندہ کے بیان کی تصدیق کر لی گئی کہ صحیح ہے۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ ہندہ بالغہ تھی اور اس سے اذن نہ لیا گیا اور چچا نے نابالغہ سمجھ کر بے اذن لئے خود پڑھا دیا تو یہ نکاح اجازتِ ہندہ پر موقوف رہا، اس پانچ برس کے عرصہ میں اگر اُس نے اگرچہ اپنی ہم عمر لڑکیوں میں کوئی کلمہ اس کی اجازت کا کہا ہے جائز ہوگیا، رَد کہا ہے رَد ہوگیا، اب تک کچھ نہیں کہا ہے تو اب اگر رَد کر دے گی رَد ہو جائے گا، جائز کر دے گی جائز ہو جائے گا۔ یہ خوب یاد رہے کہ اعتبار سب میں پہلی بار کا ہے، نکاح کی اطلاع کے بعد سب میں اوّل اگر کلمۂ رَد کہا ہے رَد ہوگیا۔ اس کے بعد ہزار بار اجازت دے بیکار ہے۔ اور سب میں اوّل اگر کلمۂ اجازت کہا ہے جائز ہوگیا۔ اس کے بعد لاکھ بار رد کر دے بے اثر ہے۔ اللہ واحد قہار سے ڈرے، یہ معاملہ حلال حرام نکاح زنا کا ہے، جو بات واقعی ہو ظاہر کر دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸۳ تا ۳۹۰ از قصبہ اوریا ضلع اوٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کی بیوی معہ بیٹی ہندہ کے اپنے والد کے گھر زید کی رضامندی سے گئی زید کا خسر جو چچا بھی ہوتا ہے اُس نے اپنے خاندان کے لڑکے بکر کے ساتھ زید مذکور کی لڑکی ہندہ سے عقد کر دیا بلا اطلاع زید اور ہندہ ابھی نابالغ ہے، وہ عقد جائز ہوا یا نہیں، اس عقد کو کون اور کتنے عرصہ تک فسخ کر سکتا ہے؟

(۲) اگر ہندہ بالغ ہے اور وہ اپنے شوہر کے گھر پر رہی اور اس کے ہمراہ اپنے والد زید کے گھر آئی اور چند روز قیام بکر یعنی ہندہ کے شوہر کا رہا، اُس کے بعد وہ ملازمت پر چلا گیا، اس صورت میں یہ عقد درست ہوا یا نہیں جبکہ ہندہ بالغ ہے۔

(۳) زید کے جائے قیام سے زید کی سسرال فاصلہ پر ہے جہاں پر ہندہ کا عقد بکر کے ساتھ ہوا تھا، جس وقت زید کے ملنے والوں نے زید سے یہ سوال کیا کہ تم یہاں پر موجود رہے اور وہاں پر عقد بلا اجازت جبکہ ہندہ نابالغ تسلیم کی جاوے کیونکر ہوا، اُس وقت زید مذکور نے یہ جواب دیا کہ ہم اجازت دے آئے تھے کہ آپ عقد کر دیں اور ہم کو صرف اطلاع دیں تاکہ ہم اُس خوشی میں میلاد شریف کریں، ایسی صورت میں اجازت صحیح ہوئی یا نہیں اور عقد جائز ہوا یا نہیں؟

(۴) کچھ واقعات ایسے ہیں جس سے زید کی رضامندی کا پتہ چلتا ہے مثلاً زید کے مکان پر تنہا آیا بکر شوہر ہندہ کا اور قیام کیا، اور زید اُس کو یعنی داماد کو اکثر مجالس و بازار میں ہمراہ لے گیا دریافت کرنے پر بھی کہا کہ یہ داماد ہے، اس کے چند یوم کے بعد وہ داماد اپنی ملازمت پر چلا گیا جس کو عرصہ ۴ یا ۵ سال کا ہوا اسی قدر عرصہ عقد کو، جس وقت وہ ملازمت پر گیا تھا اول تو خط و کتابت بھی رہی سُنا گیا ہے، اب زید کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ نہیں

معلوم کہاں پر ہے ، نہ خط آتا ہے اور نہ کچھ خرچ کی خبر لیتا ہے ، اوّل تو ہم کو یعنی زید کو اس لڑکے بکر کے ساتھ عقد اپنی لڑکی ہندہ کا منظور نہیں تھا ، خیر اگر ہو بھی گیا تھا تو جبراً قہراً منظور کیا ، اب تک اس کا راستہ دیکھا یعنی داماد کا ، جس کو عرصہ ۴ یا ۵ سال کا ہو گیا ۔ ان واقعات سے یہ عقد صحیح ہوا یا نہیں جبکہ ہندہ نابالغ تھی ۔

(۵) بعض کا یہ قیاس ہے کہ ہندہ اُس وقت بالغ تھی جب عقد ہُوا ، اور یہ واقعات جو اوپر مذکور ہیں زید یعنی ہندہ کا جائز ولی باپ کے ساتھ پیش آئے وہ عقد جائز ہُوا یا نہیں ؟

(۶) اب زید کی نیت میں خلل آیا اور وہ اب نمبر ۳ کے مضمون سے انکار کرتا ہے کہ میں نے ہرگز نہیں کہا کہ اجازت دے دی تھی لیکن نمبر ۴ کے مضمون سے نہیں انکار کر سکتا کیونکہ چشم دید واقعات ہیں ، نمبر ۱ کی عبارت کو تسلیم کر کے سُنا گیا ہے کہ فتویٰ منگایا مگر کسی کو دکھلایا نہیں ہے کہ اس میں کیا سوال کیا ہے اور آج چار پانچ سال کے بعد ہندہ کا عقد فسخ کر کے اپنے طور پر اور اس کا عقد ایک اور شخص سے کر دیا ہے محض اس بنا پر کہ وہ جائز ولی نہیں تھے میں ولی جائز ہُوں مجھ کو اختیار ہے ۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ۵ سال تک تو خاموش رہا زید اور نمبر ۴ کے واقعات اُس داماد بکر کے ساتھ پیش آئے ، کیا ایسی حالت میں یہ عقد اب ۵ سال کے بعد فسخ ہو سکتا تھا یا نہیں اور عقد ثانی ہُوا یا نہیں ؟ اگر نہیں ہُوا تو کیا یہ حرام ہے اور اولاد بھی حرامی ہو گی ؟

(۷) ہم لوگ زید کے ساتھ ربط ضبط رکھیں یا نہیں ؟ اگر میل جول قائم رکھیں تو گنہگار ہوں گے یا نہیں جبکہ اس نے شرع کے خلاف کام کیا ؟

(۸) بعد میں تحقیقات سے یہ معلوم ہُوا کہ ہندہ کی رخصت نہیں ہُوئی اور نہ وہ اپنے شوہر کے گھر گئی اور نہ اس کے ہمراہ شوہر مذکور آیا لیکن شوہر ہندہ کا مکان پر زید کے آیا اور قیام کیا اور زید مذکور نے اپنے ملنے والوں سے کہا یہ داماد ہے اور سب کو دکھلایا ، نمبر ۳ کو اس معاملہ سے علیحدہ تصور کر کے بقیہ کُل نمبروں کا جواب دیجئے اور نمبر ۲ کا جواب بھی علیحدہ سے دیجئے دوسرا واقعہ خیال فرما کر ۔

الجواب

(۱) جبکہ ہندہ نابالغہ ہے یہ نکاح اجازتِ زید پر موقوف رہا ، اگر جائز کر دے گا جائز ہو جائے گا رد کر دے گا باطل ہو جائے گا ، زید اگر سکوت محض کرے کوئی قول یا فعل ایسا نہ کرے جس سے اُس نکاح کا جائز یا رد کرنا ثابت ہو یہاں تک کہ ہندہ بالغہ ہو جائے تو اُس وقت اس کا رد یا جائز کرنا خود ہندہ کے اختیار ہو جائے گا ۔

(۲) درست ہو گیا اگر بکر ہندہ کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ ہندہ کا

اُس سے نکاح زید پدرِ ہندہ کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو۔

(۳) اجازت صحیح ہے عقد جائز ہوگیا۔

(۴) جبکہ ہندہ نابالغہ تھی اور باپ نے اُسے منظور کیا اور بکر کو اپنا داماد کہا نکاح نافذ ہوگیا۔

(۵) ہندہ اگر بالغہ تھی اور نکاح اس کے اذن سے ہُوا یا بعد نکاح اس نے قولاً یا فعلاً جائز کردیا مثلاً بغیر رد کے بخوشی رخصت ہوکر گئی تو نکاح نافذ ہوگیا جبکہ بکر ہندہ کا کفو ہُوا، اور اگر ہندہ سے کوئی قول وفعل اجازت کا اب تک صادر نہ ہُوا تو نافذ نہ ہوا اگرچہ اس کے باپ سے کچھ واقعات پیش آئے ہوں۔

(۶) اگر ہندہ نابالغہ تھی اور نمبر ۴ کا مضمون ثابت ہو تو وُہ نکاح تام ولازم ہوچکا، زید کو کوئی اختیار اس کے فسخ کا نہ رہا، یہ نکاح ثانی باطل ہُوا، اس میں قربت حرام ہوگی اور اولاد ولد الحرام۔ اور اگر ہندہ بالغہ تھی اور وُہ کسی قول یا فعل سے نافذ کرچکی تھی جب بھی وہی جواب جبکہ بکر ہندہ کا کفو ہو اور اگر نافذ نہ کرچکی تھی اور رد کرکے نکاح ثانی کیا تو حرج نہیں اگرچہ بکر اس کا کفو ہو اور اگر ہندہ نے نافذ کیا لیکن بکر اس کا کفو نہ تھا تو نکاح صحیح نہ ہُوا اگرچہ بعد کو زید بھی راضی ہوگیا ہو لان شرط صحتہ رضا الولی قبل النکاح صریحا مع العلم بانہ غیر کفو کما اوضحہ فی ردالمحتار (کیونکہ اس کی صحت کے لئے نکاح سے قبل اس بات کا علم ہوتے ہُوئے صراحۃً ولی کی رضامندی شرط ہے کہ یہ نکاح غیر کفو میں ہوگا جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی وضاحت کی ہے۔ ت) اس صورت میں اُس غیر صحیح نکاح کو چھوڑ کر اگر نکاح ثانی کرلیا حرج نہ ہوا اور یہی نکاح ثانی صحیح ہوا اگر شرائط صحت کا جامع ہو اور اولاد ولد الحلال، وہو تعالٰی اعلم۔

(۷) اُوپر کے جوابوں سے معلوم ہُوا کہ زید کس صورت میں گنہگار ہے اور کس میں نہیں، اگر صورت وُہ ثابت ہو جس میں اس نے ایسے حرام کا ارتکاب کیا تو اس سے میل جول ترک کرنے میں گناہ نہیں بلکہ مناسب ہے اور نہ ترک کریں اور گناہ کو گناہ جانیں اور اس کے سبب اُسے بُرا سمجھیں جب بھی حرج نہیں، ہاں جو سمجھے کہ میرے ترک کے سبب زید کو توبہ کرنی ہوگی وہ ضرور ترک کرے۔

(۸) صورتِ واقعہ میں استفتاء کا یہ طریقہ نہیں ہوتا بات پُوری تحقیق شدہ پر فتوٰی لینا چاہئے بہرحال جواب ہر نمبر کا ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۱ از شہر سلطان پور محلہ پرتاب گنج مرسلہ حافظ عبدالغنی وعبدالحمید صاحبان ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے لڑکے خالد کے ساتھ اپنے کفو میں اور مہر بھی بلحاظ اپنے کفو کے کردیا اور زید نے کئی مرتبہ ہندہ کو رخصت بھی کیا اور بکر نے زید سے اقرار بھی لے لیا تھا کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تب میں اس کا نکاح اپنے لڑکے خالد سے کروں گا ورنہ نہیں، لہذا زید نے اقرار کیا

کہ ہندہ بالغ ہے اس کے بعد نکاح ہُوا اب بعدان واقعات کے بوجہ دنیاوی مخاصمت کے ہندہ بذریعہ نوٹس کے اطلاع دیتی ہے کہ میرا نکاح حالتِ نابالغی میں ہُوا تھا اب میں حدِ بلوغیت اور خود مختاری کو پہنچ گئی ہُوں مجھ کو والدین کے کئے ہُوئے نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ مذکورہ کو حقِ فسخ حاصل ہے یا نہیں، اور اس کے فسخ کرنے سے یہ نکاح جو باپ نے کیا ہے فسخ ہوگا یا نہیں؟

الجواب

ہندہ کو اصلاً نکاح مذکور کے فسخ کا اختیار نہیں، نہ اس پر کچھ اعتراض کرسکتی ہے اگر وہ نابالغہ ہی تھی جیسا اس کا بیان ہے، تو باپ کے کئے ہوئے نکاح پر نابالغہ بعد بلوغ معترض نہیں ہوسکتی۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج ابا او جدا لم یعرف منھا سوء الاختیار[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر نکاح دینے والے باپ دادا ہوں اور وہ سوءِ اختیار سے معروف نہ ہوں تو انتہائی کم مہر اور غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح لازم ہوجاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹۲ از پیلی بھیت مرسلہ واحد اللہ صاحب ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید شدتِ مرض میں تھا اس حالت میں اس کے حقیقی بھائی نے اُس سے اُس کی کم سن لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کرنے کی اجازت لے لی اور نکاح کر دیا، زید تین روز کے بعد انتقال کرگیا، اب لڑکی کی عمر سات برس کی اور لڑکے کی چوبیس برس کی ہے تو یہ نکاح ہوگیا یا نہیں؛ مکرر عرض یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کا کفو نہیں کہ وُہ ذلیل عورت کی نسل سے ہے، لڑکی کے باپ کا بھی انتقال ہوگیا۔

الجواب

شدتِ مرض صحتِ اجازت کو مانع نہیں،

ھذا القدر ما ذکرہ السائل فنجیب علیہ ولا نزید مایکون تعلیما۔

یہ سائل کے ذکر کردہ پر ہم جواب دے رہے ہیں اور تعلیم کے طور پر ہم زیادہ بات نہیں کرتے۔ (ت)

ماں کا غیر کفو ہونا اولاد کو غیر کفو نہیں کردیتا کہ نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے قال تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن[2]

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳

41
41

(اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے : اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا ہے ۔ ت) اور بالفرض کفارت نہ بھی ہو تو باپ ایک بار غیر کفو سے بھی نکاح کرسکتا ہے لہذا صورتِ مستفسرہ میں وُہ نکاح صحیح ولازم ہوگیا جس کے فسخ کا کسی کو بھی اختیار نہیں ، واللہ تعالٰے اعلم ۔

مسئلہ ۳۹۳ از ریاست رامپور محلہ زینہ عنایت خاں مدرسہ عزیزیہ مرسلہ محمد سفیر الرحمان صاحب بنگالی ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بالغہ ہے اور سن بھی چودہ برس کا ہے ، اس کے باپ نے جس لڑکے کے ساتھ اس کی شادی مقرر کردی ہے وُہ ہونے والا شوہر نہ کہ باپ کے ذکر کرنے سے بلکہ اور کسی طریقہ سے لڑکی کو معلوم ہے کہ میری شادی اُس شخص کے ساتھ مقرر کرادی ہے اور وہ دوسرے شہر میں رہتا ہے ، جب باپ عقد پڑھانے کو لڑکی کے مکان کو چلا ، نہ اُس وقت لڑکی سے اجازت لی اور نہ کچھ کہا بلکہ ویسے ہی وہاں جاکر مجلس میں کہہ دیا کہ میں نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دے دی ، یہ نکاح نافذ ہوا یا نہ ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

اگر بالغہ نے پہلے اجازت نہ دی تھی نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہا ، جائز کردے گی جائز ہوجائیگا جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو ، رُد کردے گی باطل ہوجائے گا اگرچہ کوئی مانع شرعی نہ ہو ۔ درمختار میں ہے :

لاتجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ[1] واللہ تعالٰی اعلم ۔

بالغہ باکرہ لڑکی کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اب اس پر کسی کی کوئی ولایت نہ رہی ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

مسئلہ ۳۹۴ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا جمال الدین شاہ مرحوم ایک درویش شخص تھا چنانچہ اس نے اپنی عمر زہد وعزلت میں ایک جگہ میں بسر کردی اور زید کا باپ فرید الدین مرحوم ایک متورع اور عالم شخص تھا اور زید خود بھی بحمدہ تعالٰی ایک متقی اور عالم اور صوفی اور خوشحال اہل وعیال کے تین چار برس کے نفقے کا مالک شخص ہے اور مکان مملوک رکھتا ہے اور زید کی بیوی ہندہ ایک پابند صوم وصلوٰۃ اور تالیہ قرآن پاک اور قاریہ اوراد ووظائف عورت ہے ، اور زید کی لڑکی زینب بھی ایک صوم وصلوٰۃ کی شائق اور اوراد ووظائف کی جانب

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

راغب اور کذب وغیرہ امورِ نامشروع سے محترز بہت نیک اور سیدھی لڑکی ہے، اسی وجہ سے زید باوجود زینب کی نسبتیں متعدد جگہ سے آنے کے زینب کے بلوغ کے بھی سات آٹھ بلکہ اور زیادہ سال بعد تک کسی شریف عالم متقی شخص کی تلاش میں تھا اور اُن نسبتوں کو بوجہ اُن میں سے کسی کے موافق مرضی نہ ہونے کے منظور نہیں کیا تھا کہ یکایک عمرو (کہ جس کی بابت چار پانچ سال پیشتر خالد نے اس کا بہت متقی ہونا ظاہر کیا تھا چنانچہ کہا تھا کہ میں نے ایک حلقہ مسمی حلقہ حبیب جاری کر رکھا ہے جس میں ایک خاص طریقہ سے درود شریف پڑھا جاتا ہے اس کا عمرو سرِحلقہ ہے) آگیا اور اس نے زید و ہندہ کو یہ دھوکا دے کر میں اخبار شائع کرتا ہوں اُس میں دو سو روپیہ ماہوار نفع ہے اُس میں سے پچاس روپیہ ماہوار اپنی والدہ کو اُن کے خرچ کے لئے دیتا ہوں حالانکہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جس مقام میں اخبار شائع کرتا تھا وہاں کئی سو روپیہ کا قرضدار تھا اور کرایہ ریل تک پاس نہ تھا دوسرے شخص کے کرایہ سے زید کے شہر تک آیا تھا اور اپنی والدہ کو ایک حبہ بھی ماہوار نہ دیتا تھا اور اب جو زید کے شہر سے اپنے وطن میں جا کے رہا ہے کسی طرح کچھ نہیں کماتا کمال عسرت میں ہے ایک مہینہ تو کیسا ایک ہفتہ کی بھی قوت کا مالک نہیں اور نیز یہ فریب دے کر کہ میرے رہنے کی موروثی پختہ حویلی ہے حالانکہ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اور وہ کرایہ بھی اس کی والدہ اپنی محنت مزدوری سے ادا کرتی ہے اور نیز یہ فریب دے کر کہ میں عالم ہوں میں نے حدیث شریف کی سند فلاں عالم سے حاصل کی حالانکہ یہ بالکل غلط کہ فارسی عربی کی ابتدائی کتابوں کی بھی لیاقت نہیں رکھتا اور نیز اپنے تقوٰی و ورع کا فریب دے کر کہ میں مشائخ وقت میں سے فلاں کا خلیفہ طریقت ہوں حالانکہ نماز پنجگانہ کا بھی پابند نہیں بلکہ لونڈے بازی وغیرہ امورِ شنیعہ کا عادی اور اشد فاسق ہے چنانچہ عقد کے پانچویں روز شب کے وقت ایک لونڈے سے پکڑا گیا پس اس کی صبح ہی کو جو گیا تو آج عرصہ قریب ڈیڑھ سال کے ہوتا ہے نہ ایک پیسہ خرچ بھیجا اور ایک ہفتہ کے وعدہ پر ماخوذ ۱۵۰ روپیہ قرض لے گیا تھا نہ ایک پائی اس کا دیا، زید کی لڑکی زینب بالغہ کے ساتھ عقد کر لیا، پس عقد کے بعد جب سے حالات معلوم ہوئے، تب سے زینب اور زید اور ہندہ عمرو سے سخت متنفر ہیں اور زینب اس کے یہاں جانا اور زید و ہندہ اس کے یہاں جانے دینا ہرگز منظور نہیں کرتے تو یہ تو ظاہر ہے کہ عمرو مالاً اور دیانۃً زینب کا کفو ہرگز نہیں، اور درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی[1]

غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدم جواز کا فتوٰی دیا جائے گا یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۱۹۱

پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ صورتِ مرقومہ میں عام اس سے کہ خلوتِ صحیحہ ہوئی یا نہ ہوئی ہو۔ درمختار کی اس عبارت کے بموجب بطلانِ نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے یا نہیں ؛ اور اگر اس عبارت کے بموجب حکم بطلان نہیں دیا جاسکتا تو کسی اور عبارت کے مطابق زینب اور اس کے اولیاء کو حقِ فسخ حاصل ہے یا نہیں ؛ اور اگر ہے تو فسخ کی کیا صورت ہے ؛

الجواب

نکاحِ مذکور اصلاً محتاجِ فسخ نہیں ، فسخ تو وہ ہو جو منعقد ہوا ہو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے ظاہر ہے کہ زینب عاقلہ بالغہ ہے اُس کا نکاح بے اُس کے اذن کے نفاذ نہیں پاسکتا لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[1] درمختار (بالغ ہوجانے کی وجہ سے اس پر ولایت منقطع ہوجانے پر۔ ت) اگر یہ نکاح بے اس کی اجازت کے ہوا اور اُس نے خبر پاکر رَد کردیا تو اگر کفو سے ہوتا جب بھی رَد و باطل ہوجاتا لانہ نکاح فضولی (کیونکہ یہ نکاح فضولی ہے۔ ت) عالمگیریہ میں ہے ؛

لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علی اجازتہا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل ،کذا فی السراج الوہاج[2]۔

عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ اس کی مرضی کے خلاف کسی کا نکاح کرنا صحیح نہیں ، یہ باپ ہو یا حاکم ، اور اگر کسی نے ایسا کیا تو یہ نکاح عاقلہ کی اجازت پر موقوف ہوگا اس کی مرضی ہے کہ جائز کرے تو جائز ہوگا اگر رَد کردے تو باطل ہوجائے گا۔ سراج الوہاج میں یونہی ہے۔ (ت)

اور اگر اس کے اذن سے ہوا تو خود زینب کا کیا ہوا ہے کہ غیر کفو سے کیا ، فتاوٰی خیریہ میں ہے ؛

تزویجہ لہا باذنہا کتزوجہا بنفسہا وہی مسئلۃ من نکحت غیر کفو[3]۔

بالغہ کی اجازت سے نکاح ایسا ہے جیسا اس نے خود کیا ہو ، یہ مسئلہ غیر کفو میں اس کے نکاح کرنے کا ہے۔ (ت)

اور اگر بلا اذن کیا تھا اُس نے بعد کو اجازت دی جائز رکھا تو اب بھی زینب ہی کا کیا ہوا ہے۔

فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ[4] خیریۃ وغیرہا عامۃ الکتب۔

بعد کی اجازت ایسے ہی ہے جیسے پہلے اجازت دے رکھی ہو ، خیریہ وغیرہ کتب۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱
[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷
[3] فتاوٰی خیریہ باب الاولیاء والاکفاء دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۵
[4] " " " " " " "

بہرحال یہ وُہ نکاح ہے کہ زنِ عاقلہ بالغہ نے غیر کفوٗ سے کیا کہ فاسق ہرگز صالحہ بنت صالح کا کفو نہیں۔ درمختار میں ہے:

لیس فاسق کفوٗ الصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاھر نھر[1]۔

فاسق صالحہ لڑکی ایسی فاسقہ جو صالح کی بیٹی ہو، کا کفو نہیں ہے، وُہ فاسق اعلانیہ فسق کرتا ہو یا مخفی طور پر ظاہر روایت پر یہی حکم ہے، نہر۔ (ت)

عامہ شروح میں ہے:

لایکون الفاسق کفوٗا لبنت الصالحین[2]۔

فاسق نیک لوگوں کی بیٹی کا کفو نہیں۔ (ت)

متن مجمع میں ہے:

لایکون الفاسق کفوٗا للصالحۃ[3]۔

فاسق صالحہ کا کفو نہیں ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام فقیہ النفس میں ہے

قال بعض المشائخ رحمھم اللہ تعالٰی الفاسق لایکون کفوٗا لبنت الصالحین معلنا کان اولم یکن وھو اختیار الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل[4]

بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا: فاسق معلن ہو یا غیر معلن وُہ صالحین کی بیٹی کا کفو نہیں ہے، یہی شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل کا مختار ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لایکون الفاسق کفوٗا البنت الصالحین[5]۔

فاسق صالحین کی بیٹی کے لئے کفو نہیں ہے (ت)

نیز ایسا معسر کہ نہ روزانہ کماتا ہو نہ ایک مہینے کے اپنے ہی قوت کا مالک ہو نفقہ درکنار کفو نہیں ہوسکتا اگرچہ عورت بھی فقیرہ ہو۔ درمختار میں ہے:

تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی

کفو میں جس چیز کا عرب وعجم میں اعتبار کیا جاتا ہے وُہ دیانت

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث بیروت ۲/۳۲۰
[3] ردالمحتار بحوالہ المجمع " " " "
[4] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکفاءۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۱
[5] ردالمحتار بحوالہ خانیہ باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۰

ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شھر لو غیر محترف[1]

یعنی قوی، اور مال جس سے مہر معجل اور ایک ماہ کا نفقہ دینے پر قادر ہو اگر کاریگر نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

شمل مالو کانت فقیرۃ بنت فقراء کما صرح بہ فی الواقعات معللا بان المھر والنفقۃ علیہ فیعتبر ھذا الوصف فی حقہ[2]

یہ فقیر کی فقیر بیٹی کو شامل ہے، جیساکہ واقعات میں تصریح کی گئی ہے کہ وجہ یہ ہے کہ مہر اور نفقہ خاوند پر ہی ہوتا ہے لہذا اسکا مالدار ہونا معتبر ہوگا۔ (ت)

اور بالغہ کہ اپنا نکاح غیر کفو سے کرے باطل محض ہے جبکہ ولی رکھتی ہو مگر اس صورت میں کہ ولی نے پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت دیدی ہو ان میں تین شرطوں سے ایک بھی کم ہوگی نکاح اصلاً نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفوہ بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[3]

غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدم جواز کا فتوی دیا جائیگا لہذا تین طلاق والی نے اگر اپنے ولی کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں نکاح کیا جبکہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی۔ اس کو محفوظ کرو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یصدق بنفی الرضا بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضا مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلاث لا تحل وانما تحل فی الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک اھ ح[4]

ولی اگر کہے کہ معلوم ہونے پر میں راضی نہ ہوا یا مجھے معلوم نہ ہوا، یا معلوم نہ ہونے کی وجہ سے میں راضی ہوا تھا، تو ان تینوں صورتوں میں ولی کی تصدیق کی جائے گی اور وہ مطلقہ ثلاثہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، ہاں چوتھی صورت میں حلال ہوجائے گی وہ یہ کہ ولی کہے کہ غیر کفو کا علم ہونے کے باوجود میں راضی ہوں اھ ح۔ (ت)

---

[1] درمختار — باب الکفاءت — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۵
[2] ردالمحتار — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۲۱
[3] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۱
[4] ردالمحتار — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۹۷

اُسی میں ہے:

لابد حینئذ لصحۃ العقد من رضاہ صریحا وعلیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لا یفید فلیتامل[1] اھ وکتبت علیہ جزم بہ فی الخیریۃ تبعا للبحر والوجہ فیہ ما سنذکرہ[2]۔ الخ

اس لئے اس عقد کی صحت کے لئے ولی کا صراحتًا اظہارِ رضامندی کرنا ضروری ہے، اور اسی بنا پر اگر پہلے وہ خاموش رہا اور بعد میں راضی ہُوا تو نکاح کے بعد کی رضا مفید نہیں ہے، غور چاہیئے اھ، اس پر میں نے حاشیہ لکھا، خیریہ میں اس پر جزم بحر کی اتباع میں کیا ہے اور وجہ وہی ہے جو ہم ذکر کریں گے الخ۔ (ت)

یہاں رضائے ولی غیر کفو جان کر نہ تھی بلکہ کفو سمجھ کر لہذا اصلاً معتبر نہیں، شرطِ انعقاد نہ پائی گئی اور نکاح باطل محض ہوا، زینب پر فرض ہے کہ اس سے فورًا جدا ہو جائے اگرچہ خلوت ہو چکی ہو اور زید وہندہ پر حرام ہے کہ اُسے عمرو کے یہاں بھیجیں کہ وہ نرا اجنبی بلکہ اُس سے بدتر ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ (اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۵ از کلکتہ بھوانی پور ڈاک خانہ بھوانی پور رسہ روڈ نمبر ۱۰۹ مرسلہ شیخ حاجی نادر علی صاحب بقرقصاب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ایک لڑکی کی شادی چھ مہینے کی عمر میں ہُوئی اور لڑکے کی عمر اس وقت پانچ برس کی تھی تب دونوں کی شادی ہوگئی اور اب لڑکی کی عمر اس وقت چودہ برس کی ہے اور لڑکا یا لڑکے کا کوئی وارث ابھی تک کسی طرح لڑکی کی خبر نہیں لینے گئے اور لڑکی خدا کے فضل سے تین قسم کے علم سے بھی واقف اچھی طرح سے ہے اور لڑکا بالکل جاہل ہے کچھ علم سے تعلق نہیں، اور نہ لڑکے کی طرف سے کوئی شخص لڑکی کا پُرسانِ حال ہُوا انہی سب وجوہات سے اب لڑکی کہتی ہے کہ ہم اوّل شوہر کو طلاق دے کر نکاحِ ثانی کریں گے۔ لڑکی اوّل شوہر کو طلاق دے کر نکاحِ ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور طلاق اس پر واجب ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلے کو حضور ارشاد فرمائیں تاکہ لڑکی اگر نکاحِ ثانی کرے اور لڑکے کی طرف سے کوئی کارروائی مقدمہ وغیرہ کا کرے تو ہم کو اس مسئلہ کو پیش کرنا ہوگا خوب کوشش کر کے بلکہ جو فرماویں خرچ وغیرہ کے لئے تو غلام خدمت کے لئے حاضر ہے۔

الجواب

یہاں فتوے پر کوئی خرچ نہیں لیا جاتا، نہ اس کو اپنے حق میں روا رکھا جاتا ہے، طلاق دینا عورت کے

---

[1] رد المحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۷

[2] جد الممتار حاشیہ رد المحتار باب الولی حاشیہ ۵۰۲ المجمع الاسلامی مبارکپور ۲/ ۳۴۵

اختیار نہیں، نہ وہ شوہر کو طلاق دے سکتی ہے نہ اس کے دئے طلاق پڑ سکتی ہے، قرآن عظیم میں فرمایا: بیدہ عقدۃ النکاح[1] (اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ت) حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ الساق[2] (زن جماع سے کنایہ ہے یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو جماع کا مالک ہے۔ت) اس کی تفصیل معلوم ہونی چاہئے کہ لڑکی کا نکاح چھ مہینے کی عمر میں اُس کے باپ نے کیا یا دادا نے یا اور کسی ولی نے، اور باپ کے سوا جس نے کیا اس سے قریب تر کوئی ولی تھا یا نہیں، تھا تو کون تھا، اور اس نے قبل نکاح یا بعد نکاح خبر سُن کر کیا کہا، لڑکی کو پہلا عارضۂ ماہواری کس سال کس مہینے کون تاریخ کے کس منٹ پر آیا، اور اس نکاح سے ناراضی کا اظہار اس نے کس سال کس مہینے کس دن تاریخ کے کس منٹ پر کیا، لڑکی کی قوم کیا ہے اور لڑکے کی کیا، لڑکا مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں بہتر یا برابر یا کتنا کمتر ہے، یہ سب باتیں ایماناً سچی سچی بتائی جائیں، تو جو صورتِ واقعہ ہو اُس کا جواب دیا جائے گا۔ فقط

مسئلہ ۳۹۶ از جاورہ مرسلہ مولوی مصاحب علی صاحب امام مسجد چھیپیان ۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا والد زید قریباً ایک ہزار میل کی مسافت پر تھا، والدہ اور چچا بکر نے رضامند ہو کر ہندہ کے والد کی تحریری اجازت حاصل کر کے مفتی شہر کو بتا کر خود نکاح خالد کے ساتھ کر دیا، نکاح کے ڈھائی مہینے بعد زید اپنے مکان پر آیا چنانچہ خالد نے اپنے خسر کی دعوت دی اور زید نے جلسۂ دعوت میں نکاح کی رضامندی ظاہر کی، ساڑھے چار ماہ تک رسومات عیدی و دیگر رسومات دامادی خسری خالد کے ساتھ رکھے، اب باہمی رنجش ہونے پر خالد نے زید سے اپنی زوجہ رخصت کرنے کو کہا، زید کہتا ہے میں نے خط نہیں لکھا تھا یعنی نکاح کرنے کی اجازت اپنے بھائی بکر کو نہیں دی تھی اور نکاح فسخ کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس خط کے انکار سے باوجودیکہ بعد آجانے کے ساڑھے چار ماہ تک رسومات مذکورہ برتے گئے نکاح فسخ ہو سکتا ہے؟ ہندہ کی عمر وقتِ نکاح بارہ[12] برس کی تھی اور اب ۱۲ ½ برس ہے۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں انکارِ خط اسے کچھ مفید نہیں، انکارِ خط سے اتنا ہوا کہ اجازت سابقہ ثابت نہ ہوگی اور غایت درجہ نکاح نکاحِ فضولی ٹھہرے گا اگر یہ صورت غیبت منقطعہ کی نہ لی جائے علی ما فصلناہ فی فتاوٰنا (جس طرح ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ت) مگر نکاحِ فضولی بعد اجازت نافذ و لازم ہے اور اجازت لاحقہ مثل وکالت سابقہ کما فی الفتاوی الخیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی خیریہ وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۷ [2] سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق باب طلاق العبد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵۲

مسئلہ ۳۹۷ از علی گڑھ محلہ بیرم بیگ مدرسہ عربی عائشہ خاتون مرسلہ محمد صدیق حسین صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بھتیجی کا نکاح اس کی نابالغی میں کر دیا، جس وقت وہ بالغ ہوئی اسی وقت اس لڑکی نے اس نکاح اور شوہر کے مکان جانے سے انکار کیا، اب اس لڑکی کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ اور دوسری جگہ اس کا نکاح ہو سکتا ہے اور مہر لازم آئے گا؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ معاملہ حلال و حرام بلکہ نکاح و زنا کا ہے، اللہ سے ڈریں، اور جو واقعی بات ہو اس کے حکم پر عمل کریں، غلط بیان پر فتوٰی لینا حشر میں نفع دے گا نہ زنا کو حلال کر دے گا، غیر اب و جد نے جو نکاح کفو سے کیا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ نابالغہ بفور بلوغ معاً بلا تاخیر انکار کر سکتی ہے اور ذرا بھی دیر لگائی تو نکاح لازم ہو گیا انکار کا اصلاً اختیار نہیں اور یہاں فور محض بلا تاخیر بہت نادر ہے، اللہ واحد قہار سے ڈر کر زنا کو نہایت بدتر خبیث سمجھ کر دیکھیں اگر بالغہ نے جس گھنٹے منٹ سکنڈ میں اسے پہلا حیض آیا تو فوراً فوراً معاً معاً اسی وقت اس نکاح سے انکار کیا تو البتہ وہ دعوٰی کر کے اس کو فسخ کرا سکتی ہے بشرطیکہ کفو سے ہوا ہو، اور اگر چچا نے غیر کفو سے کیا جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں وقت نکاح ایسا کم تھا کہ اس سے نکاح اس کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا ضرورت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ یکم ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سعیدہ بی بی کا عقد اول موضع گورا میں بشیر الدین کے ساتھ ہوا، ایک لڑکی پیدا ہوئی، جب لڑکی قریب ڈیڑھ سال کے ہوئی سایۂ پدری سر سے جدا ہوا، اب بیوہ اپنی لڑکی کو لے کر باپ اور بھائیوں کے یہاں آ رہی، سوا چار برس کے بعد نکاح ثانی موضع کرگناں میں عبد الصمد سے ہوا، خاوند دیگر کا ایک لڑکا کہ جس کی عمر چھ سال کی تھی بیوی سابق سے تھا بصد سختی و تشدد و بہزار زجر و توبیخ بی بی سے اذن لے کر اپنے لڑکے کا عقد بیوی ثانی کے ہمراہ جو لڑکی آئی تھی جس کی عمر چھ سال کی تھی جبریہ کرا دیا گیا، لڑکی کا نہ کوئی چچا حقیقی نہ بھائی صرف چچا زاد چچا اور چچا زاد بھائی اور دو پھوپھیاں حقیقی اور نانا اور ماموں حقیقی ہیں اور وہاں موجود نہ تھے اور نہ اطلاع، جب لڑکی سنِ بلوغ کو پہنچی اور اس کا اظہار ہوا فوراً پکار اٹھی یعنی منٹ بھی پورا نہ ہونے دیا کہ مجھ کو اس شوہر کے یہاں کسی نوع جانا منظور نہیں اور ہرگز ہرگز نہ جاؤں گی، دن کے سات یا آٹھ بجے کا واقعہ ہے، معزز اشخاص شاہد ہیں۔

الجواب

سوال میں یہ فقرہ کہ فوراً پکار اٹھی حکم شرعی سننے کا نتیجہ ہے، اور آگے اس کی تفسیر نے کہ یعنی منٹ بھی

پُورا نہ ہونے دیا اُسے پھر بگاڑ دیا،

فانہ ان بقی تمام الدقیقۃ ثانیۃ او ثانیتین صدق انہا لم تتم ولکن این الفور۔

کیونکہ اگر منٹ میں سے ایک سیکنڈ یا دو سیکنڈ رہتے تو کہا جاسکتا ہے کہ منٹ پُورا نہ ہُوا، لیکن یہ فوراً نہیں ہے۔ (ت)

یہ معاملہ حلال وحرام نکاح وزنا کا ہے، بات بنا کر کچھ حکم لے لینا زنا سے نہ بچالے گا، پھر اگر تمام شرائط شرعیہ متحقق ہوبھی لیں تو عورت کے کہنے سے نکاح فسخ نہیں ہوجاتا بلکہ اُس کو دعوٰی کا اختیار ملتا ہے حاکم مجاز کے یہاں دعوٰی کرے وُہ تحقق شرائط شرعیہ کا گواہانِ عادل سے ثبوت لے، جب ثبوت ہوجائے تو حاکم نکاح فسخ کرے ویسے نہیں ہوسکتا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۹ از لاہور رسٹی، بازار انارکلی، مدرسہ تعلیم القرآن معرفت مولوی احمد الدین صاحب مرسلہ جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

بجناب مستطاب حضرت عالم اہلسنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید فضلہم، بعد نیازمندی عقیدت مندانہ درمختار باب الولی میں ہے،

وللولی الاعتراض فی غیر الکفو مالم تلد لم یضیع الولد[1]

ولی کو غیر کفو میں اعتراض کا حق ہے جب تک بچہ پیدا نہ ہو (اس کے بعد نہیں) تاکہ بچے کا نسب ضائع نہ ہو۔ (ت)

طحطاوی وابوالمکارم حاشیہ شرح وقایہ وبنایہ علی الہدایہ وحاشیہ شلبی علی الزیلعی وہندیہ میں لکھا کہ بعد ولادت بھی بناء بر ظاہر الروایات ولی کو اعتراض ہے فسخ کے لئے، اور امام حسن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی روایت مفتی بہا پر ابتداء ہی سے بطلانِ نکاح کا حکم باقی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت حق اولیا کی مسقط نہیں اور یہی خادم الاقدام کا مقصود بھی ہے، اس بارہ میں حضور کو تکلیف تو ہوگی مگر حضور کے تو کُل اوقات ہی اسی کام کے لئے وقف ہیں، ثبوت تفریق واعتراض بعد الولادۃ کے لئے حضور سے جہاں تک توثیق ہوسکے بہتر ہے بشرطیکہ خادم کا اعتقاد خدام عالی شان کے اعتقاد سے مطابق ہو ورنہ خیر، خادم نے ثبوت تفریق کا دعوٰی کیا ہے وان ولدت (اور اگر بچہ پیدا ہوجائے۔ ت) اور دوسری جانب کے مولوی لوگ اس کے عدم پر ہیں، آج ۲۶ اس مہینے انگریزی اور آئندہ دسمبر مہینے کی ۸ لاہور میں جج کے پاس مقرر ہے فقیر کو بھی جانا ہوگا، سیّد زادی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

کو ایک مرد غیر سید غیر قریشی نے نکاح کر لیا ہے اور مقدمہ بازی میں اُس کا بچہ بھی ہو گیا ہے، دوسری جانب کے مولوی کہتے ہیں کہ علویات کا نکاح مع تراضی اولیا یا بلا تراضی باطل کہنا شیعہ کا مذہب ہے اور بنایہ کی عبارت سے مستند ہیں:

وفی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان[1]

بسیط میں ہے کہ رضامندی کے باوجود علویات (سیدزادیوں) کا غیر سے نکاح شیعہ لوگوں کے ہاں ناجائز ہے، سروجی نے کہا کہ دونوں قول باطل ہیں (ت)

اس قولان باطلان سے کون سے دو قول مراد ہیں، یہ عبارت تفسیر طلب ہے۔ حضور فیض النور اس عریضہ کا جواب اس پتہ پر ارشاد فرمائیں، ۸ تاریخ سے اگر ایک دو روز اول جواب پہنچے تو فقیر اس تحریر میں کو جلسۂ علماء میں پیش کر دے، امید تو پختہ ہے کہ علماء بھی مان لیں گے ورنہ حاکم فیصلہ تسلیم کر لے گا، ایسی حالت میں کہ مقدمہ ہوتے ہوتے اولاد پیدا ہو گئی اور چند روز میں مر گئی تو اب بھی حق اعتراض للاولیاء ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم والفضل اتم مولانا قاضی غلام گیلانی صاحب اکرمہ اللہ تعالٰی وتکرم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجھے ۲ محرم سے یکم ربیع الاول شریف تک بخار کے دورے ہوئے جن میں بعض بہت شدید تھے، اب تین روز سے ببرکت دعاء جناب بخار تو نہیں آیا مگر ضعف بدرجہ غایت ہے، اسی حالت حمّی میں پہلے سوال سامی کا جواب حاضر کر دیا تھا اور رسالہ در بارۂ ذبیحہ پہلے جبل پور جانے اور اب اس بخار کے دوروں کے سبب مکمل نہ ہو سکا طالب عفو ودعا ہے بنایہ اور ابوالمکارم میرے پاس نہیں شلبی علی الزیلعی وہندیہ میں بعد ولادت بھی لقاء حق اعتراض صرف شیخ الاسلام سے نقل کی ہے اور اُس کی طرف سے کوئی میل اُن کی عبارت سے نہیں پایا جاتا اکابر ومشاہیر کا جزم اسی پر ہے کہ مالم تلد (جب تک بچہ پیدا نہ ہو۔ت) زیلعی میں تھا:

الا اذا سکت الی ان تلد فیکون رضا دلالۃ[2]

مگر جب ولی خاموش رہا حتی کہ لڑکی نے بچہ کو جنم دیا، تو یہ دلالۃً رضامندی ہوگی۔ (ت)

اس پر شلبی نے کہا:

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ فصل فی الکفاءت المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۲/ ۱۰۲

[2] تبیین الحقائق " " " مطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۲/ ۱۲۸

وعن شیخ الاسلام ان له التفریق بعد الولادۃ ایضا اھ کمال منقول عنہ[1]

شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ بچہ کی پیدائش کے بعد بھی تفریق کا حق ہے اھ کمال سے منقول ہے (ت)

کمال کی عبارت یہ ہے:

لایکون سکوت الولی رضا الا ان سکت الی ان ولدت فلیس لہ حق التفریق وعن شیخ الاسلام ان لہ التفریق بعد الولادۃ ایضا[2]۔

ولی کا سکوت رضا نہیں ہوگا مگر جبکہ سکوت لڑکی کے ہاں بچے کی پیدائش تک جاری رہا تو اب ولی کو اختیارِ تفریق نہیں اور شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ اس کو ولادت کے بعد بھی تفریق کا اختیار ہے۔ (ت)

ہندیہ میں پہلے شرح جامع صغیر قاضی خاں سے نقل کیا:

لایبطل حقہ فی الفسخ وان طال الزمان حتی تلد[3]

اسکا حق فسخ باطل نہ ہوگا اگرچہ مدت تک وہ فسخ نہ کرے حتی کہ لڑکی بچہ کو جنم دے (ت)

پھر نہایہ سے نقل کیا:

اذا ولدت منہ فلیس للاولیاء حق الفسخ[4]۔

جب لڑکی نے اپنے خاوند سے بچہ کو جنم دیا پھر اولیاء کو حق فسخ نہیں۔ (ت)

Islamicurdufatwa.net

حکم اس میں بھی یہ ہی لکھا ہے آگے استدراکاً قولِ شیخ الاسلام ذکر کیا اور طحطاوی میں تو اس قول کا ذکر تک نظر نہ آیا بلکہ ایک عبارتِ شارح سے ابہام ہوتا تھا کہ اگر ولی کو خبرِ نکاح نہ ہو تو بعد ولادت بھی معترض ہوسکتا ہے اس پر اعتراض کردیا، متن میں تھا: لہ الاعتراض مالم تلد[5] (بچہ جننے تک اس کو اختیار ہے۔ ت) اسے شارح نے یوں بنایا: مالم یسکت حتی تلد[6] (بچے کے جنم تک خاموش نہ رہے۔ ت) اس پر محشی نے فرمایا:

الاولی حذف ما فی الشرح لانہ یفھم منہ

جو کچھ شرح میں ہے اس کو حذف کرنا بہتر ہے کیونکہ اس سے یہ

---

[1] حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق فصل فی الکفاءۃ مطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۲/ ۱۲۸

[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۸۷

[3] فتاوی ہندیہ بحوالہ شرح جامع صغیر قاضیخاں باب الکفاءۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۹۳-۲۹۲

[4] " " بحوالہ النہایۃ " " " " ۱/ ۲۹۳

[5] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

[6] " " " " " "

ان ذالك عن علم فلو كان عن غير علم يكون له الاعتراض وان ولدت والعلة تنفي ذلك فالاولى ابقاء المصنف على ظاهره فتامل۔[1]

سمجھا جارہا ہے کہ علم کے باوجود ایسا ہے اگر علم کے بغیر ہو تو اسے اعتراض کا حق ہے اگرچہ اس نے بچے کو جنم دیا ہو، حالانکہ علت اس کی نفی کرتی ہے، لہٰذا بہتر ہے کہ مصنف کی عبارت کو ظاہر پر باقی رکھا جائے، غور کرو۔ (ت)

روافض کے نزدیک کوئی قرشی غیر علوی علویہ کا کفو نہیں اور ہمارے نزدیک قریش بعضہم اکفاء بعض، میرے پاس بنایہ نہیں کہ دوسرا قول معلوم ہو یہ صورت کہ یہاں واقع ہوئی کہ ولی دعوئ تفریق کرچکا اس کے بعد ولادت ہوئی اختلاف سے برکراں ہے، مسقط حق تفریق سکوت حتی تلد تھا وہ نہ پایا گیا کہ قبل ولادت دعوی دائر ہوچکا، پھر ان تکلفات کی ضرورت کیا ہے جبکہ مفتی بہ مطلقاً فساد وعدم انعقاد ہے، والسلام۔

مسئلہ ۴۰۰ از شہسرام ضلع شاہ آباد محلہ شاہ جمعہ مرسلہ شیخ عبدالواحد صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوا اور ایک زوجہ زینب اور دو دختر نابالغہ ہندہ وکلثوم، ایک باپ خالد کو چھوڑا۔ تو ان دونوں دختران نابالغہ کا ولی کون شخص ہوگا؟

الجواب

ان دختران کے مال ونکاح سب کا ولی ان کا دادا اخیافی ہے اگر ان کا باپ کسی کو اپنی اولاد یا جائداد کی غور پرداخت نگہداشت سپرد نہ کرگیا ہو ورنہ وہ وصی فی مال دختران ہوگا اور نکاح کا ولی بہرحال خالد۔ درمختار میں ہے:

ولیه ابوه ثم وصیه بعد موته ثم وصی وصیه ثم بعدهم جده الصحیح وان علا[2] الخ۔

اس کا ولی اس کا باپ ہے پھر باپ نے جس کو اپنا وصی بنایا، پھر وصی کا وصی، پھر دادا ترتیب وار اوپر تک۔ (ت)

اسی میں ہے:

الولی فی النکاح العصبة بنفسه علی ترتیب الارث ولیس للوصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیه الاب بذلك علی المذهب[3] (ملخصا)

نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ وراثت کی ترتیب پر، اور وصی کو مطلقاً یتیم کے نکاح کی ولایت نہیں ہے اگرچہ باپ نے اسے وصیت بھی کی ہو، مذہب یہی ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار — باب الولی — دار المعرفۃ — ۲/ ۲۶ و ۲۷

[2] درمختار — کتاب الماذون — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۲۰۳

[3] درمختار — باب الولی — " " " — ۱/ ۹۲-۱۹۳

مسئلہ ۴۰۱ تا ۴۰۴ از بریلی محلہ پھوٹا دروازہ مسئولہ فخرالدین صاحب ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص رنڈوا ہے اُس نے نکاح ثانی کیا بعدہٗ اس شخص کے پہلے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا جو اس کی سوتیلی خالہ ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وُہ لڑکی عرصہ دُوسال سے دُوسرے لڑکے کو والدین نے دی ہُوئی ہے موافق رواج کے روبرو گواہوں کے والدین نے دی ہے مگر جو رخصتی کے وقت نکاح ثانی ہوتا ہے وُہ باقی ہے۔

(۳) جبکہ لڑکی کے والدین زندہ ہیں اور لڑکی کنواری ہے تو بغیر رضامندیِ والدین کے کیا وُہ غیر شخصوں کو ولی بنا سکتی ہے اپنے نکاح میں؟

(۴) قاضی جس کو پُورا علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین حقیقی زندہ ہیں اور موجود ہیں تو وُہ بلا دریافت اُس کے والدین ان کی بے علمی میں غیر شخص کو ولی مقرر کر کے لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو ایسے قاضی کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے، کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۲) دُو نکاح کہیں نہیں ہوتے، پہلی منگنی ہوتی ہے وُہ نکاح نہیں ہوتا، بات زبان پھیر کر کہنا کچھ مفید نہیں، دُوسال سے دی ہوئی ہے، وہ جلسہ نکاح کرنے کے لئے تھا یا منگنی کا؟ اور کیا لفظ طرفین نے کہے تھے؟ پُوری بات بیان کی جائے۔

(۳) لڑکی اگر بالغہ ہے تو اُسے خود اپنے نکاح کا اختیار ہے اور نابالغہ ہے تو وُہ باپ کے ہوتے کسی کو ولی نہیں بنا سکتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) بالغہ کا نکاح اُس کی اجازت سے پڑھا جا سکتا ہے اگرچہ والدین کو علم نہ ہو، ہاں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس سے یہ نکاح ہو وُہ بالغہ کا کفو ہو یعنی مذہب، نسب، چال چلن، پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ہونا لڑکی کے باپ کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو ورنہ نکاح نہ ہوگا، اور اگر نابالغہ ہے تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، قاضی نے بدنیتی نہ کی تو الزام نہیں ورنہ الزام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۰۵ تا ۴۰۶ از شہر محلہ گندہ نالہ مسئولہ عبدالودود ولیڈر صاحب ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) بالغ لڑکی اگر نکاح کے وقت بوجہ شرم و حجاب اپنی زبان سے ایجاب و قبول کے الفاظ ادا نہ کرے صرف

یہ ہو کہ اس کے عزیز و قریب مستورات جو اس کے گرد و پیش موجود ہیں وہ کہہ دیں کہ ہاں لڑکی کو منظور ہے اور بالعموم اکثر نکاحوں میں اسی طرح کی صورت واقع ہوا کرتی ہے لڑکیاں بوجہ شرم و حجاب خود نہیں بولتی ہیں ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں اور اُس کا اقرار سکوتی ایجاب و قبول کے قائمقام سمجھا جائیگا یا نہیں؛

(۲) لڑکی بالغ ہے مگر یتیم ہے اُس کی ماں نے اس کا نکاح کیا متوفی باپ کے بھائی یعنی چچا تائے موجود تھے آیا ان کی عدم موجودگی نکاح کے جواز پر شرعاً کچھ مؤثر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر ولی اقرب مثلاً باپ وُہ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو بھائی، وُہ نہ ہو تو بھتیجا، وُہ نہ ہو تو چچا، وہ نہ ہو تو چچا کا بیٹا اگر خود جا کر بالغہ دوشیزہ سے اذن لے یا اپنی طرف سے کسی کو اذن لینے کے لئے اُس کے پاس بھیجے اور وہ طلبِ اذن پر سکوت کرے تو یہی اذن ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصماتھا اذنھا[1]۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، باکرہ کی خاموشی ہی اذن ہے۔ (ت)

اور اگر ولی اقرب خود گیا نہ اپنی طرف سے کسی کو اذن لینے کے لئے بھیجا بلکہ اور شخص بے اس کے بھیجے بطور خود اُس سے اذن لینے گیا تو اس کا سکوت اذن نہ ہوگا اگرچہ یہ اذن لینے والا کیسا ہی قریب رشتہ دار ہو جبکہ ولی اقرب نہ ہو مثلاً باپ کے ہوتے ہوئے دادا یا حقیقی بھائی اپنی طرف سے اذن لینے جائیں ضرور ہوگا کہ عورت خود ہاں کہے اپنی زبان سے اذن دے، پاس بیٹھنے والیوں کا یہ ظلم ہوتا ہے کہ وُہ دھوکا دینے کو ہُوں ہاں کر دیتی ہیں اس صورت میں تو نکاح فضولی ہوگا جبکہ کفو کے ساتھ ہو دختر کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر خبر سن کر اُس وقت یا بعد کو بے اظہار نفرت جائز کر دے جائز ہو جائے گا رد کر دے رد ہو جائے گا، اگر اپنے کسی قول یا فعل سے صراحۃً دلالۃً اب تک رد نہ کیا ہو تو بخوشی رخصت ہو کر جانا اذن ہے اس وقت نکاح نافذ ہو جائے گا، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) چچا کے ہوتے ماں اگر یتیمہ بالغہ کا نکاح یتیمہ سے اذن لے کر دے یا بعد نکاح وُہ دختر اذن قولاً یا فعلاً دے دے تو نکاح صحیح و نافذ و لازم ہے، چچا تھا یا بھائی کسی کو گنجائشِ اعتراض نہیں جبکہ نکاح کفو سے کیا ہو یعنی وہ شخص مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہیں جس کے ساتھ اس دختر کا نکاح اُس کے ولی کے لئے باعثِ ننگ و عار و بدنامی ہو، اگر ایسا ہے تو نکاح ہوگا ہی نہیں اور اگر یتیمہ نابالغہ ہے

---

[1] موطا امام مالک کتاب النکاح مطبع میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۹۸

کہ حقیقۃً یتیمہ وہی ہوتی ہے تو اگر ماں نے غیر کفو بمعنی مذکور سے نکاح کر دیا تو ہوا ہی نہیں اور کفو سے کیا تو چچا وغیرہ جو ولی اقرب ہو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا رد کر دے گا رد ہو جائے گا جائز کر دے گا جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۰۷ از شہر محلہ گنبد نالہ مسئولہ عبدالودود ولیڈر صاحب ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ وایدکم بنصرہ فی یتیمۃ بلغت من عمرھا خمسۃ عشر سنین زوجتہا امھا برضاھا باحد من الاقارب ولکن لم یحضروا مجلس النکاح اولیاء الیتیمۃ المذکورۃ کالاعمام وغیرھم وما استشیروا فی ھذا الباب وتولت فی امر النکاح امھا وحدھا لانھا کانت وحدھا کفیلۃ لبنتھا الی الآن ھل جاز النکاح ام لا۔

علماء کرام آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پندرہ سالہ لڑکی کا نکاح اس کی والدہ نے لڑکی کی رضامندی سے رشتہ داروں میں کر دیا جبکہ لڑکی کے اولیاء چچا وغیرہ مجلس نکاح میں حاضر نہ ہوئے اور نہ ہی اس نکاح سے متعلق ان سے مشورہ لیا گیا، صرف والدہ نے ہی نکاح کی تولیت کی کیونکہ لڑکی کی کفیل اس وقت والدہ ہی تھی، کیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہ؟

الجواب

ان بلغت قبل ھذا العلامۃ کحیض او تمت لھا قبل اذنھا بالنکاح خمس عشرۃ سنۃ کوامل وکان النکاح من کفؤ لیس فی دینہ ولا نسبہ ولا خلقہ ولا حرفۃ مایتعیر بہ اولیاؤھا عرفا جاز النکاح فان وقع بعد اذنھا او رضیت بہ بعد وقوعہ قبل ردہ تم ولزم ولیس لھا ولا لاحد من اولیاءھا الاعتراض علیہ، وان کان من غیر کفؤ بالمعنی المذکور فھو باطل من اساسہ ان اذنت و اجازت او بنفسھا تولت وان کان من کفؤ ولم تبلغ بعد توقف علی اجازۃ الولی ان اجاز جاز وان ابطل

اگر لڑکی نکاح سے قبل بالغ ہو چکی تھی جس پر حیض یا کوئی اور علامت بلوغ ظاہر ہو چکی تھی، یا وہ نکاح سے قبل پورے پندرہ سال کی ہو چکی تھی تو اس نے نکاح کی اجازت دی اور نکاح بھی کفو میں ہوا کہ لڑکے کے دین، نسب، اخلاق اور اس کے کسب پر عرفاً لڑکی کے اولیاء کو اعتراض نہ ہو یعنی اس سے عار محسوس نہیں کرتے تو نکاح جائز ہے پس اگر نکاح عورت کے اذن کے بعد واقع ہو یا وہ نکاح کے بعد اس کو رد کرنے سے پہلے اس پر رضامندی ظاہر کر چکی ہو تو یہ نکاح نافذ و لازم ہو گیا ہے اب اس کو یا اس کی ولی کو نکاح پر اعتراض کا حق نہیں رہا، اگر یہ نکاح غیر کفو بمعنی مذکور میں ہوا تو وہ نکاح بالکل باطل ہے اگرچہ اجازت اور رضامندی ظاہر کر چکی ہو یا اس نے خود اپنا نکاح کیا ہو اگر نکاح کفو میں ہوا لیکن ابھی بالغ نہ تھی تو پھر ولی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر ولی جائز کر دے تو جائز اگر باطل کر دے

بطل وان سکت الاولیاء حتی بلغت ال الامر الیھا فلتمض اولترد و المسائل ظاھرۃ و فی الکتب دائرۃ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

تو باطل ہوگا، اور اگر لڑکی کے بلوغ تک ولی خاموش رہے حتی کہ لڑکی خود بالغ ہوگئی تو اب اجازت لڑکی کی طرف سے ہوگی چاہے راضی ہو جائے یا نکاح کو رد کر دے، یہ مسائل ظاہر ہیں اور کتب میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴۰۸ از اجمیر شریف محلہ لاکھن کوٹھری مرسلہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ معینیہ اجمیر معلی یکم رجب المرجب ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بالغہ لڑکی کی والدہ اور بھائیوں نے ایک میراثی کو رشتہ کرنے کے واسطے بھیجا کہ فلاں قبیلہ میں رشتہ کرآؤ اس قبیلہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ نہ کرنا، میراثی نے کچھ روپیہ رشوت کا لے کر دوسری جگہ رشتہ کر دیا، بعدازیں لڑکی اور والدہ اور بھائیوں کو اطلاع ہوئی اُنھوں نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ رشتہ والوں سے کہہ دو کہ ہم نہیں رشتہ کرتے، اور پھر لڑکی کے بھائی بھی گئے منع کرنے کے واسطے آخر کار وہ باز نہ آئے، اور میراثی نے چند ایام اپنی طرف سے مقرر کر کے برات منگوائی، برات آنے پر لڑکی اور والدہ بھائی نکاح سے سراسر انکار کرتے رہے، حتی کہ پانچ چھ ایام اسی طرح گزر گئے، چونکہ برات کے ساتھ چند رؤسا تھے انھوں نے گرد و نواح کے سب رؤسا جمع کئے اور کہا کہ جس صورت سے ہو سکتا ہے ہمیں نکاح دلا دو، سب رؤسا نے جمع ہو کر لڑکی کے بھائیوں کو ایک مقدمہ جعلسازی میں پھانس دیا وہ بیچارے غریب عاجز ہو کر کہنے لگے کہ اچھا نکاح ٹھہرا دو، جب لڑکی سے اذن لینے کے واسطے گئے اُس نے انکار کر دیا، پھر ایک شخص نے لڑکی کو جبراً خاموش کر دیا اور بہلی میں بٹھا کر لے گئے، بوقتِ وداع لڑکی کے بھائیوں نے لڑکی سے پوچھا تجھ کو کپڑا وغیرہ دیں، لڑکی نے انکار کیا اور کہا کہ میرا نکاح ہی نہیں ہے تم کس واسطے دیتے ہو، بعد آنے کے وہ اب تک انکار پر مصر ہے، عرصہ پانچ سال کا ہوا۔ یہ نکاح عندالشرع ہوا یا نہیں؟

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اور اُس نے اذن نہ دیا بلکہ صاف انکار کر دیا اور بالجبر رخصت کے وقت بھی تصریحاً کہا کہ میرا نکاح ہی نہیں ہے، اور جب سے اب تک انکار پر مصر ہے تو نکاح مذکور باطل ومردود محض، اور ان جبر کرنے والوں کا ظلم خالص ہے، بھائیوں نے یہ بجبر نہ سہی بخوشی اجازت دی ہوتی یا خود نکاح کر دیا ہوتا بالغہ کے انکار سے وہ بھی فوراً باطل ہو جاتا نہ کہ ان کی اجازت بھی جبر سے، یونہی اگر بعد نکاح انکار کے بعد بالغہ خود بھی راضی ہو جاتی مفید نہ ہوتا کہ باطل شدہ نکاح رضا سے صحیح نہ ہو سکے گا نہ کہ وہ اب تک انکار پر مصر ہے، غرض اس باطل نکاح کو نکاح سمجھنا جہل بعید وظلم شدید ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیراذنھا بکرا کانت اوثیبا فان فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علی اجازتھا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوھاج[1]

عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ اس کی مرضی کے خلاف باپ یا حاکم کسی کو بھی اس کے نکاح کا اختیار نہیں، اگر کسی نے ایسا کیا یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر وہ جائز کردے تو جائز اور اگر رد کردے تو رد ہو جائے گا۔ سراج الوہاج میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

بلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب بالغہ کو نکاح کی اطلاع ملی تو اس نے رد کر دیا ہو پھر بعد میں اس نے کہا میں راضی ہوں، تو جائز نہ ہوگا کیونکہ قبل ازیں رد کرنے سے نکاح باطل ہو چکا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۰۹ از بمبئی جیل روڈ پوسٹ نمبر ۹ معرفت خلیفہ احمد اللہ صاحب مرسلہ جمیل محمد خاں صاحب دہلوی ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

ایک بالغہ شیعہ لڑکی نے برضا و رغبت خود بلا اجازت والدین ایک سُنّی المذہب افغانی النسب سے چار گواہ اور ایک وکیل کی موجودگی میں قاضی کے سامنے بمعرفت قاضی نکاح کیا، منکوحہ کے والدین بوجہ شیعہ ہونے کے اُس کا یہ نکاح فسخ کرانا چاہتے ہیں اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس لئے نکاح کے فسخ کرانے کا استحقاق ہمیں حاصل ہے، دوسرے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ نکاح ہم کفو سے نہیں ہوا لہذا ہمیں فسخ کا اختیار ہے، وکیل جو مجلس نکاح میں لڑکی کی جانب سے مقرر ہوا تھا وہ اس بات کا تو اقرار کرتا ہے کہ نکاح ہوا میں وکیل بھی بنا مگر لڑکی کے ایجاب و قبول کی آواز نہیں سُنی، قبل از نکاح لڑکی نے گواہان کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میں اہلسنت و جماعت حنفی مذہب اختیار کر چکی ہوں۔ نکاح کے گواہ موجود ہیں اور وہ مقر ہیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا ایجاب و قبول کی آواز ہمارے کانوں تک آئی، اور قبل از نکاح لڑکی نے کہا کہ میں اہلسنت و جماعت ہو چکی ہوں۔

الجواب

بالغہ پر ولایتِ جبریہ کسی کی نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ وہ سُنّیہ ہے اور باپ رافضی، عدمِ کفاءت کی وجہ کوئی سائل نے نہیں لکھی، اگر صرف بربنائے تخالفِ مذہب ایسا کہا جاتا ہے تو سُنّی لاکھوں درجے رافضی سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۷

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

اعلیٰ ہیں، اور مغل پٹھان باعتبارِ قوم ہم کفو ہیں، اُس کے باپ کا اعتراض باطل ہے اور اُسے کوئی اختیارِ فسخ نہیں، نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الایم احق بنفسھا (بے نکاح عاقلہ بالغہ کو اپنے نفس پر زیادہ اختیار ہے۔ ت) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — اللہ تعالٰی کافروں کو مومنوں پر ہرگز ولایت نہیں دے گا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۱۰ کوہ رانی کھیت متصل جامع مسجد مسئولہ عبدالرحمان خاں صاحب خانساماں ۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص اہلسنت وجماعت نے ایک رافضی کی بیوی سے کہا کہ تو مجھ سے مل، تو اس رافضی کی عورت نے کہا کہ اس شرط پر ملوں گی اگر تو اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے سے کرے۔ اُس شخص مذکور نے اس شرط کو قبول کیا اور مدتِ دراز تک زنا کاری رہی اور ابھی تک موجود ہے، اب وہ لڑکی اہلسنت کی جوان ہوگئی ہے اور شخص مذکور اُس کی شادی اُس رافضی سے کرنے کو تیار ہے، اور اس لڑکی سُنّیہ کا نانا موجود ہے وہ بھی منع کرتا ہے اور تمام اہلسنت وجماعت منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں، مگر شخص مذکور کہتا ہے کہ جائز ہے۔ اب اس صورت میں یہ لڑکی اپنے نانا کو مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح جائز ہے یا ممنوع، شرعاً اس میں گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح حرام قطعی اور زنائے خالص ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ لاحرۃ ولا مملوکۃ[3]۔ — مرتد کو کسی مسلمان عورت، مرتدہ، ذمیہ، آزاد یا لونڈی عورت سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (ت)

جبکہ وُہ لڑکی جوان ہے اور باپ اُسے معاذ اللہ زنا کے لئے دینا چاہتا ہے تو نانا وغیرہ دیگر اولیاء پر لازم ہے کہ لڑکی کو اُس کے قبضۂ تصرف سے نکال کر فوراً لڑکی کی رضا سے کسی سُنّی صحیح العقیدہ کفو کے ساتھ اُس کا نکاح کردیں واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] موطا امام مالک — کتاب النکاح — میر محمد کتب خانہ کراچی — ص ۴۹۸
[2] القرآن الکریم — ۴/۱۴۱
[3] فتاوٰی ہندیۃ — الباب التاسع فی احکام المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور — ۲/۲۵۵

مسئلہ ۴۱۱ از مقام بلیا ڈاکخانہ رسڑا مسئولہ مولوی حکیم عبدالشکور صاحب ۲۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ جس کی عمر تخمیناً دس برس کی تھی بعد انتقال اپنے والدین کے اپنے حقیقی چچا زید سے خفا ہو کر اپنے حقیقی ماموں کے گھر چلی گئی اور وہاں رہنے لگی، کچھ عرصہ کے بعد اس کے ماموں نے ہندہ کا عقد قبل بلوغ مسمی بکر سے بلا اجازت حقیقی چچا کے اس شرط پر کیا کہ تم جب میری بستی میں آکر مکان بناؤ گے اس وقت ہم لڑکی رخصت کریں گے۔ اب بکر اس بستی میں مکان نہیں بناتا ہے اور لڑکی رخصت کرا کر لے جانا چاہتا ہے اور لڑکی وہاں جانے پر راضی نہیں، کیا حقیقی چچا کے موجود ہوتے ہوئے اس کے ماموں نے عقد کر دیا تو یہ عقد شرعاً درست ہوا یا نہیں؟

دوم جب بکر نے اس بستی میں مکان نہیں بنایا تو عقد فسخ ہو گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بے اجازت چچا کے ماموں نے جو نکاح کیا جائز و صحیح ہوا، مگر چچا کی اجازت پر موقوف تھا، اگر وہ رد کر دیتا رد ہو جاتا۔ مگر عبارتِ سوال سے ظاہر کہ اس نے رد نہ کیا نکاح پر راضی ہوا دوسری جگہ لے جانے پر راضی نہیں۔ جب صورت یہ ہے تو وہ نکاح نافذ بھی ہو گیا مگر لڑکی کو خیار بلوغ ملا۔ عبارتِ سوال سے ظاہر کہ لڑکی نے جسے بالغہ ہوئے کئی سال گزرے اس خیار کا استعمال نہ کیا، وہ بھی نفسِ نکاح سے ناراض نہیں بلکہ دوسری جگہ جانے سے۔ پس صورتِ مذکورہ میں نکاح لازم ہو گیا اور کسی کو اس پر اعتراض کا اختیار نہ رہا۔

اسی گاؤں میں مکان بنانے کی شرط شرطِ فاسد ہے، اور شرطِ فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود وہ شرط ہی باطل ہو جاتی ہے، اسے اختیار ہے کہ اپنی عورت کو اپنے گھر لے جائے۔ قال اللہ تعالٰی:

واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم[1] — بیویوں کو اپنی سکونت کے ساتھ سکونت گنجائش کے مطابق دو۔ (ت)

ہاں اگر ظاہر ہو کہ شوہر عورت کو ضرور ایذا دینے کے لئے دوسری جگہ لے جانا چاہتا ہے اور یہاں رکھنا نہیں چاہتا تو لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

ولاتضاروھن لتضیقوا علیھن[2]۔ ھذا حاصل ما حط علیہ کلام المحققین۔ و علیک برد المحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — بیویوں کو تنگ کرنے کے لئے ضرر مت دو۔ محققین کے کلام کا مصداق یہی ہے، آپ پر رد المحتار کی طرف رجوع ضروری ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۶ [2] ایضاً

مسئلہ ۴۱۳ از مقام گھو، گھو ڈاک خانہ اسٹیٹ ضلع دیناجپور ڈاکخانہ خاص مسئولہ حاجی سید نورالحسن صاحب بہاری

۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کے دو نابالغ بھائی حقیقی ہیں اور ایک حقیقی ماں اور ایک حقیقی چچا اور ایک حقیقی ماموں ہیں، لڑکی نابالغہ اور دونوں بھائی اور اس کی ماں یعنی ان چاروں کی کفالت بعد فوت باپ و شوہر، بھائی شوہر کا و بھائی ماموں کا یعنی ماموں حقیقی و چچا حقیقی کر رہا ہے، ماموں و چچا حقیقی اور دو بھائی نابالغ حقیقی پردیس میں چچا و ماموں کے ساتھ ہیں، ماموں و چچا و بھائی کی عدم موجودگی میں غیر اقربا اور لڑکے کی ماں نے بہکا کر لڑکی کی ماں کو راضی کر کے چچیرے چچا کی اجازت سے نکاح کر دیا، اس نکاح سے ماموں اور چچا دونوں سخت ناراض ہیں اور کفالت کرنے سے دست بردار ہیں، لڑکی ہمیشہ سے جب سے اپنی ماں کے ساتھ اپنے حقیقی چچا کے مکان میں رہتی ہے شوہر مجازی سے کوئی تعلق نہیں ہوا صرف عقد ہوا ہے رسم بارات وغیرہ باقی ہے نکاح جائز ہوا یا نہیں؛ اگر ناجائز ہوا تو دوسرے کے ساتھ یا شوہر اوّل کے ساتھ دوبارہ جائز ہوگا یا نہیں؛

الجواب

یہ شخص جس سے نکاح ہوا اگر لڑکی کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے دختر کے لئے باعثِ ننگ و عار ہے تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں، نہ جب تک لڑکی نابالغہ ہے کسی ایسے شخص سے کوئی اس کا نکاح کر سکتا ہے، اور اگر جس سے نکاح ہوا وہ کفو ہے یعنی کسی بات میں ویسا کم نہیں تو یہ نکاح لڑکی کے حقیقی چچا کی اجازت پر موقوف رہا، اگر اُس نے جائز کر دیا اگرچہ ناراضی کے ساتھ، مثلاً کہا "خیر نکاح تو ہو گیا مگر ہم کفالت سے دست بردار ہیں" تو نکاح نافذ ہو گیا، چچا یا ماموں کسی کو اختیار نہیں کہ دوسری جگہ نکاح کر دے، ہاں لڑکی کو اُس پر اعتراض کا حق ہوگا اگر بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اپنی ناراضی کا اظہار کرے، اور اگر چچا نے خبر سُن کر رد کیا تو رد ہو گیا، چچا کو اختیار ہے جس کفو سے چاہے نکاح کر دے اگرچہ اسی شوہر سے، غرض ان الفاظ پر مدار ہے جو چچا نے خبرِ نکاح سُننے پر پہلی پہل کہے ایماناً وُہ پورے الفاظ بے کم و بیش تبدیل معلوم ہونا ضروری ہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۴۱۴ از موضع آچورہ ڈاکخانہ بیجاری ضلع فریدپور ملک بنگال مسئولہ حاجی عبدالغنی صاحب

۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی لڑکی بالغہ ہندہ نے

بلا اجازت زید کے اپنے کفو بکر کے ساتھ نکاح کیا، زید سُن کر نہایت ناخوش ہو کر بکر کے مکان سے حیلہ و بہانہ کر کے ہندہ کو اپنے مکان میں لے آیا، پھر ہندہ سے کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں ہُوا اس لئے کہ میں تیرا باپ ہوں بلا اجازت باپ کے نکاح صحیح نہیں، اس حال میں ایک سال سے زیادہ گزر گیا، پھر زید نے ہندہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاحِ ثانی صحیح ہے یا نہیں؛ اگر نہیں تو جو اولاد عمرو سے ہُوئی اُس کا اور زید کا شرع شریف میں کیا حکم ہے زید امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح ثانی صحیح ہے تو بکر پر مہر مثل لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

پہلا نکاح عورت نے جس سے کیا تھا اگر وُہ کفو شرعی تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ اس کے ساتھ عورت کا نکاح ہونا عورت کے باپ کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو تو وُہ پہلا نکاح ہو گیا اور یہ دوسرا نکاح باطل ہُوا، عورت کا باپ اور یہ دوسرا شوہر دونوں سخت کبیرہ کے مرتکب ہیں، اور بچہ جو پیدا ہُوا وُہ پہلے ہی شوہر کا ہے، اس صورت میں زید کو امام کرنا گناہ ہے جب تک توبہ نہ کرے، اور اگر پہلا نکاح عورت نے جس سے کیا وُہ بمعنی مذکور کفو شرعی نہ تھا تو وُہ پہلا نکاح باطل ہُوا دوسرا نکاح صحیح ہُوا، بچہ اس دوسرے شوہر کا ہے، زید و عمرو پر کوئی الزام نہیں اُن کے پیچھے نماز اس وجہ سے ممنوع نہیں، پہلا نکاح جس سے ہُوا تھا اگر وُہ قربت کر چکا ہے تو اُسے مہر مثل دینا آئے گا یعنی ایسی عورت کا جتنا مہر ہو جو مہر بندھا تھا اُس کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۱۵ از موضع اڑیا ضلع بریلی مسئولہ قمر الدین صاحب یکم صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ تھی اور بالغہ تھی کیونکہ اُس کے ایک لڑکا پیدا ہو چکا تھا اس رانڈ نے عقدِ ثانی کے واسطے ایک شخص کو جو اُسی کی ذات کا تھا اور جوان بھی تھا اور علم دار بھی تھا اور روٹی کپڑے سے خوش تھا تجویز کی مگر اُس جوان کے واسطے اس رانڈ کا والد نکاح کرنے کو راضی نہ تھا، زید نے کچھ لالچ پا کر اُس شخص کی طرف سے جس کے ساتھ رانڈ کا والد راضی تھا بریلی سے تعویذ اور مٹھائی لے جا کر کھلایا تاکہ اس کا خیال اس جوان کی طرف ہو جس سے اس کا والد راضی تھا، اور زید نے مٹھائی کھلاتے وقت اُس شخص کا نام لیا کہ وُہ رانڈ جس سے راضی تھی کہ تم کو میں اس شخص کی طرف سے مٹھائی کھلاتا ہُوں جس سے کہ تم راضی ہو، اس کے بعد میں اُس رانڈ کا نکاح اُس شخص کے ساتھ زبردستی کرا دیا جس سے وُہ رانڈ ناراض تھی اور زبردستی چند آدمی پکڑ کر اس شخص کے یہاں پہنچا آئے، یہ نکاح درست ہے یا نہیں؛ اور زید کو انجمن کی طرف سے صدر بنایا ہے اب زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؛ کیونکہ انجمن والوں نے زید کو صدر ممبر بنایا تو اُن کو یہ قصہ معلوم نہیں تھا اور یہ نکاح زبردستی زید ہی کی کوشش سے ہوا تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت کو اذن دیتے وقت بتایا گیا تھا کہ یہ نکاح دوسرے سے ہوتا ہے جس سے وہ راضی نہیں لیکن کسی نے ہاتھ پکڑ کے کسی نے پاؤں، اور اُس سے جبراً اذن دلوایا، صورتِ مذکورہ میں نکاح صحیح ہوگیا کہ نکاح وطلاق میں اکراہ کو دخل نہیں، جس طرح خوشی سے ہوجاتے ہیں یونہی جبر سے بھی۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

ثلاث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والعتاق[1] — تین چیزیں جن میں سنجیدگی اور مذاق سنجیدگی ہے: نکاح، طلاق اور عتاق۔ (ت)

باقی رہا یہ کہ مجبور کرنا شرعاً کوئی وجہِ الزام رکھتا ہے یا نہیں، ممکن کہ نہ رکھتا ہو بلکہ عورت کی خیر خواہی عموماً عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں، اور باپ سے زیادہ اولاد پر کون مہربان ہے سوا اللہ ورسول کے، ظاہر یہی ہے کہ جہاں وہ چاہتی تھی اس میں شر تھا اور جہاں باپ نے چاہا اُس میں خیر، تو ایسے احتمال قوی کی حالت میں اُس جبر کو وجہِ الزام نہیں ٹھہرا سکتے جیسے مریض کو بالجبر دوا پلانا، لہٰذا اس وجہ سے امامتِ زید میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱۶ از شہر کہنہ محلہ صوفی ٹولہ مسئولہ طفیل احمد صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے ایک لڑکے کے ہمراہ جو کہ ایک بیوی معہ دو بچوں کے چھوڑ چکا ہے اور لڑکی کا خالہ زاد بھائی ہوتا ہے لڑکی کے اقربا (تایا، پھوپھا، بھائی وغیرہ) کو بغیر جمع کئے غیر محلہ میں دھوکہ سے لے جاکر سرائے خام کے ایک طالب علم سے اس طرح پڑھوایا کہ ماموں جو کہ دونوں (لڑکے اور لڑکی) کا ہوتا ہے وکیل بنا (اور گواہ اول دونوں کا خالو ہے اور گواہ دوم لڑکے کا تایا زاد بھائی ہوتا ہے) جب ماموں اذن لینے گیا تو اس نے جواب نہ دیا پھر مکرر اصرار کرنے پر بھی جواب نہ دیا تو ماموں نے اس کے ایک طمانچہ مارا کہ جس کے سبب سے وہ رونے لگی اور ماموں نے باہر آکر نکاح پڑھوادیا،

---

[1] جامع الترمذی ابواب الطلاق باب ماجاء فی الھزل والجد فی الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۴۲
سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب الطلاق فی الھزل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۸
الدر المنثور تحت آیۃ ولا تتخذوا آیات اللہ ھزوا مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/ ۲۸۶

ف: در منثور کے الفاظ یہ ہیں: ثلاث من قالھن لاعبا او غیر لاعب فھن جائزات علیہ الطلاق والعتاق والنکاح۔ اور جامع الترمذی اور سنن ابی داؤد میں العتاق کے بجائے الرجعۃ کا ذکر ہے۔ نصب الرایۃ میں ان دونوں لفظوں سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے مطالعہ کے لئے جلد سوم کتاب الایمان صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۴ ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد

لڑکی جانے پر رضامند نہیں ہے کیونکہ وُہ اگلی بیوی کا حال دیکھ چکی ہے، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ لڑکی کی عمر وقتِ نکاح دو مہینے اوپر پندرہ سال کی تھی، اگر یہ بیان اور صورتِ سوال واقعی ہے تو وُہ نکاح فضولی ہوا، اجازت لینے والے اور گواہوں کا رشتہ دار ہونا تو کوئی مخل نہیں، اور بکر کا رونا بھی اذن میں شامل کیا جاتا ہے مگر نہ وُہ رونا کہ طمانچہ مارنے سے ہو، وُہ ہرگز دلیلِ اجازت نہیں ہوسکتا، تو عقد نہ ہوا مگر عقدِ فضولی اور لڑکی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر اُس نے اظہارِ اجازت سے پہلے اظہارِ ناراضی کیا نکاح رد ہوگیا اور شوہر کو اُس پر کوئی دعوٰی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱۷ از حیدرآباد دکن قصبہ نارائن پیٹھ جی آئی پی ریلوے کرشنا مسئولہ سید اکرم علی عرف مطلوب شاہ صاحب مدرس فارسی عربی مدرسہ سلطانیہ درجۂ اوّل ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ عاقلہ بالغہ حرہ مکلفہ بالکرہ نے بلا اجازتِ ولی جائز اپنا عقد دو گواہانِ شرعی کے رُوبرو اپنے ایک ہم کفو سے کرلیا، پس یہ نکاح از روئے مذہب حنفی ہُوا یا نہیں؟ اگر ہُوا تو کیا ولی جائز فسخ کرکے بلا طلاق وخلع ہندہ کا عقد کسی مالدار سے جبراً کرنا چاہتا ہے اگر کرڈالے تو اس کا وبال کس پر ہوگا؟ اور یہ فعل اس کا کس حد تک جائز ہے؟ کیا رواج عرف عام قانون شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہوسکتا ہے اور ولی جائز کا جھوٹا حلف ہندہ کے مقابلہ میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول؟ بینوا توجروا

الجواب

شرعاً کفو کے معنے یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس کے ساتھ اُس عورت کا نکاح اولیائے زن کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو، اگر وہ اس معنے پر کفو ہے تو حرہ مکلفہ کا برضائے خود بے اجازتِ ولی اُس سے نکاح نافذ ولازم ہے، ولی اسے ہرگز فسخ نہیں کرسکتے، اگر بلا طلاق اُس کا نکاح دوسری جگہ کردیں گے باطل محض ہوگا اور اُس میں قربت زنائے خالص جس کا وبال مرتکب تزویج پر ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی[1] آزاد عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر ولی نافذ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے: نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی[2] (ولی کی رضا کے بغیر بھی حرہ عاقلہ بالغہ کا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

نکاح نافذ ہے۔ت) اور اگر اس معنی شرعی پر کفو نہیں اگرچہ ہم قوم ہو جسے عوام میں کفو کہتے ہیں مثلاً مذہب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس عورت کا اس سے نکاح ولی زن کے لئے باعثِ عار و بدنامی ہے تو زنِ مکلفہ کا بے اجازتِ ولی اس سے نکاح باطل و مردود محض ہے۔ درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا۔[1] غیر کفو میں اصلاً نکاح نہ ہونے کا فتوٰی ہے (ت)

رواج، عرف و قانون کوئی چیز شرع مطہر پر مرجح نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ[2] وقال تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا: حکم صرف اللہ تعالٰی کا ہے۔ اور فرمایا: جو اللہ تعالٰی کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ فاسق ہے۔ (ت)

سائل نے کچھ نہیں لکھا کہ عورت اور اس کے ولی میں کس بات کا اختلاف ہے جس کا جواب دیا جائے کہ اُن میں کس کا قول معتبر ہے کہیں اس کا قول معتبر ہوگا کہیں اس کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱۸ ضلع ہوگلی ڈاک خانہ تیلین پاڑہ باڑی عجب میاں مسئولہ سلطان احمد خاں صاحب مرزا پوری ۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بعمر بارہ برس کی ہے، اس کا عقد کرنے کو اُس کا باپ ایک مرد نابالغ سے کرنے کو وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کریں گے اور رسم دنیاوی بھی کر دیا گیا کہ لڑکا لڑکی کے واسطے کپڑا اور مٹھائی وغیرہ اور دس پانچ برادری کے لوگوں کو ساتھ لے کر گیا، لڑکی کے باپ نے برادری کے رُوبرو سب سامان لیا اور اقرار کیا کہ فلاں تاریخ میں نکاح کر دُوں گا کہ درمیان میں لڑکی کا باپ بیمار ہوگیا اور زیادہ علیل ہوگیا سو وُہ مکان پر چلا گیا، جس کو عرصہ چھ ماہ کا ہوگیا لڑکی اور اُس کی ماں یہیں پر رہ گئیں اور اب بھی موجود ہیں، جب سے لڑکی کا باپ مکان گیا وہی لڑکا برابر خرچ وغیرہ کا بھی بار اُٹھاتا ہے، اب وُہ لڑکا لڑکی کی ماں سے بہت زور کرتا ہے کہ میرا نکاح کر دو۔ عورت نے کئی مرتبہ خط بھی مکان پر لکھا مگر کچھ جواب نہیں آیا کہ زندہ ہے یا مر گیا، لڑکی کی ماں پہلے راضی نہ تھی مگر جب لڑکے نے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتی ہو تو جو کچھ روپیہ میرا اتنے عرصہ میں خرچ ہُوا اُس کو دو ورنہ ہم

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[2] القرآن الکریم ۶/۵۷
[3] " " ۵/۴۷

نالش کریں گے، سو اب لڑکی کی ماں نکاح لڑکی کا کرنے پر راضی ہے اور کہتی ہے کہ ہم راضی ہیں نکاح پڑھوالو، اور یہ کہا کہ شوہر میرا کہہ گیا تھا کہ ہم مکان سے واپس آکر شادی کریں گے اس وجہ سے ہم نہیں راضی ہوئے تھے، سو اب ان کا کچھ پتہ نہیں ہے، میں خوشی سے کہتی ہوں کہ قاضی کو بُلا کر ایجاب و قبول کر کرا لو، اور لڑکی بھی اپنے بُرے بھلے کو پہچانتی ہے، سو وہ بھی رضامند ہے اور عرصہ چھ ماہ سے اسی مرد کے ہمراہ گویا رہتی ہے، جو باتیں حق حق تھیں ان کو لکھ کر علمائے دین کے حضور میں پیش کر دیا جو کچھ حکم شریعت مطہرہ کا ہو بیان فرمائیں، اور ذیل میں جو علامت انگوٹھا ہے وہ ان برادریوں کا ہے جن کے سامنے لڑکی کے والد نے اقرار کیا اور کپڑا وغیرہ لیا، اُن لوگوں کے سامنے یہ سوال لکھا گیا اور دستخط لیا گیا لہٰذا عدم موجودی اس کے والد کے نکاح ہونے یا نہ ہونے سے یا جس طرح اور جس قاعدہ سے نکاح ہو اس مسئلہ کو حضور تحریر کریں۔ بینوا توجروا

الجواب

لڑکی اگر نابالغہ ہے تو اس کے نکاح کے لئے ولی کی ضرورت ہے، ولی اُس کا باپ ہے، بے اجازتِ پدر کسی کو لڑکی کے نکاح کرنے کا اختیار نہیں، اور پہلے اُس کا راضی ہونا اور وعدہ کرنا اجازت کے لئے کافی نہیں کہ اُس نے کسی کو وکیل نہیں کیا اب اس سے اجازت لی جائے، اگر اُس کا پتہ نہ چلے تو لڑکی کا جوان بھائی اُس کا ولی ہے، وہ نہ ہو تو بھتیجا، وہ نہ ہو تو چچا کا بیٹا، اسی طرح جو عصبہ ہو، اور اگر عصبات میں کوئی نہ رہا ہو تو البتہ اُس وقت ماں کو ولایت ہوگی اور اس کی اجازت سے نکاح ہو سکے گا، اور اگر لڑکی بالغہ ہے یعنی اُسے ماہواری عارضہ آچکا ہے تو خود اُس کی اپنی اجازت کافی ہے، مگر بہرحال باپ کے سوا جو دُوسرا شخص اس کا نکاح کرے یا بالغہ ہو کر خود کرے یہ ضرور ہوگا کہ جس سے نکاح کیا جائے وہ اس لڑکی سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح ہونا لڑکی کے اولیاء کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو ورنہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۱۹ از پیلی بھیت محمد غفار خاں مسئولہ حکیم سعید الرحمٰن خاں صاحب، ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ رفیق بیگم کا نکاح اس کی نابالغی میں جبکہ اس کا باپ دادا زندہ نہ تھے اُس کے چچا نے اپنے پسر کے ساتھ کر دیا، نابالغہ مذکورہ نے بالغ ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ اس نے نکاحِ مذکور کو نامنظور و ناپسند کر کے فسخ کر دیا اور بذریعہ نوٹس رجسٹری شدہ شوہر کو جو ہنوز نابالغ ہے اور اس کے والد کو بھی اطلاع دے دی، نوٹس یہ لکھ کر واپس آیا بعد ازاں رفیق بیگم نے دیوانی میں نالش کی اور حسب ذیل استدعائے داد رسی کی: "استقرار اس امر کا فرما دیا جائے کہ جو نکاح مدعیہ کا اس کی نابالغی میں ہُوا تھا اور جس کو مدعیہ نے بعد بلوغ شرعی کے مسترد کر دیا ہے مدعیہ

بوجوہ مصرحہ عرضی نالش نکاح مذکور کی فسخ اور کالعدم ہوجانے کی وجہ سے پابند نہیں ہے اور اب مدعیہ زوجہ مدعا علیہ کی نہیں ہے۔" ہنوز اس نالش کا فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ رفیق بیگم فوت ہوگئی، ایسی حالت میں نکاح مذکور وقت وفات رفیق بیگم کے قائم وبرقرار متصور رہوگا یا فسخ ومسترد، اور شوہر کو ترکہ رفیق بیگم کا پہنچے گا یا نہیں؟

الجواب

رفیق بیگم کی اخیر سانس تک نکاح برقرار تھا، وہ اپنے شوہر کی زوجیت ہی میں مری، شوہر اُس کے نصف ترکہ کا وارث ہوگا اور نصف مہر بھی ساقط ہوگیا، نصف مہر بحق دیگر ورثا دے گا، خیار بلوغ سے عورت کو یہ حق نہیں ہوتا کہ اپنا نکاح خود فسخ کرلے، نہ اس کے فسخ کئے فسخ ہوسکتا ہے، بلکہ اُسے صرف دعوی فسخ کا اختیار ملتا ہے، بعد دعوی قاضیِ شرع کے فسخ کئے سے فسخ ہوگا، اگر قبلِ فسخ مرجائے تو زوجیت ہی میں مرے گی۔ ردالمحتار میں ہے:

قولہ فیفسخہ القاضی فلا تثبت ھذہ الفرقۃ الا بالقضاء لانہ مجتھد فیہ وکل من الخصمین یتشبث بدلیل فلا ینقطع النکاح الا بفعل القاضی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ماتن کا قول کہ "قاضی اس کو فسخ کرے" تو فرقت قضا کے بغیر ثابت نہ ہوگی، کیونکہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور ہر فریق اس میں دلیل کا سہارا لیتا ہے اس لئے نکاح قاضی کی کارروائی کے بغیر فسخ نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۲۰ ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈھرکی ڈاکخانہ خیرپور ڈھرکی خاص دربار معلے قادریہ پرچونڈی شریف

از طرف ابوالنصر فقیر سردار شاہ ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی، شخصے بحین حیات پدر خود بلا رضامندی وشمولیت وے نکاح خواہر صغیرہ بمعاوضہ بازو بجائے کردہ پدرش بعد خبر یافتن انکار کرد وبعد چند مدت راضی شدہ بازو معاوضہ را در نکاح پسر خود گرفت وباز انکار کرد، آیا از انکار اول نکاح باطل شد یا نہ؟

علمائے کرام اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے، آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ باپ کی زندگی میں باپ کی رضامندی اور شمولیت کے بغیر بھائی نے اپنی نابالغہ بہن کا نکاح بدلے کی شرط پر کردیا، اور باپ نے اطلاع پانے پر انکار کردیا، اور کچھ مدت بعد باپ اس نکاح پر راضی ہوگیا اور بدلہ میں لڑکے کے لئے رشتہ لے لیا اور دوبارہ

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۷

محض اقبال بعد انکار تجدید ایجاب وقبول فائدہ دارد یا نہ ؟ بینوا توجروا۔

پھر انکار کردیا، کیا پہلے انکار پر نکاح باطل ہوا یا نہ ؟ انکار کے بعد صرف ایجاب قبول سے نکاح ہوگا یا نہیں ؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

نکاح نابالغہ کہ برادرش بے اجازت پدر کرد نکاح فضولی بود بر اجازت پدر موقوف چوں پدر باستماع خبر انکار کرد فوراً باطل شد و باطل را عود نیست باز راضی شدن پدر بکار نیاید تا از سرِ نو ایجاب وقبول پیش شہود کنند درر مختار است بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد[1] وردالمحتار ست لان نفاذ التزویج کان موقوفا علی الاجازۃ وقد بطل بالرد[2] در بحر الرائق ست الاجازۃ شرطہا قیام العقد[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بھائی نے باپ کی اجازت کے بغیر نابالغہ کا جو نکاح کیا وہ فضولی کا نکاح ہے اور باپ کی اجازت پر موقوف ہے جب باپ نے خبر سُنتے ہی انکار کردیا تو نکاح فوراً باطل ہوگیا اور باطل شدہ دوبارہ صحیح نہیں ہوسکتا ہے اس کے بعد باپ کا راضی ہونا بے فائدہ ہے جب تک دوبارہ گواہوں کی موجودگی میں نیا ایجاب وقبول نہ کریں صحیح نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے کہ اگر لڑکی نے خبر ملنے پر نکاح رَد کردیا پھر کہا کہ میں راضی ہُوں تو جائز نہ ہوگا، کیونکہ وہ رَد کی وجہ سے پہلے باطل ہوچکا ہے، ردالمحتار میں ہے کیونکہ نکاح کا نفاذ اجازت پر موقوف تھا جبکہ رَد کرنے سے باطل ہوچکا ہے۔ بحرالرائق میں ہے اجازت کے لئے عقد نکاح کا باقی ہونا شرط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۲۱، ۴۲۲ از ضلع بلاسپور امام مسجد اکلترا

ایک بڑھیا کی لڑکی تھی اُس کی برادری والے بلا رضامندی شادی کرنے لگے، بڑھیا مذکور نکاح کے وقت نامناسب رہنے پر دوسری کوٹھری پر روتی تھی اور یہ خبر ہی نہیں کہ میری لڑکی کا کیا ہورہا ہے، لڑکی کی عمر پانچ یا چھ سات سال کی تھی، اس لڑکی کو یہ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہورہا یا کیا ہُوا، اس لڑکی مذکور کے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۰
[3] بحرالرائق باب فی الاولیاء والاکفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۱۴

وارث سوائے بڑھیا ماں کے کوئی اس کے باپ دادا کی شاخ میں بھی نہ تھے بلکہ بلا وارث والوں نے نکاح طفلیت میں پڑھایا تو کیا یہ نکاح صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں سوائے اس کے جو لوگ نامناسب نکاح بنایا ہوا داماد نکاح بے کئے تو بڑھیا مذکور غریب بیوہ منہاری بیچنے والی بچی کو کوئی گزر کرتی تھی بعض وقت یہ بنایا ہُوا داماد دو تین بار گیا تو بڑھیا بطور مہماں نوازی کے کھلاتی پلاتی بطور برادرانہ، لیکن کچھ بڑھیا کی بچی سے سروکار بات چیت دیگر حرکات سے پاک رکھتی تھی جاتے وقت بڑھیا جب روکتی تھی تو بنا ہُوا داماد برائے نام کھلے الفاظ میں یہ صاف صاف کہتا تھا کہ مجھ کو کیوں روکتی ہے میں نہ رہوں گا اور نہ کسی کو چاہتا ہُوں اور یا نہ رکھوں گا۔ پس یہ نمبر ۲ کے متعلق ایک تو نکاح ہی درست نہیں ہُوا اور جو بنا ہُوئے داماد والوں کی طرف سے نکاح بھی مغالطًا ثابت کریں تو جب وُہ ایسا الفاظ کھلا ہوا سے کہے کہ نہ رکھوں گا نہ چاہتا ہُوں، تو بھی نکاح والے کا نکاح ساقط ہو جاتا ہے تو اب لڑکی کا نکاح بڑھیا بالغی میں پڑھا دے تو اولاد بھی ہوتی تو جو اولاد مسلمان ہوں، فقط۔

الجواب

دوسرا سوال مہمل ہے، اتنی باتوں کا جواب لکھا جائے تو اُس کا جواب ہو۔

(۱) اس لڑکی کے دادا پڑدادا نزدیک دُور کی اولاد میں کوئی مرد اس نکاح کے وقت تھا یا نہیں، بے تحقیق کوئی نہ تھا نہ کہہ دیا جائے کہ تحقیق کے بعد نکلے۔

(۲) اگر ایسا کوئی مرد تھا تو اُس نے نکاح کی خبر سُن کر کیا لفظ کہے۔

(۳) اگر ایسا کوئی مرد نہ تھا تو ماں نے نکاح ہو جانے پر کیا لفظ کہے اور اُس کے بعد کیا لفظ کہے یا کچھ نہ کہا۔

(۴) جب وُہ شخص آتا تھا تو ماں اس کی خاطر داماد کی سی کرتی تھی یا عام مہمانوں کی سی۔

(۵) لڑکی کو اب ماہواری عارضہ آتا ہے یا نہیں، اس کی عمر اب کیا ہے، عارضہ ماہواری آتا ہے تو کب سے آتا ہے۔

(۶) ماں کو اس نکاح سے وجہ ناراضی کیا تھی۔

(۷) لڑکی کو اگر عارضہ ماہواری آیا تو فورًا اس کے آنے کے وقت اس نکاح کے بارے میں کچھ کہا یا کتنی دیر بعد کچھ کہا یا کچھ نہ کہا اور اگر عارضہ ماہواری اب تک نہ آیا اور لڑکی کی عمر پندرہ برس کی ہو گئی تو جس وقت عمر پندرہ برس کی ہُوئی تھی اُس وقت یا اس کے دیر کے بعد لڑکی نے اس نکاح کے بارے میں کیا کہا تھا یا کچھ نہ کہا۔

(۸) یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جس سے نکاح ہُوا اس کی قوم کیا ہے اور لڑکی کی کیا قوم ہے اور اُس کا چال چلن کیسا ہے اور اس کا مذہب کیا ہے کیا پیشہ کرتا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۴۲۲ از لکھنؤ چھتر منزل کلب مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب قادری رضوی ۹ رجب ۱۳۳۹ھ پنجشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کسی وجہ سے اپنا نکاح پڑھاتے نہیں جا سکتا تو اپنے پیر بھائی کو اپنا ولی بنا لیا تو ولی نکاح پڑھا کر لا سکتا ہے یا نہیں ؛ بینوا توجروا

الجواب

اسے ولی نہیں وکیل کہتے ہیں کسی کو اپنا وکیل کر دے کہ میری طرف سے ایجاب قبول کر آؤ، نکاح پڑھانے والا اس سے کہے کہ فلاں بن فلاں بن فلاں کی سب سے بڑی یا سب سے چھوٹی لڑکی (یا جس طرح تعیین ہو) میں نے تیرے موکل فلاں بن فلاں بن فلاں کے نکاح میں اتنے مہر پر دی، وکیل کہے کہ میں نے اپنے موکل مذکور کی طرف سے اُس کے لئے قبول کی، یا وکیل خود عورت یا اُس کے وکیل یا نابالغہ ہے تو اس کے وکیل سے کہے کہ میں نے تجھ یا فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو تیری موکلہ ہے یا جس کا تو ولی ہے اپنے موکل فلاں بن فلاں کے نکاح میں لیا عورت یا اُس کا وکیل یا ولی کہے میں نے قبول کیا نکاح ہو جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۲۳ از ٹلہر ضلع شاہجہانپور محلہ عمرپور مسئولہ شیخ سلامت اللہ صاحب پارچہ فروش ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کتنی عمر میں لڑکی کا نکاح جائز اور کتنی عمر ہو تو ناجائز؛ یعنی لڑکا سنِ بلوغ بحکم شرع کتنی عمر میں ہوتا ہے، کتنی عمر مدت سال کی ہو تو نکاح جائز ہوتا ہے جب کہ اس کا کوئی حقیقی شخص وکیل مطلق نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب آثارِ بلوغ ظاہر ہوں لڑکے کو احتلام لڑکی کو حیض، اُس وقت سنِ بلوغ ہوتا ہے۔ اور اگر آثار نہ ہوں تو پندرہ برس پوری عمر ہونے پر حکم دیا جائے گا۔ اگر لڑکی نو برس کامل یا لڑکا بارہ برس کامل کا ہو چکا ہے اور وہ دعویٰ بلوغ کریں اور ان کی ظاہری حالت اس دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو تو اُن کا قول مان لیا جائے گا جب تک ان صورتوں میں سے کسی صورت پر بلوغ ثابت نہ ہو وہ بغیر اذنِ ولی کے اپنا نکاح نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۲۴ از نصرات پرگنہ پڑاوہ ریاست علاقہ ٹونک محلہ سلطانپورہ مسئولہ ابراہیم صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ۱۴ سال سے علیحدہ رہتا ہو عورت حاملہ تین ماہ کی ہو اسی حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی نے جو ۱۴ سال تک اپنی ماں کے پاس پرورش پائی باپ نے کسی قسم کی امداد نہیں دی نہ کبھی لڑکی کو بلوا کر دیکھا ایسی صورت میں جو ان لڑکی ۱۴ سال کی بالغ ہو گئی ہے لڑکی نے اپنی خوشی اور اس کی والدہ نے اپنی اجازت سے لڑکی کا نکاح کر دیا باپ موجود نہ تھا نکاح بھی ہم قوم سے ہوا یعنی غیر قبیلہ میں نہیں ہوا، یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں ؛ بینوا توجروا۔

الجواب

شرعاً وہ لڑکی اسی کی ہے اگرچہ کتنے ہی برسوں سے عورت سے علیحدہ ہو فقط چودہ برس کی عمر ہونا بلوغ کے لئے کافی نہیں اگر حیض نہ آیا ہو نابالغہ ہے، نکاح کے لئے اس کی اجازت کوئی چیز نہیں اور ماں کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر جائز کر دے گا جائز ہو جائے گا رد کر دے گا باطل ہو جائے گا، اور اگر لڑکی واقعی بالغہ ہو گئی تھی حیض آ چکا تھا تو وہ کفو میں اپنے نکاح کی مختار ہے غیر کفو میں بغیر اجازت باپ کے کہ اس نے پیش از نکاح غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت دی ہو لڑکی کا نکاح اس کی اجازت سے باطل ہے، غیر کفو ہونے کے لئے یہی ضروری نہیں کہ کم قوم ہو بلکہ مذہب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا لڑکی کے لئے باعثِ بدنامی ہو یہ بھی غیر کفو ہونا ہے اگرچہ خاص اسی خاندان کا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۲۵ از سہیتہ ڈاک خانہ درابختہ تحصیل ڈیرہ غازی خاں مسئولہ اللہ بخش صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک عورت زینب پر عاشق ہوا باوجود اہل وعیال کے اس کے عشق میں مغلوب ہو کر اپنی دختر صغیرہ چار سالہ کا نکاح حق مہر زینب پر برادر زینب عمرو زوجہ دار سے کر دیا بعد اس کے زید نے زینب سے عقد کر کے سر میل کیا اور اسی وقت بیمار ہوا، بعد ہفتہ کے فوت ہو گیا، اب وہ لڑکی بالغہ ہو کر کہتی ہے کہ میرے باپ نے مرضِ عشق میں جو میرا نکاح نااہل غیر کفو دار سے کر دیا ہے مجھے منظور نہیں، آیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صغیرہ کا نکاح کہ اس کے باپ نے کیا لازم ہے، صغیرہ کو بعد بلوغ اس کے فسخ کا کوئی حق نہیں اور عذرات کہ سوال میں لکھے مہمل و بے معنی ہیں شرع میں ان کی کوئی اصل نہیں۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو لغبن فاحش او من غیر کفؤ ان کان المزوج ابا او جد لم یعرف منھا سوء الاختیار[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

نکاح دینے والا باپ یا دادا ہو اگرچہ یہ نکاح غیر کفو یا انتہائی کم مہر پر کیا ہو تو بھی لازم ہو جائے گا بشرطیکہ باپ دادا سوءِ اختیار سے معروف نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۲۶ از شہر مین پوری دربہ محلہ مکان مولوی حکیم محمد عباس مسئولہ نثار احمد صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زوجۂ زید نے چند لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا، زید نے اپنا عقد ثانی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

ہندہ سے کیا، ہندہ سے بھی چند لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، پھر زید نے بھی انتقال کیا، ہندہ اپنی اولاد کو لے کر اپنے میکے چلی گئی، اس کے سوتیلے لڑکے اُس کو اپنے حسبِ مقدرت ماہانہ خرچ خورد ونوش پہنچاتے رہے، پھر ہندہ بھی مرگئی، اور اس کا بھائی ان بھانجی بھانجوں پر قابض ہوگیا اور اپنی بھانجی کا عقد خالد سے بلا صلاح ومشورہ اُس کے علاتی بھائیوں کے پوشیدہ طور پر کردیا، جب یہ خبر عالم آشکار ہوئی تو بالا بالا اس کے علاتی بھائیوں کو بھی خبر پہنچی، تو کسی ترکیب سے اپنی سوتیلی بہن کو خالد کے مکان سے بُلوالیا اور اب یہ چاہتے ہیں کہ اپنی سوتیلی بہن کا کسی معزز سے نکاح کردیں اور وہ لڑکی بھی اپنے شوہر خالد سے نہایت بدظن ہے بوقتِ عقد اس کی عمر آٹھ سال کی تھی اب گیارہ سال سے زائد نہیں، ان صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جبکہ دخترِ ہندہ نابالغہ کا کوئی حقیقی بھائی بالغ نہ ہو تو اس کے علاتی بھائیوں میں جو بالغ ہوں اس کے دلی نکاح ہیں، وہ سمجھ کر اس کے ماموں نے ان بھائیوں سے چھپا کر یا فسخ ہوگیا، ان بھائیوں کو اختیار ہے کہ حسبِ اجازتِ شرع کسی غوشرعی سے بغیر مہر مثل میں کمی فاحش کئے ہوئے اُس کا نکاح کردیں اگر وہ اب بھی نابالغہ ہے اور اگر اب بالغہ ہوگئی یعنی عارضۂ ماہواری آنے لگا تو کسی کفو شرعی سے نکاح کرلینے کا اُسے خود اختیار ہے بہرحال طلاق کی کچھ حاجت نہیں کہ بھائیوں کے روکنے سے ماموں کا کیا ہوا نکاح سرے سے فسخ ہوگیا اور خالد کو اُس دختر سے کچھ تعلق نہ رہا پھر طلاق سے کیا علاقہ! درمختار میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف — اگر ولی ابعد نے اقرب کی موجودگی کے باوجود نکاح کیا علی اجازتہ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ — تو اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴۲۷ مرسلہ سید امداد علی صاحب مختار عام ساہوان ٹھاکر دروازہ محلہ پیرزادگان ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعتِ محمدیہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی لڑکی اپنے نانا کی زیرِ پرورش ابتدا سے ہے، باپ نے روزِ اوّل سے اس سے تعلق قطع کر رکھا ہے اور مطلق کسی بات کی خبر نہیں لیتا ہے مرض دُکھ درد رنج راحت وغیرہ کو نہیں پوچھتا، ایسی حالت میں ان لڑکیوں کا نانا عقد کردے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ حال یہ ہے کہ وہ لڑکی جس کا عقد کرنا چاہتا ہے تیرھویں سال میں ہے اگر کوئی صورتِ جواز ہو تو بیان فرمائیے کیونکہ جب باپ کسی حالت کا شریک نہیں تو لڑکی کے عقد کی کیا سبیل کی جائے اور یہ بیان فرمائیے کہ لڑکی کس سن پر بالغ ہوئی اور بروئے فقہ اس کی کیا کیا شرائط اور نشانیاں ہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۴

الجواب

باپ کے ہوتے ہوئے نانا کو ولایت نہیں ہوسکتی، باپ کا بے علاقہ رہنا اس کی ابوت کو زائل نہیں کرتا،

ولم یذکر فی السؤال صورۃ العضل و فیھا الولایۃ للقاضی دون اب الامر کما حققہ المولی الشرنبلالی فی کشف المعضل۔

سوال میں لاتعلقی کی صورت بیان نہیں کی جبکہ اس میں ولایت قاضی کو ہے نانا کو نہیں ہے جیسا کہ مولٰنا شرنبلالی نے اپنی کتاب "کشف المعضل" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

لڑکی کم سے کم نو برس کامل اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال کامل کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے، اس بیچ میں آثارِ بلوغ پیدا ہوں تو بالغہ ہے ورنہ نہیں، آثارِ بلوغ تین ہیں، حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا۔ باقی بغل میں یا زیر ناف بال جمنا یا پستان کا ابھار معتبر نہیں۔ تنویر میں ہے:

بلوغ الجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فحتی یتم خمس عشرۃ سنۃ وادنی مدتہ لھا تسع سنین[1] (ملخصا)۔

لڑکی کا بلوغ احتلام، حیض یا حمل سے ثابت ہوتا ہے اگر ان میں کوئی علامت نہ ہو تو جب عمر پورے پندرہ سال کو پہنچ جائے اور اس کے بلوغ کی کم از کم مدت نو سال ہے (ملخصا)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لا اعتبار بالنبات العانۃ ونھود الثدی فذکر الحموی انہ لا یحکم بہ فی ظاھر الروایۃ وکذا ثقل الصوت کما فی شرح النظم الھاملی ابوالسعود وکذا شعر الساق والابط والشارب[2] (ملخصا) وھو تعالٰی اعلم۔

لڑکی کے بلوغ کیلئے زیر ناف بال اگنے اور پستان کے ابھار کا اعتبار نہیں ہے تو حموی نے ذکر کیا کہ اس پر حکم نہیں کیا جاسکتا ظاہر روایت کے مطابق، اور یوں ہی آواز بھاری ہونا بھی معتبر نہیں، جیسا کہ ابوالسعود ہاملی کے منظوم کی شرح میں ہے، اور یونہی پنڈلی، بغل، مونچھوں کے بالوں کا بھی اعتبار نہیں (ملخصا) وہو تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۲۸ از مبارکپور ڈاکخانہ خاص محلہ رانی پورہ ضلع اعظم گڑھ مرسلہ نثار احمد صاحب درزی

زید بیمار ہوا اپنی حالتِ بیماری میں اپنی لڑکی کو اُس کے ماموں کے سپرد کیا، لڑکی کا سن پندرہ برس کا تھا

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی البلوغ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۹

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۹۷

پھر لڑکی کا والد فقط کر گیا اور دادا ابھی موجود ہے اور لڑکی اب تک اپنے ماموں کے یہاں پرورش پاتی ہے، بعد کچھ روز کے لڑکی کے دادا نے کہیں نکاح کر دیا یعنی کفو میں، اس نکاح کو نہ تو اس کا ماموں جانتا ہے نہ لڑکی جانتی ہے، بعد کچھ روز کے لڑکی نے سنا تو کہا ہم کو نکاح منظور نہیں، اور لڑکی کا ایک چچا بھی موجود ہے وہ بھی نکاح میں شریک نہیں وہ بھی نہیں جانتا اور نہ اس کی رائے سے نکاح ہوا، صرف دادا نے اپنی خودی سے نکاح کیا تھا اس نکاح کو کوئی نہیں جانتا، نہ ماموں نہ لڑکی کا چچا، آیا وہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

غیب کا علم اللہ عزوجل پھر اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے، اگر فی الواقع جس وقت دادا نے اس کا نکاح کیا اس کی عمر کامل پندرہ برس کی یا اس سے زائد تھی یا آثارِ بلوغ مثل حیض وغیرہ ظاہر تھے تو دادا نے جو نکاح کیا عورت کی اجازت پر موقوف رہا، اگر عورت نے خبر سن کر نامنظور کیا رد ہو گیا اور اگر وقتِ نکاح عورت کی عمر پوری پندرہ سال کی نہ تھی نہ آثارِ بلوغ ظاہر تھے اور دادا نے نکاح کر دیا تو وہ لازم ہو گیا اب رد نہیں ہو سکتا، عورت اگر دوسرا نکاح بحیات شوہر کرے گی زنا ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

www.alahazratnetwork.org
WWW.NAFSEISLAM.COM

بابُ الکفائۃ فی النّکاح

(نکاح کے سلسلہ میں کفو کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۴۲۹ از مراد آباد محلہ قانونگویاں مرسلہ محمد نبی خاں صاحب رئیس اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ شریف زادی جس کے باپ نے انتقال کیا اور بھائی کوئی نہیں صرف عمرو اس کا حقیقی چچا ولی شرعی ہے، مادرِ ہندہ نے غیبتِ عمرو میں باذنِ ہندہ بے اطلاع عمرو اُس کا نکاح زید کم قوم غیر کفو یعنی قصاب مالدار سے کر دیا، جب عمرو آیا اور مطلع ہُوا اِس خیال سے کہ نکاح تو ہو ہی گیا مصلحۃً منظور کر لیا اور ہندہ کی رخصتی کر دی کہ برضائے ہندہ وطی بھی واقع ہُوئی، اب ہندہ اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تا ادائے مہر معجل زید کے یہاں جانا یا اسے اپنے نفس پر قدرت دینا نہیں چاہتی، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اور ہندہ کو ناشزہ کہا جائے گا یا نہیں؟ اور اُسے زید کے یہاں نہ جانے اور اپنے نفس کے بچانے کا اختیار رہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں نہ ہندہ ناشزہ اور نہ زید کو اس پر دسترس، نہ زنہار اُسے قدرت دیں گے کہ ہندہ کو اپنے یہاں بلائے، نہ ہرگز ہندہ کو اجازت دیں گے کہ بطور زوجیت اس کے یہاں جائے بلکہ شرعاً دونوں پر واجب کہ اس نکاحِ فاسد و واجب الفسخ سے دست برداری کریں اور زید نہ مانے تو ہندہ پر لازم کہ بطور خود

فسخ کردے صرف اسی کے فسخ کئے سے فسخ ہوجائے گا، اور یہ بھی نہ کرے تو حاکم پر واجب کہ اُن میں تفریق کردے اور ہندہ کے لئے مہر مثل اتنا کہ مہر مسمّٰی پر زیادہ نہ ہو زید پر لازم آئے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ نکاح غیر ولی یعنی ماں نے چچا کے ہوتے اسے ولایت نہیں بے رضائے ولی باذن ہندہ کیا تو درحقیقت یہ زن بالغہ کا بطور خود نکاح کرنا ہوا کہ بسبب اذن ولایت متحقق ہوئی اور فعلِ وکیل بعینہٖ فعل موکل ہے،

فی الخیریۃ سئل فی بکر بالغۃ زوجہا اخوھا لامہا من غیر کفو باذنہا أجاب تزویجہ لہا باذنہا کتزوجہا بنفسہا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفو بلا رضا اولیائہا[1] اھ ملخصا۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے، سوال ہوا کہ ایک بالغہ باکرہ کا نکاح اس کی اجازت سے اس کی والدہ کی طرف سے بھائی نے غیر کفو میں کیا؟ جواب میں فرمایا کہ مذکورہ لڑکی کی اجازت سے نکاح ایسے ہی ہے جیسے اس نے بذاتِ خود نکاح کیا ہو یہ مسئلہ اس کا ہے کہ جس نے اپنے کو غیر کفو میں اپنے اولیاء کی مرضی کے بغیر نکاح کرلیا ہو اھ ملخصا (ت)

اور روایت مفتی بہا مختار للفتوٰی یہ ہے کہ بالغہ ذات الاولیاء جو اپنا نکاح غیر کفو سے کرے وہ اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے کہ ولی شرعی پیش از نکاح صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرے اور وُہ جانتا بھی ہو کہ یہ شخص کفو نہیں ورنہ اگر عدم کفاءت پر مطلع نہ تھا یا تھا مگر پیش از نکاح اس نے تصریحًا اظہارِ پسند و رضا نہ کیا تو ہرگز نکاح صحیح نہیں اگرچہ ولی مذکور نکاح کے وقت ساکت بھی رہا ہو اگرچہ باوجود اطلاع اصلًا انکار نہ کیا ہو اگرچہ بعد وقوع نکاح صاف صاف تصریح رضامندی بھی کردی ہو اگرچہ اُس کی رخصت وغیرہ خود ہی کی ہو، یہ سب باتیں بیکار ہیں اور اس نکاح کی کہ شرعًا صحیح نہ ہُوا اصلاح نہیں کرسکتیں،

فان الرضی الاحق انما ینفع فی الموقوف دون الفاسد۔

بعد کی رضا موقوف نکاح کے لئے تو مفید ہے مگر فاسد نکاح کے لئے مفید نہیں (ت)

درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[2]۔

غیر کفو میں نکاح اصلًا جائز نہ ہونے کا فتوٰی دیا جائیگا، فسادِ زمان کی وجہ سے فتوی کے لئے یہی مختار ہے تو مطلقہ ثلاثہ اگر غیر کفو میں نکاح کرے گی تو وُہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوسکے گی بشرطیکہ اس کے اولیاء اس غیر کفو پر مطلع ہونے پر رضامند نہ ہوں، اس کو محفوظ کرلو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ باب الاولیاء والاکفاء دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۵

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

اسی طرح فتح القدیر و فتاوٰی خانیہ و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وغیرہا میں ہے:

وفی ردالمحتار ھذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ[1]۔

اور ردالمحتار میں ہے یہ امام ابوحنیفہ سے امام حسن کی روایت ہے، یہ جب ہے کہ اس کے ولی ہوں اور وہ نکاح سے قبل راضی نہ ہو چکے ہوں تو بعد کی رضامندی مفید نہیں ہوگی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

السکوت منہ لایکون رضی کما ذکرنا[2]۔

اس موقع پر ولی کی خاموشی، رضا نہ قرار پائے گی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطء فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئھا ولم یزد علی المسمّٰی ویثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما اھ ملخصا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

نکاح فاسد میں وطی فی القبل ہوجانے پر مہر مثل لازم ہوجائے گا اور کسی عمل مثلاً خلوت وغیرہ سے لازم نہ ہوگا کیونکہ یہاں وطی حرام ہے، اور یہ مہر مثل مقرر شدہ سے زائد نہ ہوگا اور خاوند بیوی دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی نکاح کو فسخ کرنیکا حق حاصل ہوگا خواہ وطی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تاکہ گناہ سے بری ہوسکیں اسی لئے مہر کا وجوب فسخ کے منافی نہیں ہوگا، بلکہ بہرصورت قاضی پر واجب ہے کہ وہ اس نکاح سے دونوں کی تفریق کرے اھ ملخصا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۰ از سہسوان ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے غیر شہر سے سہسوان میں آکر اپنے آپ کو سُنّی اور قوم کا سید ظاہر کیا، عمرو نے کہ شیخ انصاری ہے اپنی لڑکی لیلٰی جس کی عمر وقت نکاح بارہ تیرہ برس کی تھی بیان زید سے دھوکا کھاکر اُسے بیاہ دی، وہ لڑکی اور اس کا باپ سب اہلسنت وجماعت ہیں، ہنوز رخصت بھی نہ ہوئی تھی نہ لیلٰی

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۷
[2] ایضاً
[3] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

نے زید کی صورت دیکھی تھی کہ زید چلا گیا اور جب سے اصلاً خبر نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا، اسے کوئی دو برس کا زمانہ ہوا، اب جو اُس کا حال دریافت ہوا تو وہ رافضی نکلا اور شراب خوری و قمار بازی اس کے علاوہ ہے، جب سے یہ کیفیت معلوم ہوئی تو لیلٰی اور اس کا باپ عمرو اور اس کی ماں سب ناراض ہیں اور لیلٰی جس کی عمر چودہ پندرہ برس کی ہے اپنا نکاح اور شخص سے کیا چاہتی ہے جو مذہب کا سُنّی اور اعمال کا نیک ہو، اس صورت میں شرع شریف لیلٰی کے حق میں کیا حکم دیتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم العفو والعافیۃ (اے اللہ تجھ سے معافی اور عافیت کی درخواست ہے۔ ت) روافض میں جو ضروریاتِ دین سے کسی امر کا منکر ہو مثلاً قرآنِ عظیم کو بیاضِ عثمانی کہے اس کے ایک لفظ ایک حرف ایک نقطے کی نسبت گمان کرے کہ معاذ اللہ صحابۂ کرام یا ہم اہلسنت خواہ شخص نے گھٹا دیا، بڑھا دیا، بدل دیا، یا حضرت جناب امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمۂ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے کسی کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کُل یا بعض سے افضل بتائے قطعاً کافر ہے اور اُس کا حکم مثل مرتدین کے ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یحکم بکفر الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا (الی ان قال) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ[1]۔

روافض کے اس قول پر کہ مُردے دُنیا پر واپس آتے ہیں" ان کی تکفیر ضروری ہے (عالمگیری نے یہاں تک کہا کہ) یہ قوم ملتِ اسلامیہ سے خارج ہے اور ان کے احکام مرتدین جیسے ہیں۔ ظہیریہ میں یونہی ہے (ت)

آج کل عامہ روافض اسی قسم کے ہیں ان کے عالم جاہل چھوٹے بڑے تحریراً تقریراً علی الاعلان ان کفریات کا اعتراف کرتے اور ان کے معتقد کو مومن کامل جانتے اور اپنا پیشوا و مجتہد مانتے ہیں تو اگر ان میں بعض بالفرض خود معتقد نہ تھے تو یوں کافر ہوئے۔ شفاء شریف میں ہے:

نکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین اووقف فیھم اوشک او صحح مذھبھم وان اظھر مع ذالک الاسلام واعتقدہ[2] الخ واقرہ علیہ العلامۃ الخفاجی فی

جس نے ملتِ اسلامیہ کے علاوہ کسی دین کو اپنایا یا ان میں شک یا توقف کیا یا ان کے مذہب کو صحیح کہا تو ایسے لوگوں کی ہم تکفیر کریں گے اگرچہ یہ لوگ اسلام اور

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے فصل فی بیان ماھو المقالات مطبعۃ شرکۃ صحافیہ فی بلاد العثمانیۃ ۲/ ۲۷۱

نسیم الریاض۔ اس کے اعتقاد کا اظہار کریں الخ اور علامہ خفاجی نے اسے نسیم الریاض میں مضبوط قرار دیا۔ (ت)

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ روافض زمانہ میں کسی ایسے کا ملنا جسے ایک ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں کبریت احمر کے ملنے سے کچھ زیادہ ہی دشوار ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے یہ مسئلہ اپنے فتاوٰی میں مشرحًا بیان کیا اور بارہا ان لوگوں سے بطلانِ مناکحت پر فتوٰی دیا، اکابر مشاہیر علمائے عصر اس افتا میں فقیر سے موافق ہیں ہاں جو اس درجہ کا نہ ہو اور ضروریاتِ اسلام سے کسی شئ کا انکار نہ کرتا ہو نہ اُس کے منکروں کو مسلمان جانتا ہو اگرچہ اپنی خباثت سے تبرائے ملعونہ شنیعہ مغضوبہ تک پہنچے صحیح مذہب معتمد مشرب پر بدعتی فاجر ہے نہ مرتد کما فرقہ حققہ ابی وسیدی مقدام المحققین قدس سرہ المکین فی فتاواہ (جیسا کہ میرے والد ماجد مقدام المحققین قدس سرہٗ نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی۔ ت) پس اگر زید مذکور جس کے ساتھ لیلٰی کا نکاح ہُوا درجہ اول کا رافضی تھا جب تو وُہ نکاح یقیناً جزمًا باطل محض ہے جیسے کسی ہندو نصرانی یہودی مجوسی کے ساتھ بلکہ ان سے بھی بدتر مرتد اخبث اقسامِ کفار ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی، اس صورت میں لیلٰی کو ایک آن کا انتظار بھی ضرور نہیں بے دغدغہ جس سے چاہے نکاح کرلے، اور اگر اُس کا رفض دربہ دوم سے متجاوز نہ تھا تو صورت مسئولہ میں کہ نکاح باپ نے کیا اور تقریرِ سوال سے واضح کہ جب تک فریبِ زید نہ کھلا تھا لیلٰی و والدینِ لیلٰی سب راضی تھے پس عام ازیں کہ لیلٰی وقتِ نکاح بالغہ تھی یا نہیں ہر طرح نکاح منعقد ہوگیا مگر ازانجا کہ رافضی مردود زن سُنّیہ بنتِ سُنّی کا کفو نہیں ہوسکتا اور زید نے اپنے آپ کو سُنّی بتا کر فریب دغا لطہ دیا لہذا شرع مطہر اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار دے گی، اگر لیلٰی ہنگامِ نکاح صغیرہ تھی تو بعد بلوغ اُسے اعتراض وانکار کا اختیار ہوا یا ہوگا اور بالغہ تھی تو جس وقت فریبِ زید کھلا اُسے اور اُس کے اولیاء سب کو اختیارِ دعوئ فسخ ملا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی النوازل لو زوجہ بنتہ الصغیرۃ ممن ینکرانہ یشرب المسکر فاذا ھو مدمن لہ وقالت لا ارضی بالنکاح ای بعد ما کبرت ان لم یکن یعرف الاب بشربہ وکان غلبۃ اھل بیتہ صالحین فالنکاح باطل لانہ انما زوجہ علی ظن انہ کفؤ اھ ثم معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ

نوازل میں ہے اگر اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح ایسے شخص سے کردیا جو شراب نوشی کا انکار کرتا تھا حالانکہ وُہ شراب کا عادی تھا، تو لڑکی نے بالغ ہونے پر کہا میں اس نکاح سے راضی نہیں اگر والد کو شراب نوشی کا علم نہ تھا اور والد کا غالب خاندان صالحین لوگ ہیں، تو یہ نکاح باطل قرار پائے گا، کیونکہ والد نے کفو سمجھتے ہُوئے نکاح دیا تھا اھ، پھر اس باطل کا

لان المسئلة مفروضة فیما اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح به فی المخانیة والذخیرة وغیرهما ولا فرق فی عدم الکفاءة بین کونه لسبب الفسق او غیرہ اھ ملتقطا۔

مطلب یہ ہے کہ اس نکاح کو باطل کیا جائے گا، جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، کیونکہ مسئلے کا تعلق اس صورت سے ہے کہ لڑکی نے بالغ ہوجانے پر عدمِ رضا کا اظہار کیا ہو جیسا کہ خانیہ، ذخیرہ وغیرہما میں اس کی تصریح کی گئی ہے، اور عدمِ کفائت میں فرق نہیں خواہ فسق کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو، اھ ملتقطا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو زوجوها برضاها ولم یعلموا بعدم الکفاءة ثم علموا الاخیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءة او اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها علی ذٰلک ثم ظهر انه غیر کفؤ لهم الخیار ولو الجیة فلیحفظ۔[2]

جب اولیاء نے لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی سے غیر کفو میں لاعلمی کی بنا پر کردیا اور بعد میں کفو نہ ہونا معلوم ہوا تو اب کسی کو فسخ کا اختیار نہیں، مگر جب نکاح کے وقت اولیاء نے کفو ہونے کی شرط پر نکاح دیا ہو یا خاوند نے نکاح کے وقت اپنے کفو ہونے کا اظہار کیا ہو تو اس کے اظہار پر انہوں نے نکاح دیا ہو پھر بعد میں معلوم ہوا ہو کہ یہ غیر کفو ہے تو اب ان کو فسخ کا اختیار ہے، ولو الجیۃ، پس اسے یاد کرلو۔ (ت)

شامی میں ہے:

فی البحر عن الظهیریة لو انتسب الزوج لها نسبا غیر نسبه فان ظهر دونه وهو لیس بکفؤ فحق الفسخ ثابت للکل۔[3]

بحر میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے نکاح کے وقت لڑکی پر اپنے نسب کو بدل کر کسی اور کی طرف منسوب کیا تو بعد میں اگر اس کا نسب گھٹیا جو کہ کفو نہیں ہے، معلوم ہوا تو اب سب کو فسخ کا حق ہے۔ (ت)

مگر اس اختیار کے یہ معنی نہیں کہ عورت یا اولیاء خود ہی فسخ کرلیں کہ یہ تو ہرگز جائز نہیں اور اسی پر قناعت کرکے نکاحِ ثانی کرلیں گے تو زنہار نہ ہوگا بلکہ اُس کے یہ معنے کہ قاضیِ شرع کے یہاں رجوع لائیں جب اُس کے نزدیک آفتابِ روشن کی طرح ثابت ہوجائے کہ واقعی زید رافضی تھا اور اس نے ان لوگوں کو

---

[1] رد المحتار — باب الولی — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۳۰۴
[2] درمختار — باب الکفاءۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۱۹۴
[3] رد المحتار — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۳۱۷

دھوکا بھی دیا یہ اُس وقت تک کہ اُس کے احوال سے آگاہ نہ تھے، نہ اب زید کا پتا ہے (کہ اُسے بُلا کر اُس کے حضور مقدمہ سُنا جائے) یا پتا معلوم ہے تو وُہ ایسی جگہ ہے جہاں قاضی نہیں (کہ مقدمہ ترتیب دے کر گواہ سُن کر بلحاظ شرائط کتاب القاضی الی القاضی وہاں بھیج دیں کہ وُہ قاضی اُسے دارالقضا میں حاضر کرکے بمواجہہ فریقین حکم فسخ سُنا دے) اور زید کو یہاں بُلاتے ہیں تو آتا نہیں اور اُس پر جبر کا کوئی طریقہ نہیں۔ غرض ہر طرح قاضی مذکور ضرورت ومجبوری ملاحظہ کرلے اُس وقت زید کے عزیزوں یا دوستوں سے کسی کو اور وہ نہ ملیں تو اور کسی بے لگاؤ متدین آدمی کو زید کا نائب وکیل قرار دے کر اُس کے حضور مقدمہ سُنے اور بعد ثبوت کامل نکاح فسخ کردے اور ازانجا کہ حسبِ تصریح سوال ہنوز زید وکیلی میں خلوت نہ ہُوئی تھی اصلاً انتظار وعدت کی حاجت نہیں حکمِ قاضی ہوتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

لایکون الفسخ لعدم الکفاءۃ الا عند القاضی لانہ مجتھد فیہ[1] الخ۔

کفو نہ ہونے کی وجہ سے فسخ صرف قاضی کی موجودگی میں ہوسکتا ہے کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے الخ (ت)

درمختار میں ہے:

شرط للکل القضاء الا ثمانیۃ[2] الخ۔

ہر فسخ کے لئے قضا شرط ہے ماسوائے آٹھ صورتوں کے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فیہ ایماء الی ان الزوج لوکان غائبا لم یفرق بینھما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نھر[3]۔

اسی میں اشارہ ہے کہ اگر خاوند حاضر نہ ہو تو اس کی حاضری تک تفریق نہ کی جائے گی تاکہ قضاء علی الغائب لازم نہ آئے، نہر۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

قال فی جامع الفصولین الظاھر عندی ان یتأمل فی الوقائع ویحتاط ویلاحظ الحرج والضرورات فیفتی

جامع الفصولین میں کہا ہے کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ واقعہ پر غور کیا جائے اور احتیاط کی جائے اور حرج اور ضروریات کا اندازہ کیا جائے تاکہ اس

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — فصل فی الاکفاء — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۶۲
[2] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۳
[3] ردالمحتار — 〃 — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۰۷

بحسبها جوازًا او فسادًا مثلًا لو طلق امرأته عند العدل فغاب عن البلد ولا یعرف مکانه او یعرف ولکن یعجز عن احضاره او عن تسافر الیه هی او وکیلها لبعده او لمانع اخر ففی مثل هذا الوبرهن علی الغائب وغلب علی ظن القاضی انه حق لا تزویر ولا حیلة فیه فینبغی ان یحکم علیه وله وکذا للمفتی ان یفتی بجوازه دفعا للحرج والضرورات مع انه مجتهد فیه، ذهب الیه الائمة الثلثة وفیه روایتان عن اصحابنا وینبغی ان ینصب عن الغائب وکیل یعرف انه یراعی جانب الغائب ولا یفرط فی حقه اھ واقره فی نور العین قلت ویؤیده ما فی الفتح من باب المفقود لا یجوز القضاء علی الغائب الا اذا رأی القاضی مصلحة فی الحکم له وعلیه فحکم فانه ینفذ لانه مجتهد فیه اھ ملخصًا۔

لحاظ سے صحت وفساد کا فتوٰی دیا جائے، مثلاً اگر کسی نے عادل شخص کی موجودگی میں بیوی کو طلاق دی اور شہر سے چلا گیا اس کی جگہ کا علم نہ ہو یا علم ہو لیکن وہاں سے اس کو یہاں حاضر کرنا یا وہاں خود پہنچنا دشوار ہو اور خود بیوی یا اس کے وکیل کا دُوری کی وجہ سے سفر کرنا مشکل ہو یا کوئی اور وجہ ہو تو ایسی صورت میں اس غائب خاوند کے خلاف شہادت گزرے اور قاضی کو اس کے حق ہونے کا ظنِ غالب ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اس میں کوئی حیلہ اور فریب نہیں ہے تو وہ خاوند کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ دے دے، یونہی مفتی کو چاہئے کہ اس غائب کے بارے میں فیصلے کا فتوٰی دے دے تاکہ حرج اور ضرورت ختم ہو سکے جبکہ یہ مسئلہ بھی اجتہادی ہے اور ائمہ ثلاثہ امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں اور ہمارے ائمہ کے اس میں دو قول ہیں، اور مناسب یہ ہے کہ غائب شخص کی طرف سے کوئی وکیل مقرر کر دیا جائے جس کے متعلق معلوم ہو کہ یہ غائب کی رعایت کرتے ہوئے کوتاہی نہیں کرے گا اھ اس کو نور العین میں ثابت رکھا ہے، میں کہتا ہوں اور اس کی تائید فتح میں باب المفقود کے اس جزئیہ سے ہوتی ہے کہ قضاء علی الغائب ناجائز ہے مگر جب قاضی غائب کے حق یا خلاف فیصلہ دینے میں کوئی مصلحت سمجھے تو فیصلہ دے دے تو نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اھ ملخصًا۔ (ت)

تنویر میں ہے:

العدة سبب وجوبها النکاح المتاکد

عدت کے وجوب کا سبب وہ نکاح ہے جس میں رخصتی

لہ ردالمحتار کتاب القضاء مطلب المسائل التی یکون القضاء فیها الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۳۹

بالتسلیم وما جری مجراہ[1]۔ ہوچکی ہو یا اس کے قائم مقام کوئی معاملہ ہو۔ (ت)

اور اگر لیلی کے شہر میں کوئی قاضی نہ ہو تو اس کی تدبیر ہم مسئلہ مفقود میں لکھ چکے ہیں، واللہ اعلم بالصواب والیہ سبحانہ وتعالٰی المرجع والمآب (اللہ تعالٰی ہی درستی کو جانتا ہے اور اس پاک ذات کی طرف ہی پناہ اور لوٹنا ہے۔ ت)

مسئلہ ۴۳۱ ۱۰ ربیع الاوّل شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زن بازاری کے لڑکا پیدا ہُوا جب وُہ لڑکا سنِ بلوغ کو پہنچا تب اُس نے دینِ اسلام قبول کیا اب جو شخص کہ پہلے سے اہلِ اسلام تھا اُسے اپنی لڑکی صغیرہ کا نکاح اس کے ساتھ کردینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، قال اللہ عزجلالہ، لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا[2] الآیۃ (مشرکوں سے نکاح نہ کرو جب تک وُہ مومن نہ ہوجائیں۔ ت) مگر یہ نکاح غیرِ کفو کے ساتھ ہے دو وجہ سے:

اوّلاً عورت قدیمی مسلمان ہے اور یہ شخص نومسلم، اور نومسلم مسلمان قدیم کا کفو نہیں،

فی الدر المختار مسلم بنفسہ غیر کفو لمن ابوھا مسلم[3] درمختار میں ہے، خود مسلمان ہونے والا ایسی لڑکی کا کفو نہیں ہے جس کا باپ مسلمان ہُوا ہو۔ (ت)

ثانیاً اُس کی ماں زنانِ بازاری سے تھی اور ان بلاد کا عرف عام ہے کہ ایسے شخص سے نکاح کردینا اولیائے زنان کے لئے قطعاً موجبِ عار ہوتا ہے اور یہی مبنائے عدمِ کفاءت ہے۔

فی فتح القدیر والموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ[4] فتح القدیر میں ہے: اس کا سبب اہلِ عرف کا ناقص سمجھنا ہے لہذا حکم کا مدار یہی بنے گا (ت)

لہذا اس میں ان سب شرائط کا لحاظ واجب ہوگا جو غیرِ کفو سے نکاح کرنے میں ہیں مثلاً جبکہ دختر نابالغہ ہے اور باپ برضائے خود اس شخص کے نکاح میں دینا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ اس سے پہلے اپنی

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵
[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۱
[3] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵
[4] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۳

کسی بیٹی کا نکاح غیر کفو سے نہ کر چکا ہو ورنہ ناجائز ہوگا۔

فی الدر المختار لزم النکاح بغیر کفؤ ان کان الولی ابا او جد المریعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا[1] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ یہ نکاح غیر کفو میں تب صحیح ہوگا جب نکاح کا ولی باپ یا دادا ہو بشرطیکہ وہ سوء اختیار میں مشہور نہ ہوں، اور اگر ہوں تو پھر صحیح نہیں ہوگا، اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۲ از شہر کہنہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ عاقلہ بالغہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا، عمرو کی نسبت اُس وقت شبہہ ہُوا تھا کہ شاید رافضی ہو اس پر اُس سے پُوچھا گیا اُس نے صاف انکار کیا اور اپنے آپ کو سُنّی بتایا اور بہت صفائی کے ساتھ اپنے سُنّی ہونے کا اطمینان دلایا یہاں تک کہ ہندہ کے معمولی اذن و رضا سے نکاح ہوگیا ہندہ رخصت ہوکر عمرو کے یہاں گئی کچھ عرصہ کے بعد جب ماہِ محرم آیا اور زید نے ہندہ کو اپنے یہاں بُلایا اُس وقت عمرو کا رافضی ہونا ظاہر ہوا اُس نے ہندہ کا زیور وغیرہ سب اتار کر ایک نیلا چیتھڑا رافضیوں کا سا اُڑھا کر ہندہ کو بھیج دیا اور تحقیق ہُوا کہ عمرو رافضی ہے، جب سے زید نے ہندہ کو اُس کے یہاں جانے نہ دیا، اب علماءِ اہلِ سنّت سے فتوٰی طلب ہے کہ اس صورت میں عمرو رافضی اور ہندہ سُنّیہ کا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قطع نظر اس سے کہ آج کل عام رافضی ضروریاتِ دین کے منکر اور دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہیں جن سے کسی کا نکاح اصلاً کسی طرح نہیں ہوسکتا بفرضِ باطل اگر یہ شخص اُس حد کا نہ بھی ہو نہ اُن منکرانِ ضروریاتِ دین اور اُن کے مجتہدین کو مسلمان جانتا ہو تاہم اس قدر میں شک نہیں کہ رافضی سُنّی کا کفو نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

وتعتبر یعنی الکفائۃ فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوٰی فلیس فاسق کفؤ الصالحۃ[2]۔ الخ۔

عرب و عجم میں کفائت دینداری کی یعنی پرہیزگاری کی معتبر ہے لہٰذا فاسق شخص صالحہ لڑکی کا کفو نہ ہوگا الخ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] درمختار باب الکفاءۃ " " ۱/۱۹۵

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ[1]

بدعتی شخص اعتقادی لحاظ سے فاسق ہے اور یہ عملی فسق سے زیادہ بُرا ہے، کیونکہ عملی فاسق اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اس لئے وہ ڈرتا ہے اور استغفار کرتا ہے بخلاف بدعتی کے، اور بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جو اہلسنّت وجماعت کے اعتقاد کے خلاف اعتقاد بنائے۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ درمختار میں زیرِ قول شرح تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المھر والنفقۃ فبان بخلافہ[2] (جب نکاح دینے والا کہے میں نے آزاد، سُنّی اور مہر ونفقہ دینے پر قادر سمجھ کر نکاح کیا ہے تو بعد کو اس کے خلاف ظاہر ہُوا۔ ت) فرمایا:

لفقد الکفاءۃ بالرق فی الاول وفی الدین فی الثانی وفی المال فی الثالث[3]

پہلی صورت (آزاد) میں غلامی کی وجہ سے، دوسری میں دین کی وجہ سے، اور تیسری میں مال کی وجہ سے کفو نہ ہونا۔ (ت)

اور جبکہ ہندہ عاقلہ بالغہ تھی اور نکاح اُس کے اذن سے واقع ہُوا تو حقیقۃً وہ ہندہ کا خود اپنا نکاح کرنا تھا کہ بالغہ پر سے ولایت منقطع اور فعلِ وکیل فعلِ مؤکل ہے خصوصاً نکاح میں کہ یہاں تو وکیل سفیر ومعبر محض ہوتا ہے اور تقریرِ سوال سے ظاہر کہ زید ولی ہندہ کو اُس وقت تک عمرو کا رافضی ہونا معلوم نہ تھا عمرو نے براہِ فریب اسے مغالطہ دیا اور وُہ اسے سُنّی سمجھ کر نکاح پر راضی ہُوا تو حاصل اُس صورت کا یہ ٹھہرا کہ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو سے کیا اور ولی کو پیش از نکاح اُس کے غیر کفو ورافضی ہونے پر اطلاع نہ تھی، ایسی صورت میں ظاہر الروایۃ تو یہ ہے کہ عورت اور اُس کے ولی دونوں کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ درمختار میں ہے:

تزوجتہ علی انہ سنی فبان بخلافہ کان لھا الخیار فلیحفظ[4] انتھی ملخصا۔

عورت نے سنّی ہونے کی وجہ سے نکاح کیا اور اس کے خلاف پایا تو اسے فسخ کا اختیار ہے، اسے محفوظ کرلو انتہی ملخصا (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴
[2] درمختار کتاب الطلاق باب العنین وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " " " دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۱۳
[4] درمختار کتاب الطلاق " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

اُسی میں ہے:

اذا شرطوا الکفائۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذٰلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار، ولو الجیۃ فلیحفظ۔[1]

اگر کفو ہونے کی شرط پر ولیوں نے نکاح دیا یا نکاح کے وقت انھیں کفو کی خبر دی گئی تو اس بنا پر انھوں نے نکاح کردیا، پھر ظاہر ہوا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غیر کفو ہے تو ولیا کو فسخ کا اختیار ہے، ولوالجیہ، اسے محفوظ کرلو۔ (ت)

مگر روایت صحیحہ ومفتٰی بہا پر نکاح اصلاً نہ ہُوا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

سئل فی بکر بالغۃ زوجھا اخوھا من غیر کفو باذنھا اجاب تزویجہ لھا باذنھا کتزوجھا بنفسھا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفو بلا رضا اولیائھا افتی کثیر بعدم انعقادہ اصلا وھی روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ ففی المعراج معزیا الی قاضی خاں وغیرہ والمختار للفتوی فی زماننا روایۃ الحسن[2] اھ ملخصا۔

باکرہ بالغہ کا اس کے بھائی نے غیر کفو میں نکاح کردیا جبکہ لڑکی نے اجازت دی ہو، سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ لڑکی کی اجازت سے نکاح ایسے ہے جیسے لڑکی نے خود نکاح کیا ہو، یہ مسئلہ لڑکی کا خود غیر کفو میں اپنے اولیاء کی رضا کے بغیر نکاح کرنے کا ہے، بہت فقہائے اس نکاح کے اصلاً منعقد نہ ہونے پر فتوٰی دیا ہے۔ اور یہ امام حسن کی امام ابوحنیفہ سے روایت ہے، تو معراج میں اس کو قاضی خاں وغیرہ کی طرف منسوب کرکے کہا کہ ہمارے زمانے میں فتوی کے لئے یہی مختار ہے جو امام حسن نے روایت کی ہے اھ ملخصا (ت)

درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ۔[3]

غیر کفو میں اصلاً جائز نہ ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا فسادِ زمان کی وجہ سے فتوٰی کے لئے یہی مختار ہے لہذا مطلقہ ثلاثہ نے اگر ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلیا تو شوہر اوّل کے لئے حلال نہ ہوگی

جبکہ ولی کو شوہر ثانی کے غیر کفو ہونے کا علم ہو اور وہ اس نکاحِ ثانی پر راضی نہ ہوا ہو، اس کو محفوظ کرلو۔ (ت)

---

[1] درمختار — باب الکفاءۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۴
[2] فتاوٰی خیریہ — باب الاولیاء والاکفاء — دارالمعرفۃ بیروت — ۱/۲۵
[3] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۱

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بلا رضی نفی منصب علی القید الذی ھو رضی الولی والقید الذی ھو بعد معرفتہ ایاہ فیصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعد مھما وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لاتحل، وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک[1] اھ ح۔

ماتن کا قول "بغیر رضا" یہ مقید کی نفی ہے اور وہ ولی کی رضا ہے اور اسکی قید جبکہ ولی کو شوہر ثانی کے غیر کفو ہونے کا علم ہو تو اس کا مصداق یہ تمام صورتیں ہوں گی، غیر کفو ہونے کے علم کے بعد رضا نہ ہو، یا علم غیر کفو اور رضا دونوں نہ ہوں، یا رضا ہو مگر غیر کفو کا علم نہ ہو، تو ان تینوں صورتوں میں وہ حلال نہ ہوگی، صرف ایک چوتھی صورت میں حلال ہوگی کہ غیر کفو ہونے کا علم ہونے کے باوجود رضا ہو، اھ ح۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں حکم یہ ہے کہ عمرو و ہندہ کا نکاح اصلاً منعقد نہ ہوا، نہ وہ اس کا شوہر ہے نہ یہ اس کی زوجہ، نہ اسے اس کے یہاں بھیجنا یا جانا روا، نہ اس کو اس پر کسی قسم کا اختیار یا دعوٰی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳۳ از دیورنیا مسئولہ عنایت حسین صاحب ۱۰ شوال ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے سالے کے ساتھ میں کردیا اور اُس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ شخص جملہ منہیات میں مبتلا ہے جیسے شراب خوری اور جُوا بازی اور زناکاری اور چوری کرتا ہے تمام اور عارضہ سوزاک اور آتشک وغیرہ کا موجود ہے، اور علاوہ اس کے غیر کفو بھی ہے، اور تارک الصلوٰۃ ہے اور خوش دامن وغیرہ اُس کی صالحین میں سے ہیں اور اُن کو اس ترتیب سے نہایت خفت اور ذلت اور عار معلوم ہوتی ہے، آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ یہ لڑکی وقتِ نکاح نابالغہ ویتیمہ تھی اور اس کا کوئی بھائی بھی نہیں، چچا نے جس سے نکاح کیا وہ پیش از نکاح بھی ایسا ہی بدرویہ و بداطوار تھا، اگر یہ بیان واقعی ہے تو نکاح مذکور اصلاً نہ ہوا،

فی الدرالمختار ان کان المزوج غیرھما اگر نکاح کردینے والا باپ دادا کا غیر ہو تو غیر کفو سے

---

[1] ردالمحتار باب الولی احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۷

ای غیر الاب وابیہ لا یصح النکاح من غیر کفؤ اصلا و ما فی صدر الشریعۃ صح ولھما فسخہ وھم[1] (ملخصًا)

اصلاً نکاح نہ ہوگا، اور جو صدر الشریعۃ میں ہے کہ نکاح صحیح اور باپ دادا کو اس کے فسخ کا اختیار ہے، یہ صرف وہم ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاھر وغیرہ[2] انتھی، واللہ تعالٰی اعلم۔

عرب و عجم میں کفائت دینداری یعنی پرہیزگاری کی معتبر ہے، دیانت سے مراد تقوٰی ہے، لہذا کوئی فاسق کسی صالحہ یا فاسقہ بنت صالح کے لئے کفو نہیں بن سکتا، فسق اعلانیہ ہو یا غیر اعلانیہ، یہ ظاہر الروایت ہے، نہر، انتہی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ سیدزادی کا نکاح اُس کے چچا نے گیارہ برس کی عمر میں بے اطلاع باپ کے اُن کی غیبت میں زید پٹھان سے کر دیا، آیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پٹھان سیدزادی کا کفو نہیں ہوسکتا، تو یہ نکاح کہ بے اطلاعِ پدر تھا، عام از انکہ ہندہ اُس وقت بالغہ ہو خواہ نابالغہ اس نکاح پر راضی تھی خواہ ناراض، مطلقاً محض باطل واقع ہُوا، یہاں تک کہ اب اگر اُس کا باپ بھی جائز رکھے تو درست نہیں ہوسکتا، زید و ہندہ کو باہم قربت ناروا، اور ہندہ اب بالغہ ہو تو اُسے ورنہ اس کے ولی کو اختیار ہے کہ بے طلاق لئے جس سے چاہے نکاح کر دے، زید ہرگز مزاحم نہیں ہوسکتا کہ مذہب مفتی بہ پر وہ محض اجنبی ہے،

فی رد المحتار عن کافی الامام الحاکم الشھید، قریش بعضھا اکفاء لبعض والعرب بعضھم اکفاء لبعض ولیسوا باکفاء لقریش ومن کان لہ من الموالی ابوان او ثلثۃ فی

ردالمحتار میں ہے کہ امام حاکم شہید کی کافی میں ہے کہ قریش ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں، اور عرب ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں مگر قریش کے لئے کفو نہیں اسلام میں اگر کسی کے دو باپ یعنی باپ دادا، یا تین

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲
[2] " باب الکفاءۃ " " " ۱/۱۹۵

الاسلام فبعضھم اکفاء لبعض ولیسوا باکفاء للعرب[1] اھ وفی الدر المختار یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلث نکحت غیر کفؤ بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[2] اھ وفی رد المحتار عن البحر الرائق اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

باپ آزادی میں ہوگزرے ہوں، وہ ایک دوسرے کے کفو ہوں گے لیکن عربوں کے کفو نہیں ہوں گے اھ اور درمختار میں ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح اصلاً صحیح نہ ہوگا اور فسادِ زمان کی بنا پر اسی پر فتوٰی ہے، لہذا مطلقہ ثلاثہ نے اگر غیر کفو میں ولی کی عدم رضا کے باوجود نکاح کرلیا جبکہ ولی کو شوہر ثانی کے غیر کفو ہونے کا علم ہو تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، اس کو محفوظ کرلو اھ، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول کہ جب لڑکی کا ولی نکاح سے قبل راضی نہ ہو تو بعد کی اجازت کارآمد نہ ہوگی اھ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ولیۂ ہندہ کو کہ سیّد زادی ہے دھوکہ دے کر اپنی قوم اور اپنا اور اپنے باپ کا مشہور نام اور اپنی ماں کا کنیز غیر شرعی ہونا چھپا کر بذریعہ تحریر و تقریر اپنے آپ کو شیخ یا سیّد اور ڈھائی بسوہ حقیت کا مالک ظاہر کرکے ہندہ سے نکاح کرلیا اور اس ملک فرضی کو مہرِ ہندہ قرار دیا، بعد خلوتِ صحیحہ ہندہ کو معلوم ہوا کہ نہ زید کا وہ نام نہ قوم نہ زمین، بلکہ وہ کنیز کِ غیر شرعی سے پیدا ہوا ہے اب ہندہ نارضامند ہوکر فسخِ نکاح چاہتی ہے، آیا صورتِ مستفسرہ میں نکاح کو خود فسخ یا اس کے فسخ کا دعوٰی کرسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ ہے اور یہ نکاح اَب وجد نے نہ کیا یا انھیں نے کیا مگر اس بارہ میں اُن کی بے احتیاطی پہلے بھی ہوئی تھی یعنی کبھی اور بھی اپنی کسی بیٹی پوتی کا غیر کفو دنی القوم یا محتاج سے نکاح کرچکے ہوں تو یہ نکاح اصلاً صحیح نہ ہوا۔ اگر ہندہ کے لئے دُور و نزدیک کہیں کوئی ولی مرد عصبہ عاقل بالغ حر مسلم مثلاً باپ دادا بھائی بھتیجا اپنا چچا یا اپنے باپ یا دادا کا چچا یا ان میں کسی کی اولاد ذکور علی ازاں اَب وجد کے سوا یہ سب سگے ہوں یا سوتیلے موجود ہے اور یہ نکاح اس کے بے اطلاع ہوا یا مطلع تھا

---

[1] ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۹
[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷

مگر اُس نے صراحۃً نکاح کی اجازت نہ دی اگرچہ سکوت کیا ہو اگرچہ مجلسِ عقد میں موجود رہا ہو یا صراحۃً اجازت و رضامندی بھی ظاہر کی بلکہ خود متولی نکاح ہُوا مگر وُہ ان حالات باطنہ زید پر وقوف نہ رکھتا تھا تو ان سب صورتوں میں مذہب مفتی بہ پر وُہ نکاح محض باطل و کالعدم بلکہ شرعاً فی الحقیقت منعدم ہے اگرچہ بعد وقوع نکاح و علم بحالات زید ولی ہندہ صراحۃً کہہ دے کہ میں ایسی حالت پر بھی اس نکاح پر راضی اور اسے جائز رکھتا ہُوں تاہم کچھ حاصل نہیں کہ جو شرعاً باطل ہے کسی کی رضامندی سے صحیح نہیں ہوسکتا، اس تقدیر پر تو فسخ کی خود کیا حاجت کہ جب عقد ہُوا ہی نہیں تو فسخ کیا کیا جائے،

فی الدر المختار یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفؤ بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[1] اھ فی رد المحتار لایلزم التصریح بعدم الرضی بل السکوت منہ لایکون رضی کما ذکرنا فلابد لصحۃ العقد من رضاہ صریحا وعلیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لا یفید فلیتامل[2] اھ وفیہ یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لا تحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفؤ مع علمہ بانہ کذلک[3] اھ۔

درمختار میں ہے کہ غیر کفؤ میں نکاح کے اصلاً ناجائز ہونے پر فتوٰی دیا جائے گا، فسادِ زمان کی وجہ سے یہی مختار ہے لہذا مطلقہ ثلاثہ نے اگر ولی کو علم کے باوجود اس کی رضا کے بغیر غیر کفؤ میں نکاح کردیا تو وُہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، اس کو محفوظ کرلو اھ، ردالمحتار میں ہے کہ ولی کا اپنی عدمِ رضا کو صراحۃً بیان کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کا سکوت ہی عدمِ رضا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، لہذا صحتِ نکاح کے لئے صراحۃً رضامندی کا اظہار ضروری ہے، اسی بنا پر اگر پہلے خاموش رہا اور نکاح کے بعد راضی ہوگیا تو کارآمد نہیں، غور کرو اھ، اور اس میں یہ بھی ہے کہ ان صورتوں میں عدمِ رضا ہوگی، علم ہو رضا نہ ہو یا علم نہ ہو رضا ہو، یا غیر کفؤ کا علم اور رضا دونوں نہ ہوں، ان تینوں صورتوں میں وُہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی اور صرف ایک صُورت میں حلال ہوگی، وُہ یہ کہ اس کو غیر کفو ہونے کا علم ہو اور راضی ہو اھ۔ (ت)

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۱۹۱
[2] ردالمحتار — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۲۹۷
[3] ایضاً

اور اگر ہندہ کے لئے اس قسم کا کوئی ولی نہیں یا جو ہیں وہ کُل یا بعض یا درصورت تفاوتِ درجہ صرف ولی اقرب پیش از نکاح باوجود وقوف بحالات زید صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرچکا ہو تو بشرطیکہ ہندہ بالغہ ہو صحتِ نکاح میں کچھ شُبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۳۶ از شہر کہنہ ۴ رمضان مبارک ۱۳۱۳ھ

ماقولہم رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ پٹھان کے لڑکے کا سیّد کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ لڑکی جوان ہے اور اس کا باپ زندہ، دونوں کو معلوم ہے کہ یہ پٹھان ہے اور دونوں اس عقد پر راضی ہیں باپ خود اُس کے سامان میں ہے، جب صورت یہ ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً شُبہہ نہیں کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ کتب میں اس پر نص ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳۷ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ہندہ بعمر چار سال ہُوا تھا اور اُس وقت عمر اس کے زوج بکر کی پانچ سال تھی، جب بکر سنِ تمیز کو پہنچا تو مردی سے خارج ہے اور بھرا ہی ہیز رقص کرتا ہے تو نامردی اور اُن حرکات زشت کے باعث والد ہندہ عار و کسرِ شان سمجھ کر دختر کے بھیجنے میں منکر ہے اور اب دختر کی عمر چودہ سال ہے، شوہر کو پسند و قبول نہیں کرتی، تو اس صورت میں دربارہ جواز و عدمِ جواز نکاح کیا حکم ہے اور بعد تفریق دین مہر اُس کا ذمہ شوہر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگرچہ مخنثوں کے ساتھ رقص کرنا بیشک زوالِ کفاءت کا باعث ہے کہ ایسے شخص سے رشتہ ضرور موجبِ ننگ و عار ہے مگر کفاءت کا اعتبار ابتدائے نکاح کے وقت ہے اگر اُس وقت کفو ہو پھر کفاءت جاتی رہے تو اس کا لحاظ نہ ہوگا۔

فی الدرالمختار والکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ فلو کافأ وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ[1]

درمختار میں ہے کہ کفو کا اعتبار ابتداءِ نکاح کے وقت ہے لہذا نکاح کے بعد اگر کفو ختم ہوجائے تو مضر نہیں جیسا کے نکاح کے وقت صالح ہونے کی وجہ سے کفو تھا اور بعد میں وہ فاسق بن گیا تو نکاح فسخ نہ ہوگا (ت)

[1] درمختار باب الکفاءۃ

ظاہر ہے کہ خصلتِ شنیعہ بکر میں بعد نکاح پیدا ہوئی تو اس وجہ سے ابتداءً اُس کے نکاح پر اعتراض نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ آیا جس وقت نکاح ہُوا اُس وقت بھی بکر کفوِ ہندہ تھا یا نہیں اور مہرِ ہندہ میں اُس کے مہرِ مثل سے کمی فاحش ہُوئی یا نہیں اور نکاح ہندہ کے باپ یا اُس کی عدمِ ولایت کی حالت میں دادا نے کیا یا ان کے غیر کے مثلاً ماں بھائی چچا وغیرہم نے اور ان میں سے کسی نے کیا تو بحالتِ ولایت خود کیا مثلاً باپ وغیرہ جو اس سے اقرب تھے شرعاً قابلِ ولایت نہ تھے خواہ اُن کی ولایت نہ رہی تھی یا بحال عدمِ ولایت کیا تھا کہ دوسرا ولی اقرب موجود تھا پھر اس تقدیر پر ولی اقرب نے سُن کر جائز کر رکھا یا رد کر دیا یا ہنوز ساکت ہے، غرض صُورتیں بہت ہیں اور ان سب کا حکم شرعی یہ کہ صغیرہ کا نکاح جب غیر اَب و جَد نے کیا ہو اگر مہرِ مثل میں کمی فاحش کی یا زوج اُسی وقت مثلاً بوجہ کم قوم ہونے کے کفو نہ تھا تو وہ نکاح سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتا، اگرچہ یہ غیر ہی اسی وقت ولیِ اقرب ہو اور اگر اُس وقت کفاءت تھی اور مہر میں بھی کمی فاحش نہ ہُوئی تو بحال عدمِ ولایت نکاح اجازتِ ولی اقرب پر موقوف رہتا ہے۔ اگر اس نے جائز کر دیا نافذ ہو گیا رَد کر دیا باطل ہو گیا، ساکت ہے تو ابھی اُسے اختیار ہے کہ رَد کر دے خواہ نافذ، اور اگر وُہ ساکت ہی رہے یہاں تک کہ صغیرہ سنِ بلوغ کو پہنچی تو اب اُسے خود اختیار ہو گا کہ اُس نکاح موقوف کو رَد یا نافذ کر دے، اور بحال ولایت نکاح منعقد و نافذ ہوتا مگر صغیرہ کو خیارِ بلوغ ملتا ہے یعنی اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر نکاح کا حال اُسے پہلے سے معلوم ہے تو جس وقت بالغہ ہو یعنی علامتِ بلوغ مثل حیض ظاہر ہو یا پندرہ برس کی عمر ہو جائے، اور اگر پہلے سے معلوم نہیں تو بعد بلوغ جس وقت نکاح کی خبر ہو کہہ دے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں۔ اس صورت میں حاکم مطلقاً نکاح فسخ کر دے گا اگرچہ شوہر نامرد و مخنث نہ بھی ہو، مگر اس خیار میں کنواری لڑکی کو حکم ہے کہ بالغہ ہوتے ہی یا بعد بلوغ خبر پاتے ہی فوراً فوراً بلا توقف اپنی ناراضی ظاہر کرے، اگر ذرا دیر لگائے گی یہ خیار جاتا رہے گا اگرچہ شوہر نامرد و مخنث سہی، اور جو لڑکی شوہر رسیدہ ہو اُسے اختیارِ وسیع ملتا ہے کہ بعد بلوغ یا بالغہ ہونے پر اطلاع کے بعد جب چاہے ناراضی ظاہر کرے نکاح فسخ کر دیا جائے گا جب تک کہ وُہ صراحۃً زبان یا کسی فعل مثلاً بوسہ لینے یا نان و نفقہ مانگنے سے رضامندی ظاہر نہ کرے، اور جب باپ دادا نکاح کریں تو صغیرہ کو اس راہ سے اصلاً اختیارِ فسخ نہیں ہوتا اگرچہ کفاءت نہ ہو یا مہرِ مثل میں کمی فاحش ہو بشرطیکہ نکاح خود باپ دادا نے پڑھایا یا شوہر و مقدارِ مہر معین کر کے کسی کو وکیل کیا یا جس نے چاہا بلا اجازت پڑھا دیا مگر جب باپ یا دادا ولی اقرب کو خبر ہُوئی تو باوصف علم عدمِ کفاءت و غبنِ فاحش اُسے نافذ کر دیا کہ ان صورتوں میں یہ وُہ نکاح باپ دادا کا بذاتِ خود ہی کیا ہُوا ٹھہرے گا اور صغیرہ کو اصلاً اختیارِ اعتراض نہ ملے گا مگر یہ کہ باپ یا دادا اس تزویج یا توکیل یا تنفیذ کے وقت نشے میں ہوں یا اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچے کا نکاح غیر کفو یا

مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کر چکے ہوں تو یہ نکاح اُن کا کیا ہُوا بھی صحیح نہیں ہوتا،

فی الدر المختار[1] لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران، وان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح ولکن لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ وبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس وان جھلت بہ وخیار الصغیر و الثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا ودلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس[1] اھ ملتقطا، وفیہ عن النھر بحثا لو عین (ای الاب او الجد) لوکیلہ القدر (ای قدر المھر) صح[2] اھ موضحا، و فی رد المحتار وکذا لو عین لہ

درمختار میں ہے کہ جب نکاح دینے والا باپ دادا ہو تو غیر کفؤ اور انتہائی کم مہر کی صورت میں بھی نکاح ہو جائیگا بشرطیکہ وُہ باپ دادا سُوءِ اختیار میں مشہور نہ ہوں، اور اگر وہ اس میں مشہور ہوں تو بالاتفاق نکاح صحیح نہ ہوگا، اور یہی حکم ہے جب وُہ نشہ میں ہوں۔ اور اگر نکاح دینے والے باپ دادا کا غیر ہوں خواہ ماں ہو تب بھی غیر کفؤ اور غبن فاحش یعنی انتہائی کم مہر کی صُورت میں نکاح صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر مہر مثل اور کفو میں یہ نکاح ہو تو صحیح ہوگا لیکن لڑکی کو بلوغ یا بلوغ کے بعد علم پر فسخ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ قاضی فسخ کرے مذکورہ صُورت میں اگر لڑکی عاقلہ بالغہ ہو اور غیر کا کیا ہُوا نکاح سُن کر خاموش رہے بشرطیکہ نکاح کا علم رکھتی ہو تو اُس کا اختیار باطل ہو جائے گا، اور اس کا اختیار مجلس کے آخر تک باقی نہ رہے گا اگرچہ وُہ اپنے اختیار کا علم نہ رکھتی ہو، اور اگر نابالغ لڑکا ہو یا لڑکی ثیبہ ہو تو بلوغ پر محض سکوت سے اختیار ختم نہ ہوگا جب تک صریح رضا یا اس کے قائم مقام کوئی عمل مثلاً بوس و کنار نہ کرلے اھ ملتقطاً، اسی میں نہر سے منقول ایک بحث ہے کہ اگر باپ دادا نے پُورے مہر کی شرط پر غیر کو وکیل بنایا تو نکاح صحیح ہوگا اھ (وضاحت ہے)، اور ردالمحتار میں ہے کہ ایسے ہی ہوگا جب اُنھوں نے کفو کی شرط

---

[1] درمختار باب الولی ۱۹۲-۹۳/۱ مطبع مجتبائی دہلی

[2] " " ۱۹۲/۱ "

رجلا غیرکفؤ کما بحثہ العلامۃ المقدسی[1] اھ وفیہ بعیدہ عن البحر عن المحیط ان الجواز ثبت باجازۃ الولی فالحق بنکاح باشرہ[2] اھ وفی التنویر والدر (للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب) فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ مسافۃ القصر واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفؤ الخاطب جوابہ وعلیہ الفتوی[3] اھ مختصرا، وفی فتح القدیر لو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجاز بنفسہ نفذ لانھا کانت متوقفۃ[4] الخ۔

پر کسی کو وکیل بنا دیا ہو، جیسا کہ یہ بحث علامہ مقدسی نے کی ہے اھ، اور اسی میں اس کے تھوڑا سا بعد بحر سے منقول ہے اور انھوں نے محیط سے کہ ولی کی اجازت سے کسی کا نکاح دینا یہ بھی ولی کے اپنے دیئے ہوئے نکاح سے ملحق ہوگا اھ، تنویر اور دُر میں ہے ولیِ اقرب کی غیر حاضری میں ولیِ ابعد کو نکاح کا اختیار ہے، تو اگر ولیِ اقرب کی موجودگی میں ولیِ ابعد نے نکاح دیا تو یہ ولیِ اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ غیر حاضری یہ ہے کہ سفر کی مدت پر یا اتنے بُعد پر ہو کہ منگنی والا واپسی اس کے جواب و اجازت کا انتظار نہ کرتا ہو اور اسی پر فتوٰی ہے اھ مختصرا، اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر نابالغ ولی کی اجازت دینے سے قبل بالغ ہو جائے تو پھر خود اس کو اختیار ہوگا تو اس کی رضا پر نکاح نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ نکاح موقوف تھا الخ (ت)

www.alahazratnetwork.org

پس اگر نکاحِ ہندہ میں صورتِ واقعہ وُہ بھی جس میں نکاح سِرے سے صحیح ہی نہ ہوا یا صحیح ہو کر بسبب رَدِّ ولیِ اقرب باطل ہوگیا، جب تو ظاہر ہے کہ بکر کو ہندہ پر کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا، نہ وہ اس کی زوجہ نہ یہ اس کا شوہر، اور جب کہ ہنوز رخصت نہیں ہوئی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے مہر اصلاً لازم نہیں بلکہ ایسی حالت میں اگر فی الواقع مرد نامرد ہو تو اس صورت میں مہر لازم ہونے کی کوئی شکل ہی نہیں کہ نکاح غیر صحیح ہو تو مہر جماع سے لازم ہوتا ہے اور نامرد قابلِ جماع نہیں، اور اگر صورت وُہ ہو جس میں نکاح ہنوز اجازت صاحبِ اجازت پر موقوف ہو تو اگر پدرِ ہندہ کی جانب سے قبل اس نکاح کے اجازت و رضا متحقق نہ ہوئی تھی تو اب اس انکار سے رَد ہوگیا، اور اگر یہ انکار اس طور پر ہے کہ نکاح کو تو رَد نہیں کرتا مگر رخصت کرنا نہیں چاہتا تو اب یہ ولیِ ہندہ

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۵
[2] " " " " ۲/ ۳۰۶
[3] درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴
[4] فتح القدیر فصل فی الاولیاء نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۹۸

یا بحال بلوغ خود ہندہ کے ہاتھ کی بات ہے رد کردیں رد ہوجائے گا اور جب کہ جماع نہ ہوا مہر کچھ نہیں کما یاتی لکونہ فسخا (جیسا کہ آئندہ آئیگا کیونکہ یہ فسخ کی صورت ہے۔ت) اور اگر صورت وُہ تھی جس میں ہندہ کو خیارِ بلوغ ملے اور وُہ اس خیار کو حسبِ شرائط مذکورہ استعمال میں لاچکی، یا ہنوز اس کا وقت نہیں آیا کہ ہندہ ابھی نابالغہ ہے تو جب وقت آئے استعمال میں لائے تو بھی ہندہ کو نجات کامل بے وقت حاصل کہ فقط اس کا یہ اظہارِ ناراضی کرنا ہی حکم فسخ کا منشا ہوجائے گا اور حاکم مجرد اسی بنا پر نکاح فسخ کردے گا اور اب بھی مہر اصلاً عائد نہ ہوگا کہ نکاح فسخ سے گویا کالعدم (یعنی بے ہوا) ہوجاتا ہے،

فی ردالمحتار المهر کما یلزم جمیعه بالدخول کذا بموت احدهما قبل الدخول اما بدون ذٰلك فیسقط ولو الخیار منه لان الفرقة بالخیار فسخ للعقد والعقد اذا انفسخ یجعل کانه لم یکن کما فی النهر۔[1]

ردمحتار میں ہے، جس طرح دخول وجماع سے مہر لازم ہوجاتا ہے یونہی دخول سے قبل خاوند یا بیوی کے فوت ہوجانے سے مہر لازم ہوجاتا ہے اور دخول کے بغیر اور موت کے بغیر ساقط ہوجائے گا، اگرچہ لڑکے کو اختیار ہو تب بھی فسخ کرنے سے مہر ساقط ہوجائے گا کیونکہ فسخ نکاح کو کالعدم کردیتا ہے جیسا کہ نہر میں ہے۔(ت)

ہاں اگر صورت وُہ تھی جس میں ہندہ کو خیارِ بلوغ مہر کے ملنے نہ ملنے یا ملانے، اور ازانجا کہ ہندہ کنواری ہے جسے خیار وسیع نہیں ملتا بوجہ سکوت ساقط ہوگیا تو اب بالفعل ہندہ خواہ اس کے باپ کو اصلاً کوئی حق اعتراض و انکار حاصل نہیں، نکاح صحیح وتام ہوچکا اور اُن حرکاتِ شنیعہ کا بکر میں پیدا ہوجانا مبطل یا وجہ ابطالِ نکاح نہیں، اور ابھی کہ ہندہ کی رخصت نہ ہوئی نامردیِ بکر کا دعوٰی قابلِ سماعت نہیں کہ عورت کے حق میں نامرد وُہ ہوتا ہے جو خاص اُس عورت کی فرج داخل کے اندر ذکر حشفہ تک غائب کرنے پر قادر نہ ہو اور یہ باختلافِ زمان مختلف ہوسکتا ہے، ممکن کہ کوئی شخص ایک عورت کی فرج میں ادخال نہ کرسکے اور دوسری پر قادر ہوجائے تو اُس دوسری کے حق میں نامرد نہ ہوگا۔

فی الهندیة عن النهایة ان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض و ذٰلك لمرض او لضعف فی خلقه اولکبر سنه

ہندیہ میں نہایہ سے ہے: اگر کوئی مرد ثیبہ عورت سے وطئ کرسکتا ہے باکرہ سے نہیں کرسکتا، یا بعض قسم کی عورتوں سے کرسکتا ہے اور بعض سے نہیں کرسکتا، اس کی وجہ مرض ہے یا پیدائشی کمزوری یا بڑھاپا ہے،

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۷

اوسحرفھوعنین فی حق من لا یصل الیھا۔[1]

یا جادو ہے، تو وہ ایسی عورتوں کے حق میں نامرد قرار دیا جائیگا جن سے وطی نہیں کرسکتا۔ (ت)

بلکہ اگر تسلیم ہی کرلیں کہ بکر ہندہ کے حق میں بھی نامرد ہے تاہم اس بنا پر رخصت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ نامردی مبطلِ نکاح نہیں ہوتی بلکہ بعد دعوی وثبوت عدم مجامعت مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جاتی ہے اور عورت ہرگز اختیار نہیں رکھتی کہ ان دنوں کو اُس سے جُدا رہ کر گزار دے جتنے دن خود جُدا رہے گی مدت میں اُتنے روز اور بڑھا دئے جائیں گے،

فی الدرالمختار وجدته عنینا اجل سنة ورمضان وایام حیضھا منھا وکذا حجة وغیبته لا مدة حجھا وغیبتھا۔[2]

درمختار میں ہے کہ کسی بیوی نے خاوند کے متعلق کہا کہ میں نے اسے نامرد پایا ہے، تو مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائیگی جس میں رمضان اور ایام حیض بھی شمار ہوں گے یونہی حج، اور مرد کی غیر حاضری کے دن بھی شمار ہوں گے لیکن عورت کے حج اور غیر حاضری کے ایام شمار نہ ہوں گے۔ (ت)

جب زوجہ کے حق میں نامردی بثبوت شرعی ثابت ہونے کے بعد بھی ہنوز خود مختار نہیں ہوتی جب تک مدت یک سال گزرنے پر بھی عدم جماع ثابت ہوکر تفریق نہ ہوجائے تو پیش از رخصت ایسے خیالات کی بنا پر خود مختاری ہرگز صحیح نہیں بلکہ چارۂ کار وہی حاکم شرع کے حضور دعوئ نامردی اور بعد ثبوت بکارت اس کے حکم سے مہلت یکسالہ ملنی اور بعد مرور میعاد حاکم شرع کو بقائے بکارت ثابت ہونے پر ہندہ کے فوراً تفریق مانگنے پر خود بکر یا وہ نہ مانے تو حاکم شرع کا تفریق کردینا کافی ہے اس وقت طلاق بائن ہوجائے گی، اور اگر بکر نے ہندہ سے خلوت ہی نہ کی تو نصف مہر اور خلوت کی اور ادخالِ ذکر پر قدرت نہ پائی تو کل مہر لازم آئے گا،

فی الھندیة ان اختارت الفرقة امرہ القاضی ان یطلقھا طلقة بائنة فان ابی فرق بینھما ھکذا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الاصل کذا فی التبیین، والفرقة

ہندیہ میں ہے (کہ مدت ختم ہونے پر) اگر عورت تفریق کا مطالبہ کرے تو قاضی خاوند کو کہے گا کہ اس کو بائنہ طلاق دے دے، اگر خاوند انکار کرے تو قاضی خود تفریق کردے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مبسوط میں یونہی ذکر فرمایا جیسا کہ تبیین میں ہے، اور تفریق

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتبخانہ پشاور ۱/ ۵۲۲

[2] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۲

تطلیقة بائنة کذا فی الکافی ولہا المھر کاملا وعلیہا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بہا والا فلا عدۃ علیہا ولہا نصف المھر ان کان مسمی والمتعۃ ان لم یکن کذا فی البدائع[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

طلاق بائنہ ہوگی، جیسا کہ کافی میں ہے اور اسے پورا مہر دیا جائے گا، اور بالاجماع اس پر عدت ہوگی بشرطیکہ خاوند اس سے خلوت کر چکا ہو ورنہ عدت نہ ہوگی اور مہر بھی نصف دیا جائیگا جب مقرر ہو، اور اگر مقرر نہ ہو تو پھر جوڑا وغیرہ دیا جائیگا، جیسا کہ بدائع میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۸ ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص اجنبی عمرو کے مکان پر رہتا ہے، عمرو نے وارثانِ ہندہ کو بہکا کر اور دھوکا دے کر زید کا نسب سید بتایا اور نکاح کرادیا، بعد کچھ مدت کے معلوم ہوا کہ وہ سید نہیں نوربافت ہے، اب وارثانِ ہندہ کو شرم معلوم ہوتی ہے اور بہت اہانت ہے کہ سید اور نوربافت کا نکاح بہت عار ہے، لہذا وارثانِ ہندہ کو فسخ کرنا فی زمانہ جائز ہے یا نہیں؟ زید بعد ظاہر ہونے حال کے وہاں سے چلا گیا وقتِ رخصت زوجہ سے قسم کھا کر کہا میں اس قریہ میں تاحیات نہ آؤں گا، پھر اسی مضمون کا خط لکھ کر بھیجا، اب اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں کچھ حاجتِ فسخ نہیں کہ وہ نکاح سرے سے خود ہی نہ ہوا، سائل مظہر کہ ہندہ بالغہ ہے اور روایت مفتی بہا پر ولی والی عورت کے لئے کفاءت شرطِ صحتِ نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدم کفاءت پر دانستہ اپنی رضا ظاہر کردے بعد عقد راضی ہوجانا بھی نفع نہیں دیتا۔

فی ردالمحتار تعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح علی ظاھر الروایۃ ولصحتہ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی[2] اھ وفی الدر المختار یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جواز ہ اصلا

ردالمحتار میں ہے کہ کفو کا اعتبار نکاح لازم کرنے کے لئے ہے جیسا کہ ظاہر روایت ہے۔ اور امام حسن رحمہ اللہ تعالٰی کی روایت پر صحتِ نکاح کے لئے ہے اور یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے اھ، درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے اصلاً ناجائز ہونے کا فتوٰی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۴

[2] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۸

وھو المختار للفتوی فلا تحل بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[1] اھ مختصرا، فی رد المحتار ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر[2]

دیا جائیگا، یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے تو ولی کی رضا کے بغیر بیوی حلال نہ ہوگی بشرطیکہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو، اسے محفوظ کرلو اھ مختصرا۔ ردالمحتار میں ہے: یہ جب ہے کہ اس کا ولی ہو اور نکاح سے قبل راضی نہ ہوا ہو، اور نکاح کے بعد کی رضا کارآمد نہ ہوگی، بحر (ت)

یہاں جب کہ وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکا دیا گیا دونوں امر سے کچھ متحقق نہ ہوا اور نکاح باطل محض رہا، بعد ظہور حال زید کی وہ قسم وتحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لئے کوئی حکم حرمت مترتب نہیں ہوسکتا،

اما مسألة الھندیة انتسب الزوج لھا نسبا غیر نسبہ فان ظھر دونہ وھو لیس بکفؤ فحق الفسخ ثابت للکل[3] ومسألة الدرعن الولوالجیة، نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لا خیار لھا بل للاولیاء لو زوجوھا برضاھا وشرطوا الکفاءة او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفؤ کان لھم الخیار[4] (ملخصا) فظاھر ان کل ذلک مبنی علی الظاھر وھو صحة العقد و ثبوت الاعتراض کیف وقد نقل المسألة فی الخانیة عن الاصل اما علی المختارة للفتوی فلا صحة اصلا کما لا یخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

لیکن ہندیہ کا مسئلہ کہ اگر مرد نے عورت کو اپنا نسب تبدیل کرکے بتایا تو بعد میں اس کا نسب اس کے بیان کردہ نسب سے کم درجہ ظاہر ہوا ہو تو یہ کفو نہیں ہے لہذا اولیاء کو فسخ کا اختیار ہوگا، اور دُرر کا مسئلہ یہ ہے جو بحوالہ ولوالجیہ ہے کہ اگر لڑکی نے خود کسی شخص سے لاعلمی میں نکاح کرلیا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غلام ہے تو لڑکی کو خود اختیار نہ ہوگا بلکہ اس کے اولیاء کو حق فسخ ہوگا، اور اگر اولیاء نے خود نکاح کیا لڑکی کی رضامندی سے، اور اولیاء نے کفاءت شرط کرلی یا نکاح کے وقت زوج نے وقت نکاح اولیاء کو کفو ہونے کی خبر دی اس شرط پر اولیاء نے نکاح کردیا، بعد میں لڑکے کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوا تو اولیاء کو فسخ کا اختیار ہوگا ملخصا تو ظاہر ہے کہ یہ صحت نکاح اور ثبوت اعتراض پر مبنی ہے اور ظاہر کہتے ہو جبکہ خانیہ میں یہ مسئلہ مبسوط سے منقول ہے لیکن جو چیز فتوٰی کے لئے مختار قرار دی گئی ہے اس پر یہ نکاح کا قول صحیح نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۹۱
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۲۹۷
[3] فتاوٰی ہندیہ	باب فی الاکفاء	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/ ۲۹۳
[4] درمختار	باب الکفاءة	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۹۴

مسئلہ ۴۳۹ از الہ آباد چوک مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب سوداگر ۲۳ صفر ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ان العالم العجمی کفؤ للسیدۃ ام لا بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب۔

آپ (رحمکم اللہ تعالٰی) کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے کہ عجمی عالم سیدزادی کا کفو ہے یا نہیں؟ کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں، قیامت کے روز اجر پائیں۔

الجواب

نعم اذا کان دینا متدینا لان فضل العلم فوق فضل النسب، قال اللہ تعالٰی یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت[1]، وقال تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[2]، فی وجیز الامام الکردری العجمی العالم کفؤ للعربی الجاھل لان شرف العلم اقوی وارفع، وکذا العالم الفقیر للغنی الجاھل، وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفؤ للجاھل القرشی والعلوی اھ[3] وفی الفتح والنھر وغیرھما عن جامع الامام قاضی خاں العالم العجمی یکون کفؤا للجاھل العربی والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب اھ[4] وفی النھر والدرجزم بہ

ہاں، جب عجمی عالم دیندار عامل ہو، کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے فائق ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا، تم میں سے ایمان والوں کو اللہ تعالٰی نے بلندی دی اور ان لوگوں کو جو علم دیئے گئے ان کو کئی درجات دیئے گئے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں۔ امام کردری کی وجیز میں ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی کا کفو ہوگا کیونکہ علمی شرافت اقوی وارفع ہے اور یوں ہی عالم فقیر ہو تو وہ جاہل غنی کا کفو ہوگا اور یوں ہی غیر قرشی عالم جاہل علوی اور جاہل قرشی کا کفو بنے گا اھ۔ فتح اور نہر وغیرہما میں جامع الامام قاضی خاں سے منقول ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی اور جاہل علوی کا کفو ہے کیونکہ علمی شرافت نسبی شرافت پر غالب ہے اھ۔ نہر اور دُرر میں ہے کہ بزازی نے اس پر جزم کیا ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۱

[2] " " ۳۹/ ۹

[3] وجیز الامام الکردری علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ الخامس فی الکفاءۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۶

[4] فتح القدیر فصل فی الکفاءۃ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۹۰

البزازی واستضاہ الکمال وغیرہ والوجہ فیہ ظاہر[1] الخ۔ وفی رد المحتار[2] عن الخیر الرملی عن مجمع الفتاوی عن المحیط العالم یکون کفؤ اللعلویۃ لان شرف الحسب اقوی[3] الخ۔ قال وذکر ایضا یعنی الرملی انہ جزم بہ فی المحیط والبزازیۃ والفیض وجامع الفتاوی والدرر[4] الخ۔ وتمام تحقیقہ فیہ وفی الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ قد قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما للعلماء درجات فوق المؤمنین بسبعمائۃ درجۃ مابین کل درجتین مسیرۃ خمسمائۃ عام وھذا مجمع علیہ وکتب العلم طافحۃ بتقدم العالم علی القرشی ولم یفرق سبحانہ وتعالی بین القرشی وغیرہ فی قولہ تعالٰی ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[5] اھ ملتقطا۔

کمال وغیرہ نے اس کو پسند فرمایا ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے الخ۔ اور ردالمحتار میں خیر الدین رملی سے انھوں نے مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ محیط میں ہے کہ عالم علوی لڑکی کا کفو ہے کیونکہ عہدہ کی شرافت اقوی ہے الخ۔ اور فرمایا کہ رملی نے مزید ذکر کیا کہ محیط، بزازیہ، فیض، جامع الفتاوی اور درر نے اس پر جزم کیا ہے۔ اور اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے اور فتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: علماء کو عام مومنین پر سات سو درجات برتری ہے اور ہر دو درجوں میں پانسو سال کا سفر ہے اور اس پر اجماع ہے اور تمام علمی کتب، قرشی پر عالم کے تقدم میں متفق ہیں، جبکہ اللہ تعالٰی نے اپنے ارشاد "کیا عالم اور جاہل برابر ہیں" میں قرشی اور غیر قرشی کی کوئی تفریق نہیں فرمائی اھ ملتقطا۔

قلت وانما قیدنا بکونہ دینا متدینا لانہ ھو العالم حقیقۃ واما اصحاب الضلال فشر من الجہال فان الجہل المرکب اشنع واخنع وصاحبہ فی الدارین احقر واوضع، صغارھم کالانعام بل ھم اضل وکبارھم کالکلاب لا بل اذل اخرج الدارقطنی

قلت (میں کہتا ہوں) ہم عالم کو دین کا عالم اور دیندار عالم سے مقید کریں گے کیونکہ حقیقۃً عالم یہی ہے جبکہ گمراہ علماء تو جاہلوں سے بدتر ہیں کیونکہ جاہل مرکب، انتہائی برا رسوا، اور دونوں جہان میں وہ حقیر اور ذلیل ہیں، ان کے چھوٹے چوپایوں کی طرح بلکہ اس سے بھی گئے گزرے، اور ان کے بڑے، کتے بلکہ ذلیل ترین ہیں۔ دارقطنی نے

---

[1] درمختار — باب الکفارۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۵
[2] ردالمحتار — " " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۲۳
[3] " — " " — " " — "
[4] فتاوی خیریہ — مسائل شتی آخر کتاب — دار المعرفۃ بیروت — ۲/۲۳۴

قال حدثنا القاضی الحسین بن اسمٰعیل نا محمد بن عبد اللہ المخرمی نا اسمٰعیل بن ابان ثنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار[1]، و اخرجہ عنہ ابو حاتم الخزاعی فی جزئہ الحدیثی بلفظ اصحاب البدع کلاب اھل النار[2]، ولابن نعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع شرّ الخلق و الخلیقۃ، قال العلماء الخلق الناس و الخلیقۃ البھائم[3]۔ نسأل اللہ السلامۃ و العفو والعافیۃ۔

تخریج کی ہے کہ ہمیں قاضی حسین اسمٰعیل ان کو محمد بن عبداللہ مخرمی ان کو اسمٰعیل بن ابان ان کو حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی انھوں نے اعمش انھوں نے ابوغالب انھوں نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "بدعتی لوگ جہنم کے کتے ہیں۔" اسی کی تخریج ابوحاتم خزاعی نے ان سے اپنی جز حدیثی میں ان الفاظ کے ساتھ کی کہ "اصحابِ بدعت جہنم کے کتے ہیں"۔ ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ "اہلِ بدعت تمام مخلوق سے شریر ہیں"۔ علماء نے فرمایا کہ حدیث میں خلق سے مراد لوگ اور خلیقہ سے مراد چوپائے ہیں۔ اللہ تعالٰی سے ہم عافیت، سلامتی اور معافی کا سوال کرتے ہیں۔

ثم اقول یجب التقیید ایضا بما اذا لم یکن من المتناھین فی الدناءۃ المعروفین بھا کالحائك والدباغ والخصاف والحلاق ونظرائھم فان المدار علی وجود العار فی عرف الامصار کما صرح بہ العلماء الکبار۔ قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الموجب ھو استنقاص اھل العرف

ثم اقول (پھر کہتا ہوں کہ) وہ عالم اس قید سے بھی مقید ہونا ضروری ہے کہ وہ انتہائی حقیر اور مشہور کمتر نہ ہو، جیسا کہ جولاہا، نائی، موچی، چمڑا رنگنے والا اور ان کی مثل نہ ہو کیونکہ دارومدار اس بات پر ہے کہ علاقے کے عرف میں وہ حقیر شمار نہ ہو، جیسا کہ اکابر علماء نے تصریح فرمائی ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا کہ اہلِ عرف کا ناقص سمجھنا سبب ہے لہٰذا حکم کا دارومدار

---

[1] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۱۱۲۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۲۳

[2] کنز العمال بحوالہ ابوحاتم الخزاعی حدیث ۱۰۹۴ 〃 〃 〃 ۱/۲۱۸

[3] حلیۃ الاولیاء ترجمہ نمبر ۴۱۳ ابوسعود الموصلی دارالکتاب العربی بیروت ۸/۲۹۱

فیدور معہ[1] اھ و فی رد المحتار قد علمت ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ فعلی ھذا من کان امیرا او تابعا لہ وکان ذا مال ومروءۃ وحشمۃ بین الناس لا شک ان المرأۃ لا تتعیر بہ فی العرف کتعیرھا بدباغ وحائک ونحوھما وان کان الامیر او تابعہ اکلا اموال الناس لان المدار ھنا علی النقص والرفعۃ فی الدنیا[2] اھ مختصرا۔ ولا شک ان العلویۃ فی بلادنا لا تتعیر بالافاغنۃ والمغول المحلین بحلیۃ العلم والفضل فانھم فی انفسھم یعدون ھنا من الشرفاء الانجاب فاذا انضاف الی ذلک فضل العلم جبر نقص نسبھم بالنسبۃ الی العلوی بخلاف الحاکۃ والحلاقین وامثالھم فان التعیر بھم لا یزول بعلمھم الا اذا تقادم العھد وتناساہ الناس و ظھر لہ الوقع فی القلوب و العظم فی العیون بحیث لم یبق العار لبنات الکبار و ذلک قلیل جدا فی ھذہ الامصار بل لا یکاد یوجد عنہ الاعتبار ومن عرف المدار عرف ان

اس پر ہی ہوگا الخ۔ ردالمحتار میں ہے، آپ نے معلوم کرلیا کہ سبب وہ اہل عرف کا حقیر جاننا ہے تو اسی بات پر مدار ہوگا اس لئے اگر کوئی امیر، حاکم یا اس کا نائب اور مالدار اور سنجیدہ ہو اور لوگوں میں رعب والا ہو تو کوئی شک نہیں ایسے شخص سے عورت عار محسوس نہیں کرتی جیسا کہ وہ دباغ اور جولاہے وغیرہ سے عار محسوس کرتی ہے اگرچہ حاکم اور اس کا نائب ظلم کے طور پر لوگوں کے مال کھاتے ہوں ——— کیونکہ یہاں مدار دنیاوی حقارت و رفعت ہے اھ مختصراً۔ اس میں شک نہیں کہ علویہ لڑکی ہمارے علاقے میں افغان اور مغل جو کہ علم کے زیور سے آراستہ ہیں اور اہل فضل ہیں جو اپنے کو منتخب لوگوں اور شرفاء میں شمار کرتے ہیں ان سے عار محسوس نہیں کرتی، تو جب یہ لوگ علم و فضل کی طرف منسوب ہوں تو مزید شرافت کی بناء پر نسبی طور پر اگر علوی سے کم ہیں تو علم و فضل کی وجہ سے وہ کمی ختم ہوجاتی ہے، اس کے برخلاف جولاہے، دھوبی اور نائی موچی وغیرہ کی عار علم کی وجہ سے ختم نہیں ہوتی، ہاں جب یہ لوگ قدیم سے یہ کام چھوڑ چکے ہوں اور لوگ معزز انداز میں ان سے مانوس ہوچکے ہوں اور لوگوں کے دلوں میں ان کا وقار اور عام نگاہوں میں ان کی وقعت قائم ہوچکی ہو کہ اب بڑے لوگوں کی لڑکیوں کے لئے عار نہیں رہے تو اور بات ہے، لیکن ایسے اس علاقے میں بہت کم ہیں جن کا اعتبار

---

[1] فتح القدیر — فصل فی الکفاءۃ — نوریہ رضویہ سکھر — ۳/۱۹۳
[2] ردالمحتار — باب الکفاءۃ — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۲۲

الحکم علیہ یدار فافھم ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

نہیں کیا جاسکتا، تاہم حقارت کا مدار عرف پر ہے، جب مدار یہ ہے تو حکم اس پر ہوگا، سمجھو ـــــ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۴۰ مرسلہ حاجی موسٰی عربی ۳ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ سادات کرام بیبیوں سے غیر قوم غیر سید مثل شیخ، مغل، پٹھان وغیرہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کرسکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہوسکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی۔ رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اُس سے مطلقاً نکاح ہوسکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اُس غیر قریش کے ساتھ اُس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے، اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کرچکے ہیں تو اب ان کے کئے بھی نہ ہوسکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اُس غیر قریشی سے اپنا نکاح کرسکتی ہے، اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا پڑدادا اُن کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اُس شخص کو غیر قرشی جان کر صراحۃً اُس نکاح کی اجازت دے دی جب بھی جائز ہوگا، ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا۔ ان تمام مسائل کی تفصیل درمختار و ردالمحتار وغیرہما کتب معتمدۂ مذہب اور فقیر کے فتاوٰی میں متعدد جگہ ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴۱ از رسالہ مرسلہ سید محمد شاہ صاحب ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

ایک شخص کا فرمان ہے کہ سید یعنی آلِ نبی کی دختر ہر ایک کو بیاہ سکتی ہے یعنی ہر مسلمان سے عقد جائز ہے، دوسرے نے جواب دیا کہ اگر جاروب کش مسلمان ہوجائے تو بھی جائز ہے؛ تو اُس کا جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔

الجواب

شخص مذکور جھوٹا کذاب اور بے ادب گستاخ ہے، سادات کرام کی صاحبزادیاں کسی مغل پٹھان یا غیر قریشی شیخ مثلاً انصاری کو بھی نہیں پہنچتیں جب تک وہ عالم دین نہ ہوں اگرچہ یہ قومیں شریف گنی جاتی ہیں مگر سادات کا شرف اعظم واعلٰی ہے اور غیر قریش قریش کا کفو نہیں ہوسکتا تو رذیل قوم والے معاذ اللہ کیونکر سادات کے کفو ہوسکتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالغہ سیدانی خود اپنا نکاح اپنی خوشی و مرضی سے کسی مغل پٹھان یا انصاری

شیخ غیر عالم دین سے کرے گی تو نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں جب تک اس کا ولی پیش از نکاح مرد کے نسب پر مطلع ہو کر صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے، اور اگر نابالغہ ہے اور اس کا نکاح باپ دادا کے سوا کوئی ولی اگرچہ حقیقی بھائی یا چچا یا ماں ایسے شخص سے کردے تو وہ بھی باطل ومردود ہوگا، اور باپ دادا بھی ایک ہی بار ایسا نکاح کرسکتے ہیں دوبارہ اگر کسی دختر کا نکاح ایسے شخص سے کریں گے تو اُن کا کیا ہُوا بھی باطل ہوگا،

کل ذٰلك معروف فی کتب الفقہ کالدر المختار وغیرہ من الاسفار وقد فصلنا القول فیہ فی فتاوٰنا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یہ تمام کُتبِ فقہ میں معروف ہے جیسے درمختار وغیرہ اور ہم نے تفصیل کے طور پر اپنا قول اپنے فتاوٰی میں بیان کردیا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۴۲ از مدرسہ تحصیلی نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ مدرس اول مدرسہ مذکور ۲۲ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ جو غیر کفو تھا لاعلمی میں کردیا بعد بلوغ زوجہ اور علم غیر کفو ہونے زوج کے زوجین میں نااتفاقی ہے اور ہندہ بھی بعد علم کے نہایت ناراض ہے اور دختر کی مفارقت چاہتی ہے مگر خالد محض ایذا رسانی کی وجہ سے اس کو طلاق نہیں دیتا۔ اس صورت میں یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں اور زوجہ مذکورہ کو نکاحِ ثانی کرنے کا اختیار ہے نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سائل نے بعد استفسار اظہار کیا کہ عورت پٹھان ہے اور خالد قوم کا دُھنا اور اُس نے اپنے آپ کو پٹھان ظاہر کرکے براہِ فریب نکاح کرلیا منکوحہ مذکورہ کا وقتِ نکاح باپ دادا کوئی نہ تھا، ہاں جوان بھائی موجود تھا مگر کسی وجہ سے جلسۂ نکاح میں شریک نہ ہُوا نہ ماں نے اُس سے اجازت لی۔ پس صورتِ مستفسرہ میں شرعاً یہ نکاح ہُوا ہی نہیں فسخ کسے کیا جائے، دخترِ ہندہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفؤ اصلا وما فی صدر الشریعۃ صح ولھما فسخہ وھم۔[1]

اگر نکاح دینے والا باپ دادا کا غیر ہو اگرچہ وہ ماں ہو تو نکاح غیر کفو میں اصلاً صحیح نہ ہوگا اور جو صدر الشریعۃ میں ہے کہ نکاح صحیح ہے اور باپ دادا کو فسخ کا اختیار ہے یہ محض وہم ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں زیرِ قول شارح تعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح (کفو کا اعتبار لزومِ نکاح کیلئے ہے۔ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

فرمایا:

ای علی ظاھر الروایۃ و لصحتہ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی[1]۔

یعنی ظاہر روایت پر اور امام حسن کی روایت پر صحتِ نکاح کے لئے یہ شرط ہے اور یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[2]۔

اگر اقرب حاضر ہو تو ابعد کا دیا ہوا نکاح اس اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

انھم قالوا کل عقد لا مجیز لہ حال صدورہ فھو باطل لا یتوقف[3]۔

جس نکاح کو جائز کرنے والا کوئی بھی نکاح کے وقت نہ ہو تو وہ موقوف نہ ہوگا باطل ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

مالا مجیز لہ ای مالیس لہ من یقدر علی الاجازۃ یبطل[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور جس کا کوئی جائز کرنے والا نہ ہو یعنی اجازت کا اختیار نہ رکھتا ہو تو وہ باطل ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴۳ تا ۴۴۶ از سنبھل ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

زید پہلے ٹھاکر تھا اب اپنے والدین و اطفال کو چھوڑ کر مشرف باسلام ہوگیا، زید کی خواہش ہے کہ نکاح کرے، زید کا کل خاندان اس سے برعکس ہے، بی بی کو مسلمان ہونا قبول نہیں، پس ایسی حالت میں سوالاتِ ذیل از رُوئے شرع شریف حل طلب ہیں زید کی عمر اب ۲۲ سال ہے:

(۱) زید مشرف باسلام ہونے کے بعد کون شمار کیا جائے گا اگرچہ شیخ کیونکہ شیخ بہت قسم کے ہیں۔

(۲) کس قوم کی لڑکی کے ساتھ زید کا نکاح ہوسکتا ہے فی الحال سب اقوام انکار کرتی ہیں، شرع شریف کی رُو سے کس قوم پر استحقاق ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۸

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۴

[4] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۹

(۳) اب زید کی اولاد ماں کی قوم پر مانی جائے گی یا باپ کی ذات پر؟
(۴) شرع شریف کی رُو سے رذالت اور شرافت قوم پر منحصر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) مسلمان ہونے سے دونوں جہان کی عزت حاصل ہوتی ہے مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم وقبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اُسی قوم وقبیلہ کی طرف نسبت کئے جاتے، ہندوانی قوموں میں چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں اُن میں چھتری یعنی ٹھاکر دوسرے نمبر پر ہیں، ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی، ولہذا انھیں رجپوت کہتے ہیں تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ،

اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ[1]۔ جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اس کی خاطر کرو۔

خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندۂ خدا بہدایتِ الٰہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آملا ہم میں کا ہوگیا اُس کا کس قدر اعزاز واکرام اللہ سبحٰنہ کو پسند ہوگا۔ اسلام کی عزت کے برابر اور کیا عزت ہے، اس نے تو اسے اور بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگادئے۔ اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اُسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے وُہ ہمارا دینی بھائی ہوگیا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: انما المؤمنون اخوۃ[2] (مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔ت) اور فرماتا ہے، فاخوانکم فی الدین[3] (تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ت) پھر جو کسی معزز قوم کا اسلام لائے اسے کیونکر حقیر سمجھا جائے، شیخ کسی خاص قوم کا نام نہیں، ہندوستان میں مسلمانوں نے تین قومیں خاص شریف قرار دیں اور انھیں سید یا میر اور خاں اور بیگ کے خطاب دئے کہ ان سب لفظوں کے معنے عربی وفارسی وترکی میں سردار ہیں، باقی تمام شرفا مثل اولاد امجاد خلفائے کرام وبنی عباس وانصار کو ایک لقب عام دیا، شیخ کہ یہ بھی بمعنی بزرگ ہے، ان کے سوا جو قومیں رہ گئیں کہ دُنیاوی عرف میں رذیل سمجھی جاتی ہیں اُنھوں نے جب دیکھا کہ میر وخاں وبیگ تو خاص خاص اقوام کے لقب ہیں اُن میں گنجائش نہیں اور شیخ ایک عام لفظ ہے جس میں باقی سب داخل، تو اسی کو سمائی والا خطاب پاکر سب قوموں نے اپنی بھرتی اُسی میں

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۶۳ سعید بن ایاس الجریری دار الکتاب العربی بیروت ۲/۶-۲۰۵
[2] القرآن الکریم ۴۹/۱۰
[3] " " ۳۳/۵

کردی، دُھنا، جولاہا جس سے پُوچھے اپنے آپ کو شیخ بتائے گا مگر حقیقۃً شیخ کی اصطلاح صرف اُنہی شریف قوموں یعنی صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، جعفری، عباسی، انصاری وامثالہم کے لئے ہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اُستاذ امام عطار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مذہب یہ تھا کہ جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اُس کی ولاء اس کے لئے ہے۔

فی ردالمحتار عن البدائع عند عطاء ھو مولی للذی اسلم علی یدیہ[1]

ردالمحتار میں بدائع سے ہے کہ عطاء کے ہاں وہ جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اس کا وُہ مولٰی ہے (ت)

اور ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتہ نسب کے۔ حدیث میں ہے:

الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب[2] اخرجہ الحاکم والبیھقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

ولاء نسب کی طرح ایک رشتہ ہے۔ (اس کو حاکم اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مولی القوم من انفسھم[3] رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کسی قوم کا آزاد کردہ ان میں سے ہے۔ اس کو شیخین نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

اس مذہب کا ایک حدیث بھی پتا دیتی ہے:

من اسلم علی یدیہ رجل فلہ ولاءہ[4] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس والدارقطنی والبیھقی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جس کے ہاتھ پر کوئی شخص اسلام لائے تو اُس کا رشتہ ولاء اُسی سے قرار پائے (اس کو طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے اور دارقطنی اور بیہقی نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الولاء فصل فی ولاء الموالاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۷۸
[2] المستدرک للحاکم کتاب الفرائض دارالفکر بیروت ۴/۳۴۱
[3] صحیح بخاری کتاب الفرائض باب موالی القوم من انفسھم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۰۰
السنن الکبرٰی باب من زعم ان موالی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دارصادر بیروت ۲/۱۵۱
[4] " " کتاب الولاء " " " ۱۰/۲۹۸

عجب نہیں کہ اس حدیث کا منشا بھی یہی ہو کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

من اسلم من اھل فارس فھو قرشی[1]۔ رواہ ابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اہلِ فارس سے جو اسلام لائے وُہ قرشی ہے (اسے ابن نجار نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

کہ قریش نے فارس فتح کیا اُس کے لوگ ان کے ہاتھوں مشرف باسلام ہُوئے، اس مذہب کی بناء پر جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوگا بطور رشتۂ ولاء اسی قوم میں گِنے جانے کے قابل ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) زید جبکہ خود اپنی ذات سے مسلمان ہُوا تو اُسے دربارۂ نکاح کفو و ہمسر ہونے کا حق اُسی عورت پر پہنچتا ہے جو خود مسلمان ہُوئی ہو، جس لڑکی کا باپ مسلمان ہُوا اور اس کے اسلام کی حالت میں یہ لڑکی پیدا ہُوئی خود مسلمان ہونے والا اُس کا بھی کفو نہیں،

فی الدرالمختار اما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما فمسلم بنفسہ غیر کفوٍ لمن ابوھا مسلم ومن ابوہ مسلم غیر کفوٍ لذات ابوین وابوان فیما کالاباء لتمام النسب بالجد[2] اھ مختصرا۔

درمختار میں ہے کہ عجمیوں میں آزاد، مسلمان ہونا کفو ہے۔ لہذا جو شخص خود مسلمان بنا وُہ ایسے کے لئے کفو نہیں جس کا باپ مسلمان بنا، اور جس کا باپ مسلمان ہو وُہ ایسے کا نہیں جس کے دو باپ یعنی باپ اور دادا مسلمان ہو چکے ہوں، اس معاملہ میں دو مسلمان باپ متعدد مسلمان آباء کی طرح ہیں کیونکہ نسب دادا پر مکمل ہو جاتا ہے اھ مختصراً (ت)

اور اس کے سوا پانچ صورتیں اُس کے نکاح کی اور ہیں،

ایک یہ کہ عورت عاقلہ بالغہ جس کا کوئی ولی نہ ہو برضائے خود اس سے نکاح کرے۔

دوم یہ کہ ایسی عورت کا ولی بھی پیش از نکاح اُسے نو مسلم جان کر اُس کے ساتھ نکاح کرنے پر صراحۃً اپنی رضا ظاہر کردے۔

سوم یہ کہ نابالغہ کا باپ یا یتیمہ کا دادا اس کے ساتھ نکاح کردے جبکہ اس سے پہلے کسی نابالغہ کا نکاح اپنی ولایت سے کم قوم یا کسی طرح کے غیر کفو میں نہ کر چکا ہو۔

چہارم مجہول النسب لڑکی کو حاکم اسلام اپنی ولایت سے اس کے نکاح میں دے دے۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن ابن عمر حدیث ۱۱-۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۳۸۳

[2] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

پنجم یہ شخص علمِ دین حاصل کرلے، مسلمانوں میں اس کی علمی فضیلت اوروں کی نسبی شرافت یا اسلامی قدامت کے ہم پلہ ہوجائے، عار عرفی باقی نہ رہے، اُس وقت یہ شخص ہر قوم وقبیلہ کا کفو ہوسکتا ہے۔

(۳) اولاد ہمیشہ باپ کی قوم پر ہوتی ہے۔ قال تعالٰی: وعلی المولود لہ رزقھن[1] (جس کا بچہ ہے عورت کا نفقہ اس پر ہے۔ ت)

(۴) شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم[2] تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وُہ ہے جو زیادہ تقوٰی رکھتا ہے۔

ہاں دربارۂ نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے، باپ دادا کے سوا کسی ولی کو اختیار نہیں کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی غیر کفو سے کردے جس سے اس کی شادی عرف میں باعثِ ننگ وعار ہو اگر کردے گا نکاح نہ ہوگا، عاقلہ بالغہ عورت کو اجازت نہیں کہ بے رضامندی صریح اولیا اپنا نکاح کسی غیر کفو سے کرلے اگر کرلے گی نکاح نہ ہوگا والمسائل معروفۃ فی کتب المذھب جمیعا (یہ تمام مسائل مذہب کی کتابوں میں معروف ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴۷ از کوپاگنج ڈاک خانہ کوپاگنج محلہ پورہ چندن ضلع اعظم گڑھ مکان مولوی الٰہی بخش صاحب

مرسلہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب ۱۷ ربیع الاوّل ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت داشتہ رکھا یعنی ہندہ کو جو خالد کی منکوحہ تھی اور خالد نے طلاق نہیں دیا اور جس زمانے سے زید نے ہندہ کو اپنے پاس رکھا اُس کے بطن سے کئی ایک لڑکے لڑکی پیدا ہُوئے، زید لڑکے لڑکی کی شادی چاہتا ہے، لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں، پس حدیث شریف میں ایسے لڑکے لڑکیوں کے بارہ میں کوئی وعید وارد ہے یا اُس فعل کا عذاب ثواب اُن کے ماں باپ کو ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے محاورے کے مطابق لفظ ثواب بھی لکھ دیا جس طرح کسی حکایت پر کہتے ہیں عذاب و ثواب برگردن راوی، حالانکہ اُس کا محل وہاں ہے کہ اُس امر میں دو باتوں کا احتمال ہو حرام میں ثواب کی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳

[2] " " ۱۳/ ۴۹

کیا گنجائش، یہ لفظ خطائے شدید ہے آئندہ احتراز لازم۔ زنا کا عذاب صرف زانی وزانیہ پر ہے اولادِ زنا پر اُس کا وبال نہیں۔ قال اللہ تعالٰی: لاتزروازرۃ وزر اخری[1] (ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں۔ت) حدیث میں ہے:

لیس علی ولد الزنا من وزر ابویہ شئ[2] رواہ الحاکم عن الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

ولدِ زنا پر اس کے والدین کا بوجھ کچھ نہیں ہے (اس کو حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ت)

حدیث صحیح میں اولادِ زنا کی نسبت اس قدر وارد ہے کہ:

ولد الزنا شر الثلثۃ[3]۔ رواہ الامام احمد وابوداؤد والحاکم والبیہقی فی السنن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

حرام کا بچہ اپنے ماں باپ سے بھی بدتر ہوتا ہے (اس کو امام احمد، ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ت)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ بھی وہی حرکات اختیار کرے۔ خود دوسری حدیث میں اس مطلب کی تصریح ارشاد ہوئی کہ:

ولد الزنا شر الثلثۃ اذا عمل بعمل ابویہ[4]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

حرامی اپنے ماں باپ سے بھی بدتر ہے جبکہ ان کی طرح وہی کام کرے (اس کو طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بسندِ حسن روایت کیا۔ت)

یا یہ معنی کہ یہ عادتوں خصلتوں میں غالباً ان سے بھی بدتر ہوتا ہے جبکہ علم وعمل اس کی اصلاح نہ کریں کہ بُرے تخم سے بُری ہی کھیتی پیدا ہوتی ہے ع

شمشیر نیک زاہن بد چوں کند کسے

(ناقص لوہے سے اچھی تلوار کوئی کیسے بنائے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴ و ۳۵/ ۱۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دار الفکر بیروت ۴/ ۱۰۰

[3] " " کتاب العتق " " ۲/ ۲۱۵ و ۴/ ۱۰۰

[4] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الایمان دار صادر بیروت ۱۰/ ۵۷، ۵۸ و ۵۹

اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ:

فوخر الزنا لا یدخل الجنۃ[1] رواہ ابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند ضعیف۔

زنا کا چوزہ جنت میں نہ جائے گا۔ (اس کو ابن عدی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

یعنی غالباً اس سے وہ افعال صادر ہوں گے جو سابقین کے ساتھ دخولِ جنت سے روکیں گے بالجملہ یہ مطلب کسی طرح نہیں کہ ان کے گناہ کا عذاب اس پر ہو یا بے گناہ کئے یہ کسی وعید کا مستحق ہو مگر امر نکاح میں شرع مطہر نے کفاءت کا بھی لحاظ فرمایا ہے دختروں کے لئے مطلقاً بالغہ ہوں خواہ نابالغہ اور پسروں کے لئے جبکہ نابالغ ہوں،

کما حررہ فی رد المحتار مستندا لما فی البدائع وحققناہ بما فی البحر والخیریۃ والخانیۃ والتبیین والکافی والسراج الوھاج والھندیۃ کما ذکرناہ فیما علقناہ علی رد المحتار۔

اس کو ردالمحتار میں بدائع کے حوالے سے بیان کیا ہے اور ہم نے اس کی تحقیق بحر، خیریہ، خانیہ، تبیین، کافی، سراج الوہاج اور ہندیہ کے بیانوں سے کی ہے جیسے کہ ہم نے اسکو ردالمحتار کے حاشیہ پر ذکر کیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اور شک نہیں کہ جس کا ولد الزنا ہونا مشہور ہو اُس سے دخترِ حلال کا نکاح عرفاً باعثِ ننگ و عار و انگشت نمائی ہوتا ہے اور یہی معنی عدمِ کفاءت کے ہیں۔

فی الشامیۃ عن الفتح ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ[2]

فتاوٰی علامہ شامی میں فتح سے منقول کہ اہلِ عرف کا حقیر جاننا سبب ہے لہذا حکم کا مدار اسی پر ہوگا (ت)

تو بحالتِ عار کسی عورت کا نکاح ولد الحرام کے ساتھ نہیں ہوسکتا اگر کیا جائے گا نکاح اصلاً نہ ہوگا مگر دو صورت میں، ایک یہ کہ دخترِ نابالغہ کا نکاح باپ یا وہ نہ ہو تو دادا اپنی تزویج سے کرے اور وقتِ نکاح نشے میں نہ ہو نہ اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی دختر کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو، دوسرے یہ کہ زنِ بالغہ برضائے خود کرے اور اُس کے لئے کوئی ولی ہو تو وہ پیش از نکاح باوصف اس اطلاع کے کہ وہ شخص ولد الحرام ہے تصریحاً اپنی رضا ظاہر کردے والمسائل مفصلۃ فی الدر وغیرہ (درمختار وغیرہ میں یہ مسائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ ت)

---

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ سہیل بن ابی صالح ذکوان السمان مدینی دارالفکر بیروت ۳/ ۱۲۸۶

[2] رد المحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲۲

یونہی اگر پسر کے نکاح میں دختر حرام کا دینا وہاں کے عرف میں باعثِ بدنامی وعار ہو تو نابالغ پسر کا نکاح بھی ایسی دختر سے اصلاً نہ ہوگا سوا اسی صورت پدر وجد بشرط مذکور کے علی ما تحرّفی ما تقرر (جیسا کہ تقریر میں واضح کیا گیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴۸ از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالرسول محب احمد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

زید نے کہ صدیقی شریف متقی ہے خالد اور عمرو کے کہنے سے کہ خالد تیرا کفو ہے اور شریف خاندان ہے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ کر دیا اب بعد نکاح معلوم ہوا کہ خالد کے یہاں ہمیشہ سے پیشہ حرامکاری چلا آتا ہے اُس کے خاندان کے اکثر لوگ پیشہ زناکاری کرتے ہیں اور اسی قسم کی ان کی اولادیں ہیں مگر اب خالد نے اپنی بہنوں کا نکاح لوگوں کے کہنے سُننے سے شرعی طور پر کر دیا فقط اب زید ایسی حالت میں کیا کرے کہ اُس نے خالد کو اس کے اخبار پر اپنا کفو سمجھ کر ہندہ نابالغہ کا نکاح کر دیا تھا آیا یہ نکاح شرعاً جائز ولازم ہے یا نہیں؟ اور زید کو اس وقت حقِ فسخ حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زید کو حقِ فسخ حاصل ہونے میں تو اصلاً کلام ہو ہی نہیں سکتا، ولوالجیہ و درمختار میں ہے:

اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذٰلک ثم ظھرانہ غیر کفوٍ کان لھم الخیار[1]	جب اولیاء نے کفو کی شرط پر نکاح دیا یا لڑکے نے وقتِ نکاح خود کو کفو ہونا بتایا، بعد میں غیر کفو ہونا ظاہر ہوگیا تو اولیاء کو فسخ کا اختیار ہے (ت)

کلام اس میں ہے کہ فسخ کی حاجت بھی ہے یا نہیں، بہت کتب میں تصریح ہے کہ ایسا نکاح محض باطل ہے اور جب باطل ہے تو سرے سے ہُوا ہی نہیں فسخ کی کیا ضرورت ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں و فتاوٰے بزازیہ و نوازل امام فقیہ ابواللیث و فتح القدیر شرح ہدایہ و ردالمحتار علی الدرالمختار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للوجیز زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ مصلحا لا یشرب مسکرا فاذا ھو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح، ان	لفظ وجیز کے ہیں ایک شخص کم نابالغ بیٹی کا نکاح اس گمان سے کر دیا کہ یہ صالح ہے اور شرابی وغیرہ نہیں ہے تو بعد میں معلوم ہوا کہ شراب کا عادی ہے اور بیٹی نے بالغ ہونے پر کہا کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں، تو

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

لم یکن ابوھا یشرب المسکر ولا عرف بہ و غلبۃ اھل بیتھا صالحون فالنکاح باطل بالاتفاق[1] اھ وقال فی النوازل فالنکاح باطل لانہ انما زوج علی ظن انہ کفؤ[2] اھ۔

اگر باپ شرب خمر نہ کرتا ہو اور نہ ہی شرابی مشہور ہو اور اس کا خاندان غالب طور صالحین ہیں تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے اھ، اور نوازل میں کہا کہ یہ نکاح باطل ہے کیونکہ والد نے کفو ہونے پر نکاح دیا ہے اھ (ت)

قنیہ میں ہے:

زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ حرا لاصلی وکان معتقا فھو باطل بالاتفاق[3]۔

نابالغ بیٹی کا نکاح کسی سے اس گمان پر کیا کہ یہ اصلی آزاد ہے جبکہ بعد میں آزاد شدہ معلوم ہوا تو نکاح باطل ہے بالاتفاق۔ (ت)

مگر ذخیرہ میں اس بطلان کو بطلان آئندہ یعنی بطلان بعد الفسخ کے ساتھ تفسیر فرمادیا۔ ردالمحتار میں ہے:

ما مر عن النوازل من ان النکاح باطل معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ لان المسألۃ مفروضۃ فیما اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح بہ فی الخانیۃ والذخیرۃ وغیرھما وعلیہ یحمل ما فی القنیۃ[4] الخ۔

نوازل سے جو گزرا کہ "نکاح باطل ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ باطل ہوسکتا ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے یہ اس لئے کہ مسئلہ مفروضہ یہ ہے کہ بیٹی نے بالغ ہونے کے بعد نکاح پر عدم رضامندی کی ہو جیسا کہ خانیہ اور ذخیرہ وغیرہ میں تصریح کی ہے، اور قنیہ میں جو ذکر ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے الخ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

رجل زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل علی ظن انہ صالح لا یشرب الخمر فوجدہ الاب شریبا مدمنا وکبرت الابنۃ فقالت

ایک شخص نے اپنی بیٹی نابالغہ کا کسی لڑکے سے اس گمان پر کیا کہ لڑکا صالح ہے شرابی وغیرہ نہیں ہے تو بعد میں اسے شراب کا عادی پایا اور بیٹی بالغ ہوچکی ہو اور کہہ چکی ہو کہ

---

[1] فتاوی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوی ہندیۃ الخامس فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۶
[2] ردالمحتار بحوالہ النوازل باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۴
[3] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ باب فی نکاح الصغار والصغائر مطبعۃ مشتہرہ بالہما ہندیۃ ص ۷۵
[4] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۵

لا ارضی بالنکاح ان لم یعرف ابوھا بشرب الخمر و غلبۃ اھل بیتہ الصالحون فالنکاح باطل ای یبطل وھذہ المسألۃ بالاتفاق کذا فی الذخیرۃ وانما الخلاف بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ رحمھم اللہ تعالٰی فیما اذا زوجھا من رجل عرفہ غیر کفؤ فعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی یجوز لان الاب کامل الشفقۃ وافر الرأی فالظاھر انہ تأمل غایۃ التأمل ووجد غیر الکفؤ اصلح من الکفؤ کذا فی المحیط[1]۔

میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں، اس صورت میں اگر باپ کا نکاح کے وقت شرابی ہونا معروف نہ ہو اور اس کا غالب خاندان صالحین لوگ ہوں تو نکاح باطل ہوگا یعنی باطل ہوسکتا ہے اور یہ مسئلہ متفقہ ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے البتہ امام اور صاحبین کا اختلاف اس صورت میں ہے جب نکاح کے وقت باپ کو لڑکے کا غیر کفو ہونا معلوم ہو تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے کیونکہ باپ کامل شفیق ہے اور مکمل صاحب الرائے ہے لہذا اس نے انتہائی سوچ بچار کیا ہوگا کہ یہ غیر کفو کفو والوں سے بہتر ہے، محیط میں ایسے ہی ہے (ت)

اور نظر بقواعد ظاہر یہی ہے کہ شوہر کی طرف سے ولی کو دھوکا دیے جانے کی صورت میں مطلقاً بطلان کا حکم ہو، ردالمحتار میں ہے:

الظاھر ان یقال لا یصح العقد اصلا کما فی الاب الماجن والسکران معان المصرح بہ ان لھا ابطالہ بعد البلوغ وھو فرع صحتہ فلیتأمل[2]۔

ظاہر یہی ہے کہ اصلاً نکاح صحیح نہ ہونے کا قول کیا جائے جیسا کہ باپ مجنون یا نشے والا ہو، نیز یہ بھی تصریح ہے کہ ایسی صورت میں بالغ ہونے پر بیٹی کو اختیار ہے جبکہ یہ بات نکاح کے صحیح ہونے پر متفرع ہوسکتی ہے پس غور کرو۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) فرع مذکور کی اصل کتاب الاصل یعنی مبسوط امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے اور وہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اور ظاہر الروایۃ میں بالغہ کا غیر کفو سے بلا رضائے ولی نکاح کرلینا صحیح ہے ولی کو اختیار فسخ ہے اور مختار للفتوٰی روایت حسن ہے کہ وہ نکاح ہوتا ہی نہیں اور فساد زمانہ کے باعث جو وجہ علمائے وہاں فرمائی یہاں بھی بلا تفاوت جاری ہے تو حکم عبارات مذکورہ میں تاویل نہ کرنا اور دھوکے کی صورت میں نکاح کو سرے سے باطل ٹھہرانا بظاہر وجہ وجیہ رکھتا ہے لااقل اختیار فسخ ہونے میں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۹۱
[2] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۸

شک نہیں۔ درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان[1]

غیر کفو میں نکاح کے متعلق اصلاً عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جائیگا فسادِ زمان کی وجہ سے فتوٰی کے لئے یہی مختار ہے (ت)

ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

لانہ لیس کل ولی یحسن المرافعۃ و الخصومۃ ولا کل قاض یعدل ولو احسن الولی و عدل القاضی فقد یترک انفسۃ للتردد علی ابواب الحکام واستشقالا للنفس الخصومات فیتقرر الضرر فکان منعہ دفعالہ فتح[2]

کیونکہ ہر باپ مقدمہ دائر کرنے اور بحث کرنے کا ماہر نہیں ہوتا اور نہ ہر قاضی عادل ہوتا ہے اور اگر باپ ماہر ہو اور قاضی عادل بھی ہو تب بھی حکام کے دروازوں کے چکر لگانے اور مقدمہ بازی کی مشقت سے نفرت تو موجود ہے جس کی وجہ سے ضرر ثابت ہے تو اس ضرر سے بچنے کے لئے وہ باز رہے گا، فتح۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴۹ از کھریرا ئے پور ضلع مظفر پور محلہ نور الحلیم شاہ شریف آباد مرسلہ مولوی شریف الرحمٰن صاحب مرحوم ۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

www.alahazratnetwork.org

زید حرامی ہے مگر مسلمان دیندار ہے، شرعاً اُس کے لڑکا لڑکی سے نکاح والے اپنے لڑکا لڑکی کا عقد کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نکاح میں کفاءت معتبر ہے اور کفاءت کا مدار عرف پر ہے، اگر ان سے رشتہ عرفاً باعثِ ننگ و عار ہو تو احتراز کیا جائے خصوصاً دختر میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵۰ مسئولہ اختر حسین خاں از بریلی محلہ شاہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک یتیم نابالغہ سیدزادی لے کر پالی اور اُسی نابالغی میں اُس کا نکاح ایک پٹھان سے کردیا اور اُس کا بالغ بھائی تھا اُسے اطلاع بھی نہ دی بوجہ نابالغی رخصت نہ ہوئی اب وہ مفقود الخبر ہے اور لڑکی بالغہ ہوگئی، اس صورت میں وہ اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۱

[2] ردالمحتار — 〃 — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۹۷

یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ بیانات واقعی ہیں تو وُہ نکاح اصلاً نہ ہُوا، لڑکی کو اختیار ہے جس اچھی جگہ چاہے اپنا نکاح کرلے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۵۱ از شہر بریلی محلہ براہم پور مسئولہ محمد عرف کمال اللہ شاہ صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے بعد دینے طلاق کے اپنی دختر نابالغہ کو طلب کیا اُس نے دینے سے انکار کیا، اُس وقت زید بارادۂ سفر دُور دراز کے مجبور ہُوا اور متنبہ کردیا کہ خبردار اس کا نکاح خلاف رائے میری کے نہ ہو، چنانچہ مسماۃ مذکورہ نے عدم موجودگی زید کے اُس دختر نابالغہ کا نکاح خلاف رائے زید کے کردیا، وہ شوہر دختر مثل عوراتِ بازاری کے رقص کرنے والا ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ نہیں شراب خور ہے، اب دختر بفضلہٖ تعالٰی بالغہ ہے اُس نے دفتر شکایات اُس شوہر کا اپنے باپ زید سے بیان کیا کہ میرا نکاح اُس شخص کے ساتھ جائز ہُوا یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے بیان کیا نکاح ہُوئے تین برس ہُوئے اور عورت کی عمر اُس وقت گیارہ سال تھی اور نابالغہ تھی اور مرد کی عمر پچیس سال تھی اور جبھی سے ناچنے کا پیشہ رکھتا تھا اور اسی وجہ سے باپ نے اُس کے ساتھ نکاح کرنے کو منع کردیا تھا، باپ اندر چلا گیا، اس کے پیچھے عورت نے نکاح کردیا اور باپ کو کوئی خبر نہ ہُوئی، لڑکی تین مہینے سے بالغہ ہوگئی، اب کوئی ایک ہفتہ ہُوا اُس کا باپ اندر سے آیا تو اب لڑکی نے اس سے شکایت کی، اس سے پہلے اُس نے بھی کچھ نہ کہا، اگر صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح مذکور باطل محض ہوگیا، ابتدا میں جب نکاح واقع ہُوا ہے اجازتِ پدر پر موقوف تھا،

لانه وان كان من غير كفؤ والمزوج غير اب و جد لكنه عقد فضولي صدر وله مجيز وهو الاب لان له التزويج من غير كفؤ۔

کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں ہے اور نکاح دینے والے باپ دادا کا غیر ہیں لہذا یہ فضولی کا نکاح ہوا جس کو جائز کرنے والا لڑکی کا باپ ہے کیونکہ اسی کو غیر کفو میں نکاح کا اختیار ہے (ت)

جبکہ اس مدت میں عورت بالغہ ہوگئی تو اب وُہ نکاح خود اُس کی اجازت پر موقوف ہوگیا اور اس نے بعد بلوغ مدت سکوت کیا اُس کی طرف سے اجازت ہوگئی، تو اب یہ ایسا ہوا کہ بالغہ نے اپنی رائے سے ایسے شخص کے ساتھ نکاح کرلیا اور ایسا شخص ضرور غیر کفو ہے اور اُس کے ساتھ بالغہ کا اپنی رائے سے نکاح کرلینا باطل محض

ہے، درمختار میں ہے:

ویفتی بعدم الصحۃ فی غیر کفؤ لفساد الزمان[1]۔ غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جائیگا فسادِ زمان کی وجہ سے۔ (ت)

لہذا یہ نکاح باطل محض ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵۲ تا ۴۵۴ از سیرہ ضلع ہوشنگ آباد محلہ مانپورہ مسئولہ حافظ شاہ افضل خاں صاحب ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں، براہِ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف وممتاز فرمائیں:

(۱) ایک عورت ہے جو نسبی سیدہ ہے اُس سے کسی شخص نے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کیا تو اُس کو لوگ کافر کہتے ہیں تو کیا شخص مذکورہ کافر ہُوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہُوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) عورت بالغہ جو نسباً سیدہ ہے باکرہ ہو یا ثیبہ یا مطلقہ کسی شخص سے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وُہ نکاح جائز ہُوا تو جو اولاد کہ اُس سے پیدا ہوگی وُہ نسباً سید کہلائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

(۱) حاشا للہ اسے کفر سے کیا علاقہ، کافر کہنے والوں کو تجدیدِ اسلام چاہئے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں، امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثوم کہ بطنِ پاک حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا سے تھیں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں دیں اور اُن سے حضرت زید بن عمر پیدا ہُوئے اور امیر المومنین عمر نسباً سادات سے نہیں۔

(۲) سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہوجائے گا اگرچہ سید نہ ہو مثلاً شیخ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی، اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ انصاری یا مغل، پٹھان سے مگر جبکہ وہ معزز عالم دین ہو۔

(۳) جب باپ سید نہ ہو اولاد سید نہیں ہوسکتی اگرچہ ماں سیدانی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵۵ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ مولوی احسان علی صاحب طالبعلم مدرسہ منظر الاسلام ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور فی الحال کوئی کفو نہیں ملتا کہ جس کے

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۱

یہاں نکاح ہو غیر کفو ملتے ہیں یعنی کم حیثیت والے یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتاً کامل اچھے نہیں، مثلاً لڑکے کے آبا و اجداد اچھے تھے لیکن اُن کی جور و طوائف تھی بعد نکاح اس سے یہ لڑکا ہوا تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے یا کفو کا انتظار کرے؟ بینوا توجروا

الجواب

فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفائت نہیں کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے اولیا کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو، باپ اگر شریف القوم ہے اور طوائف سے بعد توبہ اس نے نکاح کیا تو اس سے بچہ کی نسب پر حرف نہیں آتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵۶ از ریاست جاورہ لال املی مسئولہ ممتاز علی خاں صاحب اہلکار محکمہ حساب ۲ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو یہ یقین دلا کر تمہارا نکاح شوہر محمود جو نجیب الطرفین اور تمہارا کفو ہے کرایا گیا لیکن ہندہ کو بعد نکاح ثابت ہُوا کہ شوہر یعنی محمود غیر کفو ہے اب ہندہ اور اُس کے عزیز و اقارب اپنے کفو میں غیر کفو کا داخل ہونا عار سمجھتے ہیں اور ہندہ ایسے غیر کفو کو خود بھی شوہر بنانا عار و ننگِ خاندان سمجھتی ہے نیز اُس کا اصلی باپ یعنی زید بھی اس تعلق غیر کفوی سے ناراض ہے پس ایسی حالت میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں یا غیر کفو ہونے کی حالت میں نکاح فسخ ہی مانا جائے ہندہ بالغہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ ہندہ بالغہ ہے اور نکاح غیر کفو سے ہُوا اور زید پدرِ ہندہ نے قبل نکاح اسے غیر کفو جان کر اُس سے نکاح کی اجازت نہ دی تو نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت، درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ[1] (ملخصًا)۔

غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدم جواز کا فتوٰی دیا جائیگا جبکہ ولی نے لڑکے کے غیر کفو معلوم ہوجانے پر رضامندی ظاہر نہ کی ہو (ملخصًا)۔ (ت)

مگر غیر کفو کے معنی شرعًا یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا مُساوی ہو کہ اسکے ساتھ اس کا نکاح اسکے اولیا کیلئے واقعی باعثِ ننگ و عار ہو نہ کہ بعض جاہلانہ خیالات پر، بعض عوام میں دستور ہے کہ خاص اپنے ہم قوم کو اپنا کفو سمجھتے ہیں، دُوسری قوم والے کو اگرچہ اُن سے کسی بات میں کم نہ ہو غیر کفو کہتے ہیں اس کا شرعًا لحاظ نہیں جیسے شیخ صدیقی ہو وہ شیخ فاروقی کو اپنا کفو نہ جانے یا سیّد ہو اور وہ شیخ صدیقی یا فاروقی یا اور قریشی کو اپنا کفو نہ سمجھے حالانکہ حدیث میں ہے:

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

قریش بعضھم اکفاء بعض[1] (بعض قریش بعض کے لئے کفو ہیں۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلو تزوجت ھاشمیۃ قرشیا غیر ھاشمی لم یرد عقدھا۔[2] اگر ہاشمی لڑکی نے غیر ہاشمی قرشی سے نکاح کرلیا تو اُسے رد نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵۰ از لکھنؤ محلہ سبزی منڈی مکان بگن وبٹن عقب مکان ابراہیم صاحب عینک ساز مرحوم مرسلہ عبدالمجید صاحب ۲۸ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام رحمہم اللہ علیہم اس مسئلہ میں کہ لڑکی نابالغہ کی شادی بغیر حکم یا بے اجازت اس کے والد کے کسی غیر کفو شخص کے ہمراہ اس لڑکی کی ماں کردے تو جائز ہے اور جبکہ اس کی ماں کو بھی دھوکا دیا گیا ہو یعنی جو شخص اس لڑکی کے ساتھ شادی کررہا ہے وہ ایسے آپ کو حلفاً نہایت شریف شخص بتا رہا ہے لیکن دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص نہایت نیچ ذات کا شخص ہے تو ایسی حالت میں اس لڑکی کی ماں ناراض ہو کر اور باپ بھی ناراض ہو کر اس لڑکی کا نکاح فسخ کرا سکتا ہے یا نہیں؟ آیا ان دونوں یعنی لڑکی کے والدین کو شرعًا یہ حق حاصل ہے کہ اپنی لڑکی کو بغیر طلاق دلوائے ہوئے دوسرے شریف النسب شخص سے نکاح کرا سکتے ہیں یا طلاق دلوانے کی ضرورت ہوگی؟ فقط۔ بینوا توجروا

www.alahazratnetwork.org

الجواب

اگر صورتِ واقعہ یہ ہے کہ نابالغہ کی شادی اُس کی ماں نے خصوصًا ایسے شخص سے کردی خواہ دانستہ یا دھوکے سے، اور والد کا اذن نہ اجازت، تو اس صورت میں بدرجۂ اولٰی یہ نکاح سرے سے بے ثبات محض ہوا، باپ کو نکاح فسخ کرانے کی اُس حالت میں بھی حاجت نہ تھی کہ نکاح کفو سے ہوا ہوتا، اُس کا رد کردینا ہی کافی ہوتا، تو یہاں بدرجۂ اولٰی اس کا صرف اتنا کہہ دینا بس ہے کہ "میں اس پر راضی نہیں" وہ نکاح رد ہوجائے گا، اور والد کو اختیار ہوگا کہ بغیر طلاق دوسری جگہ نکاح کردے۔

لانہ عقد فضولی صدر ولہ مجیز فتوقف علی اجازتہ فیرد

کیونکہ یہ فضولی کا عقد ہے جو اس حال میں صادر ہوا کہ اس وقت اس کو جائز کرنے والا موجود تھا تو

---

[1] فتح القدیر بحوالہ حاکم فصل فی الاکفاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۸۸

[2] ردالمحتار بحوالہ کافی للحاکم باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۹

[3] ردالمحتار " " " " " ۲/ ۳۱۸

برده۔ اس کی اجازت پر موقوف ہُوا تو اُس کے رَد کرنے پر رَد ہوجائے گا۔ (ت)

اور اگر والد اُس سے پہلے اپنی کسی دختر کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو تو اب اُس کی اجازت سے بھی جائز نہیں ہوسکتا نکاح سِرے سے ہُوا ہی نہیں،

لانہ عقد فضولی صدر ولا یجیزلہ لکون الاب عرف بسوء الاختیار فبطل رأسا کما فی الدر وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

کیونکہ یہ ایسا نکاح فضولی صادر ہُوا ہے کہ اس وقت اس کو جائز کرنے والا کوئی نہیں تھا کیونکہ باپ سوءِ اختیار سے معروف تھا لہذا یہ بالکل باطل ہوگا جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵۸ از شہر بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ عبدالحلیم صاحب ۳۰ شوال ۱۳۳۵ھ

صاحبان علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں: زید نے اپنے آپ کو قوم کا پٹھان خاندانی ظاہر کیا اور بکر سے کہا کہ تم اپنی دختر کا نکاح میرے ساتھ کردو، بکر نے اپنی دختر کا نکاح زید کے ساتھ کردیا، بعد نکاح ہوجانے کے بکر کو معلوم ہُوا کہ زید قوم کا پٹھان نہیں ہے دھوکا دے کر نکاح کیا اور وہ قوم کا فقیر تکیہ دار قبرستان ہے کہ جس سے میرے خاندان میں حقارت ہوگی اور سبب بدنامی ہوگی، بکر نے اپنی دختر کو رخصت کرنے سے انکار کیا اور بعد نکاح کے رخصت نہیں کی اور بکر قوم کا سید ہے۔

الجواب

دختر بالغہ تھی یا نابالغہ؟ کیا عمر تھی؟ عارضۂ ماہواری آتا تھا یا نہیں؟ وقتِ نکاح دختر سے اذن لیا تھا یا نہیں؟ سب مفصل لکھا جائے کہ سوال لائقِ جواب ہو فقط۔

عالی جاہا! وقتِ نکاح دختر کی عمر ۱۳ سال ۲ ماہ کی تھی، عارضۂ ماہواری آتا تھا، اذن لڑکی سے لیا گیا تھا لیکن اُس نے جواب دیا کہ میں کچھ نہیں جانتی، اس پر مجبوراً اُس کی چچی نے اجازت دی، اجازت لڑکی کے باپ کی تھی بلکہ صرف لڑکی کا باپ اور بھائی بھی دونوں گواہِ نکاح تھے فقط۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں ظاہر ہے کہ زید کسی طرح سادات تو سادات کسی مغل، پٹھان کا بھی کفو نہیں ہوسکتا، اور لڑکی بالغہ تھی اور اُس نے اذن لینے پر لفظ یہ کہ کر "میں کچھ نہیں جانتی" ظاہر ہے کہ یہ صاف اذن نہیں بلکہ اُس سے معاملہ میں اپنا دخل نہ دینا بحسب منطوق مستفاد ہوتا ہے اور کبھی بحسبِ قرینہ دوسروں کے اختیار پر چھوڑنا بھی مفہوم ہوتا ہے یعنی مجھے بحث نہیں تم جیسا جانو کرو، برتقدیر دوم یہ نکاح دختر کی اجازت سے قرار

پائے گا اور بالغہ کہ ولی رکھتی ہے اپنا جو نکاح غیر کفو سے کرے جسے پیش از نکاح غیر کفو جان کر ولی نے صراحۃً اجازتِ نکاح نہ دی ہو وُہ نکاح باطل محض ہوتا ہے کما فی البحر والدر واوضحہ فی رد المحتار (جیسا کہ بحر اور دُر میں ہے اور رد المحتار میں اس کی توضیح کی گئی ہے ۔ ت) اس تقدیر پر تو یہ نکاح اصلاً ہوا ہی نہیں اور بر تقدیر اول نکاح فضولی تھا اور ضرور ہے کہ بعد نکاح دختر کو نکاح ہو جانے کی خبر عادۃً پہنچی اب وُہ حال سے خالی نہیں، یا تو اُس نے خبر سُن کر اُس نکاحِ فضولی کو جائز کیا اگرچہ یُونہی کہ خبر سُن کر مسکرائی یا خاموش رہی یا جائز نہ کیا بلکہ اپنی ناراضی کا اظہار کیا، بر تقدیر دوم ظاہر ہے کہ وُہ نکاح کہ اجازتِ دختر پر موقوف تھا اس کے اظہارِ ناراضی سے مردود و باطل ہوگیا، بر تقدیر اول پھر یہ نکاح باجازتِ دختر ٹھہرا۔

لان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ، وقد صرح بہ فی الخیریۃ فی مثل الجزئیۃ۔

کیونکہ بعد کی اجازت ایسے ہے جیسے سابقہ وکالت ہو اس کی تصریح خیریہ میں اسی طرح کے جزئیہ میں کی ہے (ت)

اور بالغہ جو ولی رکھتی ہے بے اجازت صریحۂ ولی بعد علم بعدم کفاءت جو نکاح غیر کفو سے کرے باطل ہے تو اس طرح باطل ہوگیا۔ غرض صُورت مذکورہ میں جس پہلو پر دیکھا جائے یہ نکاح باطل محض ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۴۵۹ قصبہ کست ڈاکخانہ بندھیاچل ضلع مرزاپور مرسلہ محمد زکریا صاحب ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مولوی محمد یحییٰ نے انتقال کیا اور شاہ عبدالکریم والد اور اپنی والدہ اور برادرِ حقیقی حافظ محمد زکریا اور ہمشیرہ اور زوجہ مسماۃ احمدی بی بی اور دختر مسماۃ محمودہ بی بی زوجۂ اولیٰ اور دختر مسماۃ راضیہ بی بی زوجہ ثانیہ با احمدی بی بی کو چھوڑا، شاہ عبدالکریم نے بولایت خود مسماۃ محمودہ بی بی کا عقد مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے نانہالی رشتہ دار کے فرزند سے کر دیا اور شاہ عبدالکریم کا انتقال ہوگیا قبل انتقال ہونے کے شاہ عبدالکریم مرحوم مسماۃ احمدی بی بی زوجہ مولوی محمد یحییٰ مرحوم و حافظ محمد زکریا اپنے فرزند کو بُلا کر وصیت کیا کہ مسماۃ راضیہ بی بی جس کی عمر تخمیناً ڈیڑھ سال کی ہے اُس کا عقد تمہارے بیٹے عبدالسلام کے ساتھ بولایت جائز اپنے کئے دیتا ہُوں اگر تم اس کے خلاف کرو گے تو مواخذہ عقبیٰ تمہارے ذمہ ہوگا، اب اُس لڑکی مسماۃ راضیہ بی بی کا عقد جس کی عمر تخمیناً تیرہ[۱۳] خواہ چودہ[۱۴] سال کی ہے مسماۃ احمدی بی بی اور اُس کے نانا شاہ عبدالعزیز ایک ایسے شخص کے ساتھ جو سب انسپکٹری اور تارک الصلوٰۃ داڑھی منڈواتا ہے اور رشوت خوری اور اس کے خاندان سے اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے خاندان سے اور مسماۃ احمدی بی بی کے خاندان سے کبھی کوئی رشتہ داری اور قرابت نہیں رہی اور نہ کچھ واسطہ کرنا چاہتے ہیں، حافظ محمد زکریا بالغ

---

[۱] فتاوٰی خیریہ باب الاولیاء والاکفاء دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۵

کہتا ہے کہ حقِ ولایت شرعاً مجھ کو حاصل ہے اور لڑکی نابالغ ہے قانوناً اٹھارہ برس بلوغ کا رکھا گیا ہے اور وہ سب انسپکٹر غیر کفو ہے اور خلاف شریعتِ محمدیہ کے اُس کے افعال و حرکات ہیں اور تبرائی رافضیوں سے اُس کی رشتہ داری اور اُس کی محفلوں اور مجلسوں میں وہ شریک ہوتا ہے اس لئے اس سے نکاح ناجائز اور بدون اجازتِ ولی یعنی مربی اس کا نکاح اس کی ماں اور نانا وغیرہ نہیں کر سکتے، آیا شرعاً ولیِ جائز کون ہے؟ آیا شرعاً غیر کفو سے اور کفو اور غیر کفو کی تعریف شریعتِ محمدیہ میں کیا تعریف ہے؟ آیا ایک مسلمہ کا نکاح ایسے شخص سے جو تارک الصلوٰۃ ہو اور خلاف شریعتِ نبویہ کے کام کرتا ہو جائز ہے؟ آیا وصیت پر عمل جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سوال سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالکریم نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی نابالغہ پوتی راضیہ کا نکاح حافظ محمد زکریا کے بیٹے سے کر غالباً وہ بھی اُس وقت نابالغ ہوگا کیا آگے سوال میں یہ کچھ مذکور نہیں کہ محمد زکریا نے اُسی جلسہ میں الفاظِ قبول کہے یا نہیں، اور اُس وقت دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں جلسہ میں حاضر اور شاہ عبدالکریم و حافظ محمد زکریا کے ایجاب و قبول کو سننے والے اور اس گفتگو کو عقد نکاح سمجھنے والے موجود تھے یا نہیں، اگر حافظ زکریا نے اُسی جلسہ میں اپنے بیٹے کے لئے کہا کہ میں نے قبول کیا اور دو گواہوں نے سنا اور سمجھا تو راضیہ کا اُسی وقت نکاح ہو گیا اب اگر اس کا وہ شوہر موجود ہے تو دوسرے سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں، اور اگر یہ صورت نہ تھی اور سوال سے ظاہر یہی ہے کہ نہ تھی کہ محمد زکریا اپنے ولایت کے دعوے سے اس نکاح سے مانع ہے یہ نہیں کہتا کہ اُس کا نکاح تو میرے بیٹے سے ہو چکا، تو اب دو صورتیں ہیں اگر راضیہ کے اولیا اور گھر والے صالحین و متبع شرع ہوں اور ایک ایسے شخص کے ساتھ کہ فاسق معلن ہے راضیہ کا نکاح اُن کے لئے باعثِ ننگ و عار ہے یا وہ نسب وغیرہ کسی اور بات میں ایسی کی رکھتا ہے تو راضیہ کے لئے وہ کفو نہیں، شریعت مطہرہ میں بلوغ ظہورِ آثار پر ہے، عورت کم از کم نو برس کی بالغہ ہو سکتی ہے جبکہ اُسے عارضۂ ماہواری آنا شروع ہو، اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو جب پندرہ برس پورے کی عمر ہو جائے بالغہ ہو جائے گی، راضیہ کی عمر پندرہ برس سے کم ہے تو اگر اُسے عارضۂ ماہواری آتا ہے بالغہ ہے ورنہ نابالغہ، اگر نابالغہ ہے جب تو شخص مذکور سے کہ غیر کفو ہے اُس کا نکاح ہو سکتا ہی نہیں، محمد زکریا کہ اس کا ولی ہے اگر وہ بھی کرے گا باطل محض ہوگا نہ کہ احمدی یا شاہ عبدالعزیز کہ ولی ہی نہیں، اور اگر بالغہ ہے تو اس پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں، بے اس کی اجازت کے کفو سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا اور غیر کفو سے وہ خود بھی نہیں کر سکتی جبکہ اُس کا ولی اس سے نکاح پر راضی نہیں، اگر کرے گی تو باطل محض ہوگا، غرض اس شخص کے غیر کفو یعنی مذکور ہونے کی حالت میں بنا راضی

محمد زکریا یہ نکاح کسی طرح نہیں ہوسکتا خواہ راضیہ بالغہ ہو یا نابالغہ، اور اگر وہ اس معنی پر غیر کفو نہیں یعنی راضیہ کے خاندان والے بھی اسی قسم کے افعال رکھتے ہیں اور نسب و مذہب وغیرہ میں بھی کوئی ایسی کمی نہیں کہ یہ رشتہ اولیائے راضیہ کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو اس صورت میں اگر راضیہ کو عارضۂ ماہواری آتا ہے تو وہ خود اپنے نفس کی مختار ہے اگر اُس کے مال یا نانا نکاح کردیں گے اور وہ اجازت دے دے گی صحیح و نافذ ہوگا اور محمد زکریا کو کوئی اختیارِ اعتراض نہ ہوگا، اور اگر راضیہ راضی نہ ہوگی تو محمد زکریا کے کئے بھی نافذ نہیں ہوسکتا نہ کہ احمدی و عبدالعزیز کے، اور اگر اسے عارضۂ ماہواری نہیں آتا تو اب اختیار محمد زکریا کو ہے، اگر احمدی و عبدالعزیز بے اجازت محمد زکریا نکاح کردیں گے اجازت محمد زکریا پر موقوف رہے گا، اگر وہ رَد کردے گا باطل ہوجائے گا جائز کردے گا جائز ہوجائے گا، والمسائل کلھا مشھورۃ وفی عامۃ الاسفار مذکورۃ (یہ مسائل مشہور ہیں اور عام کتب میں مذکور ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

نوٹ: اِس جلد کا آخری عنوان باب الکفائۃ ہے، بارھویں جلد کا آغاز باب المھر سے ہوگا۔

---

www.alahazratnetwork.org
WWW.NAFSEISLAM.COM